BROWN BOOK

PAGES MISSING WITHIN THE BOOK ONLY

UNIVERSAL
LIBRARY
OU_226328
UNIVERSAL
LIBRARY

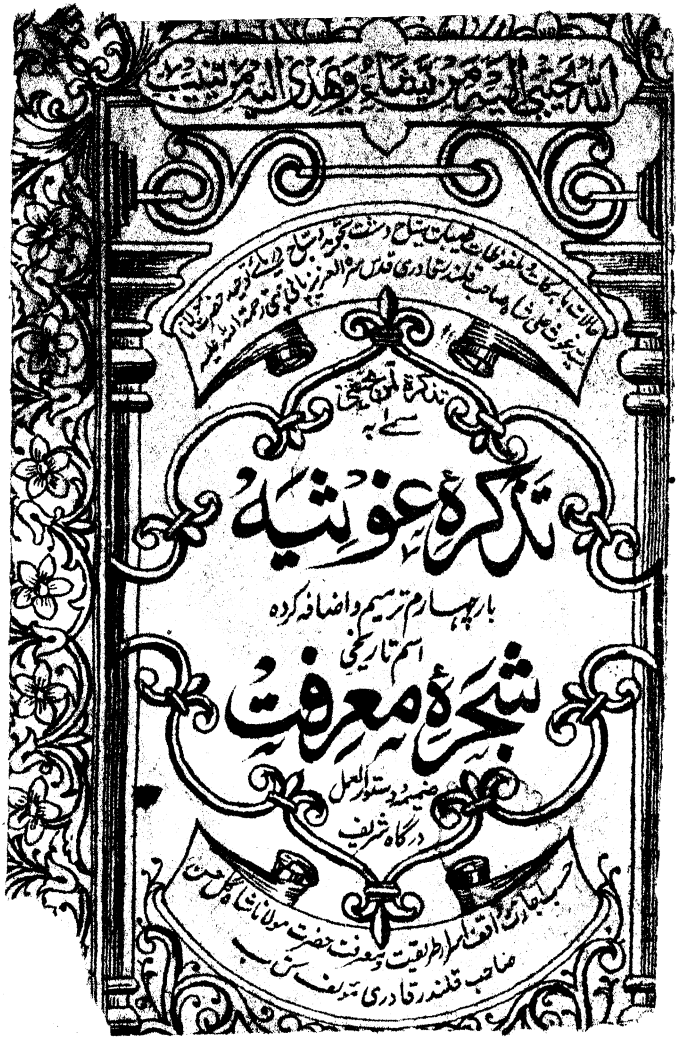
OSMANIA UNIVERSITY LIBRARY

Call No. ۲۹۷۶۷ Accession No. ۱۰۴۶۸ 10468

Author قلندر قادری شاہ گل حسن غوث علیشاہ - ۵

Title تذکرہ نغوشیہ

This book should be returned on or before the date last marked below


اللہ یجتبی الیہ من یشاء ویھدی الیہ من ینیب
حالات بابرکات وملفوظات فیضبات سمات مجموعہ دستخط بجموعہ دستخط
تذکرۂ آئینہ غوثیہ
سے بہ
تذکرۂ غوثیہ
بار چہارم ترمیم واضافہ کردہ
باسم تاریخی
شجرۂ معرفت
ضمیمہ دستور العمل
درگاہ شریف
مناقب قلندر قادری تصنیف

فہرست مضامین

مضامین	صفحہ
حمد باری تعالیٰ	۱ - ۲
نعت	۳
مطلب مصنف	۴ - ۶
ابواب و فصول	۷
فصل اول - حالات آباؤ اجداد	۸
حضرت کے جد امجد کے چھوٹے بھائی صاحب کے حالات جو چار ٹکے لیکر حال کھیلا کرتے تھے	۹
" دربارہ اس کے کہ گنگا کے نہانے سے گنگا کی طغیانی رُک گئی	۱۰
حالات چھوٹے دادا صاحب	۱۱
دوم - حالات بنی اعمام و بنی اخوان - حالات عم زادہ سید قاسم علی صاحب	۱۲
حالات بھائی سید رحمت علی صاحب ابن عم	۱۳
حالات بھائی نور الحسن صاحب	۱۴ - ۱۵
باب دوم - ذکر ولادت شریف و پرورش و تحصیل تکمیل علم	۱۶
فصل دوم - تحصیل علم	۱۷
فصل سوم - ذکر بیعت و شجرہ نسبی	۱۸
شجرہ خاندان سہروردی	۱۹ - ۲۰
شجرہ قادریہ	۲۱
شجرہ نقشبندیہ	
باب سوم - حالات سیاحت [illegible] از حاجی لال شاہ صاحب بعمر آٹھ سال	
ایک سنیاسی سے جڑ تاڑی [illegible] کی تعلیم سیکھی	
حکایت ایک چمار کے لڑکے کی [illegible] فقیر نے عمل آیۃ کریم با حکایت بتایا	

مضامین

	صفحہ
فقیر مذکور نے ایکروپیہ روز کا عمل بتایا۔ اور دادا صاحب نے پانچ روپیہ اور پچاس روپے کے دو عمل بتائے اور آیندہ عمل کے لئے ممانعت فرمادی	۷
شہنشاہی عمل۔ مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب کی خدمت میں قبلہ گاہی صاحب کا سپرد کرنا	۲۸
حکایت ایک امیر کی بہ خدمت شاہ عبدالعزیز صاحب	۲۹-۳۰
حکایت مولوی فضل امام صاحب پٹیالہ و جعفر شاہ صاحب مجذوب	۳۱-۳۲
بونٹی کے کھانے سے شیخ امان اللہ کا جوان ہونا	۳۳
قصہ ایک فقیر صاحب کا جنہوں نے اکسیر بنائی	۳۴
میر عباس علی صاحب عم زادہ کا سانپ کو پکڑوانا	۳۵-۳۶
کرنیل صاحب اور والد حضرت قبلہ کی نسبت کا مقابلہ	۳۷
الگزنڈر اول کا اجمیر شریف میں قیام اور والد حضرت قبلہ سے ملاقات	۳۸
امیر الدین شاہ صاحب چشتی کا توجہ دینا	۳۹
جمعیت شاہ کابلی باغ والے سے ملاقات	//
کرنیل صاحب سے ملاقات	۴۰
کلوکپتان صاحب کے مکان پر قیام	۴۱
فریزر صاحب رزیڈنٹ دہلی کی میر اعظم علی شاہ صاحب قبلہ کی خدمت میں حاضری	//
کافر شاہ مجذوب کا انتقال	۴۲
کمبل پوش صاحب کا حلوا پوری حاصل کرنا	۴۳
مامول اللہ بخش صاحب سے ملاقات	۴۴
میاں غلام فرید صاحب سے ملاقات	۴۵-۴۶
کیمیا کے متلاشی خانصاحب سے ملاقات	۴۶
وریم ہنس مجذوبوں کی مرہم پٹی کرانا	۴۷

مضامین	صفحہ
سنان کرنا	۴۸
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت اور کرشن جی کی نصیحت	۴۹
ناتھ کی سرگذشت	۵۰
کے قریب ایک مسلمان فقیر سے ملاقات	۵۱
گر میں باباجی سے ملاقات	۵۲
میں ایک برہمن سے منتر سیکھنا	۵۴
ت غیب کا تعویذ	۵۵
کلیر کے عرس میں تین صاحب ذوق فقرا کو نصیحت	۵۶
میرالدین صاحب کی ملاقات	
بالکر دوست کی ملاقات	
برہٹھ میں قیام اور مکتب کا	۶۰
جہ کے راستے میں ایک [illegible] بجانے والے لڑکے سے ملا	۶۱
کا قرض لیکر فرار ہو جانا اور حضرت کا قرض ادا کرنا	۶۲
جلال الدین صاحب کے ہاں گیارہویں شریف	۶۳
ن شاہ صاحب سے ایک باکمال فقیر کی ملاقات	۶۴
منڈاور کے سجادہ نشین کا مریدوں کو بل میں جوتنا [illegible] پور میں سجادہ نشین صاحب	
زت احمد شاہ صاحب کے مزار کو طواف کرنا اور حضرت کی نصیحت۔	۶۵
کیمیاگر بزرگ سے ملاقات	۶۷
نیاز احمد صاحب سے ملاقات	//
حسنین کے فیض یافتہ بزرگ سے ملاقات	۶۹
غوث علی شاہ حسینی سے ملاقات	۷۰
ڑنے والے سپاہی کا قصہ	۷۱

نمبر شمار	مضامین	صفحہ
۷۲	ایک دہریہ انگریز سے ملاقات	۲
۷۳	محمد شاہ سے ملاقات	۳
۷۴	شاہ ابوالبرکات سے ملاقات	۷۴
۷۵	گوالیار میں لنگڑے حضرت سے ملاقات	۷۵
۷۶	گوالیار میں لوہار سے ملاقات اور اس کا ایک عمل بتانا	۷۶
۷۷	[illegible] کے گھر میں شب کو قیام اور والدہ صاحبہ کی خواب میں زیارت	۷۷
۷۸	[illegible] اور شیر کی لڑائی	۷۸
۷۹	[illegible] پیارے شاہ سے ملاقات	۷۹
۸۰	ایک [illegible] غریب لڑکے سے ملاقات	۸۰
۸۱	[illegible] الحسن شاہ مجذوب سے ملاقات	۸۱
۸۲	[illegible] مکش مزار حضرت موسیٰ علیہ السلام [illegible] سے ملاقات	۸۲
۸۳	[illegible] ہ سے ملاقات	۸۳
۸۵	[illegible] شاہ صاحب سے ملاقات	۸۵
۸۶	[illegible] سے ملاقات اور ہاتھ کا دیکھنا	۸۶
۸۷	[illegible] ستہ میں ایک ہندو فقیر سے ملاقات	۸۷
۸۸	[illegible] کے ہندو فقیر کی سرگذشت	۸۸
۸۹	سکندر بیگم والئی بھوپال سے ملاقات	۸۹
۹۰	عبدالصمد خاں صاحب کی دو عجیب و غریب حکایتیں	۹۰
۹۱	بابا ستیل داس سے ملاقات	۹۱
۹۲	قاری عبیداللہ عرف قاری لالہ سے ملاقات	۹۲
۹۳	اندور میں مسجد میں قیام اور امام صاحب کی ضیافت	۹۳
۹۵	بمبئی میں حکیم عبداللہ شاہ کے مکان پر [illegible] سے ملاقات	۹۵

شمار	مضامین	صفحہ
۸	بیت اللہ شریف میں مولوی محمد یعقوب صاحب و شاہ محمد اسحاق صاحب سے ملاقات	۹۶
۸	کعبہ کی چھت پر نماز پڑھنا	۹۸
۸	مزار شریف حضرت اویس قرنی و جبہ شریف کی زیارت	۹۹
۸	مسقط اور نجف اشرف و کربلا کی سیاحت	۱۰۰
۸	سجادہ نشین حضرت غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات	۱۰۲
۸	مزارات حضرت حسن بصری و حضرت زبیر و حضرت طلحہ رضی اللہ عنہم کی زیارت	۱۰۳
۹	عبداللہ شاہ صاحب کے مکان پر قیام اور مجذوب سے ملاقات	۱۰۴
۹	مرزا نوشہ سے ملاقات اور مرزا رجب علی بیگ کا واقعہ	۱۰۵
۹	میاں غلام فرید اور کمبل پوش کی پیری مریدی کا واقعہ	۱۰۶
۹	حج کے لئے روانگی اور لدھیانہ میں محکم الدین شاہ سے ملاقات	۱۰۷
۹	تین شکستہ حال عازمین سفر حج کا عجیب و غریب واقعہ	۱۰۸
۹۵	نربدا ندی کے کنارے باباجی کے ہاں قیام	۱۰۹
۹۶	سرونج میں نواب وزیر الدولہ سے ملاقات	۱۱۱
۹۷	میر وزیر علیہ کی شادی حضرت نے زبردستی کرادی	۱۱۲
۹۸	شمس آباد میں فقیر احمد شاہ سے ملاقات	۱۱۳
۹۹	قنوج کی بڑھیا کی سرگذشت	۱۱۴
۱۰۰	مزار حضرت سید شریف زندنی کی زیارت اور قیام	۱۱۵
۱۰۱	مولانا سلامت اللہ صاحب کی شجاعت کا واقعہ	۱۱۶
۱۰۲	لکھنؤ میں سلیمن صاحب سے ملاقات	۱۱۷
۱۰۳	امیرزادہ بشیر کی شادی	۱۱۸
۱۰۴	ننھیال کے گاؤں میں قیام اور نانی صاحبہ سے ملاقات	۱۱۹
۱۰۵	وطن کے گاؤں میں قیام اور برادر خورد سے ملاقات	۱۲۰

نمبر شمار	مضامین	صفحہ
۱۰۶	حضرت کے عشق کا واقعہ	۱۲۱
۱۰۷	مولانا حبیب اللہ شاہ صاحب کے مزار پر حاضری اور معتقدین کا اصرار دستار بندی	۱۲۵
۱۰۸	جوگن کا غلام محی الدین صاحب کو نامرد سے مرد بنانا	۱۲۶
۱۰۹	مولوی فضل حق صاحب سے ملاقات	۱۳۰
۱۱۰	مولوی سبحان شاہ صاحب سے ملاقات	۱۳۱
۱۱۱	میاں حبیب اللہ شاہ ابوالعلائی سے ملاقات	۱۳۲
۱۱۲	غلام محی الدین سے ملاقات	۱۳۳
۱۱۳	شاملی میں بغاوت کے بعد حاکم کی طلبی	۱۳۴
۱۱۴	باب چہارم ۔ در بیان توحید	۱۳۵
۱۱۵	فصل اول تعریف و تقسیم توحید	۱۳۶
۱۱۶	فصل دوم آیات و احادیث توحید	۱۴۱
۱۱۷	مقالات اہل توحید	۱۴۵
۱۱۸	فصل چہارم ۔ آثار و اطوار اہل توحید	۱۴۶
۱۱۹	گفتگوئے مہاپرس شنیاس متا	۱۴۸
۱۲۰	باب پنجم ۔ ارشادات حضرت ۔ مشتمل بر سہ صد و سیزدہ ارشادات	۱۵۴
۱۲۱	طرز تعلیم طریقہ نقشبندیہ	۱۶۰
۱۲۲	اذکار و مراقبات و سلوک مشایخین زمانہ	۱۶۱
۱۲۳	طریقہ تعلیم کملا و اقسام توجہ	۱۶۲
۱۲۴	عرفان	۱۶۳
۱۲۵	توحید	۱۶۴
۱۲۶	مقام استغنا	۱۶۵
۱۲۷	اقسام اولیاء اللہ	۱۶۷

شمار	مضامین	صفحہ
۱۲	اقسام مجاذیب	۱۶۸
۱۲	ذکر جہر معمول و مختار خاندان قادریہ چشتیہ	۱۶۹
۱۳	تعلیم شغل	۱۷۰
۱۳	شغل دیگر	۱۷۱
۱۳	میر عباس علی کے سوالات	۱۷۲
۱۳	فرقۂ فقرا	۱۷۳
۱۳	حضرت جنید بغدادی کے زمانہ کا طالب خدا	۱۷۴
۱۳	حضرت جنید بغدادی کا جہاد	۱۷۶
۱۳	حضرت سلطان بایزید بسطامی کی زیارت کعبہ کا قصہ	۱۷۷
۱۳	حضرت عبدالقدوس گنگوہی اور شیخ جلال الدین کا واقعہ	۱۷۸
۱۳	حضرت عبدالقدوس گنگوہی کے مرید کی شاہ ولایت دہلی سے ملاقات	۱۷۹
۱۳	حضرت شیخ جلال تھانیسری کی حاضری مدینہ شریف اور روضۂ مبارک سے حضرت عبدالقدوس کے لئے سلام کی آواز	۱۸۰
۱۴	مولانا رکن الدین صاحب کا حضرت عبدالقدوس کے پیر دبانا	//
۱۴	عبدالقادر کا خواب اور اس کی تعبیر	۱۸۱
۱۴	حضرت عبدالحق ردولوی کا مخدوم جلال الدین کے ہاتھ پر بیعت ہونا	۱۸۲
۱۴	حضرت ذوالنون مصری کے مرید کا واقعہ اور جہانگیر بادشاہ و شاہ حسین ٹھٹھا کی ملاقات	۱۸۳
۱۴	میاں کلن شاہ کی ایک مرد خدا سے ملاقات	۱۸۴
۱۴	شاہ جہاں پور میں ایک بزرگ اور سپاہی کا قصہ	۱۸۶
۱۴	ایک فقیر کو پانی پلا کر ایک کسبی صاحب کمال بنگئی	۱۸۷
۱۴	طالب کیمیا کو دولت سرمدی مل گئی	۱۸۸
۱۴	غازی اور مشرک کی داستان	۱۸۹

شمار	مضامین	صفحہ
۱۴۹	فقیر اور جولاہے کے لڑکے کا واقعہ	۱۹۰
۱۵۰	مہاراج کبیر اور بقال کی نقل	۱۹۰-۱۹۱
۱۵۱	ایک راجہ کی نقل جس کی آخر کار ایک صاحبدل سے ملاقات ہوئی	۱۹۱
۱۵۲	سالک کی تعریف اور چور کے مرید کا واقعہ	۱۹۵
۱۵۳	ناظم پرگنہ لکھنؤ کا تعشق اور اس کا نیک انجام	۱۹۶
۱۵۴	حضرت لقمان کے صاحبزادہ کا واقعہ	۱۹۸
۱۵۵	حضرت شبلی اور چور کی معافی کا قصہ	۲۰۱
۱۵۶	سلطان نظام الدین اولیا اور منصور حلاج کے متعلق خیالات	۲۰۲
۱۵۷	حضرت منصور حلاج کی خاکستر سے صدائے انا الحق کا واقعہ	۲۰۳
۱۵۸	فقر کی تعریف اور اس کے متعلق ایک برجستہ مثال	۲۰۴
۱۵۹	رامپور میں ایک امیر کے ہاں کیمیاگر کا قیام	۲۰۵
۱۶۰	شاہ بھیک صاحب اور بابا ستیل پوری کے سوال و جواب	۲۰۶
۱۶۱	ایک شہزادہ کے عشق کا قصہ	۲۰۷
۱۶۲	شاہجہاں پور کے خانصاحب کی بیوی اور مولوی صاحب کا واقعہ	۲۰۸
۱۶۳	ایک فقیر اور شہزادی کے عشق کا قصہ	۲۰۹
۱۶۴	وزیرزادہ کی بادشاہ سے بیوفائی کا قصہ	۲۱۲
۱۶۵	شہزادی اور غلام کے عشق کا قصہ	۲۱۳
۱۶۶	ایک فقیر روشن ضمیر اور شہزادہ کا عشق	۲۱۵
۱۶۷	حضرت نظام الدین اولیاء کا وجد اور دھوبی کے لڑکے کا قصہ	۲۱۶
۱۶۸	مجنون سے لیلیٰ کا مطالبۂ گوشت	۲۱۹
۱۶۹	خواجہ معین الدین چشتی کی درگاہ کا سفر	۲۲۰
۱۷۰	ایک بزرگ کا الہام	۲۲۱

نمبر شمار	مضامین	صفحہ
۱۷۱	حضرت موسیٰ کی خدا تعالیٰ کے خاص دوست سے ملاقات	۲۲۳
۱۷۲	حضرت غوث الاعظم اور مقام توحید	۲۲۴
۱۷۳	مولوی صاحب کا درس اور حضرت قبلہ کی نصیحت	۲۲۵
۱۷۴	حضرت ثعلبہؓ صحابی کا واقعہ	۲۲۶
۱۷۵	حضرت سلیمانؑ اور ایک بڈھا	۲۲۹
۱۷۶	حضرت امام حسن کی صغر سنی میں دانائی کا واقعہ	۲۳۱
۱۷۷	بیان توحید اور دتاترہ فقیر کی گرو بھرٹھجو جن کا واقعہ	۲۳۲
۱۷۸	فرعون کی گم شدہ شے کا واقعہ	۲۳۳
۱۷۹	نواب لکھنؤ کے دوست کا واقعہ	۲۳۴
۱۸۰	کلکتہ کے ایک بزرگ اور حاکم وقت کی نصیحت	۲۳۵
۱۸۱	شیخ چلی کا واقعہ	۲۳۶
۱۸۲	حکیم احتشام الدین صاحب کا خط	۲۳۷
۱۸۳	والدہ صاحبہ کی ناراضگی کا واقعہ	۲۳۸
۱۸۴	محمود غزنوی اور ایک ہندو غلام کا واقعہ	۲۴۱
۱۸۵	چار دوستوں کا سفر اور خداوند تعالیٰ کی قدرت کاملہ کا ظہور	۲۴۳
۱۸۶	سات مسافروں کا واقعہ	۲۴۵
۱۸۷	دنیا کی بے ثباتی کا ذکر اور ایک راجہ کا بھنگی کی لڑکی کے ہاتھ کا پانی پینے کا واقعہ	۲۴۶
۱۸۸	حضرت معاویہ اور شیطان کا قصہ	۲۴۸
۱۸۹	حضرت سلطان بایزید بسطامی کی توجہ کا واقعہ	۲۴۹
۱۹۰	حضرت موسیٰ اور آگ کا واقعہ	۲۵۰
۱۹۱	حضرت موسیٰ اور تجلی طور	۲۵۱
۱۹۲	حضرت موسیٰ اور شیطان کا مناظرہ	۲۵۲

نمبر شمار	مضامین	صفحہ
۱۹۳	حضرت موسیٰ اور جذامی کا پیغام بخدمت باری	۲۵۳
۱۹۴	حضرت موسیٰ اور چھپکلی کا واقعہ	۲۵۴
۱۹۵	شیطان کی انگلی کا واقعہ	۲۵۵
۱۹۶	حضرت آدم اور شیطان کا واقعہ	۲۵۶
۱۹۷	حضرت سلیمان کی درخواست پر شیطان کی اطاعت	۲۵۷
۱۹۸	فرعون کا دعویٰ خدائی اور شیطان کی پیغمبری	//
۱۹۹	فرعون اور شیطان کا مناظرہ	۲۵۸
۲۰۰	شان خداوندی کے مظاہرات کا ذکر	۲۵۹
۲۰۱	حضرت عیسیٰ اور شیطان کا واقعہ	۲۶۱
۲۰۲	حضرت نوح اور شیطان کا قصہ	۲۶۲
۲۰۳	حضرت آدم اور شیطان کی حکم عدولی کا امتیاز	//
۲۰۴	مولوی فضل حق صاحب سے دوبارہ ملاقات	۲۶۳
۲۰۵	حضرت فریدالدین عطار کا قصیدہ	۲۶۴
۲۰۶	حضرت نظام الدین اور قلندر صاحب کے سوال وجواب	۲۷۵
۲۰۷	داراشکوہ کا میاں میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے سوال	۲۷۶
۲۰۸	کبیر اور ابن کبیر کا دوہا	۲۷۷
۲۰۹	کبیر اور ریداس کا واقعہ	۲۷۸
۲۱۰	حضرت علیؓ اور معاویہؓ کا مجادلہ اور حضرت ابوہریرہ کا طرز عمل	۲۷۹
۲۱۱	کمبل پوش اور مولوی محبوب علی صاحب کی گفتگو	۲۸۰
۲۱۲	معرفت بلا پیر اور پیغمبر کے بھی ممکن ہے	۲۸۱
۲۱۳	کنجڑے حافظ رند صوفی اور برہمن مسافر اور تیتر کے بولنے کا واقعہ	۲۸۲
۲۱۴	اندھوں کا شہر اور ہاتھی	۲۸۳

نمبر شمار	مضامین	صفحہ
۲۱۵	حضرت مولانا روم شیخ فریدالدین عطار اور شاہ بوعلی قلندر کی توحید کا فرق	۲۸۳
۲۱۶	راجہ پرکھیت اور سرنگی رشی کا سراپ	۲۸۴
۲۱۷	سکھدیو جی اور راجہ جنک	۲۸۷
۲۱۸	اشٹا بکرمی اور راجہ جنک	۲۸۹
۲۱۹	مرادآباد کے سفر میں کہاروں سے ملاقات	۲۹۰
۲۲۰	ایک برہنہ مجذوب سے دنیا داروں کے اعتقاد کا واقعہ	۲۹۱
۲۲۱	شہر بیدادنگری کا واقعہ	//
۲۲۲	تیمور اور حضرت حافظ کا شعر	۲۹۳
۲۲۳	شیخ کریم الدین دہریہ اور رنگین رام کی ملاقات	۲۹۴
۲۲۴	ایک سنی کا عجیب و غریب خواب	۲۹۵
۲۲۵	ہارون رشید کا جشن شاہانہ	۲۹۶
۲۲۶	لکھنؤ کا ایک ہندو رسالدار	۲۹۷
۲۲۷	حضرت دانیال کی ناراضگی	۲۹۸
۲۲۸	حضرت بایزید بسطامی کی کرامت اور ایک فقیر کی نصیحت	۲۹۹
۲۲۹	راجہ کیتھل کے تعصب کا حشر	۳۰۰
۲۳۰	حضرت سلیمان اور ماہی گیر کی لڑکی	۳۰۱
۲۳۱	ایک تالاب میں معشوقۂ حور تمثال کا واقعہ	۳۰۲
۲۳۲	سات مسافروں اور بجلی کا قصہ	۳۰۳
۲۳۳	حضرت امام حسن کا لنگر خانہ اور حضرت علی کی قناعت	۳۰۴
۲۳۴	حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی شان کا ذکر	۳۰۵
۲۳۵	شجاع الدولہ اور فقیر کا واقعہ	۳۰۶
۲۳۶	پیپل کا درخت اور ایک مرد متقی	۳۰۷

نمبر شمار	مضامین	صفحہ
۲۳۷	سید صاحب ملازم بھرتپور اور قربانی گاؤ	۳۰۸
۲۳۸	تقدیر کے متعلق ایک امیر اور بزرگ کی نقل	۳۰۹
۲۳۹	حضرت سرمد اور بہرے بھرے صاحب کا واقعہ	۳۱۱
۲۴۰	بانواؤں کے گروہ کا جلوس	۳۱۲
۲۴۱	صحبت فقرا کا اثر	۳۱۳
۲۴۲	اولیاء اللہ کا لبدمرون فیض	۳۱۴
۲۴۳	سید حسن رسول نما رحمۃ اللہ علیہ کی بی بی صاحبہ کی زیارت رسول	۳۱۵
۲۴۴	حضرت شبلی اور دو طالبان خدا	۳۱۶
۲۴۵	ایک خانصاحب اور جولاہے کا واقعہ	//
۲۴۶	آدمی جس خیال میں مریگا اسی میں اٹھیگا	۳۱۷
۲۴۷	ایک بادشاہ اور نقاشان چین و مصوران روم	۳۱۸
۲۴۸	حضرت یوسف اور ان کے دوست کا تحفہ	۳۱۹
۲۴۹	کشف و کرامات اولیاء اللہ	۳۲۰
۲۵۰	حضرت ابراہیم ع کا قصہ	//
۲۵۱	حضرت بایزید بسطامی کا عرش اعظم پر پہنچنے کا واقعہ	۳۲۱
۲۵۲	محمود غزنوی اور چور کا واقعہ	۳۲۲
۲۵۳	بہاء الحق زکریا ملتانی کی کرامت اور ایک فقیر کی نصیحت	۳۲۳
۲۵۴	حضرت شبلی اور کھوپری	۳۲۵
۲۵۵	کلی ناس سانپ کا واقعہ	۳۲۶
۲۵۶	مولوی محبوب علی صاحب اور ایک فقیر کی ضرب لا الہ الا اللہ کا واقعہ	۳۲۷
۲۵۷	ایک عورت اور ہاروت و ماروت کا واقعہ	۳۲۸
۲۵۸	حضرت رابعہ بصری کا ابتدائی زمانہ اور انکا فیض	۳۳۰

نمبر شمار	مضامین	صفحہ
۲۵۹	حضرت مجدد الف ثانی اور ایک سوتے ہوئے شخص کا واقعہ	۳۳۱
۲۶۰	معرفت اور وصول الی اللہ کے متعلق ایک دلچسپ نقل	//
۲۶۱	فقر میں صحبت کو بڑا اثر ہے	۳۳۲
۲۶۲	توحید کے متعلق ایک نظم	۳۳۳
۲۶۳	یقین کی قسمیں اور علامت فقر	۳۳۴
۲۶۴	خاندان نقشبندیہ چشتیہ اور قادریہ کے ابتدائی مراحل	۳۳۵
۲۶۵	ایک بزرگ کی طلب آزادی	۳۳۶
۲۶۶	حضرت ابراہیم ادہم اور چند اولیائے خدا کا واقعہ	۳۳۷
۲۶۷	ریداس اور گنگا کا واقعہ اور حضرت نجم الدین کبریٰ کے ایک عزیز خلیفہ کا واقعہ	۳۳۸
۲۶۸	بخت نصر بادشاہ کا واقعہ	۳۴۰
۲۶۹	سلطان محمود غزنوی اور حضرت ابوالحسن خرقانی کی زیارت	۳۴۳
۲۷۰	بابا فرید کا بیعت ہونے کا واقعہ	۳۴۴
۲۷۱	حضرت مخدوم علی احمد صابر کو تعلیم	۳۴۵
۲۷۲	حضرت نظام الدین کا بابا فرید صاحب سے بیعت ہونا	۳۴۸
۲۷۳	میاں شاہ فدا حسین اور غلام علی شاہ کا واقعہ	۳۵۰
۲۷۴	میاں شاہ فدا حسین کا پیالۂ شراب پیش کرنا اور حضرت قبلہ وکعبہ کا برجستہ جواب	۳۵۱
۲۷۵	مولانا فخر کے مرید اور شاہ ولایت دہلی سے ملاقات	۳۵۲
۲۷۶	شیخ کریم الدین وہریہ کی کلیر شریف میں بے ادبی	۳۵۳
۲۷۷	حضرت میر اعظم علی شاہ کے سفر کا عجیب وغریب واقعہ	۳۵۴
۲۷۸	حضرت عیسیٰ کا نادان دوست	۳۵۵
۲۷۹	شغل سرمدی	۳۵۶
۲۸۰	میاں غلام محمد صاحب کو تعلیم توکل اور حضرت نیاز احمد صاحب کی غزل	۳۵۷

نمبر شمار	مضامین	صفحہ
۲۸۱	خواجہ حافظ کی غزل اور اہل محفل پر کیفیت	۳۵۸
۲۸۲	حضرت قلندر صاحب کے پیر	۳۵۹
۲۸۳	قلندر صاحب کے مزار کا واقعہ	۳۶۱
۲۸۴	ایک بزرگ دوسرے بزرگ سے نعمت باطن نہیں چھین سکتا	۳۶۲
۲۸۵	حضرت قلندر صاحب اور صابر صاحب کے مراتب کا امتیاز	۳۶۳
۲۸۶	حکایت شبان	۳۶۵
۲۸۷	بادشاہ کے دربار میں شیر کے نقل کا واقعہ	۳۶۷
۲۸۸	پیر جنگی کی حکایت	۳۶۸
۲۸۹	حجاج یوسف کی احسان فراموشی کا واقعہ	۳۷۱
۲۹۰	فقر کیا ہے	۳۷۲
۲۹۱	ایک صاحب کی گستاخی اور پھر معافی	۳۷۳
۲۹۲	کشمیر کے ایک مجذوب کا واقعہ	″
۲۹۳	پرشاد گر کا واقعہ	۳۷۴
۲۹۴	حضرت عبدالقدوس کے ابتدائی زمانہ کا واقعہ	۳۷۵
۲۹۵	ظالم حاکم کے متعلق ایک نقل	۳۷۶
۲۹۶	مولوی صاحب کی تاویل حفظ کلام اور اس کے متعلق حضرت قبلہ کی ایک نقل	۳۷۷
۲۹۷	فقیری بہتر ہے یا تونگری	۳۷۸
۲۹۸	ایک بزرگ کا فالج	۳۷۹
۲۹۹	مرزا نوشہ کے انتقال کی خبر	۳۸۰
۳۰۰	موت کی ماہیت	۳۸۱
۳۰۱	روح ندائے ربانی پر عاشق ہے	۳۸۲
۳۰۲	نواب راج گڈھ کا نذرانہ	۳۸۳

نمبر شمار	مضامین	صفحہ
۳۰۳	درویش قریشی بیٹ پھلے شریف لائے اور صحت یاب ہوئے۔	۳۸۴
۳۰۴	ایاز کا واقعہ۔ مال جان عزت اور دین کا موازنہ	۳۸۵
۳۰۵	حضرت جنید کی حصول ولایت کا واقعہ	۳۸۶
۳۰۶	حضرت غوث الاعظم اور حضرت بایزید کی روح کی ملاقات	۳۸۷
۳۰۷	حضرت غوث الاعظم کے حالات	۳۸۸
۳۰۸	حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی کو رسول کریم کا حکم روانگی ہندوستان	۳۸۹
۳۰۹	فقیر رند شرب اور مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب رحمتہ اللہ علیہ	۳۹۰
۳۱۰	ایک فقیر کے چار ٹکے	۳۹۱
۳۱۱	صاحب کمال اپنے فن ہی میں مرتبہ ہے	۳۹۲
۳۱۲	فیضیاب خاں کی درخواست دعا	〃
۳۱۳	ایک آدمی اور اونٹنی کا قصہ	۳۹۳
۳۱۴	بے غم و بے فکر کی تلاش	۳۹۴
۳۱۵	مولوی فضل حق صاحب کا عذر خضاب	۳۹۵
۳۱۶	پیر کی نشانی سے متعلق ایک نقل	۳۹۶
۳۱۷	ایک خوشنویس کی اصلاح کلام پاک کا واقعہ	۳۹۷
۳۱۸	آمنت باللہ کے معنے	۳۹۸
۳۱۹	شربت کی توجیہ	〃
۳۲۰	نواب کے معتمد کی درخواست دعا اور حضور کا ایک نقل بیان فرمانا	۳۹۹
۳۲۱	محمد صالح عرب کی حاضری اور ایک نقل برجستہ	۴۰۰
۳۲۲	محمد صالح سیاح کا کار خاص کیلئے حاضر خدمت ہونا اور ایک برجستہ نقل سنا کر واپس کرنا	۴۰۱

نمبر شمار	مضامین	صفحہ
۳۲۳	قضاوقدر کے متعلق جوالشی پنڈت اور حاشی کی نقل	۴۰۲
۳۲۴	غلامی شاہ کی چائے کا واقعہ اور مسلمانوں کے گاؤں میں قصاب کو برہمن بنانے کا قصہ	۴۰۳
۳۲۵	سر و پنج میں ایک تعویذ دینے کا واقعہ	۴۰۴
۳۲۶	لکھنؤ میں شیعہ سنی کی لڑائی اور سیواتیوں کی شرکت اور ثنا اللہ دہریہ کی بے ادبی کا واقعہ	۴۰۵
۳۲۷	دعوی خدائی کرنیوالے شخص کو تاسیر ایمان کا واقعہ اور کرشن جی کے درشن کرانیوالے ہندو فقیر سے ملاقات	۴۰۶
۳۲۸	دنیا دار کے مخمصے۔ مستحق خلافت صرف مرید ہی ہوتا ہے	۴۰۷
۳۲۹	مشائخ زمانہ کی خرابیوں کا تذکرہ اور ایک فقیر تارک الدنیا کا قصہ	۴۰۸
۳۳۰	متمول دنیا دار کے انجام کے متعلق ایک نقل	۴۰۹
۳۳۱	ایک عقیمہ کا حاضر خدمت ہونا۔ ایک شخص کو ٹوپی عطا کرنے کا واقعہ	۴۱۰
۳۳۲	شیخ عطا محمد صاحب مخدوم زادہ کے لڑکے کو دم کرنیکا واقعہ	۴۱۱
۳۳۳	ایک بڑھیا کی حاجت روائی اور نذرانہ بیان بدرالدین مہرکن کے چھوٹے بیٹے کی حاضری	۴۱۲
۳۳۴	بدرالدین پانی پتی کی درخواست دعا اور ایک مجذوب کی نقل	۴۱۳
۳۳۵	قضاوقدر کے متعلق ایک سوداگر کی نقل کشایش رزق کے وظیفہ کے متعلق حضرت قبلہ کے خیالات	۴۱۴
۳۳۶	حصول دنیا کی ذلت کے متعلق ایک دلچسپ نقل	۴۱۶
۳۳۷	منشی صاحب مختار کار نواب سٹرمل کا حاضر ہو کر خودستائی کرنا اور حضور کا ایک نقل بیان کرنا	۴۱۷

نمبر شمار	مضامین	صفحہ
۳۳۸	حکیم محمد حسین پانی پتی کا دیوسہ اور حضرت قبلہ کا	
	ابوبکر واسطی اور حضرت جنید بغدادی کا واقعہ بیان کرنا	۴۱۸
۳۳۹	باب ششم مشتمل بر دو فصل۔	
	فصل اول کیفیت اذقات شریف	۴۱۹
۳۴۰	شمائل و خصائل مبارک	۴۲۱
۳۴۱	فصل دوم در ذکر وصیت و حالات وصال	۴۲۴
۳۴۲	قصیدہ در محامد حضرت قبلہ و کعبہ	۴۳۰
۳۴۳	قاعدہ استخراج تاریخ	۴۳۵
۳۴۴	حالات وصال	۴۳۸
۳۴۵	نالۂ جنید بطور ترجیع بند	〃
۳۴۶	مسدس نواب زادہ محمد زکریا خاں کی دہلوی	۴۴۳
۳۴۷	دور آخر	۴۴۶
۳۴۸	قطعہ تاریخ	۴۵۷
۳۴۹	باب ہفتم خاتمۃ الکتاب مشتمل بر بعضے حالات	
	بعد از وصال و حال راقم	۴۵۹
۳۵۰	احوال روز سوم	۴۶۱
۳۵۱	راقم کی آوارہ گردی و صحرا نوردی	۴۶۲
۳۵۲	میر نصیر الدین صاحب دہلوی کے خط سے	
	منشی نجم الدین صاحب (قبلہ گاہی سید محمد علی	
	صاحب سجادہ نشین) کے فرزند کے انتقال کی خبر	
	کا معلوم ہونا اور حضور کا تین روز تک اظہار افسوس کرنا	
	اور تین ماہ کے بعد منشی نجم الدین صاحب کا حاضر خدمت	
	ہونا اور حضرت قبلہ و کعبہ کے ارشاد کے مطابق راقم	
	کتاب کی ملاقات اور خود بخود اُنس کا پیدا ہونا	۴۷۴
۳۵۳	جناب قبلہ کا منشی نجم الدین صاحب (قبلہ گاہی	
	سید محمد علی صاحب سجادہ نشین) کو سفید	
	قلندر کے لقب سے ملقب کرنا اور راقم کی	
-	میر نصیر الدین صاحب مولوی عبد الحکیم صاحب	

نمبر شمار	مضامین	صفحہ
	میر بخشی اور قاضی فتح محمد صاحب سے ملاقات	۴۷۵
۳۵۴	جناب قبلہ کا راقم کو نواب راجگڈھ کی	
	خدمت میں بھیجنا اور اس کا صحتیاب ہونا	۴۷۶
۳۵۵	خاتمۃ الطبع از مولف	۴۷۸
۳۵۶	دستور العمل و ضوابط خانقاہ شریفہ قبلہ	
	حاجات و کعبہ مرادات حضرت قبلہ جناب	
	مولانا و مرشدنا و سیدنا مولوی سید محمد غوث	
	علیشاہ صاحب قلندر قادری قدس اللہ	
	سرہ العزیز مجوزہ حضرت شاہ سید گل	
	حسن قلندر قادری پانی پتی سجادہ نشین	
	و متولی درگاہ غوثیہ و چند ترسیمات ضروری	
	سید محمد علی سجادہ نشین	۴۸۲
۳۵۷	ضابطۂ اول	
۳۵۸	ضابطہ دوم	۴۸۴
۳۵۹	ضابطہ سوم	۴۸۵
۳۶۰	ضابطہ چہارم و پنجم	۴۸۶
۳۶۱	ضابطہ ششم و ہفتم	۴۸۷
۳۶۲	ضابطہ ہشتم	۴۸۸
۳۶۳	ضمیمہ کتاب تذکرہ غوثیہ	۴۸۹
۳۶۴	نقل فیصلہ دیوانی اجلاس حافظ	
	محمد یوسف صاحب ڈسٹرکٹ جج	
	بہادر ضلع کرنال	۴۹۱
۳۶۵	ترجمہ فیصلہ انگریزی عدالت ڈویژنل	
	کورٹ قسمت دہلی	۵۰۳
	ترجمہ فیصلہ چیف کورٹ پنجاب	۵۰۶
۳۶۶	نظم	۵۱۲



یا من بیدہ حاجتی و روحی بیدیہ	من غیرک اعرضت و الیک اقبلت
مالی عمل صالح ارجی ان استظہر بہ	قد جئتک راجیا و توکلت علیک

حمد و ثنا سہو خطا۔ شکر و سپاس وہم و سواس۔ کیسی حمد اور کسکا شکر۔ حامد کون محمود کیا شاکر کدھر مشکور کہاں قطرہ ہے تو دریا موہوم دریا ہے تو قطرہ معدوم جب تک ذرّہ ذرّہ ہے آفتاب نہاں ہے جب وجود آفتاب نمودار ہوا تو ذرّہ کہاں ہے۔ قطرہ امر اعتباری ہے ہر قطرہ میں دریا جاری ہے۔ آفتاب سے ذرّہ کا وجود ذرّہ سے آفتاب کی نمود۔ قطرہ سے دریا کا ظہور قطرہ قطرہ میں دریا معمور۔ لیکن نہ قطرہ نہ دریا نہ ذرّہ نہ آفتاب وہ خود نیست یہ خود نایاب نہ اسکا پتہ نہ اُسکا نشان نہ اسکا ٹھکانا نہ اُسکا مکان تحریر و تقریر سے پاک خارج از فہم و ادراک جو سمجھے سو غلط جو لکھا سو خبط جو کہا سو جنوں تعالی شانہ عما یصفون۔

زبسکہ حسن فزود و عمش گداخت مرا × نہ من شناختم اورا نہ او شناخت مرا

نہیں نہیں صواب و خطا عتاب و عطا فراق و وصال وہم و خیال ذکر و نسیان طاعت و عصیان سب منظور سب مقبول سب معتبر سب معقول جب واحد واحدین نہیں تو سوائے

عین العین نہیں کُلُّ شَیْءٍ ہالک الا وجہہ ؎

انت پھوٹ سب ماٹی ہوئی × لیسنا ایک نہ دینا دوئی

کہاں کا وہم کیسا قیاس اپنی حمد اپنا سپاس اپنی داستان اپنا بیان اپنی مثل اپنا حال خود شاکر و خود مشکور خود ذاکر و خود مذکور قطرہ میں دریا غرق دریا میں قطرہ فنا ذرہ پر آفتاب محیط آفتاب پر ذرّہ حاوی۔ دانہ میں شجر کے آثار شجر میں دانہ آشکار وجود میں شہود شہود میں وجود ہوالاوّل ہوالآخر ہوالظاہر ہوالباطن۔ شعر

او در دلِ من است و دلِ من بدست اوست × چوں آئینہ بدستِ من و من در آئینہ

نہ ہجر نہ وصال نہ اتصال نہ انفصال نہ یکی نہ دوئی نہ مائی نہ توئی نہ اقرار سے سود نہ انکار سے زیان نہ کسی سے راز نہ کسی سے نیاز نہ کچھ بُرا نہ کچھ بھلا نہ اسکی تمنا نہ اُسکی پروا یہ بھی درست وہ بھی بجا اطلاق سے مطلق قید سے آزاد نہ یاد سے فراموش نہ فراموشی میں یاد نہ کنارہ نہ حد نہ شمار نہ عدد۔ قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ ۝ اَللّٰہُ الصَّمَدُ ۝ اسم و مسمّٰے میں تمیز نہیں لفظ و معنی دو چیز نہیں ذات سمجھو یا صفات وہی ایک بات خیال شخص بے عمر و زید کہاں اگر ہے تو وہ ہی وہ ہے اگر نہیں تو کچھ بھی نہیں رُبَاعی لا آدم فی الکون ولا ابلیس لا ملک سلیمان ولا بلقیس × فالکل عبارۃ وانت المعنی × یا من ھو للقلوب مقناطیس

آفتاب کی دید بدون آفتاب نادید۔ نور آفتاب نظر میں سمایا تو آفتاب نظر آیا۔ خود نقاب و خود حجاب خود ضیا و خود آفتاب نور میں آفتاب مستور آفتاب ہمہ تن نور خود ناظر و خود منظور خود شاہد و خود مشہود خود گویا و خود گفتگو وَحْدَہٗ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ شعر

اصل شہود و شاہد و مشہود ایک ہے × حیراں ہوں پھر مشاہدہ ہے کس حساب میں

حمد ہے تو غیر کا نشان نہیں شکر ہے تو کسیکا احسان نہیں خود سمیع و خود بصیر خود کلام و خود کلیم جو چاہا سو کہا جو چاہا سو کیا کسنے کیا اور کسنے کہا وَمَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ رَمٰی۔

رباعی	از حق جز حق دگر چہ روید بابا در شدت این ظہور مہجور صفت		از حق جز حق دگر کہ گوید بابا حق را جز حق دگر کہ گوید بابا

حمد عین محمود ہے اور شکر عین مشکور دریائے قدم کی موج حدوث کا اوج وجود کی نمود عدم کا شہود وحدت میں کثرت کی ترکتاز حقیقت عین مجاز مدح وذم ہم قدم رنگ وبیرنگی ہم صورت ومعنی ہم قافلہ نہ کسی سے شکایت نہ کسی کا گلہ۔ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ذات سے صفات صفات سے افعال کمال سے نقصان نقصان سے کمال آشکار ہے سمے سے اسم روح سے جسم بلندی سے پستی نیستی سے ہستی نمودار ہے ؎ برہم بولی کایا کے اولی + کایا بن برہم کیا بولی بیت ذات اور اسے صفاتش کس ندید + ذات حق باما کند گفت وشنید۔ وَفِيْ اَنْفُسِكُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ۝

نعت

حسن کو پردہ میں قرار نہیں۔ خوبی بدون اظہار نہیں معشوق کو حجاب عاشق کو تاب کہاں جمال بے تجلی اور طالب کو تسلی محال ع کہ حسن از پردۂ عصمت بروں آرد زلیخارا + حسن ذات نے حلیۂ صفات میں نگار بیرنگی نے لباس تعینات میں ظہور کیا۔ وہی روز ازل وہی موج اول وہی تجلی وہی نزول وہی مرتبہ اولی وہی شان اخری جو حال جو قال جو عبارت جو اشارت جا ہو قرار دو اعتبار اظہار تجلی تفصیل تغیر وتبدیل تصور تخیل تشخص تعین حدوث خلق کون فساد سب کا ایجاد اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰهُ نُوْرِیْ ؎

اے پردہ برگرفتہ ببازار آمدہ ۔۔۔ خلقے دریں طلسم گرفتار آمدہ

یعنی غایت مقصود علم میں مقدم مگر ظہور میں موخر ہے تخم ریزی سے پہلے ثمر مدنظر ہے بعدہٗ ظہور شجر ہے شاخ وبرگ وپھل پھول یہ سب اسی اجمال کی تفصیل ہے انجام کار ثمر کا اظہار ثمر میں تخم مندرج تخم کے اندر ثمر موجود خفا میں ظہور ظہور میں خفا غیب میں شہادت شہادت میں غیب لہ روزمرہ اطراف ظاہر میں باطن باطن میں ظاہر ہوالاول ہوالآخر (شعر) ہی اور اپنی مراد و

اے ختم رسل قرب تو معلوم شد ✤ دیر آمدۂ زراہ دور آمدۂ ✤ صورتِ عابد معنی معبود ظاہر
ساجد باطن مسجود شریعت احمد حقیقت احد خود وحی و خود الہام خود صلوٰۃ و خود سلام خود پیمبر و خود
پیام خود مرسل و خود مرسل الیہ ع از من بمن سلام و ہم از من بمن پیام آمدم بر سرِ مطلب
نہ ماؤ من نہ کلام و سخن نہ دید و شنید۔ نہ قریب و بعید نحنُ اقربُ الیہِ من حبلِ الورید
نہ شریعت نہ طریقت نہ حق نہ حقیقت وہی دائرہ وہی پرکار وہی مرکز وہی مدار ؎
پھر پھر کے دائرے میں رکھتا ہوں میں قدم ✤ آئی کہاں سے گردش پرکار پاؤں میں
چیست توحید آنکہ از غیر خدا × فرد آئی در خلا و در ملا۔
وہی علم وہی ارادہ وہی ازل وہی ابد وہی دور جاری و ساری وہی آثار و اطوار طاری
وہی سبو وہی پیمانہ وہی خُم وہی خمخانہ دریا کا وہی جوش و خروش موج و حباب کی وہی
آب و تاب اُسی شان بیچوں و چگوں بے شبہ و بے ممنوں نے پردہ اسرار سے یہ تجلّی نمودار
کی کہ حضرت قبلہ و کعبہ شہنشاہ والاجاہ شاہبازِ بلند پرواز شہسوارِ معارک تجرید تاجدار
کشورِ توحید مردِ میدانِ تفرید عارف بیباک اکمل الکملاورا الورا واصل بے حجاب شاہدِ
بے نقاب دریائے بیکنار بحرِ زخار جہانِ عرفان آفتابِ حقیقت برزخِ کبریٰ تارکِ ماسوا
جہاں سوز بزم افروز قلندر خانماں برباد فرد الافراد اعنی **سیّد غوث علی شاہ** قلندر قادری
رحمۃ اللہ علیہ و سادہ آرائے ہدایت وارشاد ہوئی راقم خانہ بدوش جام ارادت سے مدہوش
کبھی بادیہ گردی اور صحرا نوردی کی خاک اڑاتا کبھی آستانۂ علیا پر جبیں سائی کی دولت پاتا
ع اب بھی ہے وہیں میں سایہ تری دیواروں کا ✤ مدت ہائے دراز یہی سوز و ساز
رہا ہر روز نعمت ہمکلامی حاشیہ بوسی بساط گرامی اجلاس عام کی حضوری بزمِ اُنس کا اختصاص زیارت
صمد و شہادت گویا شرب مدام تعانق و تلاقی لطف وصال میں تحریر حالات کی پروا اور تدوین نکات کا دماغ
خود کلیم جو چاہا سال حال سے حضرت قبلہ عالم کو کبھی تصنیف و تالیف منظور خاطر نہ ہوئی عالم بے نشان
اللہ رکھی۔ ید سے طبع آزاد و نفور تھی جو اشعار و نکات یا رموز و اسرار کہ وقتاً فوقتاً زبانِ فیض ترجمان

پرجوشش دریائے غیب نے جاری کئے یا تعلیم و تلقین اصحاب کے اقتضا سے اظہار و بیان میں آئے
بعض ارادت مندوں نے تحریر و تالیف کی اجازت چاہی تو زنہار مرضی مبارک کا میلان اس طرف
نپایا نقش اول و آخر کو کفِ دست سے مٹایا۔ البتہ آخر ایام میں اس خاکسار کو از راہ غایت عنایت
صرف اتنی اجازت حاصل ہوئی کہ اشعار و مقالات اشلوک دوہے و چوپائی وغیرہ جو ارشاد مبارک
میں حسب موقع وارد ہوتے تھے یہ کمترین یادداشت کے لئے فوراً تحریر کر لیتا تھا بجز اس کے
کوئی حرف و حکایت یا نقل و روایت سوائے سماعت کے سپرد قلم نہیں کی گئی جبکہ اُس شاہباز
کنگرۂ تقدیس اور آفتاب جہان تنزیہ نے حجاب و نقاب ظہور چہرۂ ذات بے نشان سے اُٹھا لیا

ع آں قدح بشکست و آں ساقی نماند × تو دل بتیاب گھبرایا وصل و بے غمی کا زمانہ نشاط و
ہمدمی کا کارخانہ یاد آیا جوش وحشت حد سے زیادہ ہوا کوئی سبیل کوئی شغل کوئی کام اسکے علاوہ
ذہن میں نہ آیا کہ جس کے قرب وصال اور لقائے جمال میں اتنی عمر گذری بقیہ عمر بھی اُسی کی یادگاری
بس ہے من احب شیئاً اکثر ذکرہ

طالبِ حق ذکرِ حق دارد مدام		ذکرِ غیر حق حرام آمد حرام	
گو ہاتھ کو جنبش نہیں آنکھوں میں تو دم ہے		رہنے دو ابھی ساغر و مینا مرے آگے	

جملہ احباب نے یہ امر پسند کیا اور اظہار اشتیاق سے دلِ شکستہ کی ہمت کو سہارا دیا ناچار قلم اُٹھایا وحشت جدائی
اور غمِ تنہائی کو اسطرح دور کیا اگرچہ اس ہنگامۂ قیامت کے بعد فراموشی کا غلبہ اور نسیان کا طغیان
تھا لیکن جب فکر ادھر مصروف ہوا تو عالمِ غیب سے وہ شاہدانِ سخن جو از یاد رفتہ ہو گئے تھے جلوہ
گری کرنے لگے ذرہ سی بات یاد آئی اور تمام قصہ نے ہنگامۂ گذشتہ کا سماں دیا وہی مرشد
وہی ارشاد وہی کلم وہی کلام وہی بیان وہی زبان وہی چشم و گوش وہی صدائے نوشانوش
بزم خیال میں موجود ہو گئی اسیطرح جو کچھ یاد آگیا قلم بند کیا۔ لیکن بہت کچھ مقالات ہیں کہ اُن کا
نقش دل و دماغ سے بالکل مٹ گیا۔ اور بے شمار ایسے حالات و معاملات ہیں کہ روزمرہ اطراف
جوانب اور ممالک دور و دراز سے حل مشکلات و مہمات کے لئے خلق خدا آتی تھی اور اپنی مراد و

مقاصد اور مدعا و مطالب جناب قبلہ کی فیض نظر اور برکات انفاس سے پاتے تھے اور عجیب و غریب تصرفات و کرامات روزانہ ظہور میں آتے ہیں سے اُن تمام باتوں سے نظر سے قلم انداز کیا کہ نہ کبھی جناب قبلہ نے اُن اُمور کو اپنی طرف منسوب کیا نہ قابل اظہار و مایۂ افتخار سمجھا بلکہ ہمیشہ دریائے توحید کے مواجی میں کشف و کرامات اور ظہور کمالات کو ہیچ فرماتے رہے اور تطہیر القلب عن ما سوی اللہ کو اصل مقصود سمجھا۔ شعر یہ جو کچھ ہونا جسے کہتے ہیں ہستی ہے میاں ✤ فقر میں ہستی ہی ہستی ہے اور ہستی کچھ نہیں ✤ اور اگر کسی ارشاد میں اس قسم کی کوئی بات نکلتی ہے تو وہ خوش طبعی کے طور پر مذکور ہوتی ہے۔ شعر راہ را ایجاد رنا کامی است کام نیک مرد در بدنامی است۔ اس کے علاوہ طوالت کتاب کے لحاظ سے بھی اس کے ترک کا خیال رہا۔ اب التماس یہ ہے کہ یہ نیاز مند خاکسار خادم الفقرا سید شاہ کل حسن قلندر قادری نہ تو اردو کا اہل زبان نہ اس دیار کی پیدائش آوارہ گرد بے وطن نہ کوئی ماوا نہ کہیں مسکن ؎

آں وطن مصر و عراق و شام نیست ✤ آن وطن شہر یست کاں را نام نیست

عبارت و الفاظ دل پسند یا شاعرانہ جوڑ بند کہاں سے لاتا ان اوراق کے پڑھنے والے مجھ کو معاف فرمائیں الفاظ و عبارت سے قطع نظر کریں مضمون و مطالب کو اصل مقصد سمجھیں شعر قال را بگذار مرد حال شو ✤ پیش مرد کامل پامال شو ✤ یہ رسالہ جسکا نام تذکرۂ غوثیہ و شجرۂ معرفت رکھا گیا چھ باب اور ایک خاتمہ پر تقسیم کیا گیا و ما توفیقی الا باللہ ✤

باب اول احوال دودمان شریف جناب قبلہ مشتمل بر دو فصل

فصل اوّل - حال اباؤ اجداد۔

فصل دوم - حال اخوان و بنی اعمان۔

باب دوم بیان ولادت و تربیت مشتمل بر سہ فصل

فصل اوّل - حال ولادت و تربیت -
فصل دوم - حال تحصیل و تکمیل علم -
فصل سوم - کیفیت بیعت -

باب سوم بیان سیاحت مشتمل بر کیفیت عبور و ارشاد

باب چہارم بیان توحید مشتمل بر چہار فصل

فصل اول تعریف و تقسیم توحید
فصل دوم - آیات و احادیث مشتمل بر توحید
فصل سوم - مقالات اہل توحید
فصل چہارم - آثار و اطوار اہل توحید

باب پنجم - مشتمل بر سہ صد و سیزدہ ارشادات حضرت -
باب ششم - کیفیت اوقات و خصائل و شمائل حضرت مشتمل بر دو فصل -
فصل اوّل - کیفیت اوقات شریف و خصائل و شمائل
فصل دوم - ذکر وصیت و حالات وصال
خاتمہ - مشتمل بر بعضے حالات حضرت بعد از وصال و حال راقم - و دستور العمل درگاہ غوثیہ
باب اوّل - احوال دودمان شریف مشتمل بر دو فصل فصل اوّل آباو اجداد کا حال جناب قبلہ کا سلسلہ نسبی

(۲۷) واسطہ حضرت غوث الاعظم شیخ محی الدین سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالےٰ عنہ تک پہونچتا ہے اور (۳۷) واسطہ سے ذات بابرکات حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم پر منتہی ہوتا ہے۔ تفصیل اس سلسلۂ گرامی کی ذکر بیعت میں درج ہوگی یہاں صرف یہ بیان کرنا مقصود ہے کہ اس دودمان ذیشان کے قدوم فیض لزوم سے خاکِ ہند و سندھ کو کن بزرگوں نے معزز و مشرف فرمایا اور یہ بحر عرب کے گوہر شہوار سرزمین بہار[۱] میں کسطرح منتقل ہوئے کتاب اخبار الاخیار میں لکھا ہے کہ مخدوم شیخ محمد[۲] الحسنی الجیلانی روم سے خراسان ہیں اور خراسان سے ملتان میں پہونچے اور شہر اوچھ واقع ملک سندھ میں اقامت اختیار فرمائی انتہی کلامہ۔ اور آپکے چار صاحبزادے ہوئے اوّل سیّد عبدالقادر ثانی۔ دوم سیّد عبداللہ ربانی۔ سوم سیّد مبارک حقانی۔ چہارم سیّد محمد نورانی۔ چوتھے صاحبزادے تو لاولد گئے اور تین صاحبزادوں کی اولاد ہوئی چنانچہ ہمارے حضرت جناب قبلہ و کعبہ سیّد محمد غوث علیشاہ قلندری قادری رحمۃ اللہ علیہ سید مبارک محمد حقانی کی اولاد میں ہیں۔ پھر مخدوم صاحب کی اولاد میں سے بعض بزرگ تو پنجاب کو تشریف لے گئے اور بعض وہیں سکونت پذیر رہے۔ ساتویں پشت میں جناب قبلہ کے جدّ امجد حضرت سید ظہور الحسن صاحب نے ظہور فرمایا سیر و سیاحت ہندوستان کے بعد صوبہ بہار میں وارد ہوئے اور موضع استھاوان و مونگیر کو وطن کے لئے پسند فرمایا چنانچہ ایکبروز ارشاد ہوا کہ ہمارے جد بزرگوار سیّد ظہور الحسن صاحب عرف سید ظہور محمد صاحب نے علوم ظاہری کی تحصیل و تکمیل کے بعد اپنے والد ماجد سیّد محمد علی عرف سید محمود صاحب سے علم باطن کی تعلیم پائی جب اُن کے والد نے رحلت فرمائی تو سندھ سے عزم ہندوستان کیا اور امصار و دیار کی سیر فرماتے ہوئے مقام مونگیر مضافات صوبہ بہار میں قیام کیا اور موضع استھاوان میں کہ صوبہ مذکور میں سادات عظام کی بستی ہے ایک سیّد بزرگ کی دختر عالی گہر سے نکاح ہوگیا اللہ تعالےٰ نے دو فرزند ارجمند عطا فرمائے ایک سیّد احمد حسن عرف سید احمد علی صاحب دوسرے سید محمد حسن عرف سیّد

---

[۱] صوبہ بہار شرق ہندوستان میں ہے ۱۲ اضلاع مضافات مونگیر سے تہاب متعلق پٹنہ ہے ۱۲ [۲] المشہور مخدوم سیّد محمد غوث الحسنی جلبی الجیلانی ۱۲

محمد علی صاحب المخصر سید ظہور الحسن صاحب تا زیست وہیں رہے اور ہزارہا آدمی آپکے شرف بیعت اور فیضان صحبت سے مشرف ہوئے +

ایک روز ارشاد ہوا۔ کہ حضرت جد امجد رحمۃ اللہ علیہ کے چھوٹے بھائی نے جب سُنا کہ بڑے بھائی صاحب نے صوبہ بہار کی سکونت اختیار کی ہے تو وہ بھی معہ قبائل وعشائر ملک سندھ سے نہضت فرمائے ملک بہار ہوئے اور موضع استھاوان میں پہونچکر برادر بزرگ کے شامل حال ہو گئے چونکہ اُنکی اولاد صلبی نہ تھی اسلئے ہمارے والد بزرگوار سید احمد علی صاحب کو اپنی فرزندی میں لے لیا اُن کی گذر اوقات کی عجیب صورت تھی چار ٹکے لیکر حال کھیلا کرتے کوئی ہنسی کرے یا بُرا کہے اسکی کچھ پروا نہ تھی اکثر بیاہ شادی کی محفلوں میں ان کے حال کا تماشا بھی مروج ومعمول ہو گیا تھا حضرت سید ظہور الحسن صاحب کو یہ امر ناپسند ہوا۔ بارہا سمجھاتے کہ بھائی اس نازیبا حرکت سے باز آؤ کیوں بزرگوں کو بدنام کرتے ہو وہ جواب دیتے کہ مجھکو حضرت غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ کا یہی حکم ہے یہ جواب سُنکر وہ خاموش ہو جاتے کچھ مدت اسی طور سے گذری۔ **نقل** ہے۔ کہ ایک دن کسی امیر کے لڑکے کی شادی تھی حضرت کو چار ٹکے دیکر بلایا حسب عادت مجلس قوالی میں حال آیا تماشائی تمسخر سے پیش آئے اتفاقاً نوشاہ نے بھی دست گستاخی دراز کیا اور شکم مبارک میں اُنگلی ماری وہ اور لوگوں سے تو یوں خطاب کرتے تھے ابے کیوں چھیڑتا ہے کیا کرتا ہے۔ لیکن نوشہ کو کہا ابے کیوں لونڈیوں کے سے کام کرتا ہے یہ کہنا تھا کہ تمام آثار عورتوں کے نمودار ہو گئے۔ **شعر**

سمجھے آتش نہ کوئی آدم خاکی کو حقیر × نہیں اسرار سے یہ خاک کا پتلا خالی

فَاِذَآ اَرَادَ شَیْئًا اَنْ یَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَیَكُوْنُ ط بالآخر لڑکا گھبرا کر اپنی ماں کے پاس گیا اور حقیقت حال سُنائی وہ بھی حیرت زدہ ہو گئی فوراً اُسکے باپ کو خبر کی امیر اور اُس کے صلاح کار وہمشیر آپکے بڑے بھائی صاحب کی خدمت میں آئے کیفیت واقعہ عرض کی وہ بھی بہت متعجب رہا کہ ہم تو اُنکو ایسا نہیں جانتے تھے ع مارا ازیں گیاہ ضعیف ایں گماں نبود ے

ان سب آدمیوں کے اُن کے پاس گئے دیکھکر بولے کہ بھائی صاحب خیر ہے یہ مجمع کیساہے اُنھوں نے فرمایا کہ بھائی یہ سب تمہاری ہی تو خوبیاں ہیں آج تمنے کیا کہدیا بولے کہ حضرت اُسوقت نہ تو زبان میری ہوتی ہے نہ میرے اختیار میں ہوتی ہے پوچھا کہ اب کیا علاج جواب دیا کہ خیر قہر درویش برجان درویش یہ لوگ پھر مجلس منعقد کرائیں اور یاروں کے چار ٹکٹے دلوائیں اگر اُسوقت حال وارد ہوا اور لڑکا پھر اوسیطرح چھیڑے تو دیکھئے زبان سے کیا نکلتا ہے الحاصل پھر وہی سامان کیا گیا حال وارد ہوا اور لڑکے نے چھیڑنا شروع کیا تو آپکی زبان مبارک سے نکلا رنڈے لونڈے کیا کرتا ہے یہ کہنا تھا کہ وہ حالت اصلی پر آگیا اُس دن سے آپنے حال ترک فرمادیا۔ چونکہ کمال ظاہر ہوگیا تھا سب لوگ تعظیم کرنے لگے یہ بات پسند نہ آئی ناچار وطن چھوڑا اور موضع جھلی مشہور جھرنا میں جارہے جو وہاں سے تین کوس پر تھا جبتک جئے محنت خشت سازی اور لائی سے اوقات بسر کرتے رہے۔

نقل ہے کہ ایکدن گاؤں کے آدمی مجتمع ہوکر آپکی خدمت میں آئے اور بیان کیا کہ حضرت ہمارے گاؤں کو گنگا کاٹتی چلی آتی ہے اگر چندے یہی حال رہا تو ہماری بستی دریابُرد ہوجاویگی ایسی ہمت فرمائیے کہ دریا ہٹ جائے فرمایا کہ تم سب لوگ پھاوڑے اور گدال لیکر آجاؤ وہ آگئے تو آپنے بھی کدال سنبھالا اور سب کو حکم دیا کہ کڑارہ کو کاٹکر دریا میں ڈالو کہ دریا ہٹ جائے وہ نادان اس رمز کو کیا سمجھتے بولے کہ صاحب آپیں تو ہمارا ہی نقصان ہے کہ بھائی ہم نے تو اسیطرح دریا ہٹتے سُنے ہیں لوگوں نے کہا ارے چلو بھی یہ تو جنبطی سا معلوم ہوتا ہے وہ تو چلدئے اور آپ بذات واحد دن بھر مٹی کاٹکر دریا میں ڈالتے رہے شام کو گھر میں تشریف لائے صبح کو لوگوں نے جاکر دیکھا تو دریا تین کوس پرے ہٹ گیا تھا سب متعجب ہوئے اور حاضر خدمت ہوکر اپنی قصور کی معافی چاہی اور پوچھا کہ حضرت یہ کیا بھید تھا فرمایا کہ میاں جدہر رب اُدہر رب بھلا اُسکی مرضی کے آگے ہم کیا کرسکتے تھے اللہ تعالے کو تو کڑارہ کا گرانا منظور تھا ہم بھی گرانے لگے جب ہم نے خدا کی طرف سے کام کیا تو خدا نے ہمارا مدعا پورا کردیا۔

ز اولیا اہل دعا خود دیگرند	گہ ہمی دوزند و گاہے میدرند	قوم دیگر مے شناسم زاولیا
کہ دہاں شان بستہ باشد از دعا	از رضا کہ ہست رام آن کرام	جستن دفع قضا شاں شد حرام
در قضا دو قتے ہمی بینند خاص	کفر شاں آمد طلب کردن خلاص	ہر چہ آید پیش ایشاں خوش بود
آب حیواں گردد از آتش بود	زہر در حلقوم شاں شکر بود	سنگ اندر راہ شاں گوہر بود
جملگی یکساں بود شاں نیک و بد	از چہ باشد این ز حسن ظن خود	کفر باشد نزد شاں کردن دعا
کای الٰہ از ما مگرداں ایں قضا		

القصہ باقی عمر وہیں بسر کی اور بعد وفات ایک عالیشان گنبد مزار پر بنایا گیا جو اب تک زیارت گاہ خاص و عام ہے۔ **ایک روز ارشاد ہوا**۔ کہ جب چھوٹے دادا صاحب نے رحلت فرمائی تو ہمارے والد ماجد سید احمد علی صاحب اپنی تائی صاحبہ کی خدمت میں ریاضت و محنت سے اوقات بسر کرتے رہے جب تائی صاحبہ نے بھی وفات پائی تو اپنے والد ماجد کی خدمت میں حاضر ہوئے اگرچہ فیض بطون تایا صاحب سے بھی حاصل کیا تھا مگر بیعت نہ تھی کیونکہ اس خاندان میں اوّل والد ماجد سے بیعت کرتے ہیں من بعد اجازت دیجاتی ہے کہ اگر زیادہ ہمت و حوصلہ ہو تو اور بزرگوں کی خدمت میں طلب کرو۔ اُسوقت حضرت والد ماجد کی عمر شریف سولہ برس کی تھی اپنے پدر بزرگوار سے شرف بیعت حاصل کیا سترہویں سال آپکی پہلی شادی ہوئی پھر دوسری اور تیسری نکاح کی نوبت پہنچی اس کے بعد سواروں میں نوکری کرلی رفتہ رفتہ رسالدار بہادر ہو گئے مدت تک اسی عہدہ پر مامور رہے آخر کار پنشن لیکر گھر آن بیٹھے اور گوشۂ عافیت میں یاد الٰہی کرتے رہے قوت جسمانی بھی آپکی ایسی تھی کہ بڑا چرس ڈول کی طرح کھینچ لیتے تھے اللہ تعالےٰ نے آپکو بارہ فرزند ارجمند عطا فرمائے تھے زوجہ اوّل سے سات انوار الحسن حیدر حسن فیض الحسن (چار صاحبزادوں کے نام راقم بھول گیا) زوجہ ثانی سے دو ابوالحسن عرف غوث علی اور سید الحسن زوجہ ثالث سے تین صاحبزادے تھے (راقم کو اُن کے نام بھی یاد نہیں رہے اور آپکے بھائی سید محمد حسن صاحب کے پانچ فرزند تھے قاسم علی۔ حیدر علی۔ عباس علی۔ (دو کا نام یاد نہیں رہا

فصل دوم حالات بنی عم و اخوان حضرت قبلہ و کعبہ **ایک روز ارشاد ہوا** کہ ہمارے

برادر عم زاد سید قاسم علی صاحب ہمارے والد ماجد کی معرفت رسالہ میں نوکر ہوئے چند روز
کے بعد ایک انگریز کو جو رسالہ کا افسر تھا اُردو پڑھانے لگے چونکہ بھائی صاحب آزاد منش اور رنگین
طبع آدمی تھے دیوالی۔ دسہرہ محرم۔ شبرات۔ رمضان سب کا لُطف اُٹھاتے تھے الا میخواری و
زناکاری سے نہایت محترز و مُجتنب رہتے منشی و نقاش و مصور بھی بے بدل تھے لکھنے میں
یہہ کمال تھا کہ ہر خط میں خط ملا دیتے تھے۔ اتفاق سے دیوالی آئی اور خرچ پاس نہ تھا اس انگریز کے
نام سے تنخواہ کا بل بنایا اور بعینہٖ اُس کے سے دستخط کر کے خزانہ سے پیشگی روپیہ وصول کر لیا
اور ایام دیوالی میں خوب کھایا اوڑایا جب انگریز نے حسب معمول خزانہ پر بل بھیجا تو افسر خزانہ نے
وہ پہلا بل دکھلایا اور کہا کہ روپیہ تم وصول کر چکے ہو دیکھا تو بعینہٖ اس کے دستخط موجود تھے
متحیر ہو گیا بعد تحقیق پتا لگایا کہ یہ صناعی سید قاسم علی صاحب کے سوا کوئی نہیں کر سکتا اُنکو بُلا کر
حال دریافت کیا تو آپنے سارا حال سچ سچ بیان کر دیا ضابطہ کے موافق سنگین پہرہ میں نظر بند
کر دئے گئے تیسرے دن پہرہ والوں سے بولے کہ میاں ابتو جی گھبرا گیا ہم جاتے ہیں یہ
کہکر آنکھوں آنکھوں میں غایب ہو گئے بیڑی اور ہتھکڑی پڑی رہ گئی پھر جو دیکھا تو کچھ فاصلہ پر
کھڑے ہوئے بیباکانہ کہتے ہیں کہ صاحب ہمارا سلام کہدینا لو بھائی ہم تو جاتے ہیں اگر کچھ حوصلہ
پکڑنے کا رکھتے ہو تو آجاؤ۔ شعر نہ چارہ کر سکے کچھ موج دریا کی روانی کا ✤ کہیں وارستگاں
زنجیر جکڑے سے ٹھہرتے ہیں ✤ پہرہ والوں نے دوڑ کر صاحب کو اطلاع دی اُسنے فوراً رسالہ کو
تیار کیا اور گرفتاری کا حکم دیا سواروں نے آنکر چار طرف سے محاصرہ کر لیا اور چاہا کہ گرفتار کریں دیکھتے ہیں
ایک جھنڈ کھڑا ہے وہاں سے غائب ہو کر دور جا کھڑے ہوئے اور بولے کہ صاحب سلام اب
ہم جاتے ہیں صاحب سے بھی سلام کہنا پھر سوار دوڑے اور ہر طرف سے گھیر لیا دیکھا کہ ایک ببول کا
درخت کھڑا ہے اور سید صاحب کا پتہ نہیں ادھر اودھر تلاش کرنے لگے اسی میدان میں ایک
ندی بھتی تھی دیکھا کہ ندی کے اُس کنارہ پر کھڑے ہوئے کہتے ہیں کہ لو یہ آخری سلام ہے ؎ ابتو جاتے
ہیں میکدہ سے میر ✤ پھر ملیں گے اگر خدا لایا ✤ پھر نظر نہ آئے رسالہ واپس چلا آیا صاحب نے یہ جرأت

سخت افسوس کیا اور کہا کہ میں اُسکا دشمن نہ تھا اگر اب بھی آجائے تو میں اپنی تنخواہ کا اختیار دیتا ہوں خود کھائے اور مجھے کھلائے لیکن افسوس چلا ہی گیا بہت خوب آدمی تھا۔ قدر نعمت ست بعد زوال۔ **ایک روز ارشاد ہوا**۔ کہ جب سرکار انگریزی اور راجہ رنجیت سنگھ والی پنجاب میں اتفاق و اتحاد کا سلسلہ قائم ہوا تو ملکہ انگلستان نے خلعت فاخرہ بھیجا جنرل صاحب نے حکم دیا کہ اس خلعت کے ساتھ میر احمد علی صاحب رسالدار مع اپنے رسالہ کے جائیں اُس زمانہ میں ہم بھی والد کی خدمت میں تھے اُن کے ہمراہ منزل بمنزل لاہور پہونچے وہاں بھائی قاسم علی ملے جو غائب ہو گئے تھے معلوم ہوا کہ رنجیت سنگھ کے رسالہ میں نوکر ہیں ہر چند والد نے فرمایا کہ ہمارے ساتھ چلو تمھارا قصور معاف کرادیں گے مگر آنا قبول نہ کیا پھر ہم دہلی کو واپس آئے۔

ایک روز ارشاد ہوا۔ کہ بھائی حیدر علی صاحب ابن عم کا بھی عجیب حال گذرا ہے سترہ برس کے سن میں والدین نے اُنکی شادی کردی اُسی زمانہ میں ایک فقیر صاحب سالک مجذوب پنجاب سے تشریف لائے چونکہ یہ خاندان ہمیشہ سے محب الفقرا اور طالب خدا ہے انکو بھی اہل اللہ سے محبت و ارادت تھی اُس درویش کو ٹھیرایا اور خدمت و مدارات کی جب چھے مہینے گذر گئے تو فقیر صاحب جانے لگے بھائی صاحب نے عرض کیا حضرت مجھکو کیا حکم ہے فرمایا کہ اگر تمھاری والدہ ڈیوڑھی تک آنکر اجازت دیں تو میں ابھی تمکو فقیر بنادوں بھائی صاحب نے مجھسے کہا کہ آپ کسیطرح والدہ صاحبہ سے اجازت دلوا دیجئے میں نے چچی صاحبہ کی خدمت میں عرض کیا اُنہوں نے فرمایا کہیں ایسا نہو کہ اپنا سا دیوانہ بنادے میں نے کہا کہ حضرت دولت بیٹھے گھر بیٹھے ہاتھ آتی ہے کچھ تردد نہ کیجئے خیر دروازہ تک تشریف لائیں اور فرمایا کہ اجازت ہے فقیر بنائے مگر ہمارے کام سے نہ جاتا رہے فقیر صاحب نے کہا کہ جب اجازت ہی ہو گئی تو ہمکو اختیار ہے جو چاہیں سو کریں یہ کہکر بھائی صاحب کو بلایا اور اُن کی پیشانی پر کچھ لکیریں کھینچکر فرمایا جاؤ ہمنے تمکو فقیر بنا دیا یہ بات فرماکر رخصت ہوئے ہمنے بھائی صاحب سے پوچھا کہ تمکو کچھ اثر معلوم ہوا کہا کہ نہیں دوپہر کو جب ہم دونو گھر میں جاکر ایک جگہ سو رہے تو دو گھڑی کے بعد بھائی صاحب چلائے میں

بولا خیر ہے کہا میرے قلب میں ایک سرخ سانپ نے کاٹا ہے تھوڑی دیر میں مُنہ سے کف آنے لگے
تمام بدن پر آبلہ پڑ گئے زبان بند آنکھیں کھلی ہوئیں سکتہ کا سا عالم طاری نہ خواب نہ بیداری نہ
دیوانگی نہ ہوشیاری ؎ بیخودی بے سبب نہیں غالب × کچھ تو ہے جسکی پردہ داری ہے۔
دن رات بیہوش پڑے رہتے۔ نہ اور کی سُنتے نہ اپنی کہتے اگر کوئی کھلاتا کھاتے اُٹھاتا اُٹھتے بٹھاتا
بیٹھتے ہر وقت آدمی نگہبان رہتے ع دیوانہ باش تا غمِ تو دیگراں خورند + عجب شان ایزدِ سبحان ہے
؎ ایکن کو دیت پہر آئیگی ایکن کو مانگے نہ دیت ہے + ایکن کو بیٹھے دیت ایکن کو دیت نہ لیت ہے
سال بھر تک یہی حال رہا من بعد ایکدن دفعتہً ہوش میں آئے + اور کہا کہ بھائی جی میں برہنہ ہوں
اپنی چادر دو کہ وہی فقیر صاحب آتے ہیں ہم نے چادر دی اور پوچھا کہ وہ کہاں ہیں کہا قریب آ گئے
ہیں یہ کہتے ہی تھے کہ فقیر صاحب تشریف لے آئے بھائی صاحب چادر اوڑھ گردن جھکائے سامنے
آئے فقیر صاحب نے فرمایا کہ کیوں فقیری کا مزہ چکھا کیا کہیں تم زبردست کی اولاد ہو گردن پکڑ کر ہمکو
بھجوا دو نہ ہم تو خوب دق کرتے خیر اب کہو کیا کہتے ہو بھائی صاحب تو چُپ تھے ہمنے کہا **قطعہ**
ارے او میکدہ کے جانے والے ؛ ذرا ادھر بھی پیر مغاں کو + شرابِ شوق کا کم ہو گیا کیف + پلا ایسی کہ جھولے
دو جہاں کو + فرمایا اچھا ٹوپی کورتہ تہ بند لاؤ۔ میں حسب طلب لایا۔ دونوں صاحب نہائے لنگوٹے
کھولے کپڑے پہنے مسجد میں آئے مجھ سے فرمایا تم دروازہ پر کھڑے رہو کسیکو مسجد کے اندر نہ آنے
دو گھنٹہ تک اُنکو تعلیم کیا باہر آئے اور لنگوٹا باندھکر چلدئے پھر کبھی نہ آئے بھائی **حیدر علی** صاحب
اسی مسجد میں ہمیشہ گوشہ نشین رہے اور تا حیات اسی قسم کا لباس رکھا نہ دنیا و مافیہا سے کام
نہ کسی سے کلام ؎ نہیں ملتے ہیں جہاں میں وہ کسی سے جرأت + ملگیا جنکو مزا گوشہ تنہائی کا
ایک روز ارشاد ہوا کہ ہم چھ سات برس کی عمر میں ایکدن بھائی **انوار الحسن** کے ساتھ
کھیل رہے تھے دفعتہً جو آسمان کی طرف نگاہ گئی کیا دیکھتے ہیں کہ ایکدستہ سواروں کا بڑے زرق و
برق سے ایک کوتل گھوڑا ہمراہ لئے چلا آتا ہے جب قریب آئے تو ایک سوار نے کہا انوار الحسن
آواز سُنتے ہی وہ اُس گھوڑے پر سوار ہو کر اوڑے اور ہماری نظروں سے غائب ہو گئے ہم نے

چلّا کر والدہ صاحبہ سے کہا کہ بھائی انوار الحسن کو آسمانی سوار اوڑا کر لیگئے والدہ نے فرمایا چپ چپ شور نہ مچا پہلے بھی گئی بار ایسا معاملہ ہو چکا ہے۔ بلکہ ایام شیر خوری میں بھی بارہا میری نظروں سے غائب ہو کر پھر آجاتے تھے لیکن ہم نے اِس روز کے بعد پھر بظاہر گھر میں آتے نہیں دیکھا البتہ شب جمعہ کو چھپ کر والدہ صاحبہ سے ملجاتے تھے ایکبار والدہ صاحبہ نے اُن سے کہا کہ اپنے والد سے بھی تو ملو وہ تمہارے مشتاق دیدار ہیں کہا کہ بہت اچھا بُلائے حضرت والد تشریف لائے اور فرمایا کہ میاں تم نے تو صورت دکھانی بھی چھوڑ دی کہاں رہتے ہو عرض کیا کہ میرا مسکن و مقام دیکھیے گا فرمایا کہ اچھا والد اور والدہ دونوں کی آنکھیں بند کرائیں پھر جو کھولیں تو ایک دلکشا باغ دیکھا نہریں لبریز سبزہ لہلہاتا پھول کھلے ہوئے درخت میوہ سے لدے ہوئے مُرغان خوش الحان نغمہ سنج عمارتیں خوشنما ہیں ع مبارک منزلے فرخندہ جائے + سات دن اسی [illegible] پھرتے رہے نہ کہیں اس کا آغاز ملا نہ انجام نہ انوار الحسن کا نشان نظر آیا جب بھوک لگتی میوے کھاتے نہروں کا پانی پی لیتے جس مکان میں جی چاہتا رات کو سو رہتے آٹھویں دن میاں انوار الحسن بھی ہنستے ہوئے آئے اور کہا حضرت میں یہاں رہتا ہوں فرمایا کہ تم ہمکو چھوڑ کر کہاں چلے گئے تھے آج شکل دکھلائی ہے ہم آدمیوں میں رہنے والے یہاں آٹھ دن تنہائی میں گذرے بھلا گھر کے لوگ کیا کہتے ہوں گے ہمکو تو جہاں سے لائے ہو وہیں پہنچا دو اب ہمارا دل گھبرا گیا کہا کہ بہت اچھا آنکھیں بند فرمائیے پھر جو آنکھیں کھولتے ہیں تو وہی وقت ہے وہی دن وہی تاریخ وہی اپنا گھر حیران ہوئے کہ الٰہی یہ آٹھ دن کہاں سے آئے جو ہم نے باغ میں گذارے۔ غرض بھائی انوار الحسن زمرہ ابدال میں سے تھے اور اسی قسم کے لوگ قطب لاقطاب و خضر وقت ہوا کرتے ہیں۔ اور سیّد عباس علی برادر عم زاد کا حال راقم نے سیاحی کے حال میں لکھا ہے +

باب دوم ذکر ولادت شریف و حال پرورش و تحصیل و تکمیل علوم کیفیت بیعت مشتمل بر سہ فصل

فصل اوّل - ولادت شریف و حال پرورش تا تاریخ ۴ یا ۱۱ - یا ۱۸ - یا ۲۵ - ماہ رمضان المبارک ٹھیک تاریخ

راقم کو یاد نہیں رہی سنہ ۱۳۱۹ھ مطابق ۵۔ اگھن سمت ۱۸۶۱ ہندی ۲۰ راگھن سمت ۱۲۶۱ فصلی ۲۰ اگھن سنہ ۱۲۱۲ بنگلہ ۔ ۷ دسمبر ۱۸۶۴ء بروز جمعہ و بلبل بوستان توحید سرو گلستان تفرید شاہباز اوج حقیقت تاجدار کشور معرفت شہسوار عرصۂ فقر و فنا خضر راہ خُلد منزل شناس ہر طریق سلطان ممالک تحقیق مرد میدان ترک و تجرید نغمہ سنج قانون عشق و توحید آفتاب انوار الٰہی سرچشمۂ فیض نامتناہی یعنی حضرت مرشدی و مولائی قبلۂ عالم و عالمیان کعبہ جان و جہانیاں سید **غوث علی شاہ قلندری قادری** مثل آفتاب جہانتاب جلوہ فرمائے مطلع ظہور ہوئے ۔

سرورِ روحانیاں آمد پدید	جنبشے در جسم و جاں آمد پدید	شد منوّر عرصۂ کون و مکاں
کوکبِ کون مکاں آمد پدید	بوستان جاں بہار از سر گرفت	نو بہارِ بوستاں آمد پدید
کاروانِ غیب آمد در شہود	یوسفے در کارواں آمد پدید	ہست ہر دور زماں را صاحبی
صاحبِ دورِ زماں آمد پدید	کشتیِ طوفانیٔ ہست ایں جہاں	نوح کشتۓ جہاں آمد پدید
علم حق میراث پیغمبر بود	وارثِ پیغمبراں آمد پدید	ذات پاکش دو دماں را افتخار
افتخارِ دو دماں آمد پدید	از برائے صید مرغانِ مکاں	شاہبازِ لامکاں آمد پدید
استانش قبلہ گاہِ قدسیاں	قبلہ گاہِ قدسیاں آمد پدید	زد صلائے کنت کنزاً مخفیاً
مالکِ گنجِ نہاں آمد پدید	میزبان خوانِ حق مردِ خداست	خوانِ حق را میزباں آمد پدید
صورتِ بختِ جواں فضلِ خداست	صاحبِ بختِ جواں آمد پدید	خود ظہور و ظاہر و مظہر یکی ست
از ظہورِ حق ہماں آمد پدید	بوالحسن غوثِ علی سلطاں جہاں	اے علی سلطانِ جاں آمد پدید

چونکہ والدہ ماجدہ شریفہ حضرت رحمۃ اللہ علیہا کو ایک قسم کا جنون تھا اسلئے جدا مجد یعنی جناب سیّد **ظہور الحسن** صاحب نے اُن کا دودھ پلانا مناسب سمجھا فکر رضاعت میں سرگرم ہوئے اتفاقاً قرب و جوار میں ایک پنڈت نیک شعار رام سنیہی نام رہتے تھے معلوم ہوا کہ اونکی بیوی نہایت نیک منش اور حمیدہ خصال ہیں دودھ پلا سکتی ہیں اپنے اونکو طلب فرمایا اور اُن کے دامن تمنا کو ثمر مراد سے پُر کیا ؎ اوٹھوا ے مدتوں کے سونے والو ۔ تمہارے در پہ یہ دولت کھڑی ہے ۔

زہے قسمت اُس پنڈتانی مائی کی جس کو یہ دولت سرمدی نصیب ہوئی سچ ہے (بن مانگے موتی ملیں مانگے ملے نہ بھیک) بخوشی وخرمی دودھ پلانا شروع کیا نام آپکا حضرت جدامجد نے **نورشید علی** رکھا تھا اور والد بزرگوار نے **ابوالحسن** اور بڑی والدہ صاحبہ نے **غوث علی** پنڈتانی مائی نے گنگا بشن رکھا چند کہ پنڈتانی مائی کی اولاد دختری بہت تھی مگر اولاد پسری کی جانب سے یاس ہوگئی تھی اللہ تعالےٰ نے حضرت کے قدوم فیض لزوم کی برکت سے بعد مدت رضاعت ایک فرزند نجت بلند عطا فرمایا جس نے حضرت قبلہ کی صحبت سے آخر کو رتبہ یحیا ہوم حاصل کیا +

فصل دوم تحصیل علم

ایک روز ارشاد ہوا - کہ جب ہم چار برس چار مہینے کے ہوئے تو بڑی والدہ صاحبہ نے بسم اللہ پڑھا کر قرآن شریف شروع کرایا اور پنڈت رام سنیھی صاحب نے جو پدر رضاعی تھے نزکار کا نام لیکر شاستر کا آرنبھ کیا دس برس کی عمر میں قرآن شریف بنصف حفظ کر لیا اور بنصف ناظرہ پڑھا کتب فارسیہ بھی تا سکندر نامہ بڑی والدہ صاحبہ سے پڑھیں اور سنسکرت سارت سدہ چندر کا تک پنڈت جی سے حاصل کی اور عربی کی صرف نحو نانا محمد حیات صاحب سے جو بڑی والدہ صاحبہ کے والد تھے پڑھی بعد چند مدت کے ہمارے والد ماجد نے اپنے پاس دہلی میں بلا لیا یہاں مولوی **محمد اسمٰعیل** صاحب سے ایک سبق کافیہ کا اور مولوی **شاہ اسحاق** صاحب سے اور مولانا شاہ **عبدالعزیز** صاحب سے حدیث شریف پڑھی باقی کتابیں مولوی **فضل امام** صاحب خیرابادی سے پڑھیں - یہ مبرور مغفور ہمارے حال پر نہایت شفقت فرماتے تھے اور اُنکی اہلیہ کو بھی مثل مادر مشفقہ کے محبت تھی حتیٰ کہ بغیر ہمارے کھانا تناول نہ فرمایا کرتی تھیں ہم اُن کے ساتھ پٹیالہ بھی گئے اور ضروری کتب بینیہ ومنطق پڑھتے رہے جب وہ عالم قدس کو رحلت فرما ہوئے تو ہمکو نہایت رنج والم ہوا اُس دن سے کتابیں بالائے طاق رکھدیں کہ نہ اُس شفقت سے کوئی پڑھائیگا نہ ہم پڑھیں گے +

فصل سوم ذکر بیعت

ایک روز ارشاد ہوا۔ کہ ہم نے حسب دستور اپنے خاندان کے اوّل اپنے والد ماجد سے بیعت کی حضرت والد نے بعد تعلیم و تلقین دیکھا کہ درد طلب غالب ہے خود اولیاء اللہ کی خدمت بابرکت میں لیجانے لگے اور جہاں جہاں مناسب سمجھا بیعت کرایا۔

شجرہ نسبی و خلفائی

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَللّٰھُمَّ حَرِّقْ قَلْبِیْ بِحُرْمَتِ - ابوالحسن[1] خورشید علی عرف سید غوث علی شاہ قلندر قادری بن سید احمد حسن[2] عرف احمد علی بن سید ظہور الحسن[3] عرف ظہور محمد بن سید محمود[4] عرف محمد علی بن سید حامد حسن[5] عرف حامد علی - بن سید حمید[6] علی عرف حمید الدین بن سید ابوسعید[7] عرف انوار الحسن - بن سید مصلح[8] الدین عرف ناصر حسن میر میراں بن سید مبارک[9] حقانی - بن سید محمد عرف محمد غوث[10] اوچی جلبی گیلانی بن سید شمس الدین[11] عرف محمد اعظم بن شاہ سید امیر[12] عرف عبدالحسن بن سید ابوالحسن[13] عرف کرم علی بن سید ابوعلی[14] عرف محمد صالح - بن سید مسعود[15] - عرف نور الدین - بن سید ابوالعباس احمد عرف حمید الدین - بن صفی[16] الدین عرف سید صوفی - بن سید عبدالوہاب[17] عرف سیف الدین - بن قطب الاقطاب غوث الاعظم سید عبدالقادر جیلانی[18] - بن سید ابوالصالح[19] - بن سید موسیٰ ثالث[20] بن سید عبداللہ ثالث[21] بن سید محمد زاہد[22] - بن سید محمد رومی[23] - بن سید داؤد[24] - بن سید موسیٰ ثانی[25] بن سید عبداللہ ثانی[26] - بن سید موسیٰ[27] - بن سید محسن[28] عبداللہ بن حسن مثنیٰ[29] المعروف سید محمد بن شہید جام عشق حضرت امام حسن[30] بن ملبل باغ مدینہ زہرائے بتول خاتون جنت حضرت فاطمہ[31] بنت محمد مصطفےٰ احمد مجتبیٰ فخر الانبیاء سرور اصفیا محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ اجمعین ط بنار عشقک وازدیاد محبتک

ایک روز ارشاد ہوا۔ کہ دہلی میں حضرت والد ماجد مجھکو سید فدا حسین شاہ صاحب سہسول شاہی

قدس اللہ اسرارہم کی خدمت بابرکت میں لیگئے میں نے ایک روپیہ پیش کیا تو میاں صاحب اپنا ہاتھ میرے ہاتھ پر لائے اور فرمایا یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ فَمَنْ نَّکَثَ فَاِنَّمَا یَنْکُثُ عَلٰی نَفْسِہٖ وَمَنْ اَوْفٰی بِمَا عٰھَدَ عَلَیْہُ اللّٰہَ فَسَیُؤْتِیْہِ اَجْرًا عَظِیْمًا ۔ روپیہ اُٹھالیا قبلہ گاہی صاحب نے فرمایا کہ بھائی مبارک ہو پھر ایک چھڑا اور کنٹھ کہربائی اور ایک رومال سبز کاہی اپنے مُرید میاں تو کل حسین شاہ صاحب سے طلب فرمایا رومال تو اپنے دست مبارک سے میرے سر پر باندھا اور چھڑا اور کنٹھا میرے ہاتھ میں دیا اس خاندان عالیشان کا شجرہ طیبہ یہہ ہے +

	بسم اللہ الرحمٰن الرحیم	
اسم اللہ بر زباں رانم	شجرۂ سہرورد میخوانم	ہاتفِ غیب چوں ندا فرمود
خاکساران ہند ازو بشنود	نحن اقرب الیہ فی القرآن	غوث[1] ماؤ علی ماست ہماں
ہست انسان مجمع البحرین	جسم خاکست وجان فدائے حسین[2]	جلوہ گر شد وجود ذاتِ لطیف
خود مظفر حسین[3] شاہ حنیف	صورت انسان معنی اللہ	ظاہر حق رسول صلے اللہ[4]
کرد تنزیہ جلوہ در تشبیہ	نفخت اللہ[5] نفخت روحی فیہ	روح خود را نمود بہر شہود
گفت وحدت بنغمۂ داؤد[6]	نحن اقرب بود زجان قریب	بلکہ جان وجہان جملہ صبیب[7]
قلب انساں بیت رب جلیل	ہست قربان جان اسمٰعیل[8]	جملہ عالم وجود حق دانید
مرتضیٰ جان[9] آں ہمہ خوانید	خلق تصویر صورت خلاق	خالق اندر شکم بود رزاق[10]
عشق چوں روح در بشر اُفتاد	معرفت ذات پاک اللہ داد[11]	مدرک جزو کل زمیں و زمن
ناطق است از توجہ پیر[12] کمل	ہست ذاتی مع الصفات بتن	زاں شود دور آسماں منجن[13]
صورتِ خویش حق عیاں بنمود	شد محمد[14] وجود حق مشہود	وحدتِ ذات کثرت آفاق

[1] مولانا سید غوث علی شاہ [2] حضرت فدا حسین حبا المعروف خواجہ نجم الدین ہمدانی [3] حضرت شاہ مظفر حسین معروف بہ مولانا حنیف سرحلقۂ خاکساران ہند [4] حضرت سید رسول شاہ الوری [5] حضرت شاہ نعمت اللہ ولی الہامی [6] حضرت شاہ داؤد مصری [7] حضرت شاہ سخی حبیب اللہ [8] حضرت شاہ اسمٰعیل [9] حضرت سید شاہ مرتضیٰ بانسوی [10] حضرت سید شاہ رزاق پاک [11] حضرت شاہ اللہ داد عرف [12] حضرت شاہ پیر بن بندگی [13] حضرت شاہ منجن گوشہ نشین [14] حضرت شاہ

تجلّی بجلوۂ اسحاق[۱۵] ذات واجب بہر صفت موجود خلق ممکن چو آدم و داؤد[۱۶]

غیر حق را کجاست نشو و نمود جملہ بگذار خویشتن را جُو[۱۷] من عرف نفسہ شود معلوم

ہر کہ خود را شناخت شد مخدوم[۱۸] جملہ کائنات قائم از وست ایں جہان و جہانیاں ہمہ اوست

خود تو ئی حضرتِ جلال بزرگ غیر تو نیست بے زوال بزرگ ہر احد احمدِ کبیر بداں +

زانکہ در احمدست احد پنہاں کل شئ محیط ذاتِ جلال[۱۹] ہست مستجمع صفات کمال

ما نفی ایم و تو ہمہ اثبات رکن[۲۰] عالم جمیع مخلوقات مصحف ناطق بہاء الدین[۲۱]

بلکہ لاریب فیہ عین الیقین تو ئی موجود ما ہمہ معدوم خود تو ئی خادم و تو ئی مخدوم

صدر انسان ترجمان کتاب شرح حرف مقطعات شہاب[۲۲] صورتِ انسان مراتِ رحمٰن

رویت اندر ضیاء[۲۳] و عینِ عیاں اینما انت ثم وجہ الدین[۲۴] اندرون و برون مکان و مکین

حسن خلق محمد[۲۵] عبد اللہ لاشدہ عبد بسر اللہ ہر احد احمد[۲۶] بلا میم است

ہر دل اندر ہزار اقلیم است ہر دمم شد علوئے[۲۷] دیگر ی بہر تعظیم صورتِ بشری

امر ربی جنید[۲۸] ارواح است یرجع الاصل روح را راح ست قال انسان سری[۲۹] سقطی

وحدہٗ لاشریک لہٗ فقطی ما عرفناک گفت خود معروف[۳۰] لاوجود صفات بے موصوف

آئینۂ صاف صیقل داؤد[۳۱] در ہمہ خلق روح خود بنمود لیس شئ سوا الحبیب[۳۲] لکم

کل شئ حبیب بل انتم حی و قیوم شد علی رضا[۳۳] زاں سبب شد وجود ارض و سما

---

۱۵ حضرت خواجہ اسحاق مغربی ۱۶ حضرت شاہ داؤد قریشی ۱۷ حضرت شاہ راجن قتال سید بخاری
۱۸ حضرت شاہ احمد کبیر الحسن مخدوم جہانیاں جہان گرد ۱۹ حضرت سید جلال بخاری ۲۰ حضرت شیخ مخدوم رکن الدین ابو الفتح ملتانی ۲۱ حضرت مخدوم بہاء الحق والدین زکریا ملتانی ۲۲ حضرت شیخ الشیوخ شیخ شہاب الدین سہروردی ۲۳ حضرت خواجہ ضیاء الدین ابو النجیب سہروردی ۲۴ حضرت خواجہ وجیہ الدین سہروردی
۲۵ حضرت خواجہ عبد اللہ دینوری ۲۶ حضرت خواجہ احمد اسود دینوری ۲۷ حضرت ممتاز علی دینوری
۲۸ حضرت ابو القاسم جنید بغدادی ۲۹ حضرت خواجہ ابو الحسن سری سقطی ۳۰ حضرت خواجہ معروف کرخی ۳۱ حضرت خواجہ داؤد طائی ۳۲ حضرت خواجہ حبیب عجمی ۳۳ حضرت امام علی موسیٰ رضا +

علم توحید موسیٰ[۳۴] کاظم — منکشف بر اصاغر و اعظم — فیض عرفان جعفر[۳۵] صادق
چوں احادیث مصحف ناطق — گفت حضرت محمد[۳۶] باقر — جملہ حق ست اول و آخر
شاہ زین العباد[۳۷] خود فرمود — کس دگر نیست واحد ست وجود — ماہمہ مقتدی امام حسین[۳۸]
قل ہو اللہ ہست فی الکونین — جملہ اسما صفات ذات متین — نطق او راک نیست خلق حسن[۳۹]
عین حق جملہ جہان علی[۴۰] است — اندرون و بروں خفی و جلی است — این حقیقت محمد[۴۱] ی موجود
ظاہراً عبد باطناً معبود — من عرف نفسہ رسید — ہر کہ خود را شناخت آں ہمہ اوست
چوں عبای وصال را پوشید — اے برادر ہر زماں دل شاد — کار جہاں آزاد باش

ایک روز ارشاد ہوا۔ کہ حضرت والد بزرگوار مجھکو بابری میں لاکر مہر اعظم علی شاہ صاحب سے بیعت کرایا دل وجان سے عنایت و محبت فرماتے جہان میں جاتا آپ بر اگر سفر دور و دراز کا ارادہ ہوتا تو مدت مراجعت کا اقرار لیتے اتفاقاً معاودت میں دیر ہو جاتی تو سفر کرتے تا حین حیات یہی معاملہ رہا جب خلافت عطا فرمائی تو اپنی اولاد کو ہمارے ہاتھ پر بیعت کرایا اس خاندان عالیہ کا شجرہ طیبہ یہ ہے +

شجرہ قادریہ

پاک آں ذات بے نشان احد × کہ بود ہیچ سلسلہ نہ رسد × نیک اندر طریقۂ ارشاد
دست در دست رہنمایاں داد × اشرف الانبیا[۱] حبیب خدا × اسد اللہ[۲] باب علم ہدا

۳۴ حضرت امام موسیٰ کاظم ۳۵ حضرت امام جعفر صادق ۳۶ حضرت امام محمد باقر ۳۷ حضرت امام زین العابدین
۳۸ حضرت سید الشہدا شہید کربلا حضرت امام حسین ۳۹ حضرت سید الشہدا حضرت امام حسن ۴۰
حضرت اسد اللہ الغالب امیر المومنین علی ابن طالب ۴۱ حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم

۱ سرور ہر دو سرا محبوب کبریا احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ ۲ حضرت اسد اللہ الغالب علی مرتضیٰ علیہ السلام

ہم حسن[۸] ہم حبیب[۹] ہم داؤد[۱۰]
زندہ سری[۱۱] جنید و شبلی دم[۱۲]

عبد واحد[۱۳] ابوالفرح[۱۴] پے ہم
باز معروف[۱۵] راہ حق پیمود

حسن[۱۶] بوسعید[۱۷] آمد باز
غوث اعظم[۱۸] کشودہ پردۂ راز

عبدرزاق شد از و صالح[۱۹]
پیش نمود ابوصالح[۲۰]

از پس شاہ احمد[۲۱] اولے
کرد دعوت شہاب[۲۲] الدین بخدا

حسن[۲۳] ست پس علاؤالدین[۲۴]
باز نور محمد ست[۲۵] ببیں

بعد محمود[۲۶] ہست عبد جلال[۲۷]
علاؤالدین قلندر خوشحال

بوالمعالی ست رہنمائے یقیں
باز حضرت مقیم محکم[۲۸] دیں

سید امیر بالا پیر
راہ عبداللطیف[۲۹] بر ی گیر

شیخ درویش و خان احمد[۳۰] شاہ
باز عبداللطیف[۳۱] حق آگاہ

مدح شاہ است و سید اعظم[۳۲] علی
شاہ غوث علی و مولائی[۳۳]

شہ سوار معارک تجرید
تا حدار ممالک توحید

بحر عرفان محیط بے پایاں
برتر از وصف و ماورائے بیاں

بعد ازیں شاہ عالم تفرید
یوسف آں حافظ کلام مجید[۳۴]

گل حسن[۳۵] شاہ او و سادہ نشیں
پس از و شاہ احتشام[۳۶] الدین

عالیارہ نمائے ابرار
بر محمد[۳۷] علی گرفت قرار

فیض باریش باد عالم گیر
دیرگاں ہاں لبسان مہر منیر

اے علی کو زباں کہ راز دہد
خبر از بے نشاں کہ باز دہد

اس خاندان کی تعلیم و تلقین کے بعد ہم نے میر صاحب قبلہ سے عرض کیا کہ حضرت اب کیا کیا جائے فرمایا کہ میرٹھ میں مولوی حبیب اللہ شاہ صاحب کے پاس جاؤ جو کچھ فرمائیں عمل میں لاؤ اور ایک نامہ بنام شاہ صاحب تحریر فرمایا اسکو لیکر ہم میرٹھ پہونچے اور مولوی نیاز علی صاحب کے ساتھ شاہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے نہایت مرنجی یانہ اور بزرگانہ عنایت فرمائی تین دن روزہ رکھوا کر اتحادی توجہ دی من بعد داخل سلسلہ کر کے تعلیم و تلقین شروع کی ایک برس ہم وہیں رہے رات کو بھی شاہ صاحب ہمکو اپنے پاس ٹھہراتے تھے جب سلوک طے ہو گیا تو مولوی صاحب نے خلافت عطا فرمائی اور اپنی اولاد کو مرید کرایا اس خاندان عالی شان کا شجرۂ طیبہ یہ ہے +

شجرہ خاندان نقشبندیہ

شرح اسامی خاندان نقشبندی راعلی ۔ فرد توحید مجرد ابوالحسن غوث علی

۲ حضرت حسن بصری ۳ حضرت خواجہ حبیب عجمی ۴ حضرت خواجہ داؤد طائی ۵ حضرت خواجہ معروف کرخی ۶ حضرت سری سقطی ۷ حضرت خواجہ ابوالقاسم جنید بغدادی ۸ حضرت ابوبکر شبلی ۹ حضرت عبدالواحد یمنی بن شیخ عبدالعزیز یمنی ۱۰ حضرت ابوالفرح طرطوسی ۱۱ حضرت ابوالحسن علی القریشی الہنکاری ۱۲ حضرت ابوسعید مبارک مخزومی ۱۳ حضرت غوث الاعظم سید عبدالقادر جیلانی ۱۴ حضرت سید عبدالرزاق ۱۵ حضرت خواجہ ابوصالح فقیر ۱۶ حضرت سید احمد شاہ اولی ۱۷ حضرت سید شہاب الدین ۱۸ حضرت سید شمس الدین ۱۹ حضرت سید علاو الدین شاہ ۲۰ حضرت سید نور محمد شاہ ۲۱ حضرت سید عبدالجلال صحرائی ۲۲ حضرت بہاول شیر قلندر ۲۳ حضرت ابوالمعالی ۲۴ حضرت محکم الدین جزوی ۲۵ حضرت شاہ امیر بالا پیر ۲۶ حضرت عبدالطیف تبری ۲۷ حضرت شیخ درویش محمد ۲۸ حضرت شاہ احمد کرپتوری ۲۹ حضرت شیخ عبدالطیف ثانی کرپتوری ۳۰ حضرت غوث علی شاہ قلندر رضوان اللہ تعالے علیہم اجمعین ۱۲ +

شہ حبیب اللہ صاحب مظہر اسرار غیب	بوسعید احمدی از شاہ عبداللہ ولی
مظہر حق جاں جاناں نائب پیغمبراں	سیدی نور محمد شیخ سیف الدین سنی
خواجہ معصوم ست احمد خواجہ باقی خواجگی	خواجہ درویش و محمد زاہد احرار ولی
خواجہ یعقوب بہاؤالدین دگر میر کلاں	خواجہ باباواں دگر خواجہ علی راہیستی
خواجہ محمود است و دیگر خواجہ عبدالخالق است	خواجہ یوسف باز شیخ فارمد آن بو علی
بوالحسن پس بایزید و جعفر صادق بود	قاسم سلمان ابوبکر و رسول ہاشمی
یا الٰہی از طفیل خاندان نقشبند	مبتلا سازی بعشق خود علی را دائمی

وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ

مولوی نیاز علی صاحب مرحوم فرماتے تھے کہ اُسوقت چند مرید حضرت شاہ صاحب کی خدمت میں حاضر تھے بعد توجہ فرمایا کہ کوئی شخص اِن کے جسم کو ہاتھ نہ لگانا ورنہ بیہوش ہوکر گر پڑیگا یہ ظرف اعالی ان ہی کا ہے کہ تحمل کیا دوسرا ہوتا تو قلب شق ہو جاتا۔ المختصر اُنیس بزرگوں سے جناب قبلہ نے

بیعت کی ان میں گیارہ مسلمان تھے اور آٹھ ہندو راقم کو جو شجرہ ہاتھ آیا وہ لکھا۔

باب سوم در حالات سیاحت مشتمل بر یکصد و چہار ارشاد

ایک روز ارشاد ہوا کہ ہماری عمر آٹھ برس کی تھی کہ جناب دادا صاحب و نانا صاحب و والد بزرگوار اپنے ہمراہ ہمکو حاجی لعل صاحب کی خدمت میں لے گئے یہ بزرگ مولانا فخر الدین صاحب چشتی نظامی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے جب ہم اُنکی خدمت میں پہونچے تو سر و قد تعظیم کے لئے کھڑے ہو گئے اور بڑے تپاک سے اپنے پاس بٹھایا پھر نہایت عجز و انکسار کے ساتھ فرمانے لگے کہ بھائی لڑکے میں بہت دنوں سے تمہارا منتظر و مشتاق تھا خوب ہوا تم آ گئے ہمارے پاس جو تمہاری امانت ہے لیلو اُسوقت محفل خاص تھی دروازہ بند اور قوال خوش الحان گا رہے تھے کہ حضرت کو جوش آیا اور میری طرف متوجہ ہو کر التفات کیا میں ایسا بیخود و بے ہوش ہوا کہ تن بدن کی بھی کچھ خبر نہ رہی بلکہ اُسدم علم بھی بالکل مفقود تھا نانا صاحب خفا ہونے لگے کہ اس صغیر سن بچہ پر ایسی سخت نظر کیوں ڈالی والد نے عرض کیا کہ حضرت جائے شکر ہے نہ محل شکایت یہ بچہ بڑا صاحب نصیب ہے پھر والد مجھکو گھر اُٹھا لائے آٹھ دن تک وہی حالت رہی نویں دن ہوش آیا اور طبیعت غالب ہوئی اُس روز سے جس بزرگ کی خدمت میں حاضر ہونے کا اتفاق ہوا کسی کی توجہ کا اثر نہیں ہوا اور اگر کچھ ہوا بھی تو بیخودی طاری

---

۱ حضرت عبید اللہ شاہ صاحب حنفی ۲ حضرت ابو سعید احمد سرہندی ۳ حضرت علی شاہ دہلوی ۴ حضرت مرزا جان جانا صاحب دہلوی ۵ حضرت سید نور محمد صاحب ۶ حضرت شیخ سیف الدین صاحب ۷ حضرت خواجہ محمد معصوم صاحب ۸ حضرت احمد مجدد الف ثانی صاحب سرہندی ۹ حضرت باقی باللہ دہلوی ۱۰ حضرت خواجہ امکنگی صاحب ۱۱ حضرت خواجہ درویش محمد صاحب ۱۲ حضرت خواجہ محمد زاہد بیدلہ ۱۳ حضرت احرار صاحب ۱۴ حضرت خواجہ یعقوب چرخی ۱۵ حضرت بہاء الدین صاحب نقشبند ۱۶ حضرت خواجہ میر کلال صاحب ۱۷ حضرت خواجہ بابا سماسی ۱۸ حضرت خواجہ شیخ اولی رامیتنی ۱۹ حضرت خواجہ محمد صاحب ۲۰ حضرت خواجہ عبد الخالق صاحب ۲۱ حضرت خواجہ یوسف ہمدانی ۲۲ حضرت خواجہ شیخ ابو علی فارمدی ۲۳ حضرت خواجہ ابو الحسن خرقانی ۲۴ حضرت طیفور شامی بایزید بسطامی ۲۵ حضرت امام جعفر صادق صاحب ۲۶ حضرت سید قاسم صاحب ۲۷ حضرت سلمان فارسی ۲۸ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالے عنہ ۲۹ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ۱۲

نہ ہوئی اور اگر آنا فانا بیخودی بھی ہوئی تو علم نے مطلق جنبش نہیں کی +

ایک روز ارشاد ہوا - کہ زمانہ طفلی میں ہمکو ایک سنیاسی نے جڑ تاڑی کپالی[1] تعلیم کی اس شغل میں حواس ظاہری مفقود ہو جاتے ہیں اور روح دماغ میں آجاتی ہے جس خیال میں آدمی بیٹھا ادسی میں رہتا ہے جب ہمکو مشق ہو گئی تو ایکدن خیال آیا کہ دیکھیں تو دوسرے پر بھی اسکا ہوتا ہے یا نہیں ہمنے اپنے بھائی کو جو والدہ صاحبہ کلاں سے تھے کپالی چڑھائی وہ بالکل بیہوش ہو کر بشکل مردہ گر پڑے اُتارنا ہمکو آتا نہ تھا نہایت حیرانی دامنگیر ہوئی کہ اب کیا علاج کریں والدہ صاحبہ کلاں کو خبر ہوئی مضطرب ہو کر تشریف لائیں اور فرمایا کہ ایک تو گیا ہی دوسرا بھی چلا لوگ گماں کریں گے اسنے بھائی کو مار ڈالا ہے ایک پیالہ دہی کا لاکر اس کے سامنے گرا دیا جو آنکر پوچھتا اس سے فرماتیں کہ نہیں معلوم کیا ہوا دہی کھا کر تے کی ہے میں گھبرا کر اس سنیاسی فقیر کے پاس گیا اور سارا حال بیان کیا اُس نے بہت ملامت کی اور کہا ہمکو اسواسطے یہ عمل سکھایا تھا کہ لوگوں کا تماشا دیکھو ہمنے تو اس لئے سکھایا تھا کہ یاد الٰہی میں مشغول رہو گے خبردار پھر ایسی حرکت نہ کرنا یہ کہکر ہمارے گھر آئے اور بھائی کے سر پر مشکیں چھوڑوائیں جب تیسری مشک کی نوبت پہونچی تو اُٹھ بیٹھے پھر ہمنے بھائی سے بیہوشی کی کیفیت دریافت کی کہا میں تو زندہ تھا اور تم سبکو پکار پکار کر کہتا تھا کہ میں زندہ ہوں تم گھبراؤ مت میں کنوے میں پڑا ہوں مجھکو نکال لو لیکن تم سُنتے نہ تھے اور مجھی کیطرح کی تکلیف بھی نہ تھی اُسدن سے ہمنے توبہ کر لی کہ پھر ایسا کام [illegible] ریں گے +

ایک روز ارشاد ہوا - کہ ہمارے وطن کے [illegible] دریا کے کنارے جاکر کچھ پڑھا کرتا تھا ہمنے دریافت کیا اُسنے کہا میاں صاحب میں ایک [illegible] رھ کرتا ہوں ہمنے کہا کہ جس روز تیرا منتر سدھ ہو ہمکو بھی ساتھ لے چلنا وہ ایک رات کو آ [illegible] وبھی ساتھ لے گیا دریا کے کنارے پہونچکر موہن بھوگ اور چاول وغیرہ پکائے بھینٹ [illegible] پوجا کی اور منتر پڑھکر فارغ ہوا دونوں گھر کو

---

[1] کپالی یعنی صبر دم یہ دو قسم ہے ایک چیتن تاڑی اور [illegible] ر تاڑی چیتن تاڑی وہ ہے کہ بسبب حبس دم کے روح دماغ میں آجاتی ہے لیکن ہوش و حواس درست رہتے ہیں اور [illegible] ہوش و حواس مفقود ہو جاتے ہیں +

ے میں نے کہا کہ اب اسکا تماشا تو دیکھا اُسنے کنکر پھینکا ایک درخت پر مارا نیچے سے اوپر تک آگ لگ
ی اور جلکر خاک سیاہ ہوگیا یہ طرفہ ماجرا دیکھکر ہمنے کہا کہ اب تو کنکر ہمارے اوپر مارا اُسنے اوّل تو
ں انکار کیا مگر کہنے سُننے سے مجبور ہوکر بولا کہ لو ہوشیار ہو جاؤ ہمنے یا شیخ عبدُالقادر جیلانی
شیئاً للہ کہکر اپنے گرد حصار کھینچ لیا اُس نے کنکر مارا کچھ نہوا دوسرا اور مارا تیسرا مارا کچھ بھی نہوا
پھر ہم حصار کو توڑکر باہر نکل آئے کہ تجھ سا اچھا نہیں اُس چمار سے کہا کہ بھلا اب تو کنکر پھینک اُسنے
غصہ میں آکر ایک اور مارا تو وہ کنکر ہمارے سینہ پر آکر ایسا لگا جیسے ٹھہ لگتا ہے پھر ہمارے سینہ
پر سے اوچٹکر اُسکی پیشانی پر جا لگا وہ اوندھے مُنہ گرا اور تمام سور اہنائے جسم سے خون جاری
ہوگیا ہم نے دوڑکر اُسکے باپ کو اطلاع دی وہ اپنے لڑکے کو اُٹھاکر ہمارے نانا **محمد حیات**
صاحب کی خدمت میں لایا نانا صاحب نے کیفیت دریافت فرمائی ہم حال مفصل بیان کردیا
آپنے دو تین طمانچہ لگائے اوسوقت ہماری عمر کوئی دس بارہ برس کی تھی پھر فرمانے لگے کہ
شیخ عبدالقادر کیا تیرے لئے دو رہین لگائے بیٹھے ہیں کہ ہر دم تاکتے رہیں گے یا ہر وقت
تیرے ساتھ پھریں گے خبردار تم جانو گے جو پھر ایسا کیا اگر یہ مرجاتا تو کیا علاج ہوتا غرض
ہکو مارا پیٹا اور بہت سرزنش کی تب حضرت کا غصہ فرو ہوا پھر سورہ مزمل مکرر کے اُسکو
پانی پلایا اور نہلایا کئی دن کے بعد وہ اچھا ہوا۔ **ایک روز ارشاد ہوا** کہ جب ہماری
عمر دس بارہ برس کی تھی کافیہ کا سبق پڑھکر گھر کو آتے تھے راہ میں ایک فقیر ملے سبق وغیرہ
کی کیفیت پوچھی پھر فرمایا کہ ہم تمکو ایک آیت بتلاتے ہیں گیارہ دن تک پڑھو ہمنے کہا بہت
اچھا پھر آیت کریمہ باموکلات بتائی اور کہا کہ رات کے وقت تنہا مکان میں حصار کرکے
پڑھنا اور چراغ کی لو کو دیکھتے رہنا ہم۔ نے ایسا ہی کیا اول روز تو کچھ معلوم نہوا دوسرے دن دو شیر
جھپٹے کے برابر چراغ کی لو پر لڑتے ہوئے آئے تیسرے دن چوہے کے برابر چوتھے روز بلی
کے برابر پانچویں دن کتے کے برابر ہوگئے اس سے چراغ گل ہوگیا اور کوٹھڑی کا دروازہ کھل گیا ہم
ڈرکے بھاگے اور بڑی والدہ کی گود میں جا چھپے اُسوقت کچھ ہوش نہ رہا اور بخار چڑھ آیا صبح کو فقیر صاحب

خفا ہوتے ہوئے آئے کہ تم نے عمل خراب کردیا نانا صاحب نے فرمایا کہ شاہ جی آپ ناحق ناراض ہوتے ہیں اگر عمل کرانا منظور تھا تو آپ اُسکے پاس بیٹھے ہوتے بھلا یہ عمر اور جلالی عمل اگر آپ ہمکو بتائیں تو دیکھو پورا کرتے ہیں یا نہیں یہ سُنکر فقیر کا غصّہ دھیما ہوا اور ہم سے کہا کہ آؤ ہم تمکو ایک چیز بلا محنت دیتے ہیں الگ لیجاکر یہ قطعہ بتایا ؎

اے کریمیکہ از خزانۂ غیب ✻ گبر و ترسا وظیفہ خور داری

دوستاں را کُجا کُنی محروم ✻ تو کہ با دشمناں نظر داری

اور کہا کہ اسکو سوتے وقت تین بار پڑھ لیا کرو صبح کو ایک روپیہ مل جایا کریگا۔ ہم نے پڑھا تو صبح کو روپیہ پایا اور والدہ صاحبہ کو دیدیا تیسرے روز انہوں نے دریافت فرمایا کہ تم ہر روز روپیہ کہاں سے لاتے ہو ہم نے اصل حال کہدیا فرمایا کہ اچھا تم ہمکو بھی اجازت دو ہم نے اجازت دیدی اُنکو بھی ایک روپیہ روز ملنے لگا پھر والدہ نے فرمایا کہ اپنے والد کو بھی اجازت دو والد نے کہا ایسا نہو سب سے اسکی تاثیر جاتی رہے چنانچہ یہی ہوا میں نے والد کو بھی اجازت دیدی اگلے روز کسی کو بھی کچھ نہ ملا جناب دادا صاحب نے بھی یہ تمام قصّہ سُنا مجھکو اپنے پاس بُلایا اور فرمایا کہ ہم تو سمجھتے تھے تم نے کوئی کمال راہ فقر کا حاصل کیا ہوگا یہ کیا بڑی بات ہے جو تم نے سیکھی تھی آج رات کو یہ شعر پڑھکر سونا ؎ کریما بہ بخشائے بر حال ما ✻ کہ ہستم اسیر کمند ہوا۔

یہہ عمل کیا تو پانچ روپیہ روز ملنے لگے تیسرے دن دادا صاحب نے فرمایا کہ اگر تم ہزار آدمیوں کو ہر روز اجازت دوگے تب بھی اس عمل کی یہی تاثیر رہیگی آؤ اب تمکو پچاس روپیہ روز کا عمل بتائیں۔

عَزَمْتُ عَلَیْکَ یَا شَمْشَائِیلُ یَا قُدُّوسُ یَا رَزَّاقُ یَا بَاسِطُ یَا وَکِیلُ یَا مُیْمُونَہُ بِسَرِیعَۃِ یَا مَعَاشِرَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ الرَّحْمٰنِ یَحْضُرُ وَبِحَقِّ کَلْکَائِیلَ بِحَقِّ اَسْمَاءِ الْحُسْنٰی وَبِحَقِّ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِینُ یَا ھُمْ یَا ھُمْ یَا ھُمْ بِحَقِّ نُورَائِیلَ ۝ اس عمل کو بھی کیا تو فی الحقیقت ٹھیک پایا پھر دادا صاحب نے فرمایا کہ آیندہ یہہ عمل نکرنا فقیر کو نان جویں بس ہے ہاں اشد ضرورت ہو تو مضائقہ نہیں اور اگر تم شہنشاہی عمل چاہتے ہو تو ایک عمل ہماری آبائی

میراث سے ہے لیکن فقیری بغیر رضا و تسلیم کے حاصل نہیں ہوتی وہ عمل یہ ہے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
الحمد للہ رب العالمین یا حی یا قیوم یا ذوالجلال والاکرام یا کافی یا شافی یا ھادی
یا لطیف یا باقی احب یار و قابل انت وخل املک من الروحانیۃ السماویۃ والارضیۃ
انت یا مذھب سامعا مطیعا بحق الحمد للہ رب العالمین وبحق ملک الغائب علیکم
امرہ اجد وبحق لطحطیل وقد جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا
اقسمت علیکم یا کرکرسیائیل سخر لی قلوب جمیع بنی آدم وبنات حوا احرمت
سیدک کھوذاف ویوش انت جینی یاسماء وتحت تخضعوا تخضعوا والمسخرات
الجن والانس یا قادر الملکوت والجبروت والاھوت والھاھوت سخر لی قلوب
کل شیء بقدرتہ وبعظمتہ بحق لا الہ الا اللہ برحمتک یا ارحم الراحمین
وبحق لا الہ الا انت سبحانک انی کنت من الظالمین ۔

ایک روز ارشاد ہوا - کہ جب حضرت قبلہ گاہی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تبدیلی دہلی کو ہوئی تو مجھکو بھی وطن سے طلب فرمالیا اور مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں سپرد کردیا ایک لڑکا رسالدار بہادر کا ہمارا ہم عمر و ہم سبق تھا اور چونکہ حضرت والد ماجد اور رسالدار میں واسطہ اتحاد تھا اسلئے ہم دونوں میں بھی اُنس ہوگیا ایکدن لڑکے نے پچاس روپیہ بطور قرض مانگے میں نے دیدیئے کیونکہ حضرت قبلہ کی تنخواہ میرے پاس رہتی تھی اور اس امر کی اطلاع بھی حضرت کو کردی فرمایا کہ خوب کیا لیکن اُس سے لینا نہیں دو مہینے بعد وہ روپیہ لایا میں نے انکار کیا اُسنے اپنے والد سے کہا وہ خود لیکر آئے حضرت قبلہ نے فرمایا کہ رسالدار صاحب بچوں کے معاملہ میں آپ کیوں پڑتے ہیں وہ آپس میں بھگت لینگے میں نے نہ روپیہ دیا نہ آپسے لوں حساب دوستاں در دل سمجھکر وہ چپ ہورہے مگر وہ روپیہ بصورت تحائف ادا کیا وہ لڑکا ہمارا بڑا یار نہایت حسین جمیل آدمی تھا یہانتک کہ اپنے حُسن صورت پر آپ فریفتہ ہوگیا ایکدن کیا دیکھتا ہوں کہ آئینہ روبرو ہے اور آٹھ آٹھ آنسو رورہا ہے میں نے پوچھا کیوں بھائی خیر ہے بولا کیا کہوں مجھکو اپنی صورت پر آپ پیار

اگر دوسرے پر عاشق ہوتا تو بھلا اُسکو گلے سے تو لگا سکتا اب خود ہی عاشق اور خود ہی معشوق
کروں تو کیا کروں میں نے کہا کہ یہ تو کچھ بڑی بات نہیں تم آئینہ میں اپنے آپکو دیکھو اور میری
چھاتی سے لگ جاؤ ہنسنے لگا اور کہا کہ بھائی تمکو ہر وقت دل لگی ہی سوجھتی ہے تمہاری بلا سے
کوئی مرے یا جیے پھر آئینہ پھینک کر کھڑا ہو گیا ع عاشق و عشق و تنگ و عیار یکیست -

ایک روز ارشاد ہوا - کہ مولانا شاہ عبد العزیز صاحب سے ہم سبق پڑھتے تھے کہ ایک شخص
امیرانہ لباس پہنے ہوے آیا اور عرض کی کہ میری سرگذشت سُننے کے قابل ہے حضرت میری
عقل کام نہیں کرتی حیران ہوں کیا کروں اور کہاں جاؤں آپکی خدمت میں اسلئے آیا ہوں
کہ جو ارشاد ہو بجا لاؤں میں لکھنؤ کا باشندہ اور روزگار پیشہ آدمی تھا ایکدفعہ بیکاری کے
باعث گھر پر تنگی سے گذرنے لگی ارادہ کیا کہ کہیں باہر نکلکر تلاش معاش کروں سرمایہ کم رہگیا تھا
تھوڑا سا زاد راہ لیکر اودے پور کو چلا اثنائے راہ میں ریواڑی آئی اُس زمانہ میں
وہاں صرف ایک سرائے اور تکیہ آباد تھا اُس سرائے میں چند بھٹیاریاں اور دو ایک کسبیاں
رہتی تھیں میں سرائے میں اُترا اور گھوڑا باندھکر خاموش اور متفکر ہو بیٹھا کیونکہ خرچ پاس نہ تھا
اتنے میں ایک کسبی آئی اور کہنے لگی کہ میاں جوان کس فکر میں بیٹھے ہو کھانے دانے کا سامان
کیوں نہیں کرتے میں نے کہا کہ ابھی ہارا تھکا آیا ہوں ذرا سستا لوں تو کچھ بندوبست
کروں وہ چلی گئی اور ذرا دیر بعد پھر آئی کہا اب کیا دیر ہے میں نے پھر وہی جواب دیا تیسری بار
پھر آئی اور بولی یہ کیا بات ہے گھوڑا ٹاپتا ہے اور تمکو کچھ فکر نہیں ناچار جو بات تھی میں نے سچ سچ
کہدی کہ کوڑی گرہ میں نہیں رہی اب گھوڑا یا ہتھیار بیچتا ہوں نوکری کیسے کرونگا اور یہ نہ کروں تو خرچ
کہاں سے لاؤں وہ چلی گئی اور دس روپیہ لاکر میرے حوالے کئے کہ لو یہ روپیہ میں نے
چرخہ کاتکر اپنے کفن و دفن کے لئے جمع کیا ہے آپکو قرض حسنہ دیتی ہوں جب خدا تمکو دے
ادا کر دینا غرض میں وہ روپیہ خرچ کرتا ہوا اودے پور پہنچا اور وہاں جھٹ نوکری مل گئی اور
کچھ ایسا فضل ربانی ہوا کہ پانچ ہی برس میں امیر کبیر بنگیا پھر تو حشم تھی گھوڑے سب

ٹھاٹ امیرانہ مہیا تھا گھر سے خط آیا کہ لڑکا جوان ہوگیا بیٹی والے بھی تقاضا کرتے ہیں جلد آنکر شادی کا
سامان کرو ناچار سے رخصت لیکر بڑے ٹھاٹ سے چلا اور ریواڑی کی طرف کوروانہ ہوا جب اوسی
سرائے میں اُترا تو کسبی کا حال دریافت کیا معلوم ہوا کہ وہ مہینہ بھر سے بیمار اور کوئی دم کی مہمان ہے
جب اُسکے پاس پہنچا تو میرے سامنے جان بحق ہوگئی تجہیز و تکفین کی اور اپنے ہاتھ سے اوسکو قبر میں
اوتارا اور دفن کرکے چلا آیا جب آدھی رات گذری تو خیال آیا کہ جیب میں پانچہزار کی ہنڈی تھی دیکھا
تو مدار و بڑی پریشانی ہوئی سوچتے سوچتے ذہن میں گذرا کہ ضرور اس قبر کے اندر ہنڈوی گری پلنگ
سے اُٹھ سیدھا قبرستان میں پہونچا اور قبر کھود ڈالی کیا دیکھتا ہوں کہ نہ وہاں میت ہے نہ ہنڈی
ہاں ایک طرف کو دروازہ سا نظر آیا اُس کے اندر چلا گیا نہایت پرفضا و دلکشا باغ نظر آیا اُس میں
ایک مکان عالیشان ہے فرش فروش سے آراستہ اور ایک عورت نہایت حسین و مہ جبین بیٹھی
ہے دل میں خیال آیا کہ آہا یہ تو کسی شاہزادی کا مکان ہے ایسا نہو کوئی مجھے روکے ٹوکے جھجک
کر قدم پیچھے ہٹایا ہی تھا کہ اُسکے گرد جو پرستارہ غلام دست بستہ کھڑے تھے ایک میرے پاس
آیا اور بلا کر لیگیا اب وہ عورت کہتی ہے کہ تم نے مجھکو پہچانا نہیں میں نے کہا نہیں کہا اجی میں
وہی تو ہوں جس نے تمکو دس روپیہ دئے تھے آج اوسکی بدولت اللہ تعالےٰ نے یہ عروج
مجھکو عطا فرمایا ہے لو یہ تمہاری ہنڈوی بھی موجود ہے جو قبر میں گر پڑی تھی اب دیر نکرو جلد چلے جاؤ
میں نے کہا در ایہاں کی سیر تو کرلوں وہ بولی کہ یہاں کی سیر قیامت تک بھی نکر سکوگے اتنی ہی
دیر میں دنیا کے اندر کیا سے کیا ہوگیا ہوگا بس تم جاؤ خبر میں اُسکے کہنے کے موافق چلا آیا شاید
کوئی تین گھڑی کا عرصہ لگا ہوگا قبر کے باہر نکلکر دیکھتا ہوں تو زمانہ کا رنگ ہی کچھ اور ہے نہ وہ نکیہ
نہ وہ سرائے نہ وہ آدمی نہ وہ بستی سرائے کی جگہ پر ایک شہر آباد ہے پہلا حال جس سے کہتا ہوں
وہ مجھکو دیوانہ بتاتا ہے اور کہتا ہے میاں خیر ہے کیسی سرائے اور کون امیر ؎

اے ہم نفس نہ پوچھ عبث یہ کہاں سرائے ✻ ہم ہیں مسافر اور جہان کاروں سرائے۔

آخر ایک آدمی نے مجھکو ایک بزرگ کے پاس لیچلا شاید اُن سے کچھ پتہ لگے وہ بڑا

معمر آدمی تھا میرا حال سُنکر اُسنے بحر تفکر میں غوطہ لگایا اور بہت تامل کے بعد کہا کہ ہاں کچھ کچھ مجھکو یاد ہے میرے دادا فرمایا کرتے تھے کہ اگلے زمانہ میں یہاں صرف ایک سرائے تھی اور اُس میں ایک کسبی آباد تھی ایک امیر آکر ٹھیرا اور اُس کسبی کا گورکفن کیا تھا مگر آدمی رات کو وہ بھی غائب ہوگیا تھا پھر اُسکا کچھ پتہ نہ لگا ہمارا ہی روپیٹ کر چلے گئے اسبات کو کوئی تین سو برس کا عرصہ گذرا ہوگا جب جب میں نے حال بیان کیا کہ وہ امیر میں ہوں تو لوگ میرے گرد جمع ہوگئے اور حیرت کرنے لگے اب مجھکو خبط سا ہوگیا نہ گھر ہے نہ در جاؤں تو کہاں جاؤں اور اس ہنڈوی کو کیا کروں شاہ صاحب نے کہا کہ بیشک وہاں کی ایک گھڑی یہاں کی ایک صدی ہوتی ہے اب بہت اچھا کو چلے جاؤ اور باقی عمر یاد الٰہی میں گذارو چنانچہ اُنکو خرچ دیکر مکہ معظمہ کو روانہ کردیا +

ایک روز ارشاد ہوا - کہ جب ہم پٹیالہ میں مولوی **فضل امام** صاحب سے پڑھتے تھے تب بھی فقیروں کی تلاش و طلب رہتی تھی اور ہمارا ایک ہم سبق بھی اس مرض میں مبتلا تھا سناکہ راجہ کے فیل خانہ میں ایک سالک مجذوب رہتے ہیں **جعفر شاہ** اُنکا نام ہے ہم دونوں جسوقت سبق سے فراغت پاتے اُنکی خدمت میں جاتے یوں ہی برس دن گذر گیا ایکدن ہمارے ہم سبق نے اُن سے کہا کہ حضرت آج تو سلطان الاذکار کی اجازت دیجئے اُسوقت جذب کی حالت تھی تین بار ران پر ہاتھ مارا اور کہا کہ جاؤ اجازت ہے تھوڑی دیر بعد اس طالبعلم کے بدن میں اثر ظاہر ہونے لگا پہلے تو کچھ لرزہ سا محسوس ہوا پھر وہ نفخۂ صور کی طرح بڑھتا گیا تمام جسم کے رونگٹے کھڑے ہوگئے ہم سے کہا کہ دیکھو مولوی صاحب کو اسبات کی خبر نہونے پائے اثنائے راہ میں ہر دن مونہہ سے خون ٹپکنے لگا بہرحال وقت اوسکو مکان پر لائے مولوی صاحب کو خبر ہوئی حکیم صاحب کو بلوایا کہا کہ اُسکے قلب پر صدمہ پہنچا ہے اور حرارت شدید ہے قرابہ کے قرابہ گلاب کیوڑہ کے پلا دئے مگر کچھ افاقہ نہوا ع مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی ہر رگ و پے سے ایک آواز نکلنے لگی گھنٹہ بھر کے بعد دونوں طرف کی شہ رگیں پھٹ گئیں اور وہ جاں بحق ہوئے گرخون اور آواز دلرزہ مند ہوا مولوی صاحب نے ہم سے

کہ اصل ماجرا کیا ہے ہم نے سارا حال کہہ سنایا مولوی صاحب نے فرمایا کہ میاں پہلے سے کیوں نہ کہا خیر اب کیا ہوتا ہے منظور خدا یہی تھا مرضیٔ مولا از ہمہ اولے غرض نہلا دھلا اور کفن پہنا جنازہ جعفر شاہ کے سامنے لیگئے اور مولوی صاحب نے کہا میاں صاحبزادے کیا کیا بولے میں کیا کروں تمھارے یہ دو منڈی روز آن کر مجھے ستاتے اور اُنگلی کرتے تھے آج میری زبان سے بھی ایک بات نکل گئی اب بیجاؤ مولوی صاحب نے کہا کہ حضرت خون کا بہنا اور بدن کا ہلنا تو بند ہو جائے فرمایا کہ بس صاحب یہ قیامت تک یوں ہی رہیگا ایسے شہیدوں کا کہیں خون بند ہوتا ہے آخر لیجا کر دفن کر دیا مولوی صاحب پھر جعفر شاہ صاحب کے پاس آئے اور ہماری طرف اشارہ کر کے کہا کہ اس لڑکے کو کہیں نہ مار ڈالنا بولے صاحب میں کیا کروں یہ روز آنکر چھیڑتے ہیں انکو منع کرو گو یہ واقعہ روبرو گذرا اور مولوی صاحب نے بھی منع فرمایا مگر ہم نے بھی اُن کے پاس کا جانا نہ چھوڑا وہ بھی ہمیشہ التفات فرماتے رہے ایکبار حضرت قبلہ غلام علیشاہ صاحب کے ایک خلیفہ آگئے ہم سے پوچھا کہ یہاں کوئی کامل فقیر بھی ہے ہمنے کہا کہ ہاں چلیے ہم اُنکو جعفر شاہ صاحب کے پاس لیگئے اور کہا کہ لو حضرت آج ایک اور شکار لایا ہوں فرمایا کہ اچھا بیٹھ جاؤ باتیں ہونے لگیں خلیفہ صاحب بولے کہ حضرت میرے لطایف جاری نہیں ہوتے آپنے کہا کہ نہیں ہوتے یہ کہکر اپنے ہاتھ کو چکر دینا شروع کیا اور کہنے لگے چل بے چل بے چل یہ کہنا تھا کہ خلیفہ جی قلب کو پکڑ کر لوٹ پوٹ ہو گئے ہمنے کہا کہ میاں صاحب کہیں انکو بھی مار ڈالو گے بولے کہ خوب ہوا جو تم نے یاد دلا دیا خیر آیندہ یوں مناسب ہے کہ ہمیشہ چپ چاپ ہمارے سامنے آکر بیٹھ جایا کرو خواہ ہم تمہاری جانب متوجہ ہوں یا نہوں ہمنے کہا کہ ہاں یہی طریقہ تعلیم کا ہے غرض اُن خلیفہ صاحب کو تعلیم فرما کر رخصت کیا لیکن نقشبندیوں کے کام کے تو وہ رہے نہیں جنگل باشی ہو گئے۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ جب ہمارے والد ماجد کا رسالہ دہلی سے تبدیل ہو کر لکھنؤ میں پہنچا اُسی دن صبح کے وقت شیخ امان اللہ جن کی عمر ساٹھ ستر برس سے کم نہ ہوگی جنگل میں رفع حاجت کے لئے گئے ایک بوٹی میں سفید پھول دیکھا بیٹھے بیٹھے توڑ لیا اُسی وقت دو ہرا

نکل آیا اُسکو بھی توڑ لیا غرض سات پھول نکلے اور ساتوں توڑ لیے ان آثار سے تاڑ گئے کہ ہو نہو یہ اکثیر کی بوٹی ہے جب قضائے حاجت کر چکے تو بوٹی کو اُکھیڑ مع پھولوں چٹ کر گئے مکان پر آئے تھوڑی دیر گذری تھی کہ جسم سوجنے لگا دو پہر میں دُم سُم ہو گئے انگریز کو خبر پہونچی ڈاکٹر آیا سب قصّہ سُنایا اُسنے پوچھا کہ کچھ تکلیف تو نہیں معلوم ہوتی کہا کچھ نہیں بلکہ دل کو ایک فرحت سی ہے اُسنے کہا کہ ابھی علاج کی کچھ ضرورت نہیں شام تک دیکھنا چاہیے جب ظہر کا وقت ہوا تو جسم پھٹا اور اُسکے اندر سے ایک گابھا سا نکل آیا آدمی دوڑے ڈاکٹر صاحب کو لائے اُسنے اُس گابھے کو رُئی کے پہلوں میں رکھوا دیا اور غذا کے لیے مرغ کا شوربا تجویز کیا بعدہٗ ایک بُلّاب دیا جس میں سیاہ مُندے نکلے ہفتہ بھر میں نہایت صاف و سُرخ و سفید جسم ہو گیا یہ تماشا دیکھکر سب آدمی حیران ہو گئے یا تو شیخ امان اللہ ساٹھ برس کے سفید ریش بوڈھے تھے یا پندرہ برس کے نوجوان سبزہ آغاز بن گئے سبحان اللہ ذرا سی بوٹی میں یہ تاثیر ؎

کیسی کیسی ہے عناصر میں بھی صورت بازی × شعبدے لاکھ طرح کے ہیں انھیں چار و نمیں
یہ جہاں ہے عجب تماشا گاہ × ہر تماشا یہاں نیا دیکھا۔

پھر انگریز نے حکم دیا کہ اُس بوٹی کو تلاش کرو تمام لشکر جستجو کے لیے دوڑ پڑا سارا جنگل چھان ڈالا کسیکو پتہ نہ ملا اس تلاش میں لوگوں کا عجب حال ہوا جہاں کسی بوٹی میں سفید پھول دیکھا اور توڑ کر کھا گئے ایک شخص کی جو شامت آئی تو ایسی بوٹی کھا گیا کہ اُسکے اثر سے تمام دانت گر پڑے +

ایک روز ارشاد ہوا کہ جب مولوی فضل امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہو گیا تو ہمارا دل بہت گھبرایا پڑھنا ترک کر کے وطن کو چلے گئے اُس زمانہ میں ہماری عمر اٹھارہ برس کی تھی حضرت والد نے پھر اپنے پاس دہلی میں بُلا لیا اُنکی خدمت میں رہنے لگے چند روز کے بعد ایک فقیر صاحب پنجاب سے تشریف لائے اور ایک سوداگر کے مکان پر ٹھیرے ہماری ملاقات بھی اُن سے ہو گئی چھ مہینے بعد فقیر صاحب کا بیٹا پنجاب سے آیا اور کہا کہ ہمشیرہ کی شادی ہے چلیے وقت روانگی سوداگر نے

ایک ٹٹو اور سو روپیہ نقد ایک عمدہ جوڑہ کپڑوں کا اور کچھ زیور اُنکی بیٹی کیواسطے دیا فقیر صاحب بہت خوش ہوئے
سوداگر سے سیر بھر آنولہ سا رگندھک منگواتی اور لیکر ہمارے مکان پر آئے اور کہا کہ هَلْ جَزَاءُ
الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ اُس سوداگر نے ہمارے ساتھ سلوک کیا ہے ہم بھی اسکا بدل کرنا
چاہتے ہیں ہمکو جنگل میں اپنے ساتھ لے گئے اور ایک بوٹی کا عرق گندھک میں ڈال کر پیارہ
دھوپ میں رکھدیا گھنٹہ بھر میں تیل نکل آیا وہ تیل لاکر سوداگر کے حوالہ کیا کہ بوتل میں بند کرکے بچھا لت
رکھو تمہارے کام آئیگا پھر فقیر صاحب تو اپنے وطن کو چلدئے سوداگر نے تیل ایک کُپّی میں
بھر کر اُسی حجرہ میں لٹکا دیا جہاں وہ میاں صاحب رہا کرتے تھے سال بھر کے بعد میاں صاحب
آئے تیل کی کیفیت پوچھی دیکھا تو تیل کُپّی کو پھوڑ کر نکل گیا تھا اور قدرے زمین تر تھی بہت افسوس
کیا ہمارے پاس آئے اور شکایت کرنے لگے کہ دیکھو اُس بیوقوف سوداگر نے کیسی بیقدری
کی ہے آؤ اُسکو کچھ تماشا دکھائیں ہم نے کہا میاں صاحب آپ بدنام ہوجائیں گے اور
یہاں سے بھاگنا پڑیگا لیکن اُنہوں نے نہ سُنا آخر دو بڑی بڑی دیگیں منگوائیں اور کہا حضرت
غوث الاعظم رحمۃ اللہ کی گیارہویں کرتا ہوں وہ مٹی کھودی جسپر تیل گرا تھا کچھ پانی میں گھولکر دیگوں
پر مل دی اور باقی دریائے جمن میں پھنکوا دی جب دیگوں کے نیچے آگ دی گئی تو ایک دیگ
سفید خاکستر ہوکر بیٹھ گئی اور دوسری خالص کندن بنگئی وہ خاکستر کہ تمام اکسیر اعظم تھی دریا میں
ڈالکر بھاگ گئے دیگ والیکو خبر ہوئی اس نے سرکار میں اپنی دیگ کا دعویٰ پیش کیا انگریز نے
سوداگر سے حال پوچھا اُسنے تمام قصہ سُنایا حاکم نے مدعی سے سوال کیا کہ تمہاری دیگ کا ہے کی تھی کہا
تانبے کی تب حاکم نے کہا کہ یہ دیگ تو سونے کی ہے پھر تم کیسا دعوے کرتے ہو سوداگر کی قسمت
سے سونے کی بنگئی اب بجز اسکے کچھ نہیں ہوسکتا کہ پرانی دیگوں کے عوض نئی لے لو چنانچہ سوداگر نے
نئی دیگیں دلوادیں بہت سے فقیر اُس دیگ کی خاکستر کا حال سُنکر آئے جب معلوم ہوا کہ دریا بُرد ہوگئی
تو اپنا سر پیٹ لیا کہ ہائے ڈیڑھ من اکسیر جاتی رہی بعد اس مقدمہ کے والد نے نسم سے دریافت کیا
کہ فقیر صاحب یہ نسخہ کیا تمکو بتلا گئے ہیں میں نے عرض کیا کہ ہاں وہ تیل تو میرے ہی ہاتھ سے بنوایا تھا

ایک اس نسخہ کی اور ایک درود مستغاث کی اجازت مجھکو دی ہے حضرت قبلہ گاہی نے فرمایا کہ خبردار تم ہرگز نہ کرنا متوکل رہنا ورنہ کہیں گرفتار ہو جاؤ گے اُس روز سے ہمکو تو خیال بھی اسبات کا نہیں ہوا ہمیشہ توکل پر گذران رہی۔

ایک روز ارشاد ہوا - کہ جب ہماری والد کا رسالہ لکھنؤ سے تبدیل ہو کر نصیر آباد کی چھاؤنی میں پہنچا تو کرنیل نے بُلا کر اُن سے کہا کہ سب آدمیوں کو ہوشیار کر دو۔ اس پریٹ پر ایک بڑا موذی سانپ رہتا ہے جسکو کاٹتا ہے کھوپری پھٹ جاتی ہے والد نے سب لشکر والوں کو آگاہ کر دیا یہ خبر سُنکر ہمارے چچازاد بھائی **میر عباس علی** صاحب نے جو سواروں میں نوکر تھے والد سے عرض کیا کہ ارشاد ہو تو اُس سانپ کو پکڑ دوں اور ایک تماشا ایسا دکھاؤں کہ کسی نے تمام عمر نہ دیکھا ہو نہ سُنا مگر آپ جرنیل صاحب سے اجازت لے دیں اور جو شے اُن سے طلب کروں وہ بلجائے والد نے جرنیل صاحب سے اونکی درخواست بیان کی کہا کہ بہت اچھا رسالدار ضرور اُس موذی کو پکڑوا دو کہ اُسنے چار آدمی مارے ہیں اور **میر عباس علی** کو بُلا کر کہا کہ جو تم مانگو کے ہم دینگے اور اگر کہو تو اس تماشے میں اور صاحب لوگوں کو بھی بُلائیں میر صاحب نے کہا کہ بہت اچھا جس صاحب کو جی چاہے بلا بھیجے اور پانچ من دودھ اور دو من کھانڈ اور سو کونڈے منگا دیجے اور اتوار کا دن اس تماشے کے لئے مقرر کیجے غرض اتوار کے دن سب سامان موجود ہو گیا پریٹ کے گرد پریٹ کے گرد سارا لشکر چاروں رستے چھوڑ کر کھڑا کیا گیا ایک طرف انگریز بھی جمع ہو گئے کونڈوں میں دودھ اور کھانڈ ڈالی گئی اور اُن کے بیچ میں ایک چوکی نہایت پر تکلف بچھائی گئی اسپر ایک پیالہ چینی کا دودھ سے لبریز ریشمی رومال سے ڈھککر رکھدیا **اب میر عباس علی** صاحب نے چوکی کے پاس کھڑے ہو کر جیب سے بانسری نکالی اور بجانے لگے تھوڑی دیر بعد سانپوں کی آمد شروع ہوئی ہزارہا قسم کے سانپ جُدا جُدا ٹولیاں بنائے ہوئے آئے سر جھکا کر میر صاحب کو سلام کیا اور قرینہ بقرینہ کھڑے ہو گئے سب سے پیچھے ایک سانپ آیا اہ اہ ہمیشہ نہایت خوبصورت سنہرا رنگ ڈیڑھ بالشت کا قد ایک بڑے موٹے تازے رحمتہ اللہ علیہ کے مزار سے چاروں طرف بیس بیس تیس تیس سانپ جلوہ میں تھے جب قریب آیا تو سب کا باپ جو بالفعل ہاتھ میں

سلام کیا پھر اُس سانپ نے سواری سے اُتر کر بھائی صاحب کو سلام کیا اُنہوں نے چوکی پر بیٹھنے کا اشارہ کیا وہ کود کر جا بیٹھا جرنیل صاحب نے دریافت کیا کہ یہ کون ہے بھائی صاحب نے بتایا کہ یہ سانپوں کا بادشاہ ہے اور کلی ناس اسی کو کہتے ہیں جرنیل صاحب نے کہا اب اسکو دودھ پینے کی اجازت دیجئے بھائی صاحب نے پیالہ سے رومال اُتار کر کہا دودھ پیو سب پینے لگے بادشاہ بھی نازو انداز سے ایک ایک گھونٹ پیتا اور چاروں طرف سر اُٹھا کر دیکھتا جاتا تھا جب سب سانپ پی چکے اُسنے بھی بس کی بھائی صاحب نے ریشمی رومال سے بادشاہ کا مُنہ صاف کیا اور کہا کہ میں نے آپکو تکلیف اس لئے دی ہے کہ آپ ہمارے چور کو جو چار آدمی مار چکا ہے گرفتار کر دیں اُس نے اردلی کے سانپوں کی طرف دیکھا وہ دوڑے اور ایک سبز رنگ سانپ کو پکڑ لائے اسکے آتے ہی پندرہ بیس سانپ ایک گروہ میں سے نکلکر آئے اور بھائی صاحب کے قدموں پر آگرے گویا کہ وہ اپنے رشتہ دار کی سفارش کرتے ہیں بھائی صاحب نے کہا چلے جاؤ اس بدمعاش کو بے سزا دئے نہ چھوڑیں گے اُسکے بعد جیب سے ایک رومال نکالا اور کہا کہ دیکھو آیندہ جو ایسا کام کریگا یہی سزا پائے گا یہ کہکر رومال کی ایک دہجی پھاڑی سانپ بھی اُسیدم سر سے دُم تک چر گیا پھر ہر ایک گروہ سانپوں کا سلام کرتا ہوا اپنے اپنے مسکن کو چلدیا جرنیل صاحب اور تمام انگریز اور لشکر کے سپاہی اس عجیب و غریب تماشے کو دیکھکر حیران رہ گئے جرنیل صاحب نے اُسکے صلہ میں بھائی صاحب کو انعام دینا چاہا اُنھوں نے انکار کیا جرنیل نے یہ تجویز کی کہ ہم لندن کو لکھتے ہیں وہاں سے تمکو اسکا صلہ ملیگا وہ بولے کہ یہ کون سی بہادری ہے کہیں سمعرکہ میں بیٹھکر تلوار کی باکوئی ملک فتح کرا دیا انعام مجھکو ملتا ہے میں ہرگز راضی نہیں اس میں تو میرا اور بھی ہتک ہو لوگ طعنے دیں گے کہ انگریزی لشکر میں سپیرے نوکر ہیں [redacted] کے کرتب پر انعام ملتا ہے اسبات کو سُنکر ہمارے والد اور سب انگریز افسر بہت خوش ہوئے اور جرنیل صاحب بھی اُسوقت تو چپ نئی دلیں دلوادیں مگر چار مہینے بعد اُنکو جمعدار کر دیا اور ہمیشہ اُن کی ترقی کا خیال رکھا - ایک دن ہم نے تو اپنا سر پیٹ لیا کہ ہ افت کیا کہ تمھیں یہ بات کسنے سکھلائی کہا ایک بنگالی فقیر ہمارے مکان کہ فقیر صاحب یہ نسخہ کیسے نے کہا کہ میاں صاحب آپ کہانا یہاں کھایا کیجئے اور کہیں بھیک نا مانگئے

وہ راضی ہوگیا اور میرے پاس رہنے لگا چھ مہینہ بعد اُسنے جانے کا ارادہ کیا اور مجھے حبس دم اور یہ منتر تعلیم کر گیا اب میں ان دونوں کا حامل ہوں وہ منتر یہ ہے اَرْبَعَ حَبَّاہُ مُعَطَّلًا ھٰذِیْ قَطَعَ صَنَعًا اگر یہ حبس دم میں یہ کامل تھے مگر اتفاق سے ایک دن پریٹ کی مسجد میں حسب عادت دو بجے رات سے چار بجے تک حبس دم کیا اور خشکی کی زیادتی سے اُتار نہ سکے صبح کو تلاش ہوئی دیکھا کہ مسجد میں بے دم پڑے ہیں والد بزرگوار چارپائی پر ڈال کر لے آئے چونکہ ایک زمانہ میں ہمنے بھی حبس دم کیا تھا اور بھائی صاحب کے راز سے آگاہی تھی اس لئے تدبیر کی گئی اور سقہ کو بلا کر تین مشکیں اُن کے سر پر چھوڑوائی گئیں اک بارگی اُٹھ بیٹھے اور کہنے لگے کہ بہت ہی اچھا ہوا جو میں نے اپنا راز تم سے کہدیا تھا ورنہ چچا صاحب تو گاڑ داب آتے۔

ایک روز ارشاد ہوا۔ کہ ہمارے والد کے رسالہ میں ایک نئے کرنیل صاحب بدلکر آئے اُن کے ملازموں سے معلوم ہوا کہ کرنیل صاحب صرف نوکری کے وقت باہر جاتے ہیں ورنہ رات دن اپنے کمرہ میں تنہا اوچُپ چاپ بیٹھے رہتے ہیں نصف تنخواہ تو میم کو دیتے ہیں اور نصف خدا کے نام خیرات کر دیتے ہیں رفتہ رفتہ ہمارے والد سے بہت ربط بڑھ گیا ایکدن کہا کہ رسالدار صاحب آپکی نسبت ذوق وشوق میں بہت بڑھی ہوئی ہے مگر توحید کی بو بھی نہیں یہ بات سُنکر والد ہوشیار ہوگئے کمرہ سے باہر آنکر کہنے لگے کہ بھلا بچہ تیری توحید دیکھنی ہے چونکہ حضرت کی نسبت قوی اور بڑے زور کی تھی تین چار دن میں ایسی غالب آئی کہ کرنیل صاحب پر بھی ذوق وشوق طاری ہوگیا یہاں تک کہ کمرہ میں تنہا بیٹھے رویا کرتے تھے ایک روز والد نے پوچھا کہ صاحب اب وہ توحید کہاں گئی جواب دیا کہ رسالدار صاحب ہم نہیں جانتے آپنے کیا کر دیا اب ہمارا جی رونے ہی میں لگتا ہے آپکی نسبت نہایت زبردست ہے +

ایک روز ارشاد ہوا۔ کہ جب والد کا رسالہ نصیر اباد کی چھاؤنی میں تھا تو ہم اور والد ہمیشہ پنجشنبہ کے دن عصر کے وقت حضرت خواجہ **معین الدین** چشتی رحمتہ اللہ علیہ کے مزار پر حاضری جایا کرتے تھے اُس زمانہ میں ولی عہد روس یعنی الگزنڈر اوّل اس زار کا باپ جو بالفعل ہمارے

تخت نشین ہے وہاں کشمیری فقیر کے بھیس میں موجود تھا بہت لوگ اُس کے مُرید بھی
ہو گئے تھے ہمارے والد بھی کبھی کبھی اس کے پاس تشریف لیجاتے مگر پہلی ہی ملاقات میں
فرما دیا تھا کہ یہ شخص نصاریٰ ہے اور فقیری کا صرف بھروپ بھر رکھا ہے چھ مہینے میں ایسی
محبت بڑھی کہ اگر والد ہفتہ میں ایکبار اُس سے نہ ملتے تو آدمی بھیجکر بُلاتا اسی عرصہ میں ایک
اشتہار صدر سے کمشنر اجمیر کے پاس آیا جس میں لکھا تھا کہ عرصہ دو سال سے ولیعہد
روس گھر چھوڑ کر نکلا ہے کہیں پتہ لگے تو اطلاع دو اسکے ساتھ شہزادہ کی تصویر بھی تھی مخبر بھی غضب کے
ہوتے ہیں کسی نے پتہ لگا لیا اور کمشنر کو خبر دی کہ شہزادہ فقیری بھیس میں حضرت کی خانقاہ کے
اندر موجود ہے کمشنر صاحب اوّل بطور سیر آئے اور اُس کشمیری فقیر کو تصویر سے مطابق
کیا تو سرمو فرق نہ پایا دوسرے دن تمام انگریز معہ رسالہ اور پلٹن کے درگاہ شریف میں آئے
اور فقیر کے سامنے ٹوپیاں اُتار کر کھڑے ہو گئے بولا بابا خیر ہے انگریزوں نے کہا کہ آپ ولیعہد
روس ہیں چھاؤنی میں تشریف لے چلئے پہلے تو انکار کیا لیکن جب تصویر دکھائی تو مان گیا
اور ساتھ ہو لیا لشکر نے سلامی اُتاری بڑی تعظیم ہوئی شہر میں روشنی کرائی گئی مُلک روس کو
خبر گئی کہ شہزادہ ملگیا وہاں سے جہاز لینے کو آئے اکیس روز بعد اجمیر سے روانہ ہو گیا اس
عرصہ میں ایکدن ہمارے والد کو بُلا کر دو تین گھنٹہ تک باتیں کیں اور بہت کہا کہ ہمارے ساتھ
چلئے اپنے باپ سے کہکر آپ کو بڑا عہدہ دلاؤنگا والد نے کہا کہ بھلا میں اپنے بال بچوں کو چھوڑ کر کہاں
جاؤں گذران کے لئے یہ تنخواہ بھی کافی ہے شہزادہ نے کہا اچھا آپ اپنے بال بچوں کو بھی ساتھ
لے چلئے خرچ ہمارے ذمہ رہا اور اگر یہ بھی منظور نہ ہو تو چھ مہینے ہمارے پاس رہا کیجئے اور چھ مہینے اپنے
بال بچوں میں اور اس آمد رفت کا خرچ میں دونگا تنخواہ آپ کی اس کے علاوہ رہی ہر چند شہزادہ نے
سمجھایا مگر والد راضی نہ ہوئے جب شہزادہ اپنے ملک میں پہنچ گیا تب بھی جرنیل صاحب کو چٹھی لکھتی
کہ **میر احمد علی** صاحب رسالدار سے ہمارا سلام کہدو اگر اب بھی وہ آنا چاہے تو روانہ کر دو جرنیل
نے بلا کر کہا کہ شہزادہ تم پر بڑا مہربان ہے تم چلے کیوں نہیں جاتے ہم تو ذرا سا بھی سہارا

ملاقات شاہ امیر الدین

پاتے تو فوراً چلے جاتے معلوم نہیں تم سے کیوں اسقدر خوش ہے بار بار [illegible] ہے ہمارے نزدیک اگر مستقل طور پر نہیں جاتے تو بطور سیری چلے جاؤ رخصت دلا دینا ہمارا کام ہے مگر دل نے جانیکا ارادہ نہیں کیا

ایک روز ارشاد ہوا کہ میاں امیر الدین شاہ صاحب چشتی نظامی صاحب کشف اور آزاد وش آدمی تھے اُن سے باہری میں ملاقات ہوئی تھی نہایت مہربانی سے ملتے رہے ایکدن جذبہ میں آکر بڑے زور و شور کی توجہ ہمیں دی بعد توجہ بولے کہ بل بہ تیرا خوصلہ اسوقت اگر ستوں آہنی بھی ہوتا تو ریزہ ریزہ ہو جاتا مگر تم کو جنبش نہ ہوئی تم کوئی بلا نوش ہو تمھارا پردہ پڑا ہوا ہے اُس توجہ سے ہمارا قلب آئینہ ہو گیا تھا اور پانسو کوس تک کی چیز ہر وقت پیش نظر رہتی تھی۔

دکھلا رہی ہے دل کی صفائی جہاں کی سیر × کیا آئینہ لگا ہوا اپنے مکاں میں ہے

میاں صاحب نے ایک دوا بھی (از قسم کشتہ) ہمکو تین دن کھلائی تھی جسکا اثر اٹھارہ برس تک رہا جب عرب میں ہمنے ہیضہ

ایک روز ارشاد ہوا کہ جب ہم اول بار پانی پت میں آئے تھے تو اس زمانہ میں جمعیت شاہ کابل باغ والے زندہ تھے انکی خدمت میں اکثر جانے کا اتفاق ہوا پہلے روز جو ہم گئے تو وہ پتھر لیکر دوڑے ہم نے کہا کہ سنو میاں صاحب نہ کوئی دین کی غرض نہ دنیا کا مقصد ہم تو آپکو مرد خدا سمجھکے چلے آئے ہیں اگر مرضی نہیں تو ہم جاتے ہیں خیر آپکی زیارت ہو گئی آخر سید ہے ہو گئے پاس بلایا حال پوچھا اور ہر روز آنے کی اجازت دی۔ ایک دن کا ذکر ہے کہ قاری نجیب اللہ صاحب کے والد مرحوم مٹھائی لیکر پہونچے اور کہا کہ میاں مردان شاہ نے نذر بھیجی ہے اور عرض کیا ہے کہ اگر اجازت ہو تو کل قدمبوسی حاصل کروں جمعیت شاہ بڑے خفا ہوے شیرینی پھیر دی اور کہا کہ اُنکو کہدینا اپنی کوہ پھاند وہیں رکھو ورنہ پتھروں سے سر پھوڑ دوں گا شیرینی کھلانی ہو تو حاجی صاحب کو کھلاؤ یہاں اسکا کچھ کام نہیں غرضکہ شاہ جی بڑے بے لاگ اور تارک آدمی تھے یہ بات بھی مشکل ہے +

ایک روز ارشاد ہوا ہم پانی پت میں امام بدر الدین رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر گئے تھے کرنال کی سڑک پر دیکھا کہ ایک انگریز بگھی میں سوار چلا آتا ہے ہمنے سلام کیا اُسنے بگھی تھام دی اور ڈنڈا ہاتھ میں لے

جمعیت شاہ کابل والے

نیچے اُتر پڑا ہمنے کہا کہ خدا خیر کرے پاس آنکر پوچھا کہ تم نے کیوں سلام کیا ہمنے کہا صاحب آپ حاکم ہیں اور ہم محکوم اس لئے رسم تعظیم ادا کی بولا نہیں صاحب ہم بھی سرکاری رعایا ہیں اور تم بھی سب برابر ہیں ہمنے کہا کہ صاحب ہمارے نزدیک تو تمہاری قوم کا ہر آدمی سرکار ہے پھر اُسنے جیب میں ہاتھ ڈالا تو کچھ نہ تھا خان ساماں سے مانگا اُسنے جواب دیا کہ دہلی کی ہنڈوی کے سوا اور کچھ نہیں تب بولا کہ اسوقت روپیہ ہمارے پاس نہیں سلام کے بدلے ہم بھی سلام کرتے ہیں سلام سلام سلام اُس کے بعد سڑک کے کنارے بیٹھ گیا اور ہمکو بھی بٹھالیا پوچھا پانی کس کنوے کا اچھا ہے ہمنے اونچے کنوے کا پتہ دیا وہاں سے پانی منگایا اور کھانا کھانے لگا ہمارے واسطے خانساماں سے کھانا مانگا ہر چند انکار کیا مگر نہ مانا ناچار ہم بھی کھانے لگے اور حال دریافت کیا تو کہا کہ میرا بڑا بھائی پشاور میں حوالدار اور میں پنجہ کی چھاؤنی میں کرنیل ہوں بھائی سخت بیمار تھا اُسکو دیکھنے گیا تھا خدا کے فضل سے آرام ہو گیا اب میں اپنی چھاؤنی کو جاتا ہوں ہمنے پوچھا کہ صاحب آپکے بھائی نے کچھ سلوک بھی کیا بولا اجی لاحول ولاقوۃ آپنے یہ کیا فرمایا ہم اسواسطے نہیں گئے تھے تنخواہ تھوڑی سہی مگر ہم ارادہ دینے کا رکھتے ہیں نہ لینے کا اگر ہم ذرا بھی اس بات کا اشارہ پاتے تو اُسکی صورت سے بیزار ہو جاتے۔

گدا دستِ اہلِ کرم دیکھتے ہیں ✕ ہم اپنا ہی دم اور قدم دیکھتے ہیں

پھر ہم سے کہنے لگا کہ ول پاوری صاحب ہمارے ساتھ چلو ہم بہت آرام سے آپکو رکھیں گے اور پھر یہیں پہنچا دیں گے اور آپکے گھر کے لئے خرچ بھیجتے رہیں گے جب وہ زیادہ در پے ہوا تو ہمنے یہ کہکر پیچھا چھوڑایا کہ صاحب ہماری والدہ ضعیفہ ہیں اُنکی خدمت اور خبر گیری کے لئے کوئی نہیں ہمکو معاف رکھئے۔ ایک روز ارشاد ہوا کہ سید اعظم علیشاہ صاحب قبلہ کے ہمراہ راجپور جانے کا اتفاق ہوا کپتان کے مکان پر ٹھیرے اُنکو افیون کی دھت تھی ہر دم پنک میں رہتے اور رات کے بارہ بجے کھانا کھاتے پھر آم چوستے چوستے دو بجے سونا ملتا صبح کی نماز قضا ہو جاتی ہماری طبیعت گھبراتی ناچار ہمنے یہ تدبیر کی کہ جسوقت مؤذن عشاء کی آذان دینے کھڑا ہوا تو ہم نے سکھادیا کہ اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ بھی کہدے اُسنے ایسا ہی کیا کپتان صاحب پنک [illegible] نکے

ارے میاں جلد کھانا لاؤ آج تو صبح ہی ہوگئی کھانا آگیا جب کھا پی چکے تو ٹن ٹن دس بجے کپتان صاحب بولے ہیں یہ کیا نو بجے صبح کی آذان کسنے کہدی موذن بلایا گیا اُسنے کہدیا کہ حضور مجھسے تو مولوی **غوث علی** صاحب نے فرمایا کہ تو اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ اسی وقت پڑھدے میں نے اُن کے کہنے کے موافق کیا ہے کپتان صاحب ہماری طرف مخاطب ہوئے ہم نے کہا کہ صاحب بارہ بجے تک بھوک کے مارے آنتیں قل ہو اللہ پڑھتیں ہیں پھر دو بجے سوتے ہیں تو صبح کو آنکھ نہیں کھلتی بجز اس بات کے کوئی چارہ نہ دیکھا کپتان صاحب نے اُسیوقت اپنے آدمیوں کو بلا کر حکم دیا کہ انکو آٹھ بجے کھانا کھلا دیا کرو +

ایک روز ارشاد ہوا کہ ہم سونی پت میں میر **اعظم علی شاہ** صاحب قبلہ کے ہمراہ قلعہ کی مسجد میں رہتے تھے ایکدن فریزر صاحب رزیڈنٹ دہلی تشریف لائے اُسوقت میر صاحب مکان کے اندر تھے ہم سے پوچھا کہ یہ کس کا مکان ہے ہم نے کہا کہ ایک پرزادہ کا صاحب نے کہا کہ پیرزادی تو ٹھگ ہوتے ہیں ہم نے کہا کہ ہاں صاحب ہوتے ہوں گے یہی گفتگو تھی کہ میر صاحب تشریف لائے صاحب نے پوچھا یہ کون ہیں ہم نے کہا صاحب یہ وہی ٹھگ ہیں جن کا مکان ہے بولے نہیں نہیں یہ تو پادری صاحب ہیں اور ہمکو اشارہ سے منع کیا کہ وہ بات اُن سے نہ کہو پھر میر صاحب کا مزاج پوچھا اور پانچ روپیہ نذر دئے دوسرے دن بڑے تکلف سے دعوت کی اور جب تک وہاں قیام رہا ہر روز میر صاحب کے سلام کو آتے رہے پھر دہلی کی جانب کوچ کیا نہایت خلیق و خوش مزاج انسان تھا ؎

حافظا گر وصل خواہی صلح کن باخاص و عام ✻ با مسلماں اللہ اللہ با برہمن رام رام

ایک روز ارشاد ہوا کہ جب اوّل مرتبہ ہم پیران کلیر گئے ہیں تو دو وقت کا فاقہ ہوا ہم نے مخدوم صاحب کے مزار پر جاکر کہا کہ حضرت اپنے تو عمر بھر گولریوں پر گذران کی کیا ہمکو بھوکا ہی مارینگے غور سے جو دیکھا تو قبر کو ایک سیاہ سانپ لپٹا پڑا تھا خیر ہم اپنا حال کہکر چلے آئے تھوڑی دیر میں ایک خادم کھانا لایا اور عذر و معذرت کرنے لگا کہ میں بھول گیا تھا آپ معاف

کریں غرض وہاں سال بھر رہنے کا اتفاق ہوا ایک بار تمام خادمان درگاہ حضرت عبدالقدوس گنگوہی کے عرس میں چلے گئے تھے وہاں سوائے ہمارے اور کافر شاہ مجذوب کے کوئی نہ تھا وہ عارضہ اسہال میں مبتلا تھے ایک دن ہم سے کہا کہ اب میرا وقت قریب آگیا ہے میرا بدن اور کپڑے سب ناپاک ہیں کپڑے تو تالاب پر دھولاؤ اور مجھکو نہلا دو ہم نے کپڑے دھو دئے اور اُن کو خوب نہلا دیا بعد نماز مغرب چادر تان کر لیٹ گئے اور اسلام علیکم کہکر جاں بحق ہوئے اس زمانہ میں مزار کے آس پاس بہت جنگل تھا ہم اُنکی نعش کی نگہبانی کرتے رہے جب آدھی رات گذری تو خیال آیا کہ اب نعش کو تنہا چھوڑتے ہیں تو خوف ہے کہ کوئی جانور نہ کھا جائے اور نہیں جاتے تو نماز قضا ہوتی - ہم اسی فکر میں تھے کہ وہ مجذوب الا اللہ کہکر اُٹھ بیٹھے ہمنے لاحول پڑھی اور اپنا ڈنڈا سنبھالا کہ شاید کوئی بھوت لاش کے اندر حلول کر گیا مارنے کا ارادہ کیا تھا کہ وہ گھبرا کر بولے میاں غوث علیشاہ خبردار کوئی جن بھوت نہیں ہیں تو وہی کافر شاہ ہوں تم جو متردد تھے اس لئے میں سرکار سے دوپہر کی رخصت لیکر آیا ہوں اب تم جاؤ نماز پڑھو میں دو گھڑی دن چڑھے مرونگا خیر ہم نے لٹھ رکھدیا اور اُن سے باتیں شروع کیں - اوّل تو ہم نے پوچھا کہ آپ ہیں کون - دوسرے یہ کہ آپکو فیض کہاں سے ہوا تیسرے یہ کہ مرنے کے بعد کیا گذری - جواب دیا کہ میں شاہزادہ ہوں تیموریہ خاندان سے اویسی فیض باطنی مجھکو حضرت مخدوم علی احمد صابر کی روح پُرفتوح سے ہوا ہے اور وہاں کا حال مختلف ہے مجھ پر خیر گذری زیادہ حال گفتنی نہیں تم جب آؤ گے خود معلوم کر لو گے - اب جاؤ نماز پڑھو دیر ہوتی ہے مگر اشراق پڑھکر چلے آنا ہم ٹھیک وقت پر آپہنچے تو بولے کہ لو اب ہم جاتے ہیں تم کفن دفن کا کچھ فکر نہ کرنا مولوی قلندر صاحب جلال آبادی - تمہیں وہ طالب علم ہیں اُن کے ہمراہ ہیں وہ تمہارے شریک حال ہو جائیں گے دو چادریں اُنکی اور ایک ہماری ان میں لپیٹ کر دفن کر دینا اور میری قبر مخدوم صاحب کے انداز بنانا - پھر بولے کہ اب انگوٹھوں میں سے جان نکلگئی اب ٹخنوں میں آئی ہے اب گھٹنوں میں اب کمر میں اب سینہ میں اب حلق میں السلام علیکم کہا کہکر رخصت ہوئے

تھوڑی دیر میں مولوی صاحب بھی تشریف لے آئے اور بموجب وصیت اُنکو دفن کردیا پھر ہمنے تمام حال مولوی صاحب سے بیان کیا بہت دیر تک متحیر رہے اور کہنے لگے کہ حقیقت میں یہ فقیر اپنے فن کا پورا تھا +

ایک روز ارشاد ہوا۔ کہ ہم اور کمبل پوش دلی سے پیران کلیر کو چلے اُن دنوں گنگا اشنان کرنے والے بھی ہردوار کو جارہے تھے اثنائے سفر میں ایکدن میں نے کمبل پوش سے کہا کہ یار بھوک لگی ہے کہیں کھانا کھاویں اُسنے کہا کہ اگر تم میرے چیلے بن جاؤ تو میں ابھی حلوا پوری کھلاتا ہوں میں نے کہا اچھا اُسنے مجکو تو چیلا بنالیا اور خود ایک غرقی لنگوٹی باندھ بھبوت مل سڑک کے کنارے بیٹھ گیا جسیم آدمی ڈاڑھی صفاچٹ خاصہ پرم ہنس معلوم ہونے لگا اتفاقاً ایک بیکانیر کا امیر اس طرف سے گذرا کمبل پوش ہاتھوں سے اشارہ کرکے این این کرنے لگا ہم سے پوچھا کہ بابا کیا چاہتے ہیں ہمنے کہدیا کہ کھانا مانگتے ہیں مگر انکو حلوا پوری مرغوب ہے لیکن اپنے ہاتھ سے نہیں کھاتے اسنے فوراً طیار کرایا۔ ایک کونڈے میں حلوا اور بہت سی پوریاں نذر کیں وہ پھر این این کرنے لگا پوچھا کہ کیا کہتا ہے میں نے کہا کھلانے کو کہتا ہے اُسنے کہا کہ خدا جانے کتنی دیر میں کھائیگا ہماری منزل کھوٹی ہوتی ہے مہربانی کرکے تم اسکو کھلادو اتنا کہکر خود تو چلدیا اور ہم دونوں نے کنوے کے کنارے بیٹھکر حلوا پوری کھایا اللہ یبارک لا یخصل الا الذکر کمبل پوش نے کہا کہ بس چیلا ہو تو ایسا ہو کہ گرو کے اشارہ کو انتہا تک پہونچادے +

ایک روز ارشاد ہوا کہ پیران کلیر میں ایک خادم کے گھر ہماری روٹی پکتی تھی اُسکی عورت کے سر پر الہ بخش بھبوت اچڑھا وہ خادم روتا پیٹتا ہمارے پاس آیا اور ہمکو لے گیا ہم نے الہ بخش سے کہا کیوں صاحب جہاں ہماری روٹی پکتی ہے وہاں تم بھی آئے کوئی اور جگہ نہ تھی۔ بولا خیر جبتک آپ رہیں گے میں اس عورت کے سر پر نہ آؤنگا پھر ہمنے پوچھا کہ بھلا ہمارے سر پر کیوں نہیں آتے جواب دیا کہ میں مغضوب الٰہی ہوں جسپر غضب ہوتا ہے اُسکے

اب مقبول ہیں بھلا مقبولوں کے پاس میرا کیا کام پھر ہمنے کہا کہ یہ عورت بیچاری تو بدصورت ہے
کبھی انگریزوں کے پاس نہیں جاتے جو نہایت خوبصورت ہوتی ہیں کہا اُنکا اقبال درست ہے
ہمنے کہا کہ خیر یہ باتیں تو ولیں اب یہ بتلاؤ کہ حضرت بندگی شیخ داؤد رحمتہ اللہ علیہ نے تمکو
کیا تعلیم کیا تھا وہ ہمکو بھی تعلیم کردو اس بات کے سُنتے ہی رونے لگا اور کہا کہ میاں صاحب
اسکا ذکر نہ کیجیے کہ بن آئی مرنا پڑتا ہے جب ہم وہاں سے بابری میں چلے آئے تو وہ خادم دوڑا
آیا کہ صاحب اللہ بخش پھر آنے لگا میر صاحب قبلہ اُس کے لئے کچھ لکھنے لگے میں نے منع کیا کہ
حضرت آپ کچھ نہ لکھیں ہمارا اقرار یہی تھا اور اُسکو بھی ہر قسم کے عمل آتے ہیں وہ زبردست ہے آپکے
عمل سے نہیں جائیگا البتہ عجز و انکسار سے چلا جائے تو کچھ عجب نہیں یہ بات سُنکر میر صاحب خاموش ہو رہے
ایک روز ارشاد ہوا کہ جب ہم دوبارہ پیران کلیر میں گئے تو وہاں ایک بزرگ میاں **غلام**
فرید صاحب جو بابا فرید شکر گنج کی اولاد میں سے تھے مع چند مریدوں کے تشریف لائے اُنکے
ہر ایک مرید کو ایک ایک خدمت سپرد تھی اتفاق سے جس مرید کو گھوڑے کی گھاس لانے کا کام
تھا اُسکو بخار اس شدت سے آیا بیچارہ گھاس نہ لاسکا اسپر پیر جی کا غضب نازل ہوا فرمایا کہ جا
ہم نے تجھے مردود کیا اور چودہ خانوادہ سے باہر نکالدیا یہ سُنکر اُس بیچارے کا دم نکل گیا بہت
رویا پیٹا توبہ استغفار کی مگر پیر جی نے ایک نہ مانی آخر وہ روتا ہوا ہمارے پاس آیا اور کہنے لگا
کہ حضرت آج بڑا غضب ہوا میرا کہیں ٹھکانا نہیں رہا دونوں جہان سے راندا گیا ہمنے کہا کہ
ابھی اس جہان میں تو موجود معلوم ہوتا ہے بات تو کہہ اُسنے رو رو کر اپنا تمام قصہ بیان کیا
ہم نے کہا ارے بیوقوف روتا کیوں ہے تیرے پیر جی کو چودہ خاندان یاد تھے ہمکو
چھتیس یاد ہیں آ تجھکو پندرھویں خانوادے میں بھرتی کرلیں تو گھبرا مت لیکن تو جا اور اپنے پیر جی
سے پہلے یہ بات دریافت فرما کہ حضرت جب اپنے مجھکو چودہ خانوادوں میں داخل کیا تھا
میں کہاں کا بادشاہ یا وزیر یا ولی کامل ہوگیا تھا اب جو اپنے نکال دیا تو میرے پاس سے کیا
چھن گیا میں تو جیسا جب تھا ویسا ہی اب ہوں البتہ آپ کے نکالنے سے ایک فائدہ ہوا

کہ گھاس کے بوجھ سے سبکدوش ہوگیا اگر تعجب سے پوچھیں کہ یہ بات تجھکو کہاں سے سوجھی تو کہنا
کہ پندرھویں خانوادہ میں داخل ہوگیا ہوں یہ اس اسم کی بسم اللہ ہے غرض اُسنے جاکر اسیطرح
سے بیان کیا یہ سُنکر اُن کے مریدوں کے کان کھڑے ہوئے اور پیرجی سے کہنے لگے کہ
حضرت یہ خاندان تو بہت ہی اچھا معلوم ہوتا ہے اوّل تو گھوڑے کی گھاس سے چھوٹا دوسرے
ہم سے ایک خاندان آگے بڑھگیا اگر آپکو آگے کے خاندان میں دسترس ہوتی تو ہم بھی پندرھوین
خاندان میں داخل ہوجاتے پھر تو پیرجی کے چھکے چھُٹے اور گھبراکر بولے کہ یہ کہیں میاں غوثعلی
شاہ کے پاس تو نہیں جا پھونچا یہ سارا فساد اُنکا ہی معلوم ہوتا ہے ورنہ اور کسی کو یہ باتیں
کیا سوجھتیں الحاصل وہ ہمارے پاس دوڑے آئے اور گلہ کرنے لگے کہ واہ صاحب
تم نے ہمارے سارے مرید فرنٹ کردئے۔ میں نے کہا کہ میاں صاحب ذرا غور کرو
بیچارے گھر بار جورو بچے چھوڑکر آپکے پاس خدا کا نام سیکھنے آئے ہیں یا گھوڑے کی گھاس
کھودنے اگر تمکو نام خدا آتا ہو تو بتلاکر رخصت کرو ورنہ جواب صاف دیدو وہ بیچارے تو
تمہاری خدمت گذاری کریں اور تم کسی طرح اُن پر شفقت نہ کرو یہ کیا آدمیت ہے اور جس
کے لئے وہ مرید ہوئے اُسکی تو آپکو ہوا بھی نہیں لگی بقول شخصے پر خود درماندہ شفاعت کرا
کند ؎ پیرے کہ کامرانی وتن پروری کند ٭ او خویشتن گم ست کرا رہبری کند ٭ آپ یہ تو
فرمائیں کہ سوائے بزرگوں کی اولاد میں ہونے کے کچھ آپ گرہ کا کمال بھی رکھتے ہیں مصرع
میراث پدر خواہی علم پدر آموز ؎ دلا تا بزرگی نیاری بدست ٭ بجا بدنشست
اور تماشا یہ ہے کہ اس بے ہنری پر اسقدر ناز ذرا شرم کرو اور خدا سے ڈرو یہ تقریر سُنکر
پیرجی بہت گھبرائے اور منت کرنے لگے کہ خدا کے واسطے ایسی تدبیر کرو کہ میرے مرید پھر گشتہ
نہ ہوجائیں ورنہ مجھکو بڑی تکلیف ہوگی خیر میں نے پیرجی کے مریدوں کو جمع کرکے سمجھا دیا
اور اُن کے حوالہ کیا ٭

یک روز ارشاد ہوا کہ پیرجی غلام فرید صاحب کو ایک بھی تھی کہ پیران کلیر میں جو نیا

فقیر آتا جھٹ اُس کے مُرید ہو جاتے اور جو کوئی طالب آتا اُس کے مرید کرنے کا ڈھب لگاتے
اتفاق سے ایک پیر جی آئے ہوئے تھے اور میاں غلام فرید صاحب عادت اُن سے بیعت
ہو رہے تھے اسی اثنا میں غلام فرید کا ایک مرید مُرغ اور چاول اور شکر لیکر حاضر ہوا وہ نئے
وہ نئے پیر جی اُسکی طرف بغور دیکھنے لگے ہمنے کہا کہ صاحب اس مال پر نگاہ نہ ڈالیئے یہ پہلے خاوند
کی اولاد ہے آیندہ جو فتوحات ہوگی اُس میں آپ کا بھی حق ہوگا اس بات پر دونو صاحب
ہنس پڑے اور بولے کہ میاں صاحب چُپ ہو رہیئے کہیں ہماری پیری مُریدی میں کھنڈت نہ پڑجائے
ایک روز ارشاد ہوا کہ جب ہم پیران کلیر میں مقیم تھے تو ایک خانصاحب تشریف لائے کمر
باندھے تلوار لگائے نہ سلام نہ دعا اول یہی سوال کیا کہ غوث علی شاہ کون ہے میں نے کہا
فرمائیے بولے آپکو کیمیا آتی ہے میں نے جواب دیا کہ ہاں آتی ہے کہا کہ ہمکو بتا دو میں نے کہا
نہیں بتاتے بولے کیوں۔ میں نے کہا کہ ہماری خوشی پھر مجھکو خیال آیا کہ یہ پٹھان ایک جاہل
سپاہی اور ہتیار بند ہے ایسا نہو کہ جلکر چوٹ کر بیٹھے میں نے کہا کہ خانصاحب آپ کیکر کو ولایت آرام
فرمائیں بھلا ایسی چیز زبردستی یا راہ چلتے کوئی بتاتا ہے آپ ٹھیریں تو سہی دیکھا جائیگا غرض خانصاحب
نے بکر کھولدی اور ہمارے پاس قیام کیا اُن دنوں ہماری غذا یہ تھی کہ روکھی سوکھی نان جویں یا
پنواڑ کا ساگ جو اس جنگل میں خود رو ہوتا تھا شام کو یہی کھانا ہمنے اُن کے سامنے رکھا خیر خانصاحب
نے بمجبوری کھانا شروع کیا مگر لقمہ حلق سے اُترنا دشوار تھا ہمنے پوچھا کیوں صاحب خیر ہے
اچھی طرح کھائیے بولے کہ صاحب یہہ ناگوار غذا تو نگلی نہیں جاتی ہم نے کہا وہ آپ تو کیمیا کے
طالب ہیں بس ہی تو کیمیا کے مزے ہیں اگر سیکھ لوگے تو ایسی ہی چکھوتیاں تو روز ہی نصیب ہونگی
بہت چُپ ہوئے اور دل سرد ہو گیا ہمنے کہا کہ خانصاحب ذرا خیال تو کرو اگر مجکو یہ صنعت یاد ہوتی
تو کیوں لنگر کی روٹی اور یہ ترکہ بے نمک کھاتے کہا کہ مجھکو تو میاں امیر الدین شاہ صاحب نے
بتا دیا تھا کہ آپکو کیمیا آتی ہے ہم نے کہا میاں اصل بات تو یہ ہے نہ آنکو آتی ہے نہ ہمکو اب جیسا
چھڑانے کے لیئے بہ حیلہ کیا اور ٹکو ٹال دیا اور جسطرح تم طلب کرتے ہو اس لقمہ

سے تو کوئی جاننے والا بھی نہیں بتائیگا بڑی خدمت و اطاعت سے یہ بات حاصل ہوتی ہے تم ایسا کرو کہ سری نگر کے پہاڑ پر ایک ہندو باباجی رہتے ہیں اُن کے پاس چلے جاؤ اور کچھ مدت اُن کی خدمت میں رہو شاید تمھارے حال پر رحم کھاکر کچھ بتادیں خدا خدا کرکے اس ٹھچاں کو ہم نے ٹالا۔ اگلے روز میاں امیر الدین شاہ صاحب بھی تشریف لائے میں نے کہا کہ حضرت یہ کیا بلا میرے پیچھے لگادی تھی بولے کہ میاں وہ تو ایسا ہمارے سر ہوا کہ کسی طرح سے مانتا ہی نہ تھا بمجبوری تمہارے پاس بھیجدیا تھا کہ تم کسی نہ کسی ڈھنگ سے اُسکو سمجھا دوگے اور ہم تم دونوں اس بلائے ناگہانی سے چھوٹ جائیں گے ع پائے کج را موزہ می بایست و کج +

ایک روز آرشاد ہوا کہ ہم باری سے ہردوار کو چلے کہ کنبھ کا اشنان اور برہم گاتری کا پاٹ کریں اس لیے کہ ہمارے رضاعی باپ پنڈت رام سینھی جی نے وطن سے چلتے وقت برہم گاتری تعلیم فرماکر کہدیا تھا کہ ہردوار میں گنگا کے کنارے اسکا جاپ کرلینا جب کنکھل میں پہونچے تو وہاں دوپرم ہنس یعنی مجذوب دیکھے کسی برہم ظالم نے انکی رانوں پر دہکتے ہوئے انگارے رکھدیے تھے ایک کی ران تو جلگئی تھی اور دوسرے پر کچھ اثر نہ تھا ہم نے جھٹ پٹ انگارے الگ کیے اور انکو ڈولی میں سوار کرکے جوالا پور کے تھانہ میں لائے تھانہ دار سے ملاقات تھی اُسنے جلے ہوئے کی مرہم پٹی کرائی یہاں حضرت قبلہ نے فرمایا کہ ان دونوں میں سے اعلیٰ درجہ میں کون تھا حاضرین میں سے ایک نے جواب دیا کہ جسکی ران نہیں جلی تھی آپنے فرمایا کہ نہیں جس کی ران نہیں جلی تھی وہ ابھی جسم کی حفاظت پر قادر تھا لیکن دوسرے کا استغراق اعلےٰ درجہ کا تھا کہ تن بدن کا بھی ہوش باقی نہ رہا تھا اگر اس کے استغراق کامل کو بزرگان اسلام کی نسبت دیں تو لوگ برا مانیں کہ اَنَا الحق صرف مگر انصاف یہ ہے کہ ایسا استغراق کروڑوں میں سے کسی ایک کو ہوتا ہے ورنہ ہر ایک ہنزاد اس مقام کا نہیں ؎ اسرار محبت را ہر دل نبود قابل + در نیست بہر دریا زر نیست بہر کانے + مگرواہ رے یکسوئی نہ ہم خدمت کرنیوالوں سے خوش اور نہ

ل نام مقام + ۱۲

انگارہ رکھنے والے سے ناراض جس حالت میں تھے اُسی میں رہے +

ایک روز ارشاد ہوا کہ جب ہم جوالاپور سے چلکر ہردوار میں پہونچے تو سروں ناتھ جی سے ملاقات ہوئی نہایت خاطر و مدارات کی اپنے مکان پر ٹھہرایا دونوں وقت عمدہ کھانا کھلایا جب پرتھی[۲] کا وقت آیا تو ہم دھوتی باندھ قشقہ لگا کمنڈل ہاتھ میں لے ہرکی پیڑی پر جا موجود ہوئے ایک ہندو نے پوچھا تم کون ہو ہم نے کہا برہمن پوچھا کون برہمن ہمنے کہا قنوجی بولا تمہاری چوٹی کیوں نہیں ہم نے کہا جب سے سنیاس متالی ہے چوٹی کٹوادی مگر باری کے ایک برہمن نے عین اشنان کے وقت پہچان لیا اور دانتوں کے تلے اُنگلی دبا چپ رہگیا ہم نہا کر باہر نکلے تو وہ برہمن ہمکو علحدہ لیگیا اور کہا کہ میا نصاحب یہاں اور وہاں کچھ فرق ہے جو آپ اشنان کرنے یہاں آئے اگر کوئی اور پہچان لیتا تو بڑی خرابی ہوتی خدا تو سب جگہ ایک ہی یہ بھی ایک تماشا ہے کہ ہر فرقہ کا مذہب جُدا ہے ایک دوسرے کو جھٹلاتا ہے اور اپنے آپکو سچا بتاتا ہے اگر حقیقت کی راہ سے دیکھو تو مراد دونوں کی ایک ہے ؎

پڑا بتخانہ میں ہو یا طواف کعبہ کرتا ہو + یہاں کیا ہے وہاں کیا ہے کہیں ہو تیرا جویا ہو

اور یہ مثال بیان کی کہ چار مسافر رفیق سفر تھے مگر زبانیں چاروں کی مختلف تھیں انگور خریدنے کا ارادہ کیا ہر ایک نے اپنی اپنی زبان میں مطلب بیان کیا چونکہ ایک کی بات دوسرا سمجھتا نہ تھا باہم لڑنے لگے اتفاق سے ایک مرد ہمہ داں بھی آنکلا اُسنے ایک کا مطلب دوسرے کو سمجھا دیا تب شرمندہ ہوئے کہ یہ کیسی بیہودہ جنگ ہے مقصد تو انگور ہے ؎ تا سلیماں ایں معنوی را در نیابد بر نخیزد ایں دوئی + جب وہ برہمن سمجھا چکے تو ہمنے کہا کہ صاحب یہ اشنان ہمنے اپنے رضاعی باپ پنڈت رام سنیہی جی کی طرف سے کیا ہے کیونکہ بیج کا ثواب تو اُنکو پہنچ نہیں سکتا پھر ہم نے برم گاتری کا پاٹ شروع کیا۔ برم گاتری یہ ہے۔ اُوم بھُوُر بھُوَہ سُوَہ تَت سَوِیِ تُرُو رینیَم بھرگو دیوسیَ دھیمہی دھیو یونہ پرچودیات۔ معنی لغوی اور شرح گاتری کی یہ

---

[۲] یعنی وقت [۳] یعنی غسل ۱۲

اُوم۔ اللہ یہ اسم افضل اسماء الٰہی میں سے ہے یعنی اسم ذات ۱۲ بھوہ آسمان اوّل یعنی اپنے تابعین کو سب درد و غم سے نجات دیکر سرور دائمی میں رکھتا ہے بھوہ آسمان دوم جو تمام مخلوق میں جلوہ گر ہو کر سب کو اپنی اپنی راہ پر رکھتا ہے سوہ آسمان سوم یعنی ہے تت یعنی اُس سوہی تر پیدا کنندہ یعنی جو خالق اور عزت کا دینے والا ہے ورینیم یعنی جو بہت ماننے کے لائق ہے بھرگو روشنی یعنی جو پاک شکل ہے دیوسیّ روشن یعنی جو سب جانوں کا روشن کرنے والا اور آرام کا دینے والا ہے دھی مہی ہم خیال کرتے ہیں یعنی ہم لوگ ہمیشہ اپنے خلوص عقیدت سے یقین کر کے مان لیں دھیو یعنی حواس خمسہ اور دل و عقل یو یعنی جو نہ یعنی ہماری پرچودیات رجوع کرے یعنی مہربانی سے سب بُرے کاموں سے الگ کر کے ہمیشہ اپنی طرف رکھے ترجمہ اللہ تعالےٰ جو کل مخلوقات میں جلوہ گر ہے اور پرستش کے قابل ہے اُس پیدا کنندہ کا ور سب جانوں میں جلوہ گر ہے ہم فرماں بردار خلوص عقیدت سے یقین کرتے ہیں کہ جو ہمارے حواس خمسہ اور دل و عقل ہیں اُنکو اپنی طرف رجوع کرے جس روز ہم پاٹ کر چکے تو آخر شب میں یہ خواب دیکھا کہ عین دریائے گنگ میں ایک طرف خاتم رُسل ہادی سُبل جناب سرور کائنات خلاصہ موجودات فخر خاندان آدم رحمت عالم باعث ایجاد ارض و سما سپہدار لشکر انبیا احمد مجتبےٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم مع صحابہ کرام تشریف لائے اور ایک مجلس آراستہ و پیراستہ ہوئی دوسری طرف مہاراج سری کرشن جی مع اپنے رفیقوں کے رونق افروز ہوئے اور ایک محل سجھا جم گئی کرشن جی نے آنحضرت سے عرض کیا کہ آپ انکو سمجھائیے یہ کیا کرتے ہیں حضرت نے کہا کہ مہاراج تم ہی سمجھاؤ پھر مہاراج نے مجھکو بلایا اور کہا کہ سنو برخوردار تمہارے ہاں کیا کچھ نہیں جو دوسری طرف ڈھونڈتے ہو کیا تم نے دوئی سمجھی ہے یہاں اور وہاں سب ایک بات ہے البتہ پنتھ جُدا جُدا ہیں ؎ کفر و اسلام در رہش پویاں ۔ وحدہٗ لاشریک لہٗ گویاں انسان اپنی صد میں خوب رہتا ہے اور بڑھکر چلتا ہے تو ملعون ہوتا ہے ؎

پار کہیں تو پار ہے اور وار کہیں تو وار ✣ پکڑ کنارہ بیٹھ رہ یہیں وار یہیں پار

چند روز اور رہنے کا اتفاق ہوا ایک دن سروں ناتھ سے اُن کی سرگذشت پوچھی کہنے لگے کہ میں ایک جاٹ کا لڑکا ہوں خود بخود ایک روز یہ سوجھی کہ کسی گرو کا مرید ہوں اسی دُھن میں گھر سے نکل ملک دکن کی راہ لی چلتے چلتے حیدرآباد پہونچا وہاں ایک بڑے بوڑھی مہاتما پائے دستوں کی بیماری میں مبتلا روپیہ بہت اسباب بیشمار مال بے انتہا چیلے بھی کثیر مگر کوئی گرو کے پاس تک نہ آتا اپنے عیش و آرام میں سب مصروف تھے جانشین بھی اُن کی خبر نہ لیتا تھا گرو جی بیچارے اکیلے پڑے رہتے میں نے اپنے دل میں کہا خیر جو ہو سو ہو آؤ انھیں کے چیلے بنجاؤں مرگ انبوہ جشنے دارد یہ سوچکر اُن کے پاس گیا اور اپنا حال عرض کیا فرمایا کہ بھائی کیوں مصیبت میں پڑتا ہے میرا وقت اخیر ہے جب کچھ کام نہ ہو تو نام گنانے سے کیا فائدہ میں نے کہا کہ مہاراج میرا یہی کام ہے کہ اسوقت آپکی خدمت گذاری کروں بارے قسمت اچھی تھی مجھکو چیلا کر لیا اور میں نے دل و جان سے اُنکی خدمت شروع کر دی جب وقت قریب آیا تو مجھکو پاس بُلا کر اسمارستہ تعلیم فرمائے اور ارشاد کیا کہ ہردوار میں جاکر گنگا کے کنارے اُنکا پاٹ کر لینا پھر تاثیر دیکھنا و اسمارستہ جنکو ذکر شش ضربی کہتے ہیں یہ ہیں کلیم - ہریم - شریم - اُوم - سُوھم - سیتم - اور اسطرح بھی تلفظ کرتے ہیں کلینک - ہریناک - شریناک - اونک - سونک - ست انک - لیکن اوّل صحیح ہیں یہ اسمارستہ شاستر کے حروف مقطعات ہیں ان کے معانی کوئی نہیں جانتا بعد اس تلقین و وصیت کے گرو جی جاں بحق ہوئے چیلوں نے باہم مال تقسیم کیا میرا حصّہ مجھکو دیا میں وہیں رہ پڑا کرکے ہردوار کو چلتا ہوا یہاں پہنچکر پاٹ کیا اُس دن سے ایک عالم مسخر ہو گیا کسی چیز کی پروا نہ رہی اُس کے بعد سروں ناتھ نے کہا کہ فقیری تو مجھکو ملی نہیں ہاں امیری موجود ہے اگر آپکو خواہش ہو تو اُن اسمار کی اجازت ہو جب جی چاہے پاٹ کر لینا یہ کمڈلی جو آپ دیکھتے ہیں اُنہیں گرو جی کی دی ہوئی ہے وہ گدڑے ایک رات ہمکو بھی اوڑھنے

کودی تھی فی الحقیقت اُسمیں عجیب تاثیر دیکھی الحاصل وہاں سے رخصت ہوئے اور آگے کو چل دئے +

ایک روز ارشاد ہوا۔ کہ ہردوار سے آگے ہم ایک منزل گئے تھے کہ ایک مسلمان فقیر سے جو نہایت عابد و زاہد تھے ملاقات ہوئی بہت تپاک سے پیش آئے اور اپنے پاس ٹھہرایا اُن کے ہاں گائے بکریاں بہت تھیں ہمیشہ دودھ چاول کھایا کرتے تھے یہی غذا ہمکو بھی دی ایک دو روز تو کھائی لیکن یہاں تو زبان کو نمک مرچ کی چاٹ لگی ہوئی تھی وہ خوش پسند نہ آئی ایکدن ہم جنگل میں چلے گئے اور جنگلی مرغیوں کے انڈے لائے کچھ ثابت کچھ چلے پکائے آپ بھی کھائے اور فقیر صاحب کو بھی کھلائے پھر تو اُنکو بھی مزہ پڑگیا روز جاتے اور انڈے ڈھونڈ کر لاتے سچ ہے اَلصُّحْبَۃُ مُؤَثِّرَۃٌ دنیادار کی صحبت نے فقیر کو بھی چٹورپن سکھلادیا خیر تو یہ ہوئی کہ ہم نے اُنکو مرغ پکڑا کر نہیں کھلایا ورنہ جنگلی مرغوں کا نام و نشان بھی نہ رہتا ایکدن میں نے کہا کہ میاں صاحب آپ عابد و زاہد متقی پرہیزگار آدمی ہیں آپکا قیام تو شہر میں زیبا تھا تاکہ جمعہ و جماعت کا ثواب حاصل کرتے خلقت آپسے فیض پاتی آپ اُن سے فائدہ اُٹھاتے طرفین حور و قصور کے مستحق ہوتے اور یہ ہو کا مقام تو عارفوں کا ہے سو آپکو اُسکی ہوا ہی نہیں لگی ہم تو کچھ اور ہی سمجھکر آئے تھے پھر وہ فقیر صاحب ہمکو اپنے مرشد کے پاس لے گئے جو پہاڑ پر رہتے تھے اُن سے ملاقات ہوئی البتہ وہ خوب آدمی تھے +

ایک روز ارشاد ہوا۔ کہ جب ہم دہرہ دون کو گئے وہاں ایک ہندو فقیر کی خبر سُنکر پہاڑ پر پہونچے اُنکی ملاقات سے طبیعت بہت خوش ہوئی جیسا سنا تھا ویسا ہی پایا چار پانچ روز رہنے کا اتفاق ہوا ایک روز تنہائی میں ہم گئے اُسوقت باباجی رام گیتا لکھ رہے تھے ہم نے کہا نمو نارائن[1] بولے اجی نمو نارائن پر لاحول بھیجو السلام علیکم کہو یہ کلام سُنکر ہم چونکے فرمانے لگے میں سید ہوں اور میرا نام محمد حسین ہے پہلے تو شاہ عبدالعزیز صاحب سے تحصیل علم کی پھر وید اور شاستر کا شوق دامنگیر

[1] نام کتاب [2] یعنی نارائن کو سلام کرتا ہوں ۱۲ +

ہوا بنارس جاکر یہ بھی پڑھا خاندان قادریہ میں مرید ہوں اب جوگ لیکر یہاں آرہا ہوں چیلے کام کرتے ہیں میں یاد خدا میں مشغول ہوں ہمنے دریافت کیا کہ ہندؤں اور مسلمانوں کی فقیری میں آپنے کیا فرق دیکھا کہا فقیری کی بات تو دونوں طرف یکساں ہے صرف الفاظ واصطلاحات جدا ہیں ؎ ہندیاں را اصطلاح ہند مدح + سندھیاں را اصطلاحِ سندھ مدح + نہ من برآں گل عارض غزل سرایم وبس + کہ عندلیب تواز ہر طرف ہزار انند +

ایک روز ارشاد ہوا۔ کہ ہم دہرہ دون کے پہاڑ کی سیر کرتے ہوئے سری نگر میں پہونچے ایک پہاڑ پر بابا جی رہتے تھے اُن سے ملاقات ہوئی بڑے خلق ومدارات سے پیش آئے دیکھتے ہی بولے کہ ایسی صورت تو بعد مدت دیکھنے میں آئی ہے ہمکو ایک جدا مکان دیا چارپائی منگائی ہر چند ہمنے انکار کیا کہ آپ زمین پر سوتے ہیں ہم بھی اسی طور سے بسرام کرینگے ہرگز نہ مانا اور اصرار کیا کہ نہیں تمکو چارپائی ضرور چاہیئے چند روز میں بے تکلفی ہوگئی ایکدن اُن کے کسی چیلہ کو بدم ناگ نے جو ہاتھ بھر کا اور نہایت زہریلا ہوتا ہے کاٹ لیا دوسرے چیلہ نے سانپ کو پتھر کے کونڈی سے ڈھانک دیا اور خود آکر گروجی کو خبر دی فرمایا کہ جلدی بھبوت لاؤ (یعنی اکسیر اعظم) اتنے میں ایسا زہر چڑھا کہ چیلہ کا منھ بند ہوگیا اور گردن کا منکا ڈھل گیا کہا کہ جسطرح ہو سکے اسکے حلق سے بھبوت اُتارو خیر بڑی مشکل سے ایک خشخاش کی برابر راکھ سنیک سے اُسکو کھلادی حلق سے اُسکا اترنا تھا کہ چیلہ جھرجھری لیکر سیدھا ہوگیا اور چیلوں کو حکم دیا کہ اب اسکو بٹھاؤ تھوڑی دیر میں اُسنے بھوک کی فریاد کی تو دو سیر گھی اوسکو پلوایا اور پھر ٹہلانا شروع کیا اور جب خواہش ہوئی گھی پلادیا کچھ دیر بعد اوسکو خون کا دست آیا پھر گھی پلاکر ٹہلایا تو کچ لہو کا دست آیا اسکے بعد غذائی آیا اور بھلا چنگا ہوگیا۔ اب گروجی نے کہا کہ اُس سانپ کو لاؤ چیلے پکڑ لائے ایک سنیک سے اُسکے منھ میں بھی وہی بھبوت ڈالدی اُسی دم اینٹھ کر رہگیا اور ذرا دیر میں پانی پانی ہوکر بہ گیا اور وہ خاک پانی پر تیرنے لگی بابا جی نے کہا کہ دیکھئے اسکا زہر تو اس کے لئے اکسیر ہے مگر انسان کے لئے قاتل ہے اور انسان کی اکسیر اس کے حق میں زہر ہلاہل ہے ؎

کیمیائے زہر مار آن انشتی + برخلاف کیمیائے متقی + اور یہ حوصلہ اللہ تعالےٰ نے انسان ہی کو دیا ہے کہ اکسیر کو ہضم کرتا ہے ورنہ حیوانات کے حق میں تو اکسیر زہر کا حکم رکھتی ہے ؎

آں یکے را مدح در حق تو ذم + آں یکے را شہد در حق تو سم

اس کے بعد باباجی نے کہا کہ آؤ تمکو ایک اور تماشا دکھلائیں ایک کڑھائی دودھ کی بھری ہوئی منگائی اور اُسمیں سرکہ اور نمک ڈالکر دودھ کو پھاڑکر مجھسے بولے کہ بھلا اب کوئی شے اسکو درست کرسکتی ہے میں نے کہا کہ نہیں پھر وہی خاک چاول بھر اُس میں ڈالکر لکڑی سے ہلانا شروع کیا فوراً دودھ اصلی حالت پر آگیا پھر کتنا ہی سرکہ اور نمک اُسپر ڈالا کچھ اثر نہ ہوا جیسا تھا ویسا ہی رہا باباجی نے چیلوں کو حکم دیا کہ گڈھا کھود کر اس دودھ کو دبا دو ہمنے کہا صاحب ان چیلوں کو کیوں نہیں پلا دیتے فرمایا کہ یہ پئیں گے تو کامی ہو جائیں گے پھر ہم سے براہ عنایت فرمایا اگر تم کھاؤ تو ہم کھلا دیں سات پشت تک اسکی تاثیر رہیگی ہمنے کہا بہت اچھا مگر اسکا اُتار بھی بتا دیجئے ورنہ پانچ سیر مرغن کھانا ہر روز کہاں سے لائیں گے فرمانے لگے میاں خدا مالک ہے ہمنے کہا سبحان اللہ دوا کھلانے کے تو آپ مالک ہیں اور کھانا کھلانے کے لئے خدا مالک ہیں ایسی دوا سے باز آیا اُن باباجی کی عمر چار سو برس کی تھی ستر برس میں کایا پلٹ کرتے تھے اسطرح کہ چھ مہینے ایک کوٹھری میں بیٹھکر جہاں ہوا کا گذر نہو ایک دو کھاتے تھے پہلا جسم پھٹ کر اُس کے اندر سے بارہ برس کی عمر کا ایک جسم نکل آتا تھا جن دنوں میں ہم گئے تھے وہ دوا طیار ہو رہی تھی یہ باباجی اکسیر کے کھلانے میں بڑے اُستاد تھے چند روز کے بعد میر اعظم علی صاحب قبلہ ہمیں تلاش کرتے کرتے وہاں جا پہونچے اُنکو دیکھکر باباجی نے پوچھا یہ صاحب کون ہیں میں نے جواب دیا کہ ہمارے پتا ہیں مسکرا بولے کہ صورت شباہت سے تو یہ بات ٹھیک نہیں معلوم ہوتی تب میں نے کہا کہ ہمارے مرشد اور گرو ہیں کہا کہ ہاں اسکا مضائقہ نہیں وقت رخصت باباجی نے میر صاحب قبلہ کو ستر روپیہ اور ایک بیل اکسیر کے دی وہاں سے بابری کو چلے راہ میں میر صاحب نے فرمایا کہ اکسیر کی بیل کو پھینک دو میں نے عرض کیا کہ آپ عیالدار ہیں بال بچوں کے کام آئیگی فرمایا کہ نہیں اسکو دیکھکر خراب

لہ یعنی اسہال آئیں۔

خراب ہو جائیں گے تب ہمنے وہ بیل پھینک دی ؎

اکسیر پر مہوس اتنا نہ ناز کرنا × بہتر ہے کیمیا سے دل کا گداز کرنا

ایک روز ارشاد ہوا - کہ بابری میں ہمکو ایک برہمن نے یہ منتر بتایا تھا نہایت پُر تاثیر ہے

دھانتنگ دُھوپنگ مَنوُ بھوُکنگ پنچ اندریاں ھون

(دھانتنگ = دھوپ ہے، منو = دل، بھوکنگ = راجہ، پنچ اندریاں = حواس خمسہ)

ناس منگ جھیہہ و جاپ سنتوکھ پوُجا پوُجوُ دیوُ

(ناس منگ = فنا ہوں، جھیہہ = محل، سنتوکھ = قناعت، پوجا = پوجو اسوقت، دیو = دات)

نرجنگ ہارمان منڈپ برمان دیوُنگ جپو نت

(نرجنگ = بہت کو، ہارمان = خاک ری، منڈپ = سائبان، برمان = عجز سے، دیونگ = خدا کو، جپو نت = پوجنے والا)

جوُگی جہان بھرم نہ بھوُنگ لولین لو جا من بشیپ

(جوگی = جہان، بھرم = امید، نہ بھونگ = نہ خوف، لولین لو جا = محو ہونا عبادت میں، من بشیپ = دل پھول)

دھوپنگ ست ست بھاکھنت دیوُ دت اودھوتنگ

(دھوپنگ = خوشبودار، ست ست = سچ سچ، بھاکھنت = بیان کرتا ہے، دیو دت = پوجنے والا فقیر، اودھو = اودھو)

ترجمہ یعنے خدا کے ساتھ ایسا دھیان لگاؤ کہ سلطان دل کی خواہش اور حواس خمسہ جو اس کے خادم ہیں دھوپ کی طرح جل جائیں خدا کی عبادت تحمل و قناعت سے عجز کا سائبان لگا کے عبادت کنندہ بغیر امید و خوف کے عبادت کرے بلکہ محو ہو جائے دل خوشبودار پھول کی طرح کھل جائیگا سچ سچ کہتا ہے پوجنے والا اودھو +

ایک روز ارشاد ہوا - کہ جب ہم بابری میں تھے تو مولانا روم کی مثنوی کا شوق پیدا ہوا سنا کہ مولوی قلندر صاحب جلال آبادی خوب جانتے ہیں انکی خدمت میں جاکر کتاب شروع کی ×× جب دوسرے دفتر میں یہ شعر آیا ؎ قال را بگذار مرد حال شو + پیش مرد کامل پامال شو + ہم نے عرض کیا کہ حضرت یہ تو قال ہی قال ہے کچھ حال کی حقیقت و ماہیت فرمائے بولے کہ بھائی یہ تو ہم بھی نہیں جانتے بس اُس روز سے ہم نے کتاب بالائے طاق رکھدی مولوی صاحب نے ایک تعویذ چند بار ہر روز لکھا کرتے تھے میں نے اسکی تاثیر پوچھی فرمایا کہ اس میں حُب و بغض و دست غیب و فتوحات و تسخیر خلائق ہے چنانچہ ایک تعویذ لکھا اور فرمایا کہ یہ دست غیب کی نیت سے لکھتا ہوں تجھکو دیا اور کہا کہ اسکو جانماز کے تلے رکھدو پھر کچھ پڑھا اور فرمایا کہ اب جانماز اُٹھا کر دیکھو دیکھا تو پانچ روپیہ رکھے تھے غرض اُنہوں نے ہر قسم کی تاثیر کا تجربہ دکھایا فی الحقیقت نہایت

مجرب تعویذ تھا فرمایا کہ تمکو بھی اسکی اجازت ہو اس ترکیب سے کر لینا بترتیب چار عناصر اسکے چار چلتے ہوتے ہیں وہ تعویذ یہہ ہے مولوی قلندر صاحب سے ہم رخصت ہو کر پیران کلیر کے عرس میں پہونچے +

۷۸۶

۳۳۴	۳۳۹	۳۳۶
۳۳۵	۳۳۳	۳۳۱
۳۳۰	۳۳۷	۳۳۲

ابوصا۔ صابوصا۔ سارسا

ایکروز ارشاد ہوا۔ کہ ایک زمانہ میں حضرت مخدوم علاؤالدین علی احمد صابر رحمۃ اللہ علیہ کے مزار متبرکہ کی زیارت کو ہم گئے پیران کلیر میں رہنے کا اتفاق ہوا جب عرس شروع ہوا تو اطراف و جوانب سے حضرات صوفیہ کا ورود ہونے لگا خوش اعتقادوں کے ہجوم اور آہنگ سرود کی دھوم ارباب شوق کی مستی و اصحاب ذوق کی بالادستی سے ہنگامۂ بزم گرم ہوا میں بھی عین وجد و حالت کی گرماگرمی میں اس مجلس کے اندر پہنچا دیکھا کہ تین شخص رنگین پوش بادۂ شوق سے سرمست ہیں اور اصاغر و اکابر خاموش مطربان خوش آہنگ کسی سوختہ دل کا یہ شعر گاتے ہیں ؎

یہ شکایت ہے ہمیں اُس ساقی گلفام سے × دور ساغر ہیں ہمیں محروم رکھا جام سے

ان میں سے ایک فریاد خواں کا ہاتھ میں نے پکڑ لیا اور پوچھا کہ آپنے اس شعر سے کیا کیفیت اخذ کی اور تحقیق معانی سے کیا اثر آپکے دل پر مترتب ہوا۔ اُنہوں نے فرمایا کہ ہم جو لوہو اشک پروتے ہیں سو اللہ کو روتے ہیں میں نے کہا کہ حضرت کیا آپ کے دل مردہ کی طرح حَیُّ الْقَیُّوْمُ لَا تَاْخُذُہٗ سِنَۃٌ وَّ لَا نَوْمٌ بھی دام اجل میں گرفتار ہو گیا جس کے ماتم میں آپ نوحہ گری کرتے ہیں اگر ایسا ہوا تو مقام تہنیت ہے نہ جائے تعزیت کیونکہ اُسنے تمہارے بزرگوں کو ملا اور تمہاری فکر میں ہے۔ ؎ بھلا ہوا کر مکھیں کھایو مہن سی تو چھوٹی جی +

بھلا ہوا اگر بسیرے سر سے ٹلی بلائے × جیسے تھے ویسے بھئے اب کچھ کہا جائے

یہ بات سُنکر چپ چاپ ایک گوشہ مجلس میں جا بیٹھے نہیں معلوم کبیدہ خاطری سے گردن جھکائے یا خدا سے جی لگا بیٹھے پھر میں نے دوسرے نالہ کش سے وہی سوال کیا جو پہلے سے کیا تھا وہ بولے حضرت کیسی غزل اور کہاں کا شعر نہ ہم سمجھتے ہیں نہ اسکو سُنتے ہیں یہاں تو الاپ اور لے بھلی

معلوم ہوتی ہے ڈھولک کی تھاپ پر سر دھنتے ہیں میں نے کہا کہ بہت درست ؎ کسانیکہ ایزد پرستی کنند + بر آواز دولاب مستی کنند + پھر تیسرے صاحب ذوق سے بھی یہی سوال کیا اُنھوں نے فرمایا کہ حضرت شعر کا مطلب یہ ہے کہ جب حضرت خاتم انبیا علیہ التحیۃ والثنا شب معراج کو مدارج ومقامات طے کرتے ہوئے پردہ وحدت تک پہونچے تو آواز آئی کہ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ پس اس ساغر کو حضرت رسالت پناہ نے دو بخش فرمایا ایک حصّہ تو خود نوش کیا اور دوسرا حصّہ بندگان صالح کو عنایت کیا یعنی فرمایا کہ اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الصّٰلِحِیْنَ ط حسرت تو یہ ہے کہ بندگان صالح کو تو اُن کی صالحیت کافی تھی وہاں ہم جیسے تشنہ لبان بادیہ معصیت کو یاد کیوں یاد نہیں فرمایا ع کہ مستحق کرامت گناہگار ند + میں نے عرض کیا کہ حضرت خیر الورا نے تو گناہگاروں کو صالحین سے بھی پہلے دور ساغر میں کمال شفقت کے ساتھ شریک فرمایا ہے چنانچہ عَلَیْکُمْ میں ضمیر جمع اس پر شاہد ہے صالحین کو بعد عطف جُدا یاد کیا اور عاصیوں کو اپنے ساتھ رکھا بھلا اس سے زیادہ اور کیا عنایت ہوگی یہ سنتے ہی یہ بات سُنکر اُن کا جوش وخروش دھیما ہوگیا اور خاموش ہوکر ایک جانب بیٹھ گئے +

ایک روز ارشاد ہوا۔ کہ ایکبار قلندر صاحب کے چلّہ میں ہم جاکر ٹھیرے جو بوڑیہ کے قریب ہے شاہ امیر الدین صاحب بھی وہاں تشریف لائے فرمانے لگے کہ میاں جنگل میں رہکر تم کھاؤ گے کیا ہم نے کہا کہ صاحب جو خدا کھلائے۔ کچھ دیر بعد ایک شخص آیا اور چاول گھی مرغی وغیرہ لایا ہمنے اُس سے کہا کہ بھائی اگر قلندر صاحب کی نذر لایا ہے تو اپنی پت اکزال کو لیجا اور اگر زندہ قلندر کیواسطے لایا ہے تو ہمارے سامنے رکھ اُسنے کہا صاحب میں تو آپ کے واسطے لایا ہوں خیر اُسکا پلاؤ پکایا گیا پھر تو ہمیشہ یہی کیفیت رہی ہم وہاں ٹھیرے ہر روز کچھ نہ کچھ آتا رہا۔ اور باوجود کیمیا گر جو ہمارا دوست آیا کرتا اور اُسکا دستور تھا کہ جب آتا تو مٹھائی وغیرہ ضرور لاتا ایک روز ہم نے کہا کہ یہ فن تمکو کسطرح حاصل ہوا اُسنے جواب دیا کہ میری اٹھارہ بیس برس کی عمر تھی کہ

ہوگیا جو نقد و جنس تھا وہ ہمارے چچا نے سنگوایا میں اُنکی گائے بھینس چراتا اور روٹی کھاتا چچی مجھکو بہت مارتی اور تنگ کرتی تاکہ میں نکل جاؤں اور میرا مال و اسباب بے کھٹکے ان کے پاس رہے چنانچہ ایکدن مجھکو بڑی بیدردی سے مارا میں بھینس لیکر جنگل کو چلا اور راہ میں بیٹھکر رونے لگا اتنے میں ایک گرو اور دو چیلے اُن کے میری طرف کو آئے مجھکو روتا دیکھکر ٹھٹکے اور حال پوچھا میں نے اپنا تمام قصّہ بیان کیا فرمایا کہ آہمارے ساتھ چل سب گائے بھینس چھوڑ اُنکے ہمراہ ہولیا چند روز کے بعد گروجی کی الفت و محبت کے سبب سے وہ چیلے بھی میرے دشمن جانی ہوگئے ایک دن گروجی تو باہر گئے تھے چیلوں نے اکیلا پاکر مجھکو خوب پیٹا میں رو رہا تھا کہ گروجی آن پہنچے پوچھا اب کیوں روتا ہے میں نے عرض کیا کہ صاحب وہاں تو چچی دشمن تھی یہاں آپکے دونوں چیلے میری جان کے لاگو ہوگئے مجھکو رخصت فرمائے کہیں اور ہی زندگی کے دن کاٹونگا یہ بات سُنکر بولے کہ ابتو رنڈی درخت لگائیں گے سورہ والضحیٰ سے مجھکو قرآن شریف پڑھانا شروع کیا جب یہ سورتیں حفظ ہوگئیں تو نماز کے ارکان و احکام سکھائے نماز بھی بخوبی یاد ہوگئی تو ایک رات کو فرمایا کہ آج دو رکعت نماز اس ترکیب سے پڑھکر سو رہنا میں نے ایسا ہی کیا خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت علیہ السّلام تشریف لائے اور مجھکو تمام ترکیبیں چاندی بنانے کی تعلیم کیں علی الصّباح یہ خواب گروجی سے عرض کیا فرمایا کہ اچھا ان ترکیبوں کی آزمایش کر شام تک شام تک سب ترکیبوں کا امتحان کرتا رہا جو کی سو پوری اُتری میرے دلکو یقین ہوگیا دوسری شب پھر اُن کے فرمانے کے موافق وہی دوگانہ پڑھکر سو رہا تو حضرت خضر نے سونا بنانے کی ترکیبیں ارشاد فرمائیں دن میں اُن کی بھی آزمایش کی تو سب درست تیسری رات پھر وہی عمل کیا تو جواہرات کی صنعت تعلیم فرمائی چوتھے روز گروجی نے مجھکو رخصت کردیا اور وہ چیلے دیکھتے کے دیکھتے رہ گئے میں چلا تو آیا لیکن تین دن تک یہ حال رہا نہ کھانیکو جی چاہے نہ نیند آئے پھر گرو کے پاس گیا اور یہ کیفیت عرض کی فرمایا کہ جا تو کھلائے گا تو کیا مگر خود کھایا کر اُس دن سے میں خوب کھانے پینے لگا۔ پھر ہم نے باجو سے پوچھا

کہ بھلا تمنے بھی کسی کو یہ ترکیب سکھائی۔ کہا ہاں ایک شخص کو میں نے زبردستی سکھائی
اور ایک نے زبردستی مجھ سے سیکھ لی جسکو میں نے سکھائی تھی اسکا حال یوں ہے کہ ہم دو شخص
کیمیاگر ہم سفر تھے ایک گاؤں میں پہونچے وہاں کا چودہری نہایت نیک بخت و سخی آدمی
تھا چوپال میں ہم دونوں جا اُترے وہ آیا اور ایک چھوٹی سی لڑکی اُس کے ساتھ تھی جس کے
کانوں میں سونے کے بالے تھے ہمارا حال پوچھا اور کہا کہ جب تک آپکا جی چاہے ٹھہریں
کھانا ہمارے گھر سے آیا کریگا اتفاقاً اُس روز گھر میں کچھ نہ تھا اس مرد کریم نے چھوٹی لڑکی
کا بالا اُتار کر گروی رکھا اور ہمکو تین دن تک طرح طرح کا کھانا کھلایا چوتھے روز ہم رخصت ہوئے
اور ایک بیل اکسیر کی اُس کے حوالہ کی اور اپنے روبرو اسکی تاثیر دکھلادی اُسنے بیل کو پھینکدی
اور لاٹھی لیکر ہمارے پیچھے دوڑا کہ میں نے تمہاری خدمت للہ کی تھی نہ اس طمع کے لئے غرض
ہم نے بمشکل تمام اُس سے پیچھا چھوڑایا جب دور نکل گئے تو ہم دونوں کو خیال آیا کہ دیکھو یہ
شخص دنیادار ہو کر اس طرح تواضع سے پیش آیا بڑے شرم کی بات ہو کہ ایسے آدمی کو کیمیا سکھلا کر
نہ جائیں ہم پھر واپس آئے اور اُسی چوپال میں قیام کیا چودھری نے کہا کیوں کیا پھر مار کھانے
کا ارادہ ہے ہمنے کہا کہ صاحب اب کوئی بات ایسی نہو گی صرف تین روز ہم اور ٹھہرنا چاہتے
ہیں بولا کہ بسر و چشم تمہاری خدمت کرونگا لیکن حرف طمع زبان پر لاؤ گے تو جان سے مار ڈالونگا
کہ بھائی طمع کی بات جانے دو ایک نماز تمکو بتائیں تو پڑھو گے یا نہیں کہا ہاں اسکا مضائقہ
نہیں میں نے وہی دوگانہ خضری بتایا اور کہا کہ اسکو تین روز تک پڑھنا یہ کہکر ہم تو چلدیئے سال
بھر کے بعد جو ہم واپس آئے تو لوگوں سے معلوم ہوا کہ وہ چودھری دیوانہ ہو گیا اور گاؤں
در گاؤں بھیک مانگتا پھرتا ہے بہت جستجو کے بعد ملا تو ہمکو دیکھتے ہی لٹھ لیکے دوڑا کہ خدا تمکو
غارت کرے کہ تم نے مجھکو خراب کر دیا گھر بار بال بچے سب چھوٹ گئے روٹی ٹکڑے کا
ٹھکانا نہ رہا یہ کہکر رونے لگا اور کہا کہ خدا دشمن کو بھی اس مصیبت میں نہ ڈالے نہ دنیا ہی
نہ دین رہا تمام جہان اپنی جان کا دشمن معلوم ہوتا ہے۔ دوسرا شخص جسنے زبردستی سیکھا

اُس کی کیفیت یہہ ہے کہ ضلع سہارنپور کے ایک گاؤں میں ہم مقیم تھے وہاں ایک جولاہے نے ہماری بڑی خدمت کی یہانتک کہ اپنا تمام مال واسباب بیچکر ہمکو کھلادیا جب وہ بالکل قلاش ہوگیا تو اُسنے ایک روز کیا کام کیا کہ قدآدم گڈھا گھر کے اندر کھودا اور اُسپر ایک بوریہ اور بوریہ پر سفید چادر بچھادی اور اپنی بیوی کو سمجھادیا کہ خالی دیگچیوں میں چمچہ ہلاتی رہنا تاکہ معلوم ہو کہ کھانا کئی قسم کا پکتا ہے پھر ہمکو بلاکر لے گیا کہ چلئے آپکی دعوت ہے ہمکو تو چاٹ لگی ہوئی تھی جھٹ چلے گئے پہلے تو ہم اور وہ ایک چارپائی پر بیٹھے ادھر اودھر کی باتیں ہوتی رہیں اور وہ اپنی بیوی کو تاکید کرتا رہا کہ جلدی پلاؤ زردہ پکاکر لاؤ وہاں کیا خاک دھرا تھا یوں ہی جھوٹ موٹ دیگچی کھرکا دیتی تھی اسی انتظام میں آدھی رات ہوگئی اُسوقت کہا کہ آؤ کھانا تیار ہے ہم بخوشی اُٹھے اور سفید چادر پر قدم رکھا اب ترنوالے کھائیں گے اُسپر بیٹھنا تھا کہ دھم سے گڈھے کے اندر!!! میں تو گرا اور وہ دونو میاں بیوی لٹھ لیکر میرے سر پر آچڑھے اور دھڑ دھڑ مارنے لگے کہ آج اسی گڈھی میں تمکو مار کر دبادیں گے ناچار اُسکو ایک نسخہ چاندی کا بتانا پڑا اور بمشکل دو چار دفعہ اوسی دم آزمالیا تب بمشکل میری جان بچی اور اُسنے رہائی دی پھر پاؤں میں گر پڑا اور قصور معاف کرایا اُس دن سے میں نے توبہ کی پھر کسی کی دعوت نہ کھاؤنگا ؎ بدوزد طمع دیدۂ ہوشمند ٭ درآرد طمع مرغ دماہی بہ بند ٭ ایک روز باجوے ہم سے دریافت کیا کہ میاں صاحب سیکڑوں آدمی میرے پیچھے پھرتے ہیں اور کیمیا کے طالب ہیں ہر ایک کا یہی سوال ہے کوئی نسخہ بتادو مگر باوجود بے تکلفی اور محبت و ملاقات کے آپنے کبھی اس بات کی خواہش نہ کی اسکا کیا سبب ہے ہم نے کہا یہ تو بتاؤ کہ جو لوگ تم سے پوچھتے ہیں کیا اُن کو تم نے بتلادیا کہا کہ نہیں ہم نے کہا پھر ہمیں کیا ضرورت ہے کہ تم سے خواہش کریں اور اس ملاقات میں بھی خلل ڈالیں رہا فائدہ کیمیا کا سو ہمکو یوں ہی حاصل ہے کہ تم روزمرہ ملائی اور مٹھائی وغیرہ لے آتے ہو اور ہم کھالیتے ہیں اس سے زیادہ مزہ کیمیا کا ہمکو درکار نہیں ایک روز باجوے نے بیان کیا کہ میں پھٹے پرانے کپڑے پہنے ہوئے ایک پیرجی کی خدمت میں گیا کہ حضرت مجھے مرید کر لیجئے اُنہوں نے غریب و شکستہ

حال دیکھکر مجھکو دھتکار دیا اسوقت پیرجی ہوسی کی دھت میں مصروف تھے اور پھونک پھانک کر رہے تھے میں نے اُن کی ادویات لیکر اور کچھ اپنے پاس سے ملاکر جھٹ پٹ چاندی بنا کر دکھادی پھر تو پیرجی لٹو ہو گئے بڑی خاطر و مدارات کی اور کہا کہ تجھکو ہم دل و جان سے مرید کریں گے بشرطیکہ کیمیا سکھادے میں نے کہا کہ بہت اچھا تین من گوہ بندروں کا جمع کرایئے پیرجی نے مریدوں کو حکم دیا کہ چند روز میں گوہ جمع ہو گیا میں نے کہا کہ اسکو گھڑوں میں بند کرکے آگ دیدیجئے تاکہ اسکا تیل نکل آئے ترکیب بتا کر میں تو چلدیا پیرجی نے گوہ کو آگ دی مارے بدبو کے تمام بستی کے لوگ چلا اُٹھے اور پیرجی کے گھر پر ایک شور غل مچادیا کہ خدا کے لئے پیرجی کیوں تمام بستی کا ناک میں کیا یہ کیمیا بلا آپنے جلائی ہے غرض پیرجی نہایت خفیف ہوئے۔

ایک روز ارشاد ہوا۔ کہ جب ہم میرٹھ میں مقیم تھے تو کپڑے بالکل پھٹ گئے گرہ میں کوڑی نہ تھی مجبور لڑکے پڑھانے شروع کئے ؎ از توکل در سبب کاہل مشو ✤ رمز الکاسب حبیب اللہ شنو ✤ گر توکل میکنی در کار کن ✤ کسب کن پس تکیہ بر جبار کن ✤ جب کپڑوں کے لائق دام آگئے تو پڑھانا ترک کردیا اوسی زمانہ میں مولوی **حبیب اللہ شاہ** صاحب رح کی خدمت میں رہے فی الواقع حضرت کی اصلاحی توجہ نہایت عمدہ تھی ہماری طبیعت کو بہت درستی اور اصلاح حاصل ہوئی اور تمام سلوک نقشبندیہ شاہ صاحب قبلہ سے طے کیا جب سیر لطایف و دوائر و انوار کی ہو چکی تو حضرت نے فرمایا کہ لو سید صاحب تعلیم ختم ہوئی میں نے عرض کیا کہ آپکی توجہ سے لطائف و دوائر کا خوب تماشا دیکھا مگر گستاخی معاف ہو خدا کا پتہ تو نہ کسی دائرہ میں لگا نہ کسی لطیفہ میں یہ سب بھان متی کا سوانگ معلوم ہوتا ہے اسوقت تو یہ بات اُنکو بہت ناپسند ہوی مگر رات کو خود غور و فکر جو کیا تو بات سمجھ میں آگئی چونکہ نہایت منصف اور دانا آدمی تھے صبح کو فرمانے لگے کہ سید تم سچ کہتے ہو ہمنے جو غور و انصاف کیا تو درحقیقت خدا ئے بیچون و چگوں کسی دائرہ اور لطیفہ میں مقید نہیں آفریں صد آفریں تم نے یہ بات سمجھائی صدہا طالب ہمارے پاس آئے

مگر کسی نے اس سوجھ بوجھ کی گفتگو نہیں کی آؤ دہلی چلکر حضرت شاہ ابوسعید صاحب سے یہ بات عرض کریں چنانچہ شاہ صاحب مجھکو دہلی لے گئے اوّل تو شاہ ابوسعید صاحب نے بڑے زور و شور کی توجہ دی لوگوں کو خیال تھا کہ دیکھئے کیا حالت ہوتی ہے مگر ہم تو جیسے تھے ویسے ہی اُٹھ کھڑے ہوئے بعد اس کے مولانا حبیب اللہ شاہ صاحب نے وہ تقریر عرض کی شاہ ابوسعید صاحب نے فرمایا کہ یہ سوال تمھارا تو نہیں معلوم ہوتا میاں صاحب نے میری طرف اشارہ کیا اُسوقت جناب شاہ صاحب نے نہایت ہی انصاف کی بات فرمائی اور بہت ہی معقول جواب دیا کہ سُنو صاحبزادہ جو کچھ ہمکو بزرگوں سے پہنچا تھا وہ ہمکو پہنچا دیا اب اگر تمھارا حوصلہ فراخ اور طلب غالب ہے تو اور جگہہ تلاش کرو ع متاع نیک ہر دوکاں کہ باشد پھر ہم دہلی سے چلدئے ؎ من فدائے آنکہ او در ہر رباط ٭ خویش را واصل نداند بر بساط ٭ ہر کہ صاحب ہمت آمد مرد شد ٭ ہم چو خورشید از بلندی فرد شد ٭

ایک روز ارشاد ہوا۔ کہ جناب مولوی حبیب اللہ شاہ کی ایما کے موافق مرزا غفور بیگ صاحب کی زیارت کے لئے ہم میرٹھ سے خورجہ کو روانہ ہوئے اوّل ہی منزل پر موضع کھرکھودہ میں ایک لڑکا ملا ہماری صورت دیکھکر بولا کہ آپکے پاس پانچ روپیہ اور ایک آنہ ہے ہمنے کہا کیوں اگر تمکو درکار ہے نذر ہے بولا نہیں میں تو یوں ہی کہتا تھا رستہ میں ہم نے اس سے پوچھا سچ بتا تو کون ہے اور تجھکو کیا عمل آتا ہے اُسنے کہا کہ مجھکو یہ تو خبر نہیں کہ میرا باپ کون تھا بچپن میں ٹھگ مجھکو لیگئے تھے اُن ہی لوگوں میں پرورش پائی اور ایک منتر بھی اُن سے سیکھا جسکی بدولت میرے سب کام نکلتے ہیں میں آپکو بھی اس منتر کی اجازت دیتا ہوں منتر یہ ہے اُوْاُوْاَمَرَھَا اُمَرْھِحَا اَھْلَاً اَھْلَاً کَھْلَاً کَھْلَاً لَکَھْلَاً کَھْلَجَا کَیْ کَرْھِجَا کَرْسَا کَرْسَا سُوْھَا ھُسَا یَا بَلْبُ یَا بَلْبُ یَا بَلْبُ اگر کوئی امیر ملگیا تو آپکو اسکا تماشا دکھاؤنگا غرض جب ہم دونوں مرزا صاحب کی خدمت میں پہنچے اور چند روز رہے تو ایکدن اُس لڑکے کے سامنے ہمنے مرزا صاحب

کی تعریف بیان کی کہنے لگا کہ آپ کہیں تو تماشا دکھاؤں ہمنے کہا اچھا اُسنے تین کنکریوں پر یہ منتر پڑھا اور باری باری سے مرزا صاحب پر پھینکیں تیسری کنکر کھاتے ہی چپکے سے گھر میں چلے گئے اور سب نقد و زیور اُسکے سامنے لا رکھا اور کہا کہ لیجاؤ ہم نے وہ زیور وغیرہ اُس لڑکے سے لیلیا اور اُن کے گھر میں بجنسہٖ پہونچا دیا مائی صاحبہ نے فرمایا تم نے دیکھا کہ آج مرزا صاحب نے یہ کیا خلاف عادت کام کیا اُسوقت ہم نے یوں بات بنا دی کہ حضرت ایک شخص نے امتحان کیا تھا کہ جیسے پہلے زمانہ میں حضرت ابوبکر صدیق نے اپنا تمام مال و اسباب خدا کی راہ میں دیدیا تھا اب بھی کوئی ایسا ہے یا نہیں ہوا سطے مرزا صاحب نے یہ چیز لیجا کر اُنکو دیدی تھی خیر یہ بات تو رفت و گذشت ہوئی مگر تین روز تک مرزا صاحب پر منتر کا اثر رہا جو تھے روز ہوش میں آئے تو فرمانے لگے کہ خدا جانے کیا اسرار تھا تین دن سے ظلمات کا ابر دل پر چھا گیا تھا اور سب فیض و برکات یک قلم بند تھے ہمکو نہایت تعجب ہوا کہ ایسے بڑے مشائخ پر منتر نے یہ تاثیر کی وہاں ایک مجذوب بھی رہتا تھا ہم نے اُس لڑکے سے کہا کہ بھلا آؤ اسپر تو آزماؤ اُس لڑکے نے جواب دیا کہ صاحب یہاں دال نہیں گلتی اسکی رگ رگ میں ایک ایسی تاثیر سمادی ہے کہ دوسرے کی گنجایش نہیں مگر ہمارے اصرار سے وہ آمادہ ہوگیا ادھر اُسنے کنکر اوٹھائی ادھر مجذوب نے سر اُبھارا اور للکارا کہ بچہ کیا ہمکو بھی مرزا سمجھا ہے لڑکا بولا دیکھئے میں نہ کہتا تھا کہ صاحب یہ ہوشیار ہے اسپر کچھ نہیں ہونے کا ہمنے پھر کہا کہ بھلے مانس آزما تو سہی خیر اُسنے تینوں کنکریاں ماریں لیکن مجذوب پر کچھ اثر نہ ہوا +

ایک روز ارشاد ہوا۔ کہ میرٹھ کی سرائے میں ہم قریب ایک مہینے کے ٹھیرے ایک اور فقیر بھی ہمارا رفیق تھا وہ بنئے کی دوکان سے جنس قرض لاکر کھایا کرتا تھا ایکدن چپکے سے چلدیا بنیا ہمارے پاس آیا کہ اپنے ساتھی کا قرضہ دلوائے ہمنے کہا کہ بھائی ہم تجھ سے جنس نہیں لائے لانیوالے کی ضمانت نہیں کی پھر ہم سے کیوں دعویٰ کرتا ہے جسکو دیا ہے

اُس سے لے جب وہ مایوس ہوکر چلا تو ہمنے کہا کہ گو ہم سے کچھ واسطہ نہیں لیکن تیرا روپیہ ادا کرکے جائیں گے بتا کیا چاہیئے اُسنے اٹھارہ روپیہ بتائے ہم نے دوسرے دن سورۂ یٰسین کا عمل شروع کیا تیسرے دن لالہ بانکے رائے وکیل کا آدمی چونتیس روپیہ لیکر ہمارے پاس آیا اور کہا کہ لالہ صاحب نے کہا ہے کہ آپ کس جھگڑے میں پڑے ہیں غرض ہمنے اُسیوقت اٹھارہ روپئے بنئے کو دیدئے اتفاق سے وہ فقیر ایکبار رڑکی میں ملگیا ہمنے کہا کہ کہ تمکو ایسا زیبا نہ تھا وہ روپیہ دینے لگا مگر ہمنے لیا نہیں +

ایک روز ارشاد ہوا۔ کہ میرٹھ میں حافظ جلال الدین صاحب گیارھویں کیا کرتے تھے ایکبار ہم پانچ آدمیوں کی دعوت کی جب فاتحہ شروع کی تو گھنٹہ بھر تک بزرگوں کے نام پڑھتے رہے بروح پاک فلاں فلاں آخر ہم نے تھک کر اُن سے عرض کیا کہ حضرت سب کے شمار تو ہو گئے ان پانچ صورتوں کے نام بھی پکار دیجئے جو اصل کھانیوالے ہیں بزرگوں کو ثواب جب پہونچیگا جب ان پانچوں کا شکم سیر ہوگا اس بات پر بعض لوگ تو ہنس پڑے اور بعض ناراض ہوئے لیکن عبارت فاتحہ جلد ختم کی گئی +

ایک روز ارشاد ہوا۔ کہ ایک بزرگ نے ہمکو بتایا کہ گیارہ سو مرتبہ یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ پڑھکر مراقب ہو جایا کرو لیکن یہ بات کسی کے روبرو بیان نکرنا ہمنے پڑھنا شروع کیا جب مراقب ہوئے تو دیکھا کہ ایک جسم مماثل ہمارے جسم سے جُدا ہوکر سامنے آکھڑا ہوا یہ ماجرا دیکھکر ہمکو حیرت ہوئی اتفاقاً ایک روز حضرت حبیب المدد شاہ نے دریافت کیا کہ تم کچھ پڑھتے ہو ہم نے سب حال بیان کردیا اُس روز سے وہ بات جاتی رہی +

ایک روز ارشاد ہوا۔ کہ شہر میرٹھ میں میاں روشن شاہ کوٹلے کی مسجد میں رہتے تھے اُنکے پاس ایک بزرگ تشریف لائے جب رات کو سب نماز پڑھکر چلے گئے اور مسجد میں کوئی نہ رہا دروازہ بند ہوگیا اُسوقت روشن شاہ سے وہ بزرگ بولے کہ بتاؤ کیا کھاؤ گے جواب دیا کہ حضرت اب تو بازار بند ہوگیا دُکاندار بھی اُٹھ گئے اب کھانا کہاں

فرمایا تم اسباب کا فکر مت کرو۔ خیر شاہ صاحب نے ایک کھانے کا نام لیا اوسی وقت غیب سے کھانا آگیا دونوں نے خوب کھایا پھر وہ بزرگ کمبل تانکر لیٹ رہے تھوڑی دیر بعد شاہ جی نے اونکو ٹٹولا تو خالی کمبل پایا صبح کے قریب دیکھا تو کمبل میں موجود ہیں کئی دن یہی کیفیت دیکھی ایکدن میاں روشن شاہ کے ساتھ وہ بزرگ گدڑی کے بازار سے گذرے تو کوئی شخص گا رہا تھا آواز سُنتے ہی دہم سے کنوئیں کے اندر جا پڑے جو مسجد کے سامنے ہے تھوڑی دیر بعد جست کرکے باہر آگئے نہ بدن بھیگا نہ کپڑے تر ہوے جب راز افشا ہوگیا تو سرد ہنہ کو چلدیئے اُن کے جاتے ہی میاں روشن شاہ کے دل میں ایک ولولہ پیدا ہوا کہ ایسے کامل بزرگ سے ہمنے کچھ فیض و فائدہ حاصل نہ کیا یہ بھی اُن کے پیچھے پیچھے روانہ ہوے وہ بزرگ سرد ہنہ میں یہ بات کہکر چلدیے کہ ایک شخص اس نام کا میرٹھ سے ہمکو پوچھتا ہوا آوے گا اس سے کہدینا کہ بڈولی کو گئے یہ خبر پاکر شاہ جی بڈولی پہونچے وہاں پتہ لگا کہ کرنال کو گئے یہ بھی کرنال پہونچے وہاں پہنچکر ملاقات ہوئی شاہ صاحب نے عرض کیا کہ ہمکو کچھ تعلیم و تلقین فرمائیے یہ بات سُنکر بولے اگر خدا کو منظور ہوتا کہ تمکو کچھ فائدہ ہم سے پہنچے تو ہم پہلے ہی تعلیم کردیتے اب تم شاہ باد کی طرف فلاں بزرگ کی خدمت میں چلے جاؤ وہ تمکو تعلیم کریں گے شاہ صاحب مایوس ہوکر چلے آئے

ایں سعادت بزور بازو نیست × تانہ بخشد خدائے بخشندہ

ایک روز ارشاد ہوا۔ کہ موضع منڈاور میں ہم پہونچے تو سُنا کہ یہاں ایک سیّد صاحب شیعہ تھے مرتے دم اُنھوں نے یہ وصیت کی ہے کہ ہماری دونوں لڑکیوں کی شادی نہ کی جائے جب حضرت امام مہدی آخرالزمان کا ظہور ہو تو یہ دونوں اُن کے نکاح میں دی جائیں ہم نے سیّد صاحب کی بیوی سے کہا کہ امام مہدی علیہ السلام تو شریعت محمدی کے تابع ہوں گے اور اُس شریعت میں دو بہنوں کا جمع کرنا جائز نہیں پس مناسب ہے کہ ان میں سے ایک کی شادی کردو اور ایک امام صاحب کی نذر کے لئے رہنے دو چنانچہ ایک کی شادی ہوگئی اسکے بعد ہم نے کہا کہ اب اس غریب کو بھی کیوں

بٹھا رکھا ہے خدا جانے امام علیہ السلام کے ظہور تک اسکی عمر وفا کرے یا نکرے اس سے تو
یہ ہی بہتر ہے کہ اس کی بھی شادی کردو اور اُسکی اولاد سے امام صاحب کے زمانہ میں جو لڑکا
موجود ہو امام صاحب کی نذر کی جائے تاکہ وصیت بھی پوری ہو جائے غرض اسکی بھی شادی ہو گئی
ایک روز ارشاد ہوا - کہ موضع منڈاور میں ہم وہاں کے صاحب سجادہ کے پاس بیٹھے
ہوئے تھے چونکہ اکثر بزرگوں کی عادت میں داخل ہے اپنے مریدوں سے ہر قسم کا کام لینے
ہیں میاں صاحب نے اپنے مریدوں کو ہلوں میں جوت رکھا تھا ایک روز جب مریدیں جوت کر
آئے تو آپنے فرمایا کہ ارے رات کو کچھ اللہ اللہ بھی کر لیا کرو تو مرید کیا کہتے ہیں کہ اب آئی ہے
بدنصیبوں کی کمبختی دنکو تو ہل جوتیں اور رات کو اللہ اللہ کریں بس اب ہم کیونکر جیویں گے کسر
سامت نفس میں گرفتار ہو گئے باز آئے ایسی پیری مریدی سے یہ بات سُنکر ہم تو ہنسنے لگے
اور پیر جی چُپ رہ گئے کچھ جواب نہ دیا فی الحقیقت مریدوں سے کام لینا بہت بُرا ہے
اور خصوص طالبِ خدا سے اگرچہ بعض اولیا اللہ نے بھی بعض طالبانِ خدا سے بہت
سخت کام لئے ہیں لیکن اُسمیں کچھ مصلحت تھی اور آخر اُنکو اپنے مطلوب سے ملا دیا
خرابی تو یہ ہے کہ اکثر پیرزادے صاحب سوائے بزرگی خاندان کے اور ہی گرہ کا تو کچھ
رکھتے نہیں مگر مریدوں کی خوب خبر لیتے ہیں اگر کوئی مرید راسخ الاعتقاد اپنی محبت سے
پیر کا کچھ کام کرے تو اُسکو اختیار ہے لیکن بدلہ دینا اسکو بھی لازم ہے هَلْ جَزَاءُ الْاِحْسَانِ
اِلَّا الْاِحْسَانُ ط **ایک روز ارشاد ہوا** - کہ جب ہم کرتپور میں گئے تو دیکھا کہ صبحدم آنکر
سجادہ نشین صاحب نے حضرت احمد شاہ کے مزار کا طواف و سجدہ کیا ہمنے کہا کہ صاحب
طواف و سجدہ تو یہاں ادا ہوا اگر حضرت غوث الاعظم کے مزار پر آپ ہوں تو وہاں کیا کیجئے گا
اور حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لئے کیا باقی رکھا اور خدا سے
تو کچھ مطلب ہی نہیں جس کے لئے کچھ ادب و تعظیم درکار ہو وہ خفا ہو گئے اور بولے کہ میاں
طالب علم حجتی ہوتے ہیں اسیواسطے اونکو فیض نہیں ہوتا ہمنے کہا کہ صاحب ایسے فیض کو

سلام ہے کہ جس کے لئے خدا کو چھوڑ کر دوسرے کے سامنے سر جھکائیں اور توحید سے نکلکر شرک میں مبتلا ہوں +

ایک روز ارشاد ہوا - کہ ہم نے ایک گاؤں میں ایک بزرگ کو دیکھا کہ فقیری کے علاوہ اُنمیں دو کمال اور بھی تھے ایک تو کیمیاگری دوسرے عمل چنانچہ ایک زمیندار اُن کے پاس آیا اور بیان کیا کہ میری گائے گم ہوگئی ہے اُس بزرگ نے ایک تعویذ لکھا اور جس طرف گائے کا نشان دیا تھا اُس طرف تعویذ کا رُخ کیا تھوڑی دیر میں دیکھا کہ گائے اُس طرف سے دوڑی چلی آتی ہے - میاں صاحب نے یہ کیفیت دیکھکر تعویذ کا رُخ اپنی طرف کرلیا وہ گائے اُلٹی پھر گئی فرمایا اگر کہو تو اسیطرح دوڑا دوڑا کر اسکو ہلاک کردوں پھر تعویذ سامنے کیا گائے پلٹی آئی اکدن میاں صاحب ہماری بڑی تعریف و توصیف فرمانے لگے ہم نے کہا آج کیا بات ہے کہ چھ مہینے بعد آپنے ہماری صفت و ثنا بیان کی آخر ہماری آپکی ملاقات تو پہلے سے ہے کبھی آپنے تعریف نہیں کی بولے کہ آج مدح و ثنا کی وجہ یہ ہے کہ تم چھ مہینے سے یہاں ہو اور خوب جانتے ہو کہ میں کیمیاگر ہوں لیکن تم نے کبھی اسکی خواہش و رغبت ظاہر نہیں کی ہمنے کہا کہ صاحب اگر خواہش کیجاتی تو آپ بتا دیتے بولے کہ سچ تو یہ ہے کہ میں نہ بتاتا ہمنے کہا کہ ہماری استغنا کی وجہ یہ ہے کہ ہم تنِ تنہا دمِ نقد نہ جو رونہ بچے جہاں جاتے ہیں خدا کریم اپنی عنایت سے دو روٹیاں پہنچا دیتا ہے بھلا ہمکو کیا حاجت کیمیا کی ہے اور جس چیز کی حاجت نہو اُسکی طلب لاحاصل اور جب ہم جانتے ہیں کہ آپ نہ بتلائیں گے تو پھر ایسی بات کا پوچھنا فضول اور محض نادانی ہے +

ایک روز ارشاد ہوا - کہ مراد آباد میں ہم شیدی میاں کی زیارت کے لئے گئے دیکھا کہ تالاب میں غسل کرکے چلے آتے ہیں اور پیٹھ ایسی چمکتی ہے جیسے سلہٹ کی کالی ڈھال اُسی وقت یہ مصرع ہمارے ذہن میں گذرا ع کہ آب چشمہ حیواں درون تاریکی است +

شیدی میاں نے حال ضمیر دریافت کرکے فوراً یہ شعر پڑھا ؎ کالے گورے پہ کچھ نہیں موقوف

دل کے لگنے کے ڈھنگ اور ہی ہیں ۔ میں نے کہا سبحان اللہ ؎

کب لباسِ دنیوی میں چھپتے ہیں روشن ضمیر	جامۂ فانوس میں بھی شعلہ عریاں ہی رہا
تو بحال خویشتن مے باش شاد	تا بیابانی در جہاں جانِ مراد
آں زجاجی کو ندارد نورِ جاں	بول قارورہ ست قندیلش مخواں
نور مصباح است داد ذو الجلال	صنعتِ خلق ست آں شیشہ سفال
چونکہ آبش ہست خود جو آں بود	آدمی آنست کو را جاں بود
آدمی دیدہ است باقی پوست است	دیدہ آنست آنکہ دید دوست است
چونکہ دید دوست نبود کور بہ	دوست کو باقی نباشد دور بہ
ایں نہ مردان اند اینہا صورت اند	مردہ نان اند کشتہ شہوت اند

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَآءُ ؕ

ایک روز ارشاد ہوا ۔ ایک روز شہر بریلی میں گذر ہوا وہاں **شاہ نیاز احمد** صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات ہوئی نہایت اخلاق سے پیش آئے ہمہ صفت موصوف تھے ہم چند روز وہاں ٹھہرے ایکدن میاں صاحب فرمانے لگے تم ہمہ اوست کیوں نہیں کہتے ہم نے عرض کیا کہ حضرت جو کہتے ہیں وہ قالی اور خالی ہیں اور جو عالی ہیں کہتے نہیں ؎

ایں مدعیاں در طلبش بے خبرانند × کانرا کہ خبر شد خبرش باز نیامد

میرے طالب ۔ اگر ہمہ اوست کہیں تو طلب کسکی کریں مولانا صاحب تو چپ ہو رہے مگر اُن کے خلیفہ صاحب بولے کہ ہمارے حجرے میں آؤ تمکو توجہ دیں گے ہمنے کہا کہ بسم اللہ وہ حجرے میں جاکر توجہ دینے بیٹھے ہمنے کہا کہ صاحب اسوقت تو آپ بالکل مولانا **نیاز احمد** صاحب معلوم ہوتے ہیں خلیفہ صاحب نے کہا اجی استغفر اللہ ذرہ کو آفتاب سے کیا نسبت ہے ۔ چہ نسبت خاک با عالمِ پاک ؎ ہمنے کہا سبحان اللہ خدا بنے کو تو آپ طیار ہیں مگر نیاز احمد نہیں بن سکتے بس رکھئے اپنی توجہ ایسے شخص کی توجہ کس کام کی

کبھی تو خدا بن بیٹھے اور کبھی بندے کا بھی بندہ غرض چند روز بعد ہم وہاں سے چلے
یک روز ارشاد ہوا۔ کہ ہم بربلی سے کاکوری کو چلے گئے تھے سُنا تھا کہ وہاں کے جنگل میں ا
ویش رہتے ہیں جنکو وحوش وطیور سے محبت اور انسانوں سے نفرت ہے نہ اپنی کہتے ہیں
دوسرے کی سُنتے ہیں راتدن گریہ وزاری سے کام ہے بڑی تلاش کے بعد وہ ملے رفتہ رفتہ
ہم محبت ہوگئی ہم نے حال دریافت کیا تو کہنے لگے کہ میں ہندوستان سے بہ ارادہ حج چلا
سے جہاز پر سوار ہوا قضارا جہاز تباہی میں آکر پاش پاش ہوگیا ایک تختہ کے سہارے میں
سرے دن ایک پہاڑ کے قریب کنارہ سے جالگا خدا خدا کر کے تختہ سے اُترا
ھر گیا بہت فاصلہ پر ایک دیوار نظر آئی قریب جاکر دیکھا تو اُسمیں کوئی دروازہ نہ
ب بلند درخت دیوار کے قریب تھا اُسپر چڑھا اور دیوار پر سے اندر گیا وہاں کی
ابیاں کروں ایک باغ دلکشا دیکھا جس کا مثل نہ آنکھوں نے دیکھا نہ کانوں نے سُنا
صفا نہریں جاری رنگ برنگ کے طائر چہچہاتے اور قسم قسم کے میوے درختوں
ے ہوئے ہیں لیکن انسان کا کہیں پتا نہیں میں حیرت میں رہ گیا کہ بارخدایہ کیا مقا
ض کچھ میوے کھا پیکر ایک بارہ دری میں سو رہا عصر کے وقت آنکھ کھلی باغ کی
نے لگا شام کے وقت اس خیال سے کہ مُبادا یہ باغ جنات کا ہو ایک گوشہ میں
ں سے دیکھا کہ آسمان سے ایک گروہ سواروں کا اُترا اور چمن میں ایک تخت اور فر
ف بچھایا گیا خدمتگار قرینہ بقرینہ کھڑے ہوگئے اور دو صاحب نہایت حسین اُس تخ
بیٹھے کھانا تقسیم ہونا شروع ہوا میں دور سے یہ سب کیفیت دیکھ رہا تھا اُن دونو
سے ایک نے فرمایا فلاں ابن فلاں ہمارے یہاں آج مہمان ہے اُسکو بھی کھا
پاؤ میں یہ بات سُنکر متحیر ہوا اور دل میں کہنے لگا کہ الٰہی یہ کون بزرگ ہیں تھوڑی دیر
شخص میرے پاس کھانا لایا میں نے کہا تم کون ہو اور یہ بزرگ کون ہیں میرا جی چاہتا
نکی قدمبوسی حاصل کروں اُس نے کہا کہ میں بے اجازت کچھ جواب نہیں دے سکتا تم

کھاؤں اجازت طلب کرکے آتا ہوں میں ہنوز کھا ہی رہا تھا کہ وہ شخص یہ مژدہ لایا کہ تمہا
خواست منظور ہوئی چلو قدمبوسی حاصل کرو ہم لوگ شہید ہیں اور یہ باغ ہمارے رہنے
غام ہے اور یہ دونوں شاہزادے امام حسنؑ اور امام حسینؑ ہیں پھر تو میں خوشی کے مار
مہ میں پھولا نہ سمایا جھٹ پٹ جاکر قدمبوس ہوا اور اپنا سارا حال عرض کیا حکم ہوا کہ ا
اس باغ میں رہو جب حج کا وقت قریب آئیگا تمکو بیت اللہ پہنچا دینگے خاطر جمع
داس کے مجلس برخاست ہوئی میں بارہ دری میں جاکر سو رہا اُسدن سے مجھ
نوں وقت اماموں ہاموں کی زیارت ہوتی اچھے سے اچھا کھانا ملتا نو مہینہ بعد حج کا زما
یا میں نے عرض کیا کہ بعد حج حضور اسی جگہ مجھکو پھر بُلا لیں فرمایا کہ اچھا اور ایک شخص
لی طرف اشارہ کیا کہ اسکو پہنچا دو اوسنے کہا کہ آنکھیں بند کرو میں نے بند کرلیں پھر کہا
کھولدو میں نے کھولدیں دیکھا کہ بیت اللہ شریف میں کھڑا ہوں میں نے حج کیا پھر مد
نورہ کی زیارت کو گیا اور وہاں سے مکہ معظمہ میں واپس چلا آیا اب مجھکو ہر وقت یہ خیال
ہنے لگا کہ حضرت نے وعدہ فرمالیا تھا ابتک بُلایا نہیں آخر ایکدن اسی غم والم میں آنکھ
گئی آنکھ کھلی تو دیکھا کہ میں اُسی باغ کے اندر ہوں بہت خوش ہوا اور سجدہ شکر
بالایا پھر وہی زیارت اور وہی کھانا نصیب ہوا اسیطرح عیش و خوشی کے ساتھ چار
مہینے گذر گئے ایکدن میری جو شامت آئی تو عرض کیا کہ حضرت گھر جانے کو جی چاہتا ہے
سوقت یہ کہنا بھول گیا کہ مجھکو پھر بُلا لیجے گا ایک شخص کو اشارہ ہوا کہ اچھا اسکو پہنچا دو اُ
نے بند کرا کے مجھکو گھر پہونچا دیا دو چار دن تو کچھ خیال نہ آیا مگر پھر جو وہاں کی یاد نے ز
تو مجھکو جنون ہوگیا اتبک اُسی فراق میں مبتلا ہوں جب ہم نے یہ دو ہاتھ کی لمبی
نان سُنی تو کہا لاحول ولا قوۃ الا باللہ میاں ہم تو سمجھتے تھے کہ تو خدا کی یاد میں رونا ہے
رونا جھینکنا تو کچھ اور ہی نکلا اور وہ بھی نصیب نہ ہو جا اپنی قسمت کو رویا کر ہم وہاں سے
منو چلے گئے ٭

ایک روز ارشاد ہوا کہ لکھنؤ میں مولوی **عبد الرحمن** صاحب موحد سے ملاقات ہوئی انکی عادت تھی کہ جب کوئی آتا تو فرماتے آؤ معبود اور جاتا تو کہتے جاؤ معبود ہمسے بھی حسب عادت یہی کلام کیا ہم نے کہا کہ حضرت معبود معبود تو ہماری سمجھ میں آگیا لیکن آؤ جاؤ کے معنی کچھ نہ کھلے مولوی صاحب نے کچھ جواب نہ دیا لیکن سر اُٹھا کر بہت دیر تک ہماری طرف دیکھتے رہے خیر گاڑی کے بعد چلے آئے پھر نہ گئے +

ایک روز ارشاد ہوا کہ جب ہم بنارس پہونچے تو ایک بزرگ کے پاس ٹھہرے جو ہمارے نام سے دریافت کرنے سے معلوم ہوا کہ خاندان نقشبندیہ میں مولوی **حبیب اللہ** شاہ صاحب کے مرید ہیں ہمنے کہا کہ صاحب آپ صرف ہمنام ہی نہیں بلکہ ہمارے پیر بھائی بھی ہیں تو بہت محبت ہوگئی انکدن کہنے لگے کہ یہاں ایک مندر ہے جس میں ہر صبح کو گانا ہوتا ہے وہاں چلو چنانچہ بعد نماز صبح ہم دونوں گئے دیکھا کہ ایک پنڈت جوان عمر تخت پر بیٹھا ہوا بڑے شور سے توحید بیان کر رہا ہے جب وہ بیان کر چکا تو صبح کی راگنی میں آرتی شروع کی ہمارے پیر بھائی **سید غوث علیشاہ** حسینی تو اُسکو سُنکر گر ہی پڑے مگر ہم نے ضبط کیا اور ایک ستون پکڑ لیا تاہم بدن پر ایک لرزہ سا طاری تھا آرتی ختم ہوئی تو ہمارے پیر بھائی ہوش میں آئے اور مکان کو چلے آٹھ روز تک ہماری وہی حالت رہی نویں دن فرد ہوئی اسکے بعد پھر کبھی ہم راگ سُننے کو نہیں گئے ایکدن سید غوث علی شاہ صاحب نے فرمایا کہ آج گنگا پر چلو وہاں ایک چیلے کو سنیاس دیگا ہم دونوں پہونچے دیکھا کہ ایک پنڈت چیلہ کو تعلیم دیا چاہتا ہے پیر بھائی جھٹ سر کھول کر پنڈت کے سامنے جا بیٹھے اور کہا کہ پنڈت جی پہلے ہمکو مونڈئے سُنکر پنڈت رونے لگا اور نہایت انصاف کی بات اُسنے کہی کہ میاں صاحب چاہتے ہو اسکی ہمکو ہوا بھی نہیں لگی خیال کرو اگر ہم اس قابل ہوتے تو ٹکے ٹکے پر کیوں پھرتے یہ مرتبہ اگلے لوگوں میں تھا کہ ادھر اُسترا سر پر رکھا اُدھر حال وارد ہوا ہم لوگ ان کی نکتہ چینی کرتے ہیں ؎ خیال زلف بتاں میں نصیر پیٹا کر + گیا ہے سانپ نکل اب لکیر

جناب قبلہ نے پھر یہ فرمایا کہ البتہ ہردوار کے مقام پر ہمنے یہ معاملہ دیکھا کہ جو اس پنڈت نے کہا یعنی ایک ستنیاسی اپنے چیلے کو سنیاس دینا چاہتا تھا کہ ایک مسلمان فقیر سر کھول کر سامنے آبیٹھا سنا نے جوش میں آکر حجام کو اشارہ کیا کہ اچھا پہلے اسی کو مونڈ چنانچہ حجام نے اپنا کام شروع کیا اور گرو یوں تعلیم شروع کی۔ نہ پانی نہ مٹی نہ سرگی نہ نرگی نہ برہمی نہ بشنی الخ اس تسلیم کے بعد اُس شخص پر ایسی زور شور کی حالت طاری ہوی کہ وہ پرم ہنس ہوگیا یعنی مجذوب پھر چیلے کی باری آئی اُسپہ حالت تو طاری ہوئی مگر وہ بات نہوئی جو اُس جوش وخروش میں فقیر کو حاصل ہوگئی تھی ع ہے اپنا اپنا مقدر جدا نصیب جدا +

ایک روز ارشاد ہوا۔ کہ ہم بنارس سے علاقہ نیپال کو چلے گئے اتفاق سے وہاں ایک انگریزی رسالہ خیمہ زن تھا بعض آدمی ہماری جان پہچان نکلے اُنکے پاس ٹھیر گئے ایک دن عصر کے وقت ہم اور چند سوار جنگل کی سیر کو گئے دیکھا کہ گھیا کدو کے کھیت پر ایک لڑکی حفاظت کے لئے بیٹھی ہے ایک سپاہی نے کدو توڑ لیا اور کہا کہ پیسہ صبح کو پہونچا دونگا یہ تو چلے آئے تھوڑی دیر بعد اُس لڑکی کا باپ آیا تو اُسنے کہا کہ سپاہی زبردستی کدو توڑ کر لے گئے یہاں سپاہیوں نے ڈیرہ پر آن کے کدو پکایا اور چار آدمیوں نے کھایا ہم سے بھی بہت اصرار کیا لیکن ہم نے نہ چکھا صبح کو وہ چاروں سپاہی روتے ہوئے ہمارے پاس آئے اور کہا کہ ہمارے خصیتین غایب ہوگئے آپ ہی خوب رہے جو کدو نہ کھایا اب کیا علاج کریں ہم نے کہا کہ بھائی چلو اُسی کھیت پر قضیہ زمیں بر سر زمیں وہاں پہونچے تو دیکھا کہ ایک بوڑھا خرانٹ بڑی مونچھوں والا بیٹھا ہے ہم نے اُس سے تمام حال بیان کیا اور پیسہ دیا وہ بولا کہ صاحب لڑکی نے تو یوں بیان کیا تھا کہ زبردستی توڑ کر لے گئے یہ قصور اُس جانہار کا ہے یہ کہکر اُسکو خوب پٹیا پھر اُس سپاہی سے جس نے کدو توڑا تھا کہ خیر تم بھی کیا یاد کروگے جاؤ ایک بڑا اور ایک چھوٹا رہیگا چنانچہ ایسا ہی ہوا باقی سپاہی سب اچھے ہوگئے اُس کے بعد بڈھے سے ہماری دوستی ہوگئی روزمرہ اُسکے پاس طرح طرح کی چیزیں بھلاتا اور نہایت خاطرداری سے پیش آتا ایک روز کہنے لگا کہ ایک منتر نہایت مجرب و پُرتاثیر

میرے عمل میں ہے آپکو اُسکی اجازت دیتا ہوں جو ارادہ کرو گے خدا پورا کریگا وہ منتر یہ ہے۔
کرکر کرکر کرکر گوگو گوگو یادر آئی میری بھگت میری گرو کی سکت پھرو منتر ایشری بتا چا۔

ایک روز ارشاد ہوا۔ کہ ہم نیپال سے آتے تھے اثنائے راہ میں ایک انگریز کا خیمہ دیکھا بہت سے آدمی اور تین ہاتھی اُسکے ساتھ تھے چونکہ ظہر کا وقت ہوگیا تھا ہم نے وضو کے لئے صاحب کے خانساماں سے پانی مانگا اُسنے اوّل حال پوچھا پھر مصر ہوا کہ آج یہیں ٹھیرو میں گیارھویں کرونگا خیر ہم ٹھیر گئے دوسرے دن بھی اُسنے نہ آنے دیا خانساماں سے معلوم ہوا کہ یہ صاحب شیر کا شکار کھیلنے آیا ہے ہم نے کہا کہ بھلا ہمکو بھی سیر دکھا سکتے ہو اُسنے جاکر صاحب سے اجازت چاہی کہ ہمارے ایک بزرگ آگئے ہیں اور وہ شیر کا شکار دیکھنا چاہتے ہیں اُسنے اجازت دی کہ اچھا ایک ہاتھی پر سوار کرکے لے چلنا تیسرے دن خبرداروں نے خبر دی کہ فلاں جگہہ شیر نے گارہ کیا ہے فوراً انگریز سوار ہوا اور اس کے پیچھے ایک ہاتھی پر ہم چلے جسوقت جنگل میں پہونچے انار جھوڑے گئے شیر غرّا کر اُٹھا اور سیدھا ہاتھی پر لپکا اور جست کرکے ا طمانچہ مارا کہ ہاتھی بیٹھ گیا اور ہودا بھی گر پڑا معاً انگریز سنبھلا اور بندوق جوڑ کر ایسی گولی ماری کہ شیر وہیں ٹھنڈا ہوگیا شکار کے بعد خیمہ میں آئے صاحب سے بھی ملاقات ہوئی جب بے تکلفی ہوگئی تو ایک روز کہنے لگے کہ ہم نے فلاں درود میں بڑی تاثیر دیکھی ہے ہمارے کام کے لئے پڑھا دیجئے ہم نے اُسکا چلّہ بھی کیا ہے اور ورد رکھتے ہیں ہم نے کہا صاحب پھر آپ مسلمان کیوں نہیں ہوجاتے جواب دیا کہ خالق برحق نے سب اشیاء میں تاثیر رکھی ہے یہ بھی ایک اثر ہے ہاں اسمیں شک نہیں کہ آپکے محمد صاحب بہت بڑے عقلمند آدمی تھے اور اُنکے اصحاب بھی بڑے دانشمند شجاع تھے پھر ہمنے پوچھا کہ آپ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کو بھی مانتے ہیں بولا کہ سنو صاحب اگر ہمارے پاس دو کیسو ہوں تو ہم ہی عیسےٰ ہے اور ہم ہی موسیٰ اسکا اس کلام سے ہم سمجھ گئے کہ غرور یہ شخص دہریہ ہے مگر بہت خلیق آدمی تھا۔

ایک روز ارشاد ہوا۔ کہ نیپال کی طرف سے واپس ہوکر ہم علیگڈھ میں پہونچے وہاں ایک درویش محمد شاہ رہتے تھے اُن کے مکان پر گئے تو مریدوں نے بیان کیا کہ صاحب آجکل اُن پر ایک حالت طاری ہے مُنہ کالا کئے ہوئے گدھے پر سوار ہیں جوتیوں کا ہار گلے میں پڑا ہے پیچھے پیچھے لڑکوں کا غول یہ شور مچاتا جاتا ہے بھڑوا ہے بھڑوا ہے! ہم نے جب یہ حال تو کپڑے وہیں رکھے اور دل میں یہ خیال کرکے اُنکی تلاش کو نکلے کہ اگر کامل میں تو بچھو کیطرح ڈنک مار کر تڑپا دیں گے ؎

نین چھپائے ناچھپیں پٹ گھونگٹ کی اوٹ × چترائے اور سور ماکریں لاکھ میں چوٹ

اور اگر یہہ بات ہنسی کی ہے تو ہم اونکو سیدھا بنا لائیں گے آخر بازار میں ملگئے ہمنے اُنکے گدھے کا کان پکڑ لیا اور لڑکوں سے کہا ذرا چپ رہو میاں صاحب سے دو باتیں کر لینے دو لڑکے خاموش ہوگئے ہمنے کہا کہ آپ کسکے بھڑوے ہیں اگر خدا کے ہو اُس سے ملاؤ اگر رسول کے ہو تو رسول سے اور اگر رنڈی کے بھڑوے ہو تو اُس کے پاس لیچلو اسوقت پانچ روپیہ بھی ہماری جیب میں ہیں اور اگر ان تینوں میں سے کسی کے بھڑوے نہیں تو کیوں یہ بھوندہ سا نگ بھرا ہے گدھے سے اُترو اور اپنے گھر چلو آخر اُنکو کچھہ بن نہ آئی گدھے سے اُتر کر کہنے لگے کہ اچھا گھر چلو ہم تمکو توجہ دینگے ہمنے کہا بس صاحب دیکھہ لی آپکی توجہ یہ کھیل تو ہم بھی مدتوں کھیل چکے ہیں خیر پھر مکان پر گئے ہاتھہ مُنہ دھویا کھانا کھایا توجہ بھی دی اثنار گفتگو میں ہم نے پھر کہدیا کہ حضرت یہہ بات آپکی سمجھہ میں نہ آئی بھڑوا تو بھڑانے والیکو کہتے ہیں خدا کا بھڑوا تو مردان خدا کا کام ہے ہر ایک کا یہ حوصلہ نہیں روز وہان ٹھیر کر ہم آگرہ کو چلے گئے +

ایک روز ارشاد ہوا۔ کہ ہم نے آگرہ میں پہنچکر شاہ **ابوالبرکات** صاحب کی زیارت کی بہت مہربانی سے پیش آئے اپنے پاس ٹھیرایا اور اکثر توجہ بھی دی لیکن سوائے قلب کی گرمی کے کچھہ محسوس نہوا نہیں ایک روز اتفاقاً ایک بیل خوب موٹا تازہ سامنے سے گذرا پکھال اُسپر پڑی ہوئی تھی شاہ صاحب سے کہا کہ بھلا اسکی طرف توجہ فرمائیے اُنہوں نے ایک نظر

دیکھا تھا کہ اُس بیل کا قلب پھٹ گیا اور ہر بُن مو سے خون ٹپکنے لگا تھوڑی دیر میں مر گیا اور چمار اُٹھا کر لیگئے اوسکا گوشت ایسا خوشبودار نکلا کہ چماروں نے دور دور تحفہ میں بھیجا ایکدن ہم شاہ صاحب کے ہمراہ شہر کے باہر سیر کو گئے دور سے ایک گروہ بابو فقیروں کا نظر پڑا شاہ صاحب نے بڑی حقارت سے دیکھا اور فرمایا لاحول ولاقوۃ یہ بھی کوئی فقیری ہے یہ لوگ فقیر تو کیا مگر تنگ فقرا ضرور ہیں اتنے میں ایک فقیر اُس گروہ میں سے آگے بڑھکر ہماری طرف کو متوجہ ہوا اسکا قریب آنا تھا کہ شاہ صاحب کی نسبتیں سلب ہوگئیں پھر اُسنے قریب آکر شاہ صاحب سے کہا کہ صاحبزادہ آپنے یہ بھی پڑھا ہے ؎

خاکساران جہاں را بحقارت منگر ✻ ✻ تو چہ دانی کہ دریں گرد سوارے باشد

یہ بیل نباشد پھر میری طرف اشارہ کرکے اُن سے کہا کہ آپنے اسکو توجہ ندی جو آپ کو بھی کہا جاتا بس بیل ہی مارنا جانتے ہو اور فرمایا کہ صاحبزادہ کیا کریں ہم مسافر ہیں ورنہ چند روز آپکی خدمت میں رہکر آدمی بنجاتے یہ باتیں کہکر وہ تو چلدئے اور میں نے شاہ صاحب سے کہا کہ آپنے فقیر کا رنگ دیکھا یہ آپ پر طعن کرگیا ہے کہ چند روز ہماری صحبت میں رہو تو آدمی بنجاؤ مناسب ہے کہ اُنکی خدمت میں چلیں چنانچہ بعد عصر ہم دونوں گئے اور شاہ صاحب نے عرض کیا کہ حضرت میں آپکی خدمت میں رہنا چاہتا ہوں تو جواب دیا کہ ع آں قدح بشکست وآں ساقی نماند + صاحبزادہ آپ میری بکواس پر کچھ خیال نہ فرمائیں آپ کامل ہیں اور ایسے ہیں ایسے ہیں غرض بہت سی تعریفیں کرکے رخصت کردیا اس فقیر کی عمر کوئی چوبیس پچیس برس کی ہوگی نماز بھی پڑھتا تھا اور اپنے گروہ سے الگ ایک طرف بستر اجمائے آنکھیں بند کئے چپ بیٹھا رہتا تھا غرض بہت کامل آدمی تھا +

ایک روز ارشاد ہوا۔ کہ آگرہ سے ہم گولیار میں پہونچے اور لنگڑے حضرت کی زیارت کو گئے یہ بزرگ مولوی **حبیب اللہ شاہ** رامپوی کے شیخ تھے) اور شاہ ابوالبرکات کے مرید بہت خاطر و مدارات سے پیش آئے حال دریافت کیا ہم نے اپنی سرگذشت سنادی پھر اُنکو کچھ جوش آیا تو ہماری طرف متوجہ ہوکر [illegible] اللہ کی ضربیں لگانے۔ [illegible] تو کیا ہونا تھا

مگر کسیقدر گرمی ہمارے مزاج میں آگئی ہمنے کہا کہ حضرت قصور معاف ہو تو کچھ عرض کریں کہا فرمائیے میں نے کہا کہ پرُدھتاجی ایک صاحب کمال گرو تھے اُنھوں نے پیرانہ سالی میں ایک نوجوان لڑکی سے شادی کی لوگوں نے منع بھی کیا مگر وہ کب مانتے تھے ع

مرد چوں پیر شود حرص جواں میگردد ٭ جب سعل معہود کا وقت آیا تو پربھتاجی بیچارے شیخ فانی سے کیا ہو سکتا تھا ع تراکہ دست بلرزد گہر چہ دانی سُفت ٭ ناچار ہاتھ سے تھپ تھپ کرنے لگے وہ بھولی بھالی سدھوٹ اٹھڑ البیلی سمجھی کہ مرد عورت میں یہی معاملہ ہوتا ہوگا چند روز کے بعد پربھتاجی نے گنگا کے اشنان کا ارادہ کیا اور اپنا خاص چیلہ لچھمنا جو نوجوان تھا گھر کی حفاظت کے لئے چھوڑا وہ گھر کے اندر آنے جانے لگا دونوں طرف جذبات شوق نے زور کیا اور جو ہونا تھا سو ہوگیا، یہ نئی ترکیب اور مردانہ طریقہ دیکھکر وہ عورت بولی کہ تمہارے گرو کو تو یہ ڈھب یاد نہ تھا اسنے جواب دیا کہ وہ بھڑوا کیا جانے یہ مردوں کا کام ہے، جب گروجی اشنان کرکے واپس آئے اور رات کو وہی تھپ تھپ شروع کی تو وہ بولی کہ مہاراج اب تھپ تھپی سے کام نہیں چلتا کچھ زور رکھتے ہو تو مردی دکھلاؤ گروجی فوراً تاڑ گئے کہ یہ لچھمنا حرامزادی کی شرارت ہے اُسنے ہمارا کام خراب کردیا اور اس بھولی انجان کو غضب کی چاٹ لگادی فوراً یہ شعر جسب حال کہا ؎

پربھتاجی گنگ سدھارے لچھمنا نے گھر آتی ٭ پکڑ بیٹھے برم ڈنڈی اب بتاوے تھپ تھپی

سو حضرت سلامت کوئی کام مردوں کا اگر یاد ہو تو مضائقہ نہیں ورنہ ان تھپ تھپیوں سے تو یہاں کام چلتا نہیں، اور یہ کچھ پہلوانی اور بہادری کی بات نہیں ہے کہ کوئی شخص نے خبر چلا جاتا ہے پیچھے جاکر دھکا دیدیا ہم تو آپکو فقیر سمجھکر زیارت کو آئے تھے آپ زور آزمائی کرنے لگے، یہ بات سُنکر لنگڑے صاحب بہت نہا ہوئے اور بولے کہ میاں اگر ہم کچھ نہیں تو تمہارے بڑے تو تھے میں نے کہا سبحان اللہ وہ آپ ہی کے بڑے تھے، کیا آپنے اوروں کو ڈوم ڈھاڑی یا دھُنیا جو جُلاہا فرض کیا ہے، اس گفتگو کے بعد بستر اباندھ چلدئے اور

دوسری جگہ جا ٹھیرے پھر وہ منانے بھی آئے عذر و معذرت بھی کی لیکن ہم نہیں گئے ع
گر درت قبلہ شود سجدہ بآسانکنم ؎

ایک روز ارشاد ہوا۔ کہ جب اکبر آباد سے پھرتے پھراتے ہم گوالیر پہونچے تو وہاں ایک نوہار سے بھی صاحب سلامت ہوگئی ایکدن وہ کہنے لگا کہ مجھکو ایک عزیمت یاد ہے نہایت عجیب و غریب اُس میں ہزار ہا طرح کی تاثیریں ہیں جس مقصد کے لئے پڑھو فوراً پورا ہوتا ہے گویا اسم اعظم کا خواص رکھتی ہے جس مردہ سے چاہو ملاقات ہوسکتی ہے، آنکھ سے دیکھ لو باتیں کرلو میں بخوشی تمام اس کی اجازت آپکو دیتا ہوں ہم نے تجربہ کیا تو فی الواقع ایسا ہی پایا وہ عزیمت یہہ ہے اقسمت علیکم یا رُوقائیل یا احمر یا میکائیل یا موھمین الحارث یا عزرائیل ومذھب ویا اسرافیل ویرقان الیھود ورومائیل ویا تھورش وغشا ئیل والابیض ویا دردائیل یا میمون ویا ایتھا الارواح العلویۃ والسفلیۃ احضروا فی قضاء حاجتی العجل یا حی یا قیوم یا مالک یا نور یا باسط یا جواد یا عزیز یا حب المر یا متکبر یا قھار یا سریع یا قریب یا مقلب القلوب یا ودود یا رؤف یا علام الغیوب یا علام الخفیات یا باسط یا جواد یا قاھر یا قادر عزمت علیکم یا معشر الجن والانس والارواح ویا صاحب السحر الوسواس الخناس الذی یوسوس فی صدور الناس من جنود ابلیس یا کنوز الملک یا میم یا میم یا نون یا نور بحق میمون حاشی ومیمون اعمی وجمیع الکتب التی انزلت علی جمیع الانبیاء والمرسلین وبحق سلام قولا من رب الرحیم ۵ وامتازوا الیوم ایھا المجرمون ۵ وبحق طٰہٰ ویٰسین وبحق کھیعص وبحق حمعسق وبحق قل اوحی الی انہ استمع نفر من الجن فقالوا انا سمعنا قرآنا عجبا یھدی الی الرشد فامنا بہ ولن نشرک بربنا احدا ۵ وبحق یا ایھا المزمل قم اللیل الا قلیلا وبحق قل ھو اللہ احد ۵ وبحق قل اعوذ برب الناس وبحق الحمد للہ رب العالمین ۵ وبحق یا ایتھا الارواح العلویۃ یھودیا او مسلما

یا نورُ بحقِّ میمونِ ابنِ لمیمونِ الذی اقوی و بحقِّ میمونَ زنکی و میمونِ نوبی حضرت
الاعوانِ الھندی ای اخرجوا من الجنِّ الشریرِ و الاشجارِ اخرجوا من الکنِّ و الاکنانِ
و من الرکنِ و الارکانِ اخرجوا من کلِّ مکانٍ و بحقِّ خاتمِ سلیمانَ ابنِ داؤدَ علیھم
السلام و بحقِّ آصف بنِ برخیا سالارِ پریان و بحقِّ فیقطوس سبطِ الجنِّ و الشیاطین
و بحقِّ محمدٍ الرسولِ اللہِ صلی اللہُ علیہ وسلم یا قوقل قوقلانِ یا ھرقلانِ
یا عجوزُ امُّ الصبیانِ خذ ھذا یا اشدَّ الارخ و بحقِّ تورٰیتِ موسٰی علیہ السلام و
فرقانِ محمدٍ مصطفٰی صلی اللہُ علیہ وسلم و بحقِّ السفلیۃِ احضروا لی فی قضاءِ
حاجتی و امدُدنی فی وقتی ھذا بحقِّ سلطانِ الانبیاءِ و سیدِ المشایخ و شیخنا
الکلِّ شیخ عبدُ القادرِ جیلانی رحمۃُ اللہِ علیہ العجلَ العجلَ العجلَ الساعۃَ
الساعۃَ الساعۃَ الوحا الوحا الوحا و صلی اللہُ تعالٰی علی خیرِ خلقہٖ محمدٍ و آلہٖ
و اصحابہٖ و بارک و سلم ۵

ایک روز ارشاد ہوا - کہ ہم گوالیار سے روانہ ہو کر چلتے چلتے ایک گاؤں میں پہونچے
وہاں تیلی کے سوا کوئی گھر مسلمان کا نہ تھا بمشکل اُسنے ٹھیرایا لیکن اُسکے گھر میں بیلوں
کے تندھنے کے سبب بدبو تھی ہماری طبیعت گھبرائی اُسکے گھر کے سامنے املی کا درخت
گرداوسکے چبوترہ تھا وہاں جا کر لیٹے اُسنے کہا کہ صاحب یہاں چوکیدار دق کریگا ہمنے کہا
کہ تو کہدینا کہ ہمارے رشتہ دار ہیں لیکن اس بات سے ہمارے دل پر ایک رنج پیدا
ہوا اتنے میں آنکھ لگ گئی کہ والدہ صاحبہ کو خواب میں دیکھا کہ فرماتی ہیں بیٹا کیوں گھبراتا
ہے، سفر کی مصیبت پر صبر کرنا چاہیئے ادھر تو میری آنکھ کھلی اور ادھر چوکیدار نے
آواز دی کہ تمہارے گھر مسافر کون ہے تیلی نے وہی جواب دیا جو ہم نے کہا تھا چوکیدار
نے ہمارے پاس آکر بات چیت کی تو تیلیوں کو دھمکایا کہ تمہارا موہنہ اور یہ رشتہ دار
ان میں تو دلی کی بو باس ہے ہم نے کہدیا کہ میاں ہمارے کہنے کے موافق تیلی نے یہ جواب

دیا ہے، وہ چوکیدار ہکوا اپنے گھر لیگیا، اُسیوقت کھچڑی پکواکر کھلائی سب سامان آرام مہیا کردیا صبح کو معلوم ہوا کہ وہ دراصل دہلی کا باشندہ تھا تین دن تک ہم کو ٹھیرایا اور نماز تہجد کی ترکیب پوچھی ہم نے تین طرح سے بتلائی چوتھے دن وہاں سے راجگڈھ کو روانہ ہوئے +

ایک روز ارشاد ہوا۔ کہ اُس گاؤں سے چلکر ہم راجگڈھ کو روانہ ہوئے جنگل میں راہ بھول گئے اور ایک ندی کے کنارے بھٹکتے ہوئے پہرا کئے وہاں یہ تماشا دیکھا کہ ایک موٹی تازی گائے کی تھوتھنی مگرمچھ نے پکڑ رکھی ہے اور دونوں میں کشتی ہورہی ہے اتنے میں شیر جنگل سے نکلکر پانی پینے کو آیا جھٹ گائے کا پیچھا پکڑ لیا، اس بیچاری کا تو کام تمام ہوگیا، اب اُن دونوں میں زور آزمائی ہونے لگی، آخر دونوں تھک گئے اور گائے کو کسی نے نہ چھوڑا پھر شیر نے زور دم لیکر ایک جست لگائی اور مگر کی کمر پر سوار ہوا، اور پنجہ جماکر اُسکو معہ گائے کے اُٹھاکر پھینکا کہ دونوں کنارے سے دس گز دور جا پڑے پھر مگر کو مارے طمانچوں کے ہلاک کردیا اور جدھر سے آیا تھا، غرّاتا ہوا اوسی طرف کو چلا گیا ؎ مرغ کے اندر سکار کرم بود + گربہ آمد کہاں اورار بود + ہم نے دور بیٹھکر یہ تماشا دیکھا، جب شیر چلا گیا، وضو کرکے ظہر کی نماز پڑھی اور بمشکل راجگڈھ پہونچے +

ایک روز ارشاد ہوا۔ کہ راجگڈھ میں پہونچکر میاں پیارے شاہ کے مکان پر ہم گئے دیکھا کہ ایک شخص ڈاڑھی منڈے بیٹھے ہیں شراب کی بوتلیں آگے رکھی ہیں چار پانچ لُقّے گُنڈے مخمور نشہ میں چور اُن کے گرد بیٹھے ہیں ہم نے پیارے شاہ کو دریافت کیا معلوم ہوا کہ یہ گل مچھوں والے وہی ہیں، قہر درویش بر جان درویش اُن کے پاس ٹھیرے ایکدن وہ لُقّے باہم گفتگو کرنے لگے کہ حضرت سلیمان پیغمبر تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مرید تھے ہم نے کہا سبحان اللہ تاریخ دانی آپ لوگوں پر ختم ہے حضرت سلمان فارسی کو سلیمان پیغمبر بنادیا وہ بولے کہ میاں تم کیا جانو جو ہم کہتے ہیں یہ ہی ٹھیک ہے اسمیں گفتگو بڑھ گئی ہم خفا ہوکر وہاں سے چلے آئے یہ بات راجہ رام سنگھ نے جو بعد میں نواب **عبدالواسع خاں** مشہور ہوئے سُنی ہکوا اپنے پاس بُلایا اسوقت تک راجہ نے اسلام ظاہر نہیں

کیا تھا تین چار دن تک ہم اُن کے پاس ٹھیرے۔ پیارے شاہ فقیری کے کوچہ سے تو محض نابلد تھا لیکن ایک عمل ایسا جانتا تھا کہ راجہ کو جنات بصورت حسین دکھلاتا اور کہتا یہ فرشتہ ہیں اسی عمل نے اُنکو کامل بنا دیا تھا، وہاں سے ہم ہڑاپچ کو روانہ ہوئے دوسرے دن کوئی دو گھڑی دن چڑھے ایک گاؤں میں پہونچے اور ایک تکیہ میں جو بستی کے قریب تھا قیام کیا۔

ایک روز ارشاد ہوا۔ کہ جب ہم راجگڈھ سے چلکر ایک تکیہ میں پہنچے تو دیکھا کہ ایک لڑکا سات برس کا سُرخ آنکھیں بالکل گم صم مخمورں کی طرح عالم سکوت میں بیٹھا ہے ہمکو دیکھکر بیٹھنے کا اشارہ کیا، اور چپکے سے جھونپڑی میں جاکر دو مٹھی بھُونے چنے کی لایا اور ہمارے سامنے رکھدئے اتنے میں اُسکا باپ آگیا ہمارے واسطے کھانا لانے کا اشارہ کیا وہ جلدی سے کھانا لایا۔ اِس کے باپ سے حال دریافت کیا تو کہا کہ صاحب میں سقہ ہوں ہمارے چار گھروں میں یہ ایک لڑکا ہے اسکا عجیب حال ہے دو دو مہینے میں کھانا کھاتا ہے، مگر طاقت کم نہیں ہوتی ہر وقت سکتہ کے عالم میں رہتا ہے، اشاروں سے کام لیتا ہے، کبھی ایسی ہی ضرورت آپڑتی ہے تو بات چیت کرتا ہے، سونا قسم ہے رات دن جاگتا ہی رہتا ہے، یہ تکیہ اسکا مقام ہے، آدمی طرح طرح کے گمان کرتے ہیں کوئی کہتا ہے کہ آسیب زدہ ہے کوئی کہتا ہے، سڑی ہوگیا ہے، غرض کچھ بھید اسکا نہیں کھلتا، دوسرے دن ہم چھاؤنی مو کی طرف روانہ ہوئے وہاں ہمارے والد بزرگوار کا رسالہ تھا چھ مہینے تک اُنکی خدمت میں رہے وہاں سے واپس ہوئے تو پھر اُسی گاؤں میں ٹھیرنے کا اتفاق ہوا دیکھا کہ تکیہ اُجاڑ پڑا ہے، اُس لڑکے کا پتہ نہیں گاؤں میں جاکر اُس کے باپ سے ملے اُسنے بیان کیا کہ اُس لڑکے نے رمضان شریف سے ایک مہینے پہلے کھانا پینا بالکل چھوڑ دیا تھا، اور دو مہینے کا ایک روزہ رکھا عید کی صبح کو میں نے کہا کہ میاں آج تو نہا دھو کر کپڑے بدل لو اور عید گاہ میں چلکر نماز پڑھو کہا کہ بہت اچھا ہم سب کُنبہ کے آدمی جمع ہوکر عید گاہ کو چلے وہ لڑکا آگے آگے ہولیا تھوڑی دور جلکر اُسنے رُخ بدلا اور جنگل کا رستہ لیا اُسوقت کسی کی یہ مجال نہ تھی کہ اُس سے یہ کہے کہ اِدھر نہیں اُدھر چلو آخر سب

آدمی تنگ ہوکر عیدگاہ کو چلی گئے میں تنہا اُن کے پیچھے رہگیا دل نے گوارا نہ کیا کہ اسکو چھوڑکر چلا آؤں چلتے چلتے ایک ایسے بیابان لق ودق میں گذرا جو پہلے کبھی خواب میں بھی نہ دیکھا تھا اور عجیب تماشہ یہہ نظر آیا کہ ہر قسم کے صحرائی جانور سامنے آتے اور اُسکو سلام کرکے چلے جاتے پہر بہر کے بعد ایک بہت بڑا درخت بڑ کا ملا اُس کے نیچے میرا لڑکا بیٹھ گیا میں بھی ایکطرف بیٹھ گیا کچھ عرصہ کے بعد ایک پیر مرد سفید ریش بزرگ صورت کچھ کباب اور مٹھائی اور ایک پیالہ دودھ میری واسطے لائے جب میں کھا چکا تو رخصت ہوگئے جب پندرہ دن اسی وتیرہ سے گذرے تو میں نے اِس بزرگ سے کہا کہ حضرت اس لڑکے کو آپ کیوں نہیں کھلاتے فرمایا کہ انکو ظاہری کھانیکا حکم نہیں طعام خاص سرکار سے ملتا ہے پندرہ دن تک میں نے یہی کیفیت دیکھی کہ وہ لڑکا بحر سکوت میں غوطہ لگائے بیٹھا ہے چرندے درندے ہمارے گرد جمع ہیں مگر کوئی کسی سے بولتا نہیں آخر لاچار ہوکر میں نے کہا کہ بیٹا اب میں کیا کروں یہ بات سُنکر وہ رویا اور بولا کہ بابا میں بھی مجبور ہوں مجھکو خدا تعالےٰ نے صرف اپنے کام کے لئے پیدا کیا ہے نہ کسی اور کام کے لئے تم بھی مجھکو خدا کے سپرد کرو اور اپنے گھر کو چلے جاؤ،

بزرگ آسیا سنگ است حال جسم زار من		بدست دیگرے افتادہ ام ناچار میگردم
عنان اختیار خویشتن دارم بدست او		بر فتار یکہ خواہد بر ہماں رفتار میگردم
رشتۂ در گردنم افگندہ دوست		می برد ہر جا کہ خاطر خواہ اوست

میں نے کہا کہ پھر گھر کیونکر پہونچوں راہ تو مجھے یاد نہیں کہا کہ اُس پیر مرد سے تم پوچھ لینا صبح کو وہ آئے تو راہ دریافت کی فرمایا کہ تم سیدھے اسطرف کو چلے جاؤ گھر پہنچ جاؤ گے اگر کوئی درندہ ملے تو اُس سے کہدینا کہ میں بھیکو کا باپ ہوں اسکے بعد میں چل پڑا جو جانور راہ میں ملتا میں بڑھنے کی ہدایت کے موافق کہدیتا کہ میں بھکو کا باپ ہوں سلام کرکے جانور چلا جاتا شب کو جہاں ٹھیرتا جانور میرے گرد پہرا دیتے اور ہر روز وہی پیر مرد مجھکو کھانا پہونچاتے اسیطور سے چلتے چلتے مہینے بعد گھر آنکر پہونچا اب مجھکو رونے کے سوا کچھ کام نہیں +

ایک روز ارشاد ہوا۔ کہ مقام کوٹ پوتلی پہنچکر سنا کہ یہاں ایک بہت بڑے بزرگ مجذوب ہیں میاں کلن شاہ ہم نے بھی اُن کے پاس بستر اجا لگایا اُن دنوں میں راجہ صاحب نے اُن کے واسطے ایک بنگلہ پھوس کا نہایت عمدہ تیار کرایا تھا اُسمیں جاکر بیٹھے تو خادموں سے پوچھا کہ کیسکا مکان ہے لوگوں نے کہا کہ حضرت آپکا ہے ایک مشعل بنا کر اُسمیں آگ لگا دی جلکر خاکستر ہو گیا راجہ نے دوبارہ تیار کرا دیا پھر وہی سوال کیا اور چپکے سے آگ لگا دی ع آئی موج فقیر کی دیا جھونپڑا پھونک ۔ جب تیسری دفعہ تیار ہوا تو ہم نے اُن لوگوں کو سمجھا دیا کہ تم یہ الفاظ مت کہو بلکہ یوں کہدو کہ سرکاری مکان ہے اسیطرح خادموں نے اُن سے کہدیا تو چپ ہو گئے اور اُسکے اندر رہنے لگے چند روز کے بعد کنور صاحب یعنی راجہ کالڑکا کا اُنکی زیارت کو آیا کچھ اشرفیاں کچھ قیمتی پٹکان اور مٹھائی وغیرہ لایا اُسکی صورت دیکھتے ہی شاہ صاحب بھاگے ہم سب اُن کے پیچھے ہوئے کہ پکڑ لائیں ایک خادم جلکر بولا کہ ارے تجھے خدا کی مار نہ آپ کہائے نہ ہمیں کھانے دے یہہ بات سُنکر دوسرا بولا کہ خدا کی مار اس سے زیادہ اور کیا ہوگی کہ بدن میں لنگوٹی نہیں سر پہ ٹوپی نہیں اوپر دھوپ نیچے گرم ریتا اور کیا خدا لاٹھی لیکر مارنے آیا کرتا ہے بڑی مشکل سے اونکو پکڑا ایک خادم کو ہم نے آگے دوڑا دیا کہ کنور صاحب کو کہیں چھپا دو ورنہ صورت دیکھکر پھر بھاگیں گے ہم نے شاہ صاحب سے کہا کہ چلئے حقہ تو پیجئے بولے ہاں خوب یاد دلایا چلو چلو غرض بہلا پھسلا کر بنگلہ کے اندر لائے چار آدمیوں نے ملکر خوب مضبوط پکڑ لیا پھر کنور صاحب کو بُلایا دیکھتے ہی گھبرائے ہم نے پکڑ لیا پھر اُنہوں نے بہت زور کیا کہ بھاگ جائیں لیکن ہم نے نہ چھوڑا اور زبردستی میاں صاحب کا ہاتھ پکڑ اُن کے سر پر رکھدیا اور خادم بولے کہ مرادیں پوری کنور صاحب خوش ہو کر چلے گئے اور وہ نذرانہ خادموں نے لیلیا اُس کے بعد میاں صاحب کو چھوڑ دیا کہ اب جہاں آپکا جی چاہے تشریف لیجائیے پھر نہ بھاگے چپکے بیٹھے رہے حجامت کے وقت بھی اُنکی عجیب کیفیت ہوتی دو انگشت حجامت حجام نے بنائی اور اوٹھکر بھاگ گئے غرض دو دو چار چار انگشت کر کے آٹھ دفعہ پوری ہوتی تھی ایکدن ہمنے اُن سے دریافت کیا کہ حضرت آپکا نام کیا ہے فرمایا تمکو کیا کہا ہم نے پوچھا قوم کہا گوڑ پھر عمر

پوچھے تو کہا پونے دو برس بلکہ کچھ کم ایک بات تو ہم اُسوقت سمجھ گئے تھے کہ گوڑ سے مراد سیّد ہے دوسری بات پونے دو برس بعد کھُلی یعنی جب انتقال ہوا تو معلوم ہوا کہ ہم نے عمر گذشتہ پوچھی تھی اُنہوں نے باقی ماندہ بتلائی مگر تیسری بات آجتک نہیں کھُلی کہ تکو کمھار سے کیا مراد تھی اکیدن ہم نے حضرت سے دریافت کیا کہ ہمارے لئے کیا کہتے ہو جواب دیا کہ بروے لگایا کرو ہم نے پوچھا لگیں گے بھی یا نہیں فرمایا ہاں خوب لگیں گے سو اب معلوم ہوا کہ اُس سے مراد یہی پیری مریدی تھی۔

ایک روز ارشاد ہوا - کہ جب ہم کوٹ پوتلی سے چلے تو راستہ میں ایک مندر ملا وہاں ایک سادھو نہایت دلاویز الحسان سے بھجن گا رہا تھا ہم بھی اُسکے پاس جا بیٹھے بھجن سُنتے رہے پھر اُن سے باتیں ہونے لگیں یہانتک کہ نماز کا وقت آیا ہم نے مصلے بچھا کر نماز پڑھ لی بعد نماز وہ سادھو جی مخاطب ہوئے کہ میاں صاحب آپکی طبیعت میں تو بڑی آزادی معلوم ہوتی ہے پھر یہ علت کیوں لگا رکھی ہے ہم نے کہا کہ باباجی علت سے تو نہ تم خالی نہ ہم خالی تمکو اس پتھر کے پوجنے کی علت لگی ہوئی ہے، ہمکو نماز کی تم گھنٹا بجاتے ہو ہم تسبیح ہلاتے ہیں۔

رسائی نیست تا سر منزل او کفر و ایماں را	کہ دیر و کعبہ سنگ رہ بود گبر و مسلماں را
دلا مائل نہ ہو دیر و حرم کا	یہاں دونوں جگہ پتھر پڑے ہیں

بس بے قید ہے تو خدا کی ذات ورنہ سب اپنی اپنی قید میں مبتلا ہیں۔ شعر

مے خوارہ مئے خوش ست و خوں خوارہ بخوں ✽ کُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَیْهِمْ فَرِحُوْنَ

ایک روز ارشاد ہوا - کہ اثنار سفر میں ایک جگہ ایک شخص سے ملاقات ہوئی اُس کا حال دریافت کیا تو کہنے لگا کہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مزار کا جاروب کش ہوں چھ مہینے میں ایک ہفتہ کی رخصت ملتی ہے ہفتہ بھر گھر میں گذار کر آٹھویں دن حضرت کے آستانے پر پہونچ جاتا ہوں اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ عرصہ بیس برس کا ہوا کہ اپنے گھر سے بارادہ زیارت حرمین شریفین زادہما اللہ شرفا روانہ ہوا جا بجا کی زیارت کرتا ہوا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مزار متبرکہ پر پہونچا دل مانوس ہو گیا، وہاں کے شغل کی نسبت خوش معلوم ہوئی جاروب کشی اختیار

سات آٹھ برس کے بعد ایک شخص میرے وطن کا وہاں آنکلا اور پیام دیا کہ تمہاری بیوی نے کہدیا تھا کہ اگر کہیں ملجائے تو کہدینا کہ تمہارے بچوں کی شادی کا وقت آگیا اور خرچ کو کوڑی نہیں جسطرح ہو سکے آجاؤ اسوقت سے مجھکو فکر لاحق ہوا کہ میرے پاس زاد راہ نہیں اور سفر دور دراز جاؤں تو کسطرح جاؤں، اسی خیال میں سوگیا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خواب میں ارشاد فرمایا کہ فلاں مقام پر پتھر تلے پانسو ریال رکھے ہیں انکو لو اور گھر چلے جاؤ لیکن بچوں کی شادی کر کے جلد واپس چلے آنا ہم تمہارے منتظر رہیں گے جب بیدار ہوا تو اس خواب کو صرف خیال سمجھا دوسرے دن پھر یہی معاملہ دیکھا اور ارشاد ہوا کہ اس مقام پر جا اور دیکھ تو سہی جھوٹ ہی یا سچ ہے، جاکر دیکھا تو فی الحقیقت پانسو ریال پائے تیسری شب ارشاد ہوا کہ کل ضرور چلے جاؤ اور جلد واپس آؤ میں وہاں سے چلکر مدینہ منورہ میں آیا وہاں کچھ مدت قیام کا ارادہ کیا خواجہ جہاں سرکار کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہاں سے جلد چلے جاؤ کیونکہ حضرت موسیٰ تمہارے منتظر ہیں وہاں سے روانہ ہوا گھر پہنچا شادی اطفال سے فراغت پائی پھر واپس آنے کو جی نہیں چاہتا تھا ایک رات دیکھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں کیا تو نہیں آتا میں نے عرض کیا کہ پیدل چلنا تو دشوار و ناگوار معلوم ہوتا ہے فرمایا کہ اچھا۔ جب بیدار ہوا تو دیکھا کہ حضرت کے آستانہ پر موجود ہوں اُس روز سے میرا یہ حال ہے کہ چھ مہینے کے بعد عرض کر کے سو رہتا ہوں اور صبح کو اپنے گھر بیدار ہوتا ہوں آٹھویں روز جس طور سے کہ آیا تھا پھر پہونچ جاتا ہوں میرے حال پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نہایت مہربانی ہے۔ جب چاہتا ہوں گفتگو کر لیتا ہوں ایک روز میں نے عرض کیا تھا کہ حضرت مجھکو کچھ تعلیم فرمائے ارشاد ہوا کہ تو متحمل نہ ہوگا مگر ہاں بعد انتقال کے تمکو کچھ دیں گے اب میں اپنے گھر آیا ہوں چار دن تو گذر چکے تین اور باقی ہیں پھر اسی آستانہ پر جاؤنگا نہایت خوشی میں زندگی بسر ہوتی ہے اگر کچھ خرچ درکار ہوتا ہے تو حضرت سے عرض کر دیتا ہوں دوسرے دن ملجاتا ہے عرض جا بجا کی سیر کرتے ہوئے ہم بابری پہونچے۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ جب میر اعظم علی شاہ صاحب کا انتقال ہوگیا تو نہایت رنج و غم ہوا

دل میں وحشت پیدا ہوئی بابری سے چل نکلے اور سیر و سیاحت اختیار کی اول قادر گنج میں میاں رتیا شاہ صاحب کے پاس پہونچے گنگا کے کنارے جھونپڑی میں رہتے تھے خادموں سے معلوم ہوا کہ میاں صاحب اُپلے چنے گئے ہیں ہم نے جنگل کا رستہ لیا اور دور سے دیکھا کہ اُپلے چُن رہے ہیں۔ ہم بھی ایک جھولی بنا کر اُپلے چنتے چنتے اُن کے پاس جا پہونچے اور سلام کیا ؎

یار جس سے خوش رہے مجھکو وہ آئین چاہیئے ۔ اِس سوا طالب نہ دنیا کا ہوں نے دیں چاہیئے

شاہ صاحب نے دیکھکر فرمایا کہ خوب ہوا تم آگئے ہم بھی منتظر تھے کیونکہ اب ہمارا وقت قریب ہے پھر ہم دونوں اپنا اپنا بوجھ لیکر جھونپڑیوں میں آگئے چند روز اُن کے پاس رہے ایکبار آدھی رات کو شاہ صاحب نے فرمایا کہ میاں دلّی والے سید ایک گھڑا لیجاؤ اور عین گنگا کی دھار میں سے بھر لاؤ ہم نے فکر کیا کہ آدھی رات اِدھر اور آدھی اُدھر جنگل کا مقام برسات کا موسم دریا چڑھا ہوا ہے ایسے نازک وقت میں یہ کیا ارشاد ہوا خیر چارناچار ہم گھڑا لیکر چلے کنارہ پر پہونچے دیکھا کہ دریا چڑھاؤ پر ہے اور نہایت زور و شور سے موجیں مار رہا ہے پہلے تو اندیشہ ہوا پھر ہم نے خدا کا نام لیکر قدم بڑھایا ع دل افگندیم بسم اللہ مجریہا و مرسا ہا ۔ اس وقت عجب تماشا دیکھا کہ یا تو وہ طغیانی اور جوش و خروش تھا یا اتنا بھی پانی نہ تھا کہ گھڑا ڈبو کر بھر لیں یہاں تک کہ منجدھار کو ڈھونڈتے ہوئے ہم دوسرے کنارے پر جا نکلے طرفہ یہ ہے کہ وہاں خود میاں رتیا شاہ بھی کھڑے تھے بولے کہ میاں دلّی والے سید ابھی گھڑا بھرا نہیں ہم نے عرض کیا کہ حضرت آپنے تو بیچ دھار کا حکم دیا تھا سو دھار کا کہیں پتا نہیں بلکہ گھڑا بھی نہیں ڈبوتا فرمایا کہ خیر ہاتھوں سے بھر لو یہ کہکر خود بھی بھرنے لگے جب گھڑا بھر گیا تو ہم نے اُٹھا کندھے پر رکھا دونوں ہاتیں کرتے ہوئے ساتھ ساتھ چلے مکان قریب آیا تو شاہ صاحب نے کہا کہ ہم پیشاب کرلیں تم آگے چلو ہم جھونپڑیوں کے قریب پہونچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ خود بدولت اندر بیٹھے ہوئے بالکوں سے کہتے ہیں کہ دلّی والے سید نے بڑی دیر لگائی جاؤ دیکھو تو کہاں ہیں کہیں راہ بھولکر اور طرف نہ چلے گئے ہوں ہم جا ہی پہنچے تھے کہ بالکے نے کہا صاحب وہ آئے ہمکو بڑی حیرت ہوئی

کہ یہ کیا تماشا ہے خیر گھڑا رکھدیا اور بالکے سے پوچھا کہ بھلا شاہ جی اسوقت باہر بھی گئے تھے اُسنے کہا کہ جس وقت سے آپ گھڑا لیکر گئے ہیں یہیں اندر بیٹھے ہوئے ہیں آپکی صفت وثنا بیان کر رہے ہیں باہر تو نکلے بھی نہیں خیر ہم چپ ہو رہے جب بالکے اُٹھ گئے تو خود ہی فرمانے لگے کہ ایسے شعبدے تو ہم تمکو بہت دکھلادیں گے لیکن یاد رہے کہ فقیری اسکو نہیں کہتے یہ تو ایک بھان متی کا سانگ ہے الحاصل ہمکو نہایت خوشی کے ساتھ رخصت کیا اور کہا کہ اب ہماری عمر میں صرف دس دن باقی ہیں تم جاؤ اور بھی دو شخص تمہارے منتظر ہیں۔ ایک تو چراغ علیشاہ سینتھل[1] میں دوسرے واجد علیشاہ زبید[2] میں اب کرماندھو میاں چراغ علی سے جاکر ملو پھر حج کو جاؤ اچھا رخصت خدا کے سپرد اسوقت تک ہمارا ارادہ حج کا نہ تھا۔ کیونکہ فرض تو تھا ہی نہیں مگر اُن کے فرمانے سے عزم مصمم ہوگیا۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ ہم قادر گنج سے چلکر سینتھل میں پہونچے میاں **چراغعلی شاہ** صاحب سے ملاقات ہوئی بہت خاطر و تواضع سے پیش آئے اپنے پاس ہی ٹھیرایا فرمایا کہ بھائی ہمکو تمہارا بڑا انتظار تھا اچھا ہوا کہ آگئے ایکدن کا ذکر ہے کہ ٹھیک دوپہر کے وقت گرمی کے مارے تین چمار اُن کے تکیہ میں سایہ اور پانی دیکھکر آگئے۔ شاہ صاحب نے تین دفعہ اُن سے پوچھا کہ بھائی تم آگئے وہ بولے حضور ہم آگئے تھوڑی دیر بعد جبکہ چمار ستائے اور چلنے لگے تو آپنے فرمایا کہ اب کہاں جاتے ہو یہاں سے جانے نہ پاؤ گے ؎ قدغن ہے کہ اس کوچہ میں کوئی آنے نہ پاوے ؎ گر بھیجر آجائے تو پھر جانے نہ پاوے ؎ یہ فرماکر اُنکی طرف ایک نگاہ کی وہ غایب ہوگئے پھر اُنکا پتہ نہ ملا تین مہینے کے بعد ہم وہاں سے میرٹھ پہونچے لالہ بانکے رائے کے مکان پر اُترے چندے قیام کرکے ارادہ حج کا مصمم ہوا جب چلنے لگے تو لالہ بانکے رائیصاحب نے دس بارہ جوڑے کپڑوں کے اور پچاس روپیہ نقد نذر کئے ہم نے اس نقد وجنس میں سے صرف پانچ روپیہ اُٹھالئے اور ان میں سے بھی شہر سے باہر نکلتے نکلتے ہمارے پاس فقط پانچ ٹکے رہ گئے

[1] ایک قصبہ ضلع بریلی میں ہے [2] ایک مقام ہے ملک عرب علاقہ یمن میں جہاں حضرت خواجہ اویس قرنی کا مزار ہے

مولوی نیاز علی صاحب اور بہت لوگ شہر سے باہر دور تک پہنچانے کو آئے غرض اُن سے رخصت ہو کر دوسرے روز دہلی میں آ گئے میاں فدا حسین صاحب کی خدمت میں آ ہے اور ارادہ سفر حج کا ظاہر کیا آپنے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ مبارک کرے جب مدینہ منورہ میں پہونچو تو اس خاکسار کی طرف سے حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی جناب میں بعد آداب و نیاز کے یہ رباعی عرض کر دینا۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت یاد رہی تو عرض کر دونگا فرمایا کہ اچھا جب مدینہ منورہ میں پہونچے تو یہ بات بالکل یاد نہ تھی خواب میں دیکھا کہ شاہ فدا حسین صاحب فرماتے ہیں کہ اب وہ رباعی عرض کر دو آنکھ کھلی تو ہم اُسی دم روضۂ مبارک پر گئے اور پیام پہونچا دیا۔

ایک روز ارشاد ہوا۔ کہ ہم ریواڑی کو جاتے تھے اثنار راہ میں ایک پنڈت جی ملگئے وہ بھی کسی گاؤں کو جاتے تھے جو وہاں سے کوس دو ایک تھا دونوں ہمراہ ہو کر چلے پنڈت جی نے کہا لاؤ تمھارا ہاتھ دیکھوں پہلے تو ہمنے اپنا ہاتھ اُنکو دیکھایا پھر ہم نے اونکا ہاتھ دیکھا اور ہمنے کہا کہ تم کسی پر عاشق ہوا تنی بات سُنکر وہ تو ہمارے سر ہو گئے کہ میاں صاحب مرض پہچانا تو اسکا علاج بھی ضرور چاہیے ہمنے کہا کہ خیر ایک شاخ درخت لاؤ وہ لایا کچھ پڑھکر اُسپر دم کیا اور کہدیا کہ اب تم پتا توڑ بھاگے چلے جاؤ اور معشوقہ کے صحن خانہ میں اس لکڑی کو ڈالدو پھر دیکھنا کہ کیسی تمھاری حلقہ بگوش ہو جاتی ہے مگر یہ شرط ہے کہ اثنار راہ میں اگر گوز آئے تو اس شاخ کو الگ رکھدینا ورنہ اثر جاتا رہیگا اُس بیچارے نے ہمارے کہنے کے موافق عمل کیا مگر قسمت سے مجبور تھا جب گاؤں کے پاس پہونچا ٹھوکر کھاکر ایسا مُنھ کے بل گرا کہ بے اختیار گوز نکل گیا وہ پھر دوڑا ہوا ہمارے پاس آیا اور نہایت منت و زاری کی ہمنے پھر وہ شاخ پڑھکر دیدی غرض تین چار دفعہ یہہ ہی معاملہ پیش آیا کہ گاؤں کے پاس پہونچا۔ اور بادشکم کا جھونکا آیا ؎ قسمت کی خوبی دیکھو کہاں ٹوٹی ہے کمند ۔ دو چار ہاتھ جبکہ لب بام رہگیا۔ آخر ہمتو چلتے چلتے آگے نکل گئے نہیں معلوم اُسپر کیا گذری۔

؎ رباعی حضرت سے پڑھی تھی مگر راقم کو یاد نہیں ۱۲

ایک روز ارشاد ہوا۔ کہ جب ہم بارادہ حج چلے تو انوز کے رستہ میں ایک ہندو فقیر چار چیلوں سمیت ہمارے ہم طریق ہوگئے کہنے لگے کہ رانکو ہمارے ساتھ ٹھہرنا چنانچہ ہم سب ایک دھرم شالہ میں جا اُترے اُنہوں نے چیلوں سے پوچھا کیا کھاؤ گے سب نے اپنی اپنی رغبت کے موافق کہدیا وہی کھانا موجود ہوگیا۔ پھر ہم سے پوچھا ہمنے کہا صاحب جو آپ کھائیں کہا کہ میں مونگ کی دال اور چپاتی کھایا کرتا ہوں غرض جب اُنکا کھانا تیار ہوا تو ہم نے بھی وہی کھایا بات چیت شروع ہوئی تو ایک اُنس پیدا ہوگیا کچھ توجہ کا ذکر آیا ہم نے استدعا کی کہنے لگے کہ تین روز ہمارے پاس رہو جو چاہے روز توجہ دیں گے خیر ہم ٹھیر گئے اُنہوں نے تین روز تک ہمکو بٹھ رکھوایا پھر توجہ دی واقع میں بڑے زبردست آدمی تھے ہم بہت لوگوں سے ملے اور توجہ لی۔ مگر یہ تاثیر کسی کی توجہ میں نہ دیکھی اُنکی توجہ سے ہمارا قلب گلاب کے پھول کیطرح کھلگیا اور قایم ہوگیا تھا ایکدن انتقال روح کے باب میں گفتگو آئی کہا کہ ہاں ایک جسم سے دوسری جسم میں منتقل ہوسکتی ہے کیا تم یہ تماشا دیکھوگے ہمنے کہا ضرور کہا اچھا ایک جانور مردہ لاؤ اگلے دن ہم ایک مردہ طوطا لائے رات کے وقت وہ دیوار سے تکیہ لگاکر بیٹھ گئے اور طوطے کو سامنے رکھ لیا چراغ گل کردیا سسکی لیکر دم کھینچا کھٹ سے ایک آواز آئی اور بجلی سی چمکی طوطے میں جان آگئی ہمنے اُسکو پکڑ لیا اور باتیں کرنی شروع کیں وہ بول تو نہ سکتا تھا مگر اشارون سے باتیں کرتا تھا۔ پھر ہمنے کہا کہ اچھا اب اپنے جسم میں آجائے تماشا دیکھ لیا۔ غرض وہ بدستور سابق اُسی چمک دمک سے اپنے جسم میں آگئے ہم نے کہا کہ یہ بات ہمکو بھی سکھا دیجئے کہا کہ اچھا پندرہ دن میں سکھلادیں گے مگر روٹی کی ممانعت کردی اور دودھ چاول کھانے کی اجازت دی اور کپالی چڑھانی بتائی یہ دو قسم کی ہوتی ہے ایک تو چیتن تاڑی جسمیں حبس دم کرتے ہیں مگر ہوش و حواس قائم رہتے ہیں دوسرے جڑ تاڑی جسمیں حبس دم کے بعد ہوش و حواس بھی نہیں رہتے اس سے پہلے ناغہ ہوتی ہے اور کپال[۳] کریا کرائی غرض پندرہ دن میں اپنا قول پورا کردیا ہمنے چند روز کرکے یہ عمل چھوڑ دیا

[۳] اردو ترجمہ ہارکاش صفحہ ۸۸ کے نیچے دیکھو۔

کیونکہ ایک بکھیڑا تھا چونکہ کپالی چڑھانا ہمکو لڑکپن سے یاد تھا اسواسطے پندرہ دن میں یہ عمل پورا ہوگیا۔
ایک روز ارشاد ہوا۔ جب جودھپور کے علاقہ میں پہونچے تو ایک ہندو فقیر دیکھا جو بارہ برس تک راتدن کھڑا رہا تھا اُس کے پاؤں بھی ورم کر گئے تھے بارہ برس کے بعد بیٹھنا چاہا تو نہ بیٹھا گیا چھ مہینے تک مانگوں کی مالش کرائی تب رگ پٹھے کھلے ایک مدت کے بعد وہ فقیر پھر ملا بھیک مانگتا ہوا جھولی گلے میں ہمکو دیکھکر رونے لگا ہمنے پوچھا کہ خیر ہے۔ روئے کیوں۔ بولا کہ کیا کہوں ایک عورت کرنی ہے جب وہ حال تھا اب یہ صورت ہوگئی پھر اپنے گھر لیگیا دیکھا تو ایک کھترانی موجود ہے وہ بھی رونے لگی۔ ہمنے کہا کہ تم دونوں کیوں غم و رنج کرتے ہو جہاں سے وہ حالت تھی وہیں سے یہ حالت ہے اُس سے کیا بنا اور اس سے کیا بگڑا ؎

وہ بھی دیکھا یہ بھی دیکھ ؛ ان نیتوں کا ہی پریکھ ؛ نہ من ہرز حکمت بدے برم ہوکہ حکمت چنیں میرود برسرم

ابتدا میں اس شخص کا یہ حال تھا کہ تمام امیر و غریب اسکی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے اور راجہ تو غلام تھا جسوقت یہ شخص بارہ برس کے بعد بیٹھا تھا تو راجہ نے ہزارہا فقرا کو جمع کرکے اس خوشی میں بہت کچھ دان کیا تھا اور چند روز تک برابر جشن قائم رکھا تھا۔ بعد میں ایک عورت کے ساتھ شادی کرنے سے راجہ کا سب اعتقاد جاتا رہا شہر بدر کرادیا دنیادار کا اعتقاد ایسا ہی ہوتا ہے۔

ایک روز ارشاد ہوا۔ کہ حج اوّل کے سفر میں بھوپال جانیکا اتفاق ہوا وہاں سُنا کہ

۱؎ ناتی وہ فعل ہے کہ ایک ڈبی ریشم سفید کی نئی ناک کے بروسوراخوں کو صاف کرتے ہیں یعنی دہی کو ناک کے سوراخ میں سے چند بار کھینچکر مُنہ سے نکالتے ہیں تاکہ سوراخ بینی صاف ہو جائیں اور آمدورفت سانس میں کسیطرح کی دقت نہووے اور دونوں سوراخ برابر جاری رہیں ۱۲ منہ

۲؎ دھوتی وہ فعل ہے کہ بعد ناتی کے ۱۴ گز لمبی پٹی سفید ریشمی لیکر اُس کے ایک گوشہ میں ڈورا لمبا باندھکر اس پٹی کو نگل جاتے ہیں اور ڈورا باہر رہتا ہے یا دو بالشت پٹی کو باقی رکھتے ہیں پھر وہ پٹی قلب کے گرد جمع ہو جاتی ہے پھر اسکو باہر کھینچ لیتے ہیں اور پانی سے صاف کرکے پھر نگلتے ہیں اور نکالتے ہیں تاکہ قلب کی چربی و کدورت صاف ہو جائے اور راہ کو صاف کردے کہ سانس کو کسنے نہ پائے ۱۲ منہ

۳؎ بعد ناتی دھوتی کے کنجل کریا کیا کرتے ہیں۔ کنجل ہاتھی کریا فعل یعنی فعل ہاتھی کا جیسے ہاتھی پانی پیکر پھر پانی نکالا کرتا ہے۔ اسی طرح پانی پیکر نکالتے ہیں اور قلب دھوتے ہیں۔ ان تین عملوں میں بجز دودھ کے کچھ نہیں کھاتے جب ان تین عمل میں مشاق ہو جاتا ہے اسوقت تعلیم حبس دم و انتقال روح کراتے ہیں ۔ ۱۲ منہ

کہ سید العلم صاحب بڑے کامل فقیر ہیں اُنسے بھی ملے اُنہوں نے تعلیم کا دعویٰ کیا مگر کچھ اسکا ظہور نہ دیکھا گیا
ہم سے اور سید وزیر علی صاحب سے پہلے پہل اُن کے مکان پر ملاقات ہوئی تھی چند روز تال بھوپال
کے کنارے ایک پہاڑی پر رہے ایکدن سکندر بیگم والیہ بھوپال یہ سنکر کہ کوئی فقیر نواح میں وارد ہے
ملاقات کو آئیں چند خواص دار اکین بھی ہمرکاب تھے خود گھوڑے پر سوار ہمارے قریب آکر شیر پر چڑھا
کیوں شہر چھوڑ عابد غار جبل میں بیٹھا ✤ جس کو تو ڈھونڈتا ہے تیری بغل میں بیٹھا ✤ اور فرمایا کہ شاید
آپکا ارادہ بیت اللہ کا ہے ہمنے کہا کہ ہاں ہے تو سہی اتنے میں دوسری بیگم صاحبہ جو اُنکی وزیر
تھیں یوں گویا ہوئیں ؎ عابد و معبود دونوں پاس ہیں غافل ترے ✤ کیوں کرے پھر تو
ارادہ طوف بیت اللہ کا ✤ ہمنے دیکھا یہ تو سر پر چڑھی جاتی ہیں اب سکوت مصلحت نہیں
ناچار تیغ زبان کو خاموشی کے نیام سے کھینچکر ایک ضرب اس شعر کی لگائی ؎
بدم گفتی و خرسندم عفاک اللہ نکو گفتی ✤ جواب تلخ میزیبد لب لعل شکر خارا ✤ یہ سُنکر بیگم صاحبہ
بولیں کہ تو شہری معلوم ہوتے ہیں مگر چھوٹ گئے ہیں ہم نے کہا کہ آپسے بیگم صاحبہ لوٹ گئیں
اور گھوڑے سے اُتر پڑیں اور کہا کہ ہمارا قصور معاف ہو معلوم ہوا کہ آپ سبطرح درست اور
پورے ہیں ہمنے کہا کہ آپ آزمائش و پیمائش کرلیں اگر کمی بیشی ہو تو قصور از من است پھر تو
پڑ گئیں اور کہنے لگیں کہ میانصاحب یہاں بولنا ہی خطا ہے ہم نے کہا اسمیں شک کیا ہے
آپنے نہیں سُنا مَنْ سَکَتَ سَلِمَ وَمَنْ سَلِمَ نَجَا ؎ دو چیز تیرۂ عقل است دم فرو بستن
بوقت گفتن و گفتن بوقت خاموشی ✤ یہاں سبطرح کا سامان موجود ہے دیکھ لو دکھا لو پرکھ لو
پرکھا لو سودا نقد ہے اس ہاتھ دو اس ہاتھ لو بیگم صاحبہ بولیں بیشک میانصاحب ہمارا زبان
کھولنا غضب ہوا اب ہماری تمہاری صلح ہے ہم نے کہا بہت اچھا ؎ اگر صلح خواہی نخواہیم
جنگ ✤ وگر جنگ جوئی ندارم درنگ ✤ غرض عذر تقصیر کے بعد عذر پیش کی اور کہا کہ آپ
شہر میں تشریف لیجائیں تو ہمکو ہر وقت آپکی زیارت نصیب ہو اور آپکو ہر طرح آرام ملے
ہمنے کہا کہ بیگم صاحبہ ہمکو تو یہی بڑا آرام ہے کہ آپ اپنا آرام نہ بنائیں اور ہمیں آرام کرنے دیں

مسکرا کر چپ ہو گئیں اور رخصت ہوئیں اسکے بعد وزیر علی صاحب نے اکسیر سے خرچ تیار کیا دو ہندو فقیر جو وہاں رہتے تھے یہ بات دیکھکر سرہو گئے ہمنے سید وزیر علی سے کہا تمنے یہ کیا کام کیا کہیں گرفتار تو نہیں گرفتار تو نہیں کراؤ گے اس سارے بکھیڑے کو ہمنے تالاب میں ڈلوا دیا وہ ہندو سر پیٹنے لگے ۔

ایک روز ارشاد ہوا ۔ کہ ہمارے ایک دوست تھے عبد الصمد خاں بھوپال میں اُن سے بھی ملاقات ہوئی اُنھوں نے دو حکایتیں عجیب و غریب بیان کیں **حکایت اوّل** یہ کہ میں ایک مولوی صاحب سے پڑھا کرتا تھا قضارا اُنکا انتقال ہو گیا سخت رنج والم ہوا کہ ایسے اُستاد شفیق اب کہاں ملیں گے ۔ جب اُنکو غسل دیا کفن پہنایا تو میں خوشبو لینے اُن کے حجرے میں آیا دیکھتا کیا ہوں کہ مولوی صاحب اندر موجود ہیں میں متعجب ہو کر پوچھا کہ حضرت جنازہ تو باہر رکھا ہے اور آپ یہاں ۔ فرمایا کہ میاں تمہارا غم واندوہ گوارا نہوا اب خاطر جمع رکھو انشا اللہ ہر روز ملاقات ہوا کریگی مگر افشائے راز نکرنا چلو اب جنازہ کی نماز پڑھو مگر ہم اور لوگوں کی نظر سے غائب رہیں گے چنانچہ جبتک دفن کیا ساتھ رہے قبرستان سے پھرے تب بھی ہمراہ تھے میں نے دریافت کیا کہ مولوی صاحب آپ تو یہاں ہیں بھلا قبر میں منکر نکیر کو جواب کون دیگا کہ میاں یہ بات نہ پوچھو کچھ اور گفت گو کرو دو گھڑی بعد سلام و علیک کر کے تشریف لے گئے من بعد ہر روز صبح کے وقت قدم رنجہ فرماتے رہے چند روز اسیطرح گذرے ایکدن میں نے حجرے کی موری میں پیشاب کر دیا صبح کو مولوی صاحب ناک چڑھائے آئے کہا کہ آج تمہارے حجرے میں بدبو ہے شاید تم نے یہیں پیشاب کیا ہے میں نے عرض کیا کہ فی الواقع یہ قصور مجھسے ہوا ہے اُسوقت فرمایا کہ میاں تم اور عالم میں ہم اور عالم میں بھلا ہماری تمہاری ملاقات کیا بھائی اب ہم نہیں آئیں گے ہر چند میں نے عذر و معذرت کی لیکن پھر کبھی نہیں آئے ۔ **حکایت دوم** یہ بیان کی کہ ایکدفعہ میں اور میرا بھائی دونوں ملک دکن کے اندر ایک راجہ کے سواروں میں بھرتی ہو گئے چند روز کے بعد وہ راجہ تو مر گیا اُسکے دو بیٹوں نے ریاست و سپاہ باہم تقسیم کر لی اتفاق سے دونوں رئیسوں میں

مجادلہ اور مقاتلہ واقع ہوا ہم دونوں بھائی بھی لڑائی میں سخت زخمی ہوئے رات کو میدان جنگ
میں پڑے تھے اور کوئی ہمارے حال کا پرسان نہ تھا آدھی رات کیوقت پیاس کا ازحد غلبہ
ہوا دیکھتا کیا ہوں کہ برہمن قشقہ لگائے کمنڈل ہاتھ میں اور دس پندرہ آدمی ساتھ کورے
گھڑے سر پر دھرے زخمیوں کو پانی پلاتے چلے آتے ہیں مجھکو ہندوؤں کے کھانے پینے
سے ہمیشہ پرہیز رہا اس لئے انکار کر دیا مصرجی چلے گئے تھوڑی دیر بعد پھر آئے کہ خانصاحب
کیوں پیاسے مرتے ہو پی بھی لو میں نے کہا پہلے کبھی ہندو کے ہاتھ سے پانی نہیں پیا تو اب
مرتے وقت کیا پیئں بولے کہ خانصاحب تم بڑے ضدی ہو کیا اسی کا نام مسلمانی ہے
لو پانی پیو میں تمہارے بھائی کو بھی پلا آیا ہوں ابھی تمہاری عمر بہت ہے یہ سنکر میرے کان کھڑے
ہوئے یہ میرے بھائی سے کیا واقف اور عمر کی اسکو کیا خبر میں نے کہا کہ صاحب خیر پانی تو پیلونگا
لیکن یہ تو بتائیے کہ آپ ہیں کون فرمایا کہ خضر ہوں اور یہ لوگ جن کے سر پر پانی کے گھڑے ہیں
ابدال ہیں ہمکو حکم ہوا ہے کہ ابھی ان زخمیوں کی عمر زیادہ ہے انھیں پانی پلاؤ میں نے کہا کہ حضرت
آپنے یہ بھیس کیوں بدلا ہے بولے میاں چپ رہو مہاراج کہو مہاراج بہت سے ہندو
اس میدان میں پڑے ہیں جن کو پانی پینے سے انکار ہے میں نے کہا کہ اگر آپ دوسری ملاقات
کا وعدہ کریں تو پانی پیتا ہوں فرمایا اچھا لیکن تم پہچانو گے نہیں خیر میں نے پانی پیا کچھ قوت
آئی وہاں سے اٹھکر مکان پر آیا پھر نوکری چھوڑ چھاڑ کے اپنے وطن کی راہ لی یہاں آنکر
مسجد کی امامت اختیار کی اور پڑھانے لگا کوئی پندرہ برس کے بعد ایکروز ایک سپاہی
شکستہ حال جسکی تلوار کہ میان بھی ٹوٹا پھوٹا سا تھا مسجد میں آیا السلام علیکم میں نے جواب
دیا وعلیکم السلام آپ کیسے تشریف لائے کہا بہت دنوں سے تمھاری ملاقات کو جی چاہتا
تھا آج سرکاری کام ادھر کا نکل آیا ہمنے کہا چلو خانصاحب سے بھی ملتے چلیں میں نے
سوچا کہ ہمارے ان کے ملاقات تو ہے نہیں شاید روٹی کے لئے یہ بات بناتا ہے ہمنے
روٹی منگا کر انکو کھلا دی جب کھا پیکر چلنے لگے تو فرمایا کہ خانصاحب تم جانتے ہیں پندرہ

سولہ برس ہوئے کہ تم سے ملاقات ہوئی تھی اور ہم نے اقرار کیا تھا کہ ایکدفعہ پھر ملینگے لو ہم نے اپنا اقرار پورا کیا کل کو یہ نہ کہنا کہ ہم سے وعدہ خلافی کی ہم روٹی کہانے نہیں آئے تھے فقط تمھاری ملاقات مقصود تھی میں اس فکر میں تھا کہ کیا کہتے ہیں اتنے میں وہ سلام علیک کہہ کے مسجد کے دروازہ سے باہر نکل گئے اُسوقت مجھے یاد آیا کہ اوہو یہ تو خضر تھے میں دوڑا اور ہر گلی کوچہ میں دریافت کیا کہ کسی نے اس شکل وصورت کا آدمی دیکھا ہے مگر کچھ پتہ نہ لگا ناچار کف افسوس ملکر رہ گیا۔

ایک روز ارشاد ہوا - کہ بمقام بھوپال ایک ہندو فقیر تھے بابا ستیل داس ہمنے سنا کہ وہ توجہ دیا کرتے ہیں ہم بھی اُن کے پاس گئے اور درخواست کی کہا کہ تین دن تک فاقہ کرو نہ ان کھاؤ نہ پانی پیو۔ ہم نے ایسا ہی کیا تیسرے دن باباجی نے توجہ کی تو تمام جسم مثل آئینہ ہوگیا اندرونی وبیرونی رگ وریشہ سب عیاں تھے اور ایک شعلۂ نورانی زمین سے آسمان تک منور معلوم ہوتا تھا ہمنے عرض کیا کہ باباجی ہمکو مَنْ عَرَفَ نَفْسَهٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهٗ کے معنی سمجھادو اس توجہ سے تو یہ بات حاصل ہوتی نہیں ہم تو دیدجان چاہتے ہیں نہ دیدجسم وجہان غیر کو دیکھا تو کیا دیکھا اصل دیکھنا تو اپنا ہی دیکھنا ہے ؎ دید تو مغز است باقی پوست است ✣ دیدآں باشد کہ دید دوست است ✣ کہا کہ یہ تو مشکل ہے ہمنے کہا کہ اگر یہ مشکل ہے تو ہمارا بھی سلام ہے

ایک روز ارشاد ہوا - کہ مقام بھوپال میں قاری **عبدالمجید** عرف قاری لالا صاحب سے ملاقات ہوئی ہمنے انکو قرآن شریف سُنانا شروع کیا فرمایا کہ آپکے لئے تو سیدھا سادھا پڑھ لینا کافی ہے قرأت کے جھگڑے میں مت پڑو اُن کے ارشاد سے ہمارا خیال بھی پلٹ گیا ایک ایک دن قاری صاحب سے ہم نے پوچھا کہ آپکو کبھی کوئی قاری بھی ملا فرمانے لگے کہ ہاں ایک دفعہ میں دکھن کو جاتا تھا راہ میں ایک گاؤں کے اندر ٹھیرا اور حسب عادت پوچھا کہ یہاں کوئی قاری بھی ہے لوگوں نے کہا کہ قاری تو ہم جانتے نہیں مگر ایک اندھے حافظ یہاں رہتے ہیں لڑکے پڑھایا کرتے ہیں۔ جب اُن کے پاس گیا تو دیکھا کہ لڑکے باہر بیٹھے ہیں اور حافظ جی

حجرہ میں اندر ایک ایک لڑکا جاتا ہے اور سبق پڑھکر چلا آتا ہے جو لڑکا اندر جانے کو تھا میں نے اوسکی معرفت اپنی اطلاع کرائی تو حافظ جی نے اندر بلالیا مزاج پوچھا میں نے کلام مجید کے سننے کا اشتیاق ظاہر کیا فرمایا کہ پہلے آپ پڑھیں خیر میں نے ایک رکوع پڑھا تو اندھے نے کان کھڑے کئے اور کہا کہ کیا تم قاری لالا ہو میں نے کہا آپنے کیونکر پہچانا اس نے کہا کہ آج سارے ہندوستان میں اس شد و مد سے پڑھنے والا سوائے قاری لالا کے اور کوئی نہیں ہے اس کے بعد حافظ جی نے پڑھنا شروع کیا ہنوز اعوذ پڑھی تھی کہ ایک برتن جو اُن کے پاس رکھا تھا اسکا سرپوش ہلا اور رکوع شروع کرتے ہی وہ سرپوش گز بھر اونچا ادھر جا ٹھیرا جب حافظ جی پڑھ چکے تو وہ بھی اپنی جگہ پر آگیا مجھکو بڑی حیرت ہوئی اُنہوں نے خاموشی کا سبب پوچھا تو میں نے یہ ماجرا بیان کیا فرمایا کہ تمہیں قال میں بدطولا ہے مجھکو حال میں اور تمام مجید کا عامل ہوں آج شام کو اور بھی تماشا دکھاؤنگا غرض ظہر کے وقت مجھے جنگل میں لے گئے وہاں ایک کنواں تھا کہا کہ آؤ وضو کر کے نماز پڑھ لیں میں نے کہا بہت اچھا میں رہٹ کھینچتا ہوں آپ وضو کریں کہا اسکی کچھ ضرورت نہیں تم سورۂ یٰسین کنوے کے کنارے پر کھڑے ہو کر پڑھو میں نے پڑھنا شروع کیا اور پانی جوش مارا آخر پڑھتے پڑھتے کنارہ پر آگیا ہم نے وضو کر کے نماز پڑھی پھر سیر کرتے ہوئے دوسرے کنوئے پر پہونچے حافظ جی بولے پیاس لگی ہے تم سورہ رحمان پڑھکر اُنگلی پر دم کرو اور تین بار رہٹ کی طرف اشارہ کر کے چکر دیدو میں نے ایسا ہی کیا رہٹ خود بخود چلنے لگا جب پانی پیکر چلدئے تو کھیت والا ہماری پیچھے دوڑا آیا کہ حضرت یہ کیا کر چلے رہٹ تھمتا نہیں میرا کھیت ڈوبا جاتا ہے۔ حافظ جی نے کہا جاؤ اسی طور سے پڑھکر انگلی پر دم کر کے اُلٹے تین چکر دیدو۔ اوّل تو میں نے زور کیا اور یوں ہی روکنا چاہا بھلا میری تو کیا ہستی تھی وہ ایسے زور سے چلتا تھا کہ ہاتھی سے بھی نہ رکتا آخر وہی عمل کیا فوراً بند ہو گیا حافظ جی نے والضحیٰ سے والناس تک مجھکو بھی اجازت دیدی تھی اور جو اُنھوں نے فرمایا تھا وقت امتحان وہی اثر پایا قاری صاحب نے مجھکو بھی ان تاثیرات کا شاہد

کرایا۔ ارادہ تھا کہ بعد حج نابینا حافظ کے پاس جاکر رہیں گے مگر جب بیت اللہ شریف سے واپس آئے تو اُن کا انتقال ہوگیا تھا کُلُّ مَنْ عَلَیْهَا فَانٍ وَّیَبْقٰی وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ

ایک روز ارشاد ہوا۔ کہ جب ہم نے بھوپال سے آگے کا عزم کیا تو میاں وزیر علی سے پوچھا کہ کچھ خرچ بھی ہے بولے گیارہ ٹکے موجود ہیں ہم نے کہا خرچ تو بہت ہے اب کیا دیر ہے چلو آدھی رات کے وقت ہم دونوں چل نکلے جب اندور میں پہونچے تو کچھ پاس نہ تھا بمجبوری رسالہ کی مسجد میں قیام کیا وہاں کا ملا نہایت نیکبخت آدمی تھا اُس نے دس بارہ روز ٹھیرایا پوقت روانگی پانچ روپیہ پیش کئے ہمنے سید وزیر علی صاحب کی طرف اشارہ کیا اُنھوں نے انکار کیا تو ہم نے سمجھایا کہ میاں صاحب دعوت خدا کو کیوں رد کرتے ہو آپ بھیک تو نہیں مانگتے مزدوری اور تجارت نہیں کرتے اس فقیری جامہ میں تو اسی طور سے ملیگا بارے ملا گئے اور روپیہ لیلئے وہاں سے روانہ ہوکر چاندور پہنچے اکیس دن رہنے کا اتفاق ہوا سید وزیر علی صاحب نے کمر ہمت باندھی اور کتابت وطبابت کے ذریعہ سے نو روپیہ جمع کئے تب وہاں سے آگے کو چلے ایک منزل میں سخت بارش ہوئی ہم دونوں کمبل تانکر بیٹھ گئے تاہم کپڑے بہت بھیگ گئے سردی نے غلبہ کیا سامنے ایک ہندو کا مردہ جل رہا تھا وہاں خوب آگ تاپی اور کپڑے سکھائے لیکن کپڑوں میں اسکی بو بس گئی دماغ پریشان ہونے لگا جب ابر کھلا تو ہم نے غسل کیا اور کپڑے دھوئے تب ذرا طبیعت درست ہوئی غرض چلتے چلتے بمبئی میں پہونچے اور مولوی عبدالعلیم صاحب کی مسجد میں قیام کیا ملا مسجد سے تکرار ہوگئی تھی دوسری مسجد میں جا ٹھیرے لیکن مولوی صاحب موصوف نے یہ بات سُنکر طلب کیا اور نہایت اخلاق سے پیش آئے اپنے پاس ٹھیرایا یہانتک کہ چند روز کے بعد اپنے گھر لیجاکر ہمکو کھانا کھلانے لگے۔

ایک روز ارشاد ہوا۔ کہ بمبئی میں ہم اور سید وزیر علی صاحب حکیم عبدالرشاہ کی ملاقات کو گئے وہاں بہت سے فقیر ہر قسم کے جمع تھے ہم تو سفید پوش تھے کسی نے کچھ نہ کہا لیکن سید صاحب کالے رنگین لباس تھا اُن سے کہنا سُننا ہونے لگی ایک شخص نے پوچھا آپکے پیر کون ہیں

جواب دیا روٹی کہا طریقہ جواب دیا روٹی غرض جو سوال کیا یہی جواب دیا روٹی ایک شخص بولا بابا گزارا نے روٹی ترک بھی کردی ہے جیسے حضرت شیخ فریدالدین شکر گنج نے کیا تھا ہم نے چپکے سے کہدیا کہ بیل پکی تو کوئے کے باپ کا کیا۔ پدرم سلطاں بود تراچہ۔ یہ بات سنکر وہ لوگ کہنے لگے ارے میاں یہہ تو کوئی وہابی سے معلوم ہوتے ہیں ایک بولا صاحب اپنا شجرہ تو سُناؤ سید وزیر علی نے ایک خط جیب سے نکال اُن کے سامنے رکھدیا کہ یاروں کے پاس تو یہ شجرہ ہے پڑھ لو آپس میں وہ لوگ کہنے لگے ارے میاں کس سے گفتگو کرتے ہو یہ تو مسخرے معلوم ہوتے ہیں ہم نے جانا تھا فقیر ہوں گے پھر حکیم عبداللہ شاہ سے ملاقات ہوئی وہ بڑے خلیق اور حاذق طبیب تھے پیری مریدی بھی کرتے تھے بیت اللہ شریف سے واپس آکر بھی اُن کے مکان پر ہمنے قیام کیا تھا۔

ایک روز ارشاد ہوا - کہ جب ہم بمبئی سے جہاز پر سوار ہوئے تو اسکے معلم سے ہمنے پوچھا کہ میاں تمکو کبھی کوئی مرد خدا بھی ملا ہے اُسنے کہا کہ ہاں دو مرد ملے ہیں ایک تو اُس زمانہ میں تشریف لائے تھے جب میں خورد سال تھا اور میرا باپ معلم تھا اور دوسرے اب ملے ہیں ہمنے کہا کہ بھائی انکو تم نے کیونکر پہچانا تھا کہا کہ جو وقت ہمارا جہاز حاجیوں کو لیکر چلا تو ایک فقیر ڈبوسہ کے نکلکر میرے والد کے پاس آن بیٹھا اور کہنے لگا کہ اسمیں تو بڑی تکلیف ہوتی ہے بھلا منزل مقصود پر کب پہونچیں گے اُنہوں نے جواب دیا کہ سوا مہینے میں اُسنے کہا یہ تو بڑی مشکل ہوئی ہمارا جی متلاتا ہے پہلے سے یہ حال معلوم ہوتا تو کبھی سوار نہوتے والد نے کہا صاحب میں مجبور ہوں اگر آپ کچھ ہمت رکھتے ہوں تو زور لگائے تاکہ جہاز ساحل جدہ پر جا لگے فقیر نے کہا اچھا یہ تو بتاؤ پہلے کو سنا بندر آتا ہے کہا عدن پوچھا پھر جواب دیا مخہ کہا اور جواب دیا حدیدہ بولا اور کہا عدہ فقیر نے فرمایا کہ بس لنگر ڈالو اور خود اُٹھکر ڈبوسہ کے اندر چلے گئے میرے والد نے دریا کی طرف نگاہ کی تو کنارہ پر چراغ روشن نظر آئے اور جدہ کے آثار معلوم ہوئے نہایت حیرت ہوئی کہ الٰہی یہ کیا معاملہ ہے پندرہ دن تک [illegible] سے چلکر کنارے کا پتہ بھی نہیں لگتا ایک غلاصی کو حکم دیا کہ جلد ہوڑی پر سوار ہوکر

جا اور کنارے کی خبر لاوہ دیکھکر واپس آیا اور کہا کہ صاحب بندر جدہ گیا والد نے جہاز کو لنگر کیا اور فقیر کو ڈھونڈا تو کہیں پتہ نہ لگا اللہ اکبر بڑا زبردست بزرگ تھا مگر افسوس ہے کہ پھر اسکی زیارت نہوی ہم نے کہا دوسرا کہاں ہے بولا کہ میرے پاس بیٹھا ہے ہمنے کہا کہ تم نے کیونکر جانا کہا کہ مجھکو ہزارہا آدمیوں سے ملنے کا اتفاق ہوا اور بہت سے فقرا کی زیارت کی مگر کسی نے یہ سوال نہ کیا اور مرد خدا کا حال پوچھا آپکے سوال سے میں جان گیا کہ مرد خدا کو مرد پوچھتا ہے ؎ اولیا می شناسد اولیا ✦ زر زر اہم دزد داند بیریا ✦ غیر جنسیت نمیداند کسے ✦ می شناسد جنس خود را ہر یکے ✦ اَلْجِنْسُ یَمِیْلُ اِلَی الْجِنْسِ۔

ایک روز ارشاد ہوا ۔ کہ بیت اللہ شریف میں ہم پہنچے تو حسن علی زمزمی کے حجرہ میں ٹھیرے بعد چندے مولوی **محمد یعقوب** صاحب اور مولانا شاہ اسحاق صاحب سے ملاقات ہوئی اور اتنا ربط بڑھا کہ روز مرہ کی آمد و رفت ہوگئی ایک دن ہم نے مولوی **محمد یعقوب** صاحب سے دریافت کیا کہ ذات باری کا ظہور کیا عرب و ہندوستان میں کچھ جدا جدا ہے کہا نہیں پھر ہمنے پوچھا کہ ہر دوار اور بیت اللہ شریف میں کیا فرق ہے فرمایا کچھ نہیں اسکے بعد ہم نے کہا کہ پھر آپ ہندوستان سے کیوں بھاگے کہ بھائی ہم محمدی بھی تو ہیں یہ گفتگو ہماری مولانا شاہ اسحاق صاحب بھی پردے کی آڑ میں بیٹھے سن رہے تھے اور ہمکو کچھ خبر نہ تھی بعد ازاں مولوی محمد یعقوب صاحب سے ہمنے درخواست کی کہ حصن حصین کی ہمکو اجازت دیدیجئے انہوں نے فرمایا کہ بڑے بھائی صاحب سے لو دوسرے دن شاہ صاحب سے عرض کیا گیا بڑے خفا ہوئے کہ تمکو اجازت نہیں دینگے کل تم دونوں کیا بک رہے تھے خیر ہمنے توبہ استغفار کی اور [illegible] کرایا پھر شاہ صاحب نے ہمکو حصن حصین پڑھائی اور اجازت دی جب اجازت ملگئی تو ہم نے عرض کیا کہ حضرت سچ سچ فرمائے کہ ہم دونوں جو گفتگو کر رہے تھے کیا وہ خلاف واقع تھی تامل کیا اور فرمایا کہ ہاں سچ تو وہی ہے جو تم کہتے تھے مگر بھائی ہم محمدیوں کو ایسی بات زباں سے نکالنا زیبا نہیں کیونکہ ان باتوں سے حضرت رسول خدا خفا ہوتے ہیں ہم نے کہا او خدا! فرمایا کہ بس رہنے دو آگے گفتگو مکرو آدمی خراب ہو جاتا ہے اسوقت ہم نے کہا کہ الحمد للہ آپ بھی ہمارے

شریک نکلے بس ہمکو اتنا ہی معلوم کرنا باقی تھا اسبات پر ہنسے اور فرمانے لگے کہ بھائی ہمکو شرع شریف کا پاس و لحاظ رکھنا ضرور ہے پھر ہنسے مولوی محمد یعقوب صاحب سے پوچھا کہ یہاں آپنے کوئی فقیر بھی دیکھا ہے کہا کہ ہاں ایک تو وارد شہر کے باہر ٹھیرے ہوئے ہیں وہ بڑے کامل ہیں کل اُن کے پاس چلیں گے دوسرے دن گئے تو بہت آدمیت سے پیش آئے مولوی صاحب نے اُن سے توجہ کی درخواست کی بولے کہ ابھی تم اس قابل نہیں اگر چھ مہینے تک آتے رہو تو شاید توجہ کے قابل ہو جاؤ ہم نے عرض کیا کہ صاحب آپکی توجہ میں ایسی کیا بات ہے کہا کہ مولوی صاحب کی داڑھی ہے تھوڑی سی پاش ہو جاتی ہے ہمنے کہا کہ ہم نے بہت سوں کی دیکھی لیکن پتھر تو کبھی نہیں دیکھی ہم چار آدمی پہاڑ پر گئے اور ایک بھاری پتھر اُٹھا کر لائے اور اُن بزرگ کے سامنے رکھدیا ایک نگاہ ڈالی فوراً پتھر ریزہ ریزہ ہو گیا ہم متحیر ہو گئے کہ اللہ اکبر بڑے زبردست نگاہ ہے انکا طریقہ پوچھا تو کہا شیطان ہم سمجھے کہ مقربہ ملائکہ ہیں اُنسے ہم روزمرہ جانے لگے رفتہ رفتہ بے تکلفی ہو گئی ایکدن انکا نام پوچھا تو بیساختہ کہہ اُٹھے کہ محمد ہمنے کہا کہ سبحان اللہ آپکا نام تو ابلیس ہونا چاہیے تھا وہ ہنس پڑے اور کہنے لگے کہ لوگ مجھکو بہت تنگ کرتے ہیں اسلیے یہ بہروپ بھرا ہے انمیں بہت اسرار ہیں مرام محمدی اور خاندان قادریہ سے اسوقت جو صاحب بغداد میں سجادہ نشین ہیں سید محمد صاحب رشتہ میں ہمسے ہمکو بیعت ہے میرا وطن بھی بغداد ہے اور پیشہ تجارت ملک ملک کی سیر کی ہندوستان کے بڑے بڑے شہر بھی دیکھ آیا ہوں ایکبار حج کے لیے یہاں چلا آیا ہمنے کہا کہ صاحب یہ سب کچھ سہی لیکن یہ تو فرمائیے کہ آپکو تطہیر القلب عن ماسوی اللہ بھی حاصل ہوئی یا نہیں آدمی بچے تھے کہنے لگے کہ میاں اسکی تو ہوا بھی نہیں لگی ہمنے کہا بس صاحب توجہ پتھر توڑ ہوئی تو کیا اور نہ ہوئی تو کیا ؎ قوی شدیم چہ شد ناتواں شدیم چہ شد ؎ جنیں شدیم چہ شد پاچناں شدیم چہ شد ؎ ہیچ گوندریں گلستاں قرار نیست ؎ تو گر بہار شدی ما خزاں شدیم چہ شد ؎ من بعد مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ کو گئے وہاں ایک خواجہ سرائے سے مل طاکر شب کو مسجد نبوی میں رہنے کی اجازت لی سید جعفر علی صاحب تو واپس ہندوستان

کو روانہ ہوئے اور ہم چھ مہینے کے بعد پھر مکہ معظمہ میں واپس آئے کچھ عرصہ کے بعد ہمارے پاس خرچ ہو چکا حطیم میں میزاب رحمت کے تلے ہم اس فکر میں بیٹھے تھے کہ ایک ترک نہایت حسین امیرانہ لباس پہنے ہوئے ہمارے پاس آیا پانچ ریال دئے اور کہا کہ خاطر جمع رکھو آئندہ تمکو کبھی خرچ کی تنگی نہ ہوگی اگر کبھی تمہارا جی گھبرائے یا کسی چیز کی ضرورت ہو تو فلاں جگہ ترک سواروں کے رسالہ میں ہمارے پاس چلے آنا جب ہم ہندوستان میں اپنے مکان پر آئے اور والدہ صاحبہ کی زیارت ہوئی تو اُن سے معلوم ہوا کہ وہ بھائی انوار الحسن تھے جو ایام طفلی میں ابدال ہو کر غائب ہو گئے تھے اُنہوں نے یہ بات والدہ صاحبہ سے جاکر کہی تھی ہاں یہ بات خوب یاد ہے کہ اُسدن کے بعد پھر کبھی خرچ کی تنگی نہیں ہوئی۔ ایکدن بام کعبہ کی مرمت ہو رہی تھی ہم بھی مزدوروں میں شامل ہو گئے اور چونہ کی ٹوکری سر پر رکھ اوپر پہنچے اور دوگانہ ادا کیا دوسرے دن یہ حال مولوی محمد **یعقوب** صاحب سے بیان کیا وہ بولے ارے میاں کعبہ کی چھت پر تو شیطان نماز پڑھتا ہے۔ ہم نے کہا الحمد للہ یہ منزل بھی طے ہوئی۔

ایک روز ارشاد ہوا۔ کہ بیت اللہ شریف میں ہمارے والد ماجد کا ایک مرید شب برات کے دن تھوڑا سا حلوہ پکا کر لایا اور کہا کہ بزرگوں کی فاتحہ دیدیجئے ہمنے کہا کہ بھلے مانس دیکھ تو کیسی مصیبت اوٹھا کر ہم تو یہاں پہنچے ہیں بھلا اس ذرا سے حلوے کے لئے کیوں بزرگوں کو تکلیف دیتا ہے اتنی دور و دراز مسافت بیچ میں سمندر حایل۔ اور بالفرض وہ بھی گئے تو اتنے حلوے میں کیا بھلا ہوگا کیا تم اُنکو آپمیں لڑانا چاہتے ہو ہنسکر کہنے لگا میاں صاحب آپکو تو ہمیشہ ہنسی کی بات سوجھتی ہے اپنے بزرگوں سے بھی نہیں چوکتے خیر ہمنے فاتحہ پڑھ کے حلوہ تقسیم کر دیا۔

ایک روز ارشاد ہوا۔ کہ ہم بیت اللہ شریف سے روانہ ہو کر عدن میں پہنچے شیخ عیدروس صاحب کی زیارت کی پھر یہاں سے چار دن کی مسافت طے کر کے زبید میں آئے حضرت اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ کا مزار شریف دیکھا وہاں ایک جبہ شریف حضرت رسول مقبول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا موجود ہے اور یہ وہ جبہ ہے جو حضرت عمر و حضرت علی رضی اللہ

عنہا نے بموجب وصیت حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اُویس قرنی کو لاکر پہنایا تھا ایکروز
جُبہ شریف کی زیارت بھی ہمکو نصیب ہوئی - ہر چند لوگ منع بھی کرتے رہے لیکن نہ رہ سکا
مارے شوق کے جُبہ مبارک کو ہمنے اپنے سر پر رکھ لیا جُبہ کا سایہ تو درکنار اسوقت ہمارا
سایہ بھی ندارد ہو گیا تھا سبحان اللہ ابتک یہ معجزہ موجود ہے اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلَيْهِ
ایک روز ارشاد ہوا - کہ ہم زبید میں پہنچے تو **واجد علیشاہ** صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے
وہ بہت مہربانی سے پیش آئے اپنے پاس ٹھیرایا اُنکی صحبت کی تاثیر سے ہمارا یہ حال ہو جاتا تھا
جیسے کوئی بیداری میں خواب دیکھتا ہو اور تمام کائنات ہیچ معلوم ہوتی تھی اپنی نسبت استغراق
نہایت غالب تھی ایکدن میاں صاحب نے ہمکو بھی توجہ دی تھی اُس توجہ کی بدولت اُسدن
نماز ظہر قضا ہو گئی تھی ہمنے بہت بزرگوں سے توجہ لی مگر ایسا حال کسیکی توجہ میں نہیں ہوا تھا
یہ بزرگ بھی اپنی حالت میں بڑے کامل اور زبردست تھے ایکروز میاں صاحب نے
ہم سے پوچھا کہ تمہارا اصل مقصد اور دلی مطلب کیا ہے ہمنے کہا کہ حضرت توحید تنزیہی فرمایا کہ ہمیں
تو بجز حیرانی اور سرگردانی کے کچھ نہیں ہم نے عرض کیا کہ خیر ہر چہ باداباد ہم تو اسی کے طالب ہیں
ع گرم رکھتے ہیں ملاقات بدو نیک سے ہم ٭ تیرے ملنے لئے ملتے ہیں ہر ایک سے ہم
ایک روز ہم جنگل کی طرف گئے ایک بدوی سے دریافت کیا بِرُ مَجْنُوْنَ فَاَيْنَ یعنی مجنون کا
جنگل کدھر ہے جواب دیا یَا شَیْخُ اَنَا مَجْنُوْنٌ اِذْ اَنْتَ مَجْنُوْنٌ مَا هُوَ مَجْنُوْنٌ یعنی میں دیوانہ
ہوں یا تو - کون مجنوں ہے - تب خیال آیا کہ سمجھا نہیں ہمنے بجائے مجنون کے قیس کہا اُس نے
جواب دیا نَعَمْ تَعَالَ هُنَا یعنی آؤ میں بتادوں ہمکو لیگیا اور جگہ دکھائی اُسوقت یہ شعر یاد آیا ع
قیس کا ماتم کروں میں یا کروں فرہاد کا ٭ دونوں یاد آئے مجھے کوہ و بیاباں دیکھکر
ایک روز ارشاد ہوا - کہ ہم زبید سے ملک خوارج کی طرف چلے ایک شیعی میر حیدر علی
بھی ہمارے ساتھ ہو لئے ہمنے کہا کہ یہاں سُنّی و شیعہ کا دھرم نہیں آؤ تقیہ کرلیں آخر وہ بھی تو چھ
راگ چھتیس راگنیوں سے باہر نہ ہوں گے جسطرح وضو نماز انکی ہوگی اوسیطرح ہم بھی کریں گے

چلتے چلتے ایک قریہ میں پہنچے مسجد میں جا اترے اتفاق سے وہاں کا امام ایک ہندوستانی نکلا
اُسنے بڑی خاطر و مدارات کی تین دن اپنے پاس مہمان رکھا اور بہت خوش ہوا ایک مدت کے بعد
اسنے جو ملک والوں کی صورت نظر آئی ہم سے پوچھا کچھ پڑھے لکھے بھی ہو ہم نے کہا کہ صاحب بچپن
میں پاؤ سپارہ پڑھا تھا سو وہ بھی بھول گئے اب تو دو چار سورتیں یاد ہیں وہی نمازمیں پڑھ لیتے ہیں پھر
خود بخود اپنی داستان چھیڑی کہ میں مولوی محبوب علی کا شاگرد ہوں تحصیل علم کر کے لکھنؤ گیا شیعہ مذہب پسند آیا
اُسکو اختیار کر لیا یہاں آکر خارجی مذہب کے اصول ٹھیک معلوم ہوئے اُسکو اختیار کر لیا ہمنے کہا
اگر یہ سن جاؤ تو کیا کرو چپ ہو رہا تیسرے دن ہمکو نصیحت کرنے لگا گاؤں کے باہر آکر کہا سوا
مسقط تک یہی بہروپ بھرے رہنا آگے کچھ کھٹکا نہیں ہمنے کہا بہروپ کیسا بولا کیا میں جانتا نہیں تم
سُنی ہو اور یہ شیعہ اور دونوں صاحب علم بھی ہو یہ کہکر وہ تو واپس پھر گیا ہم آگے بڑھے راہ میں ایک
ندی آئی اس کے دونوں کناروں پر آم کے درخت کھڑے تھے اُسوقت ہمکو ہندوستان یاد آگیا
ندی میں خوب نہائے چھوٹی چھوٹی مچھلیوں نے بدن کھجایا خارش ہو رہی تھی بہت بھلا معلوم
ہوا خدا کی قدرت دوسرے دن خارش جاتی رہی الغرض بعد طے منازل ہم مسقط میں پہونچے
یہاں ہمکو دولہ (یعنی حاکم شہر) نے بلا کر پوچھا کہ تمھارا مذہب کیا ہے ہمنے کہا کہ اہل سُنت و جماعت
کہا کہ سنیوں کی مسجد میں جاؤ میر صاحب نے شیعہ بتلایا اونکو کہا کہ امام باڑہ میں ٹھیرو پھر ہم دونوں سے
کہا کہ تین روز تک سرکار سے کھانا ملیگا چوتھے روز اپنی فکر کر لینا ہمنے کہا کہ صاحب ہم فکر نہیں کیا
کرتے ہمارا رزاق خود ہماری فکر رکھتا ہے اُس نے ایک ایک آدمی ہمی ساتھ کر دیا تا کہ جگہ پر پہنچا دو
مسقط سے چلکر بغداد شریف میں آئے ہندے قیام کیا پھر کربلا ہوتے ہوئے نجف اشرف میں پہنچے
مزار پر انوار حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی زیارت کی پھر کوفہ میں آئے بڑھیا کا تنور بھی دیکھا جہاں
سے طوفان نوح شروع ہوا تھا۔ اس تنور میں ایسا لعنتی تھا کہ داغ پھٹا جاتا تھا اسکی گہرائی
بھی بہت تھی ہمنے ایک ڈوری میں پتھر باندھکر لٹکایا جا بجا ڈوریاں باندھیں مگر تہ کا پتہ نہ ملا۔
اتنے میں ایک بدو آگیا خفا ہو کر بولا کہ ہندی تم کیا کرتے ہو اگر ایسی لاکھوں رسیاں باندھتے

چلے جاؤ گے تب بھی اسکی تھاہ نہ پاؤ گے پھر وہاں سے چلکر واپس کربلائے معلّےٰ پہونچے سب بزرگوں کے مزارات متبرکہ کی زیارت کی حضرت امام حسین علیہ السّلام کا مزار شریف دوہرا ہے ایک تہ خانہ میں دوسرا اوسکے اوپر ہے اور وہ زیارتگاہ خاص و عام ہے تہ خانہ میں جانیکی عام اجازت نہیں ہمکو ایک ترک اپنے ساتھ لے گیا شمع کا نوری روشن تھی جو شبوسے دماغ معطر ہوا جاتا تھا ہم نے وہاں کے سوا کسی مزار پر شمع کا نوری روشن نہیں دیکھی اسوقت تک ایک خیمہ بھی اُس مقام پر نصب ہے جہاں حضرت امام حسین علیہ السلام نے اہل بیت کے لئے خیمہ قائم کیا تھا اس جگہہ نہایت حسرت و بیکسی برستی ہے کیسا ہی سنگدل کیوں نہو وہاں دل موم ہوجاتا ہے اور خود بخود جی بھر آتا ہے طبیعت میں بیقراری پیدا ہوتی ہے اور وہاں ایک عجیب بات یہہ دیکھی کہ مسجد ایک اور امام کئی یعنی ایک مسجد میں کئی امام اور ہر ایک امام کے سامنے ایک لڑکا مقابل بیٹھا ہوا اللہ اکبر کی تکبیر کے وقت کہتا ہے ہمنے اُن شیعوں سے دریافت کیا تو کہنے لگے کہ کسی کو کسی امام پر اعتقاد ہے کسی کو کسی پر ایک امام کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے جسکو جسپر اعتقاد ہے وہ اُسکے پیچھے نماز پڑھتا ہے اس لئے بہت امام ہوجاتے ہیں۔ اور امام کی یہ شرط ہے کہ معصوم ہو اور سوا بچوں کے معصوم کا ہونا غیر ممکن ہے۔ مگر بچوں پر نماز فرض نہیں اس لئے امام کے سامنے بیٹھکر تکبیر کہتا ہے وہاں سے رخصت ہوکر بغداد شریف میں آئے اور چار مہینے تک رہے ایکدن اُس مقام کی بھی زیارت کی جہاں منصور حلاج کو سولی دیکر جلایا تھا اسوقت ہم نے یہ دو شعر پڑھے ؎ بعد از فنا بھی لے نہ گئی کوئے یار میں ٭ کیا بار تھا صبا میری مشت غبار میں ٭ آوارگان عشق کا پوچھا جو میں نشاں ٭ مشت غبار لیکے صبا نے اڑا دیا ایکدن حضرت معروف کرخیؒ کی زیارت کو گئے گورستان میں آسودہ ہیں مزار خاص و عام مرجع انام ہے سنّی شیعہ سب انکی زیارت کو آتے تھے بقول سعدی شیرازی رحمۃ اللہ علیہ ؎ شنیدم کہ در کرخ تربت پسے ست ٭ بجز گور معروف معروف نیست ٭ چند روز کے بعد ہمارے وہی ہمنام جن سے بنارس میں ملاقات ہوئی تھی ملگئے انکی زبانی ہمنے سنا کہ

ہستلون کے تمیں ہار جولاہے سجادہ نشین صاحب کو ایک ایک ریال دیکر حسنی بن گئے اور نسب نامہ بھی حاصل کرلیا حسب اتفاق ایک روز ہم اور ہمارے ہمنام میاں غوث علیشاہ صاحب سجادہ نشین ایک دسترخوان پر کھانا کھا رہے تھے اُسوقت میاں غوث علیشاہ کو جو سیّد حسینی تھے ہمنے چھیڑا کہ میر صاحب آپ بھی ایک ریال حضرت کو نذر کرکے اولاد میں شامل ہوجائے پھر خوب بن آئیگی اسبات پر وہ بہت خفا ہوئے اور کہنے لگے کہ ہم میں کچھ کسر ہے یا تم سے کچھ کم ہیں اگر تمہارے ہاں ایک امام ہے تو ہمارے خاندان میں گیارہ امام ہیں باقی رہا فقر کا معاملہ وہ قبضۂ قدرت میں ہے ملے یا نہ ملے اسکی تلاش میں تشنہ لب پھرنا ہمارا کام ہے

کام ما گر تر لشد از آب مقصد عیب نیست ✕ زانکہ اولا حسینیم تشنگی میراث ماست

یہ بات سُنکر سجادہ نشین صاحب نے فرمایا کہ تمکو کیوں رشک آیا ہم نے کہا صاحب رشک تو نہیں مگر شک ضرور پیدا ہوگیا کہ کہیں ہمارے بزرگ بھی دُھنے جولاہے ہی نہوں یہاں نام لکھوا کر سیّد بن گئے ہوں ہمکو تو آج سے اپنی سادات میں کلام ہوگیا میاں صاحب نے فرمایا کہ یہاں شاہ عبد الرزاق صاحب اور عبد الوہاب صاحب کی اولاد کا کچھ ذکر نہیں یہ دونوں صاحب زادے تو حضرت کی زندگی ہی میں تشریف لیگئے تھے ہمارے اصلی اور نقلی دفتر میں اِن بزرگون کا نام ہی نہیں پھر انکی اولاد کا کیا ذکر یہاں تو صرف غریب شاہ عبد العزیز صاحب کی اولاد ہے اور اسی خاندان میں ہم سب کو شامل کرلیتے ہیں کیونکہ مُرید بھی بمنزلہ اولاد کے ہوتا ہے اور اس قسم کے لوگوں کا دفتر جُدا بنا ہوا ہے راقم سیّد علیشاہ صاحب سجادہ نشین سے پہلے حضرت سیّد محمود صاحب رزاقی یعنی شاہ عبد الرزاق صاحب کی اولاد میں سے صاحب سجادہ تھے اور قدیم سے اسی خاندان میں سجادگی رہی جب وبائے ہیضہ میں سید محمود صاحب کی اولاد اور خود بھی انتقال فرماگئے فقط ایک دختر سعیدہ پس ماندہ چھوڑی اور اس بات کی خبر سلطان روم کو پہونچی تو حکم دیا کہ جسکی شادی اس دختر سے ہوگی وہ مستحق سجادگی ہوگا سیّد علی صاحب نے جو شاہ عبد العزیز صاحب کی اولاد میں سے تھے اگرچہ انکی پہلی بیوی

بھی صاحب اولاد تھی اور نیز رزّاقیوں میں سے بھی بغداد میں کوئی باقی نہ رہا تھا اس دختر نیک اختر سے شادی کرلی اور صاحب سجّادہ ہوگئے ورنہ محال تھا۔ سید محمود صاحب کامل فقیر تھے چنانچہ ان کے حالات بغداد شریف میں اظہر من الشمس ہیں وہ ملا منیۃ فقیر محمد نامی جو حضرت کو مکّہ معظمہ میں ملا تھا سید محمود صاحب کا مرید تھا اس لڑکی سے ایک فرزند یعنی سیّد عبدالرحمن صاحب پیدا ہوئے سیّد علی صاحب نے تیس سال سجّادگی کی تھی ان کے بعد سیّد سلیمان صاحب جو سیّد علی صاحب کی پہلی بیوی سے تھے اور سید عبدالرحمان صاحب سے بڑے اسلئے سید سلیمان صاحب مستحق سجّادگی سمجھے گئے ان کے بعد سید عبدالرحمان صاحب مستحق ہیں۔

راقم جس وقت بغداد شریف پہونچا ہے تو سیّد سلیمان صاحب سجّادہ نشین تھے انتہی کلامہ بعد چندے ہم بصرہ کو روانہ ہوئے سجادہ نشین صاحب نے ہمکو ایک ناخدا کے نام خط دیا اور کہا کہ وہ تمکو جہاز پر سوار کرا کے بمبئی پہنچا دیگا ہمنے نے بصرہ میں پہنچکر اس ناخدا کو خط دیا اوّل اُسنے سر پر رکھکر رقص کیا اور کہا کہ زہے قسمت پھر ہمکو بہت عمدہ مکان میں ٹھہرایا اور کہا کہ ابھی جہاز کی روانگی میں پندرہ دن کا عرصہ ہے آپ گھبرائے نہیں شہر کی خوب سیر کیجئے ہمنے کہا کہ اتنا خرچ نہیں کہ قیام کریں کہا کہ خرچ کا کچھ فکر نہ کیجئے جو درکار ہو یہاں موجود ہے پھر ہمنے شہر کی خوب سیر کی نہایت ویران اور کنگال شہر ہے حضرت حسن بصری اور حضرت زبیر و حضرت طلحہ رضی اللہ عنہم کے مزارات متبرکہ کی زیارت کی جو پُرانے بصرہ میں ہیں اور وہ دوکان بھی دیکھی جہاں حضرت حبیب عجمی کپڑے رنگا کرتے تھے اور حضرت حسن بصری آنکر چھپے تھے لیکن **رابعہ** بصری کے مزار کا پتہ نہ لگا پندرہ روز کے بعد جہاز بغلہ پر سوار ہوکر شہر سورت میں پہنچے چند روز ٹھہرے میاں **کلّن شاہ** کے پیر کا مزار دیکھا شہر سے جانب جنوب و شرق جنگل میں ہے نہایت پُرتاثیر مزار ہے روز مرّہ زیارت کرتے رہے وہاں سے سوار ہوکر بمبئی پہنچے اور حکیم **عبداللہ شاہ** صاحب کے مکان پر ٹھیرے اُن کے ہاں ایک فقیر **بہار شاہ** رہتے تھے جو صاحب نسبت آدمی تھے اُن سے ہماری بے تکلفی ہوگئی انہوں نے

بتایا کہ پرانے قلعہ میں ایک مجذوب ہیں اُن سے بھی ملو ہم کچھ شیرینی لیکر اُنکی خدمت میں گئے دیکھتے ہی پتھروں کی بوچھار کی اور گالیوں کا تار باندھ دیا پہلے تو ہم چپ ہو رہے پھر غصہ آیا تو ہم نے اُنکی گردن پکڑی کہ تو نے سمجھا کیا تھا بچہ ہا ہو بول کچھ کسی کا بُرا بھلا کر سکتا ہے مار سکتا ہے جلا سکتا ہے کہ نہیں نہیں میں تو کچھ بھی نہیں کر سکتا ہمنے کہا پھر کس برتے پر تنتا پانی خیر چاہتے ہو تو شیرینی کھالو اُسنے چپکے سے کھالی اور دم نہ مارا جب ہم مکان پر آئے تو میاں بہار شاہ نے کہا سید آپکو یہ زیبا نہ تھا آم جتنا بیٹھا ہوا اچھا اور نیم جتنا کڑوا ہو بہتر ہمنے کہا میاں صاحب کیا کریں غصہ آگیا بھلا سنو تو سہی جو بھلا بُرا کچھ نہیں کر سکتا وہ اتنا اڑ کیوں کرے شاہ صاحب نے کہا نہیں سید آپکو نرمی زیبا ہے اور اُنکو سختی دوسرے دن ہم پھر گئے اور قصور معاف کرایا بولے کہ ہاں بہار نے کچھ کہا ہوگا ہمنے کہا کہ بہار و خزاں سے تو ہمکو کچھ غرض نہیں لیکن اب قصور معاف کرو خیر اُنھوں نے قصور معاف کر دیا ہمنے کہا اب تم جو چاہو سو کرو بزیند و برانید چند روز کے بعد وہاں سے روانہ ہوئے اور منزل منزل سیر کرتے ہوئے دہلی میں آپہونچے اور چھ مہینہ تک زینت المساجد میں رہے ۔

ایک روز ہم مرزا نوشہ کے مکان پر گئے نہایت حسن و اخلاق سے ملے لب فرش تک آکر لے گئے اور ہمارا حال دریافت کیا ہم نے کہا مرزا صاحب ہمکو آپکی ایک غزل بہت ہی پسند ہے علی الخصوص یہ شعر ۔ تو نہ قاتل ہو کوئی اور ہی ہو ۔ تیرے کوچہ کی شہادت ہی سہی ۔ کہا صاحب یہ شعر تو میرا نہیں کسی اُستاد کا ہے فی الحقیقت نہایت اچھا ہے ۔

غزل مرزا نوشہ

عشق مجھکو نہیں وحشت ہی سہی	میری وحشت تیری شہرت ہی سہی
قطع کیجے نہ تعلق ہم سے	کچھ نہیں ہے تو عداوت ہی سہی
میرے ہونے میں ہے کیا رسوائی	اے وہ مجلس نہیں خلوت ہی سہی
ہم بھی دشمن تو نہیں ہیں اپنے	غیر کو تجھ سے محبت ہی سہی

اپنی ہستی ہی سے ہو جو کچھ ہو	آگہی گر نہیں غفلت ہی سہی
عمر ہر چند کہ ہے برق خرام	دل کے خوں کرنے کی فرصت ہی سہی
ہم کوئے ترک وفا کرتے ہیں	نہ سہی عشق مصیبت ہی سہی
کچھ تو دے اے فلکِ ناانصاف	آہ و فریاد کی رخصت ہی سہی
ہم بھی تسلیم کی خو ڈالیں گے	بے نیازی تری عادت ہی سہی
یار سے چھیڑ چلی جائے اسدؔ	گر نہیں وصل تو حسرت ہی سہی

اُسدن سے مرزا صاحب نے یہ دستور کر لیا کہ تیسرے دن زینت المساجد میں ہم سے ملنے کو آتے اور ایک خوان کھانے کا ساتھ لاتے ہر چند ہمنے عذر کیا کہ یہ تکلیف نہ کیجئے مگر وہ کب مانتے تھے ہم نے ساتھ کھانے کے لئے کہا تو کہنے لگے میں اس قابل نہیں ہوں میخوار روسیاہ گنہ گار مجھکو آپکے ساتھ کھاتے ہوئے شرم آتی ہے البتہ اولش کا مضائقہ نہیں ہمنے بہت اصرار کیا تو الگ طشتری میں لیکر کھایا اُن کے مزاج میں کمال کسر نفسی فروتنی تھی۔

ایکروز کا ذکر ہے کہ **مرزا رجب علی بیگ** سرور مصنف فسانۂ عجائب لکھنؤ سے آئے مرزا نوشہ سے ملے اثنائے گفتگو میں پوچھا کہ مرزا صاحب اُردو زبان کس کتاب کی عمدہ ہے کہا چار درویش کی میاں رجب علی بیگ کہ فسانۂ عجائب کی کیسی ہے مرزا بیساختہ کہہ اُٹھے اجی لاحول ولاقوۃ اس لطف زباں کہاں۔ ایک تکبندی اور بھٹیارخانہ جمع ہے اسوقت تک مرزا نوشہ کو یہ خبر نہ تھی کہ یہی مرزا سرور ہیں جب چلے گئے تو حال معلوم ہوا بہت افسوس کیا اور کہا کہ ظالمو پہلے سے کیوں نہ کہا دوسرے دن مرزا نوشہ ہمارے پاس آئے اور یہ قصہ سُنایا اور کہا کہ حضرت یہ امر مجھسے نادانستگی میں ہوگیا ہے آئے آج اُن کے مکان پر چلیں اور کل معافات کرائیں ہم اُن کے ہمراہ ہو لئے اور میاں سرور کی فرودگاہ پر پہنچے مزاج پُرسی کے بعد مرزا صاحب نے عبارت آرائی کا ذکر چھیڑا اور ہماری طرف مخاطب ہو کر کہ جناب مولوی صاحب رات میں نے فسانۂ عجائب کو بغور دیکھا تو اُسکی خوبی عبارت اور رنگینی کا کیا بیان کروں نہایت ہی فصیح و بلیغ

عبارت ہی میرے قیاس میں تو ایسی عمدہ نثر نہ پہلے ہوئی نہ آگے ہوگی اور کیونکر ہو اسکا مصنف اپنا جواب نہیں رکھتا غرض اس قسم کی بہت سی باتیں بنا میں اپنی خاکساری اور انکی تعریف کرکے میاں سرور کو نہایت مسرور کیا دو سہ دن انکی دعوت کی اور ہمکو بھی بُلایا اسوقت بھی میاں سرور کی بہت تعریف کی مرزا صاحب کا مذہب یہ تھا کہ دل آزاری بڑا گناہ ہے اور درحقیقت یہ خیال بہت درست تھا

اَلْمُؤْمِنُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ یَدِہٖ وَلِسَانِہٖ ۵

مباش در پئے آزار و ہرچہ خواہی کن ✤ کہ در طریقت ما غیر ازیں گناہے نیست

ایک دن ہم نے مرزا غالب سے پوچھا کہ تمکو کسی سے محبت بھی ہے کہا کہ ہاں حضرت علی مرتضےٰ سے پھر ہمنے پوچھا آپکو ہمنے کہا کہ واہ صاحب آپ تو مغل بچہ ہوکر علی مرتضےٰ کی محبت کا دم بھریں اور ہم اُنکی اولاد کہلائیں اور محبت نہ رکھیں کیا یہ بات آپکے قیاس میں آسکتی ہے

ایک روز ارشاد ہوا۔ کہ ہم دہلی کی زینت المساجد میں تھے تو وہاں ایک شخص میاں غلام فرید نام نہایت بھولے آدمی رہتے تھے مگر پیری مریدی کا اُنکو بڑا شوق تھا ایکدن کمبل پوش سے کہنے لگے کہ او کمبل تو کسی کا مرید بھی ہے وہ بولا کہ اے پیر بھلا مجھکو کون مرید کرتا ہے میاں **غلام فرید** نے کہا کہ آ میں تجھکو مرید کردوں میں نے کہا کہ میاں صاحب آپ کیا کرتے ہیں اس کے دم میں نہ آجانا یہ سارے جہان کا چھٹا ہوا غنڈا ہے ملک ملک پھرا ہے ہفت زبان جانتا ہے ہم تم جیسوں کو بازار میں کھڑا ہوکر بیچ ڈالے بھلا تم کس کے فریب میں آگئے اسکے جواب میں میاں غلام فرید کیا کہتے ہیں کہ نہیں جی اسکو اعتقاد آگیا ہے کمبل پوش بولا ہاں پیر مجھے تو بہت ہی اعتقاد ہے میری ایسی کہاں قسمت جو تم مرید کرلو میاں غلام فرید نے جھٹ ایکروپیہ کی شیرینی اپنے پاس سے منگائی شیرینی کو دیکھکر کمبل پوش بولا کہ پیر جی میں بہت بھوکا ہوں میاں صاحب نے کہا کہ اچھا اسمیں سے خوب کہا جب جب وہ شیرینی چٹ کرچکا تو میاں غلام فرید نے کہا کہ اب تجھکو تعلیم کردوں اُسوقت کمبل پوش کو جوش آیا اور رگِ ہاشمی نے حرکت کی چہرہ سُرخ ہوگیا اور کہا کہ سُن بے تیری ایسی تیسی

کروں تو تیل اور تیرا پیر پڑھی ہماری شان میں اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ ابے مسخرے تو ہمکو کیا تعلیم کریگا ذکر شغل مراقبہ قادریہ چشتیہ نقشبندیہ ہمسے پوچھ تو کیا جانے مشایخی کو میں نے میاں غلام فرید سے کہا کہ کیوں صاحب ہم نہ کہتے تھے بولے کہ یہ مردود ہوگیا ہے دوسرے روز کمبل پوش پھر آئے اور اُن سے قصور معاف کرایا اور کہا کہ پیر تم تو ہمارے پیر ہو ہی گئے ایک روز میاں غلام فرید فجر کے وقت اللہ اللہ کرتے شجرہ پڑھنے لگے تو کمبل پوش بولا لاحول ولاقوۃ مرد آدمی اللہ کا نام لیتے لیتے یہ کیا بکنے لگا کہ لارنس صاحب دیکھنے والے الکزلنڈر کے دیکھنے والے مشکلف کے اور وہ دیکھنے والے یونی اکڑ کے استغفر اللہ پھر میاں غلام فرید آخر دعا میں کہنے لگے یا بھیک بھیک بھیک تو کمبل پوش نے کہا ابے احمق مانگے بھی نہ ملیگی خدا کو چھوڑ کر بھیک کا نام لیتا ہے مگر وہ بھی ایسا پختہ آدمی تھا کہ ایک نہ سُنی۔

ایک روز ارشاد ہوا۔ کہ جب دہلی کی زینت المساجد میں ٹھیرے ہوئے تھے ہماری دوست کمبل پوش نے جو شاہ باقی باللہ صاحب میں رہتے تھے ہماری دعوت کی مغرب کے بعد ہمکو لیکر چلے چاندنی چوک میں پہونچکر ایک طوائف کے کوٹھے پر ہمکو بٹھا دیا اور آپ چمپت ہو گئے پہلے تو ہم نے خیال کیا کہ شاید کھانا اسی جگہ پکوایا ہوگا مگر پھر معلوم ہوا کہ یونہی بٹھا کر چلدیا ہے ہم بہت گھبرائے کہ بھلا ایسی جگہ کمبخت کیوں لایا دو گھڑی کے بعد ہنستا ہوا آیا اور کہنے لگا کہ میاں صاحب میں آپکی بھرک مٹانے کو یہاں بٹھا گیا تھا بعدہٗ اپنے قیام گاہ لیگیا اور کھانا کھلایا۔

ایک روز ارشاد ہوا۔ کہ جب ہمکو زینت المساجد میں چھ مہینے گذر گئے تو ایکدن حسب اتفاق شہزادہ مرزا منگو آئے اور کہنے لگے کہ حضرت حج کو چلیئے گا ہمنے کہا کہ میاں ایکبار تو دھرم دھکے کھا آئے اب اگر کوئی اسی مقام سے سوار کر کے لیچلے اور یہیں لاکر اُتار دے تو خیر مضائقہ نہیں دوسرے دن اُنھوں نے سچ مچ گاڑی لاکر کھڑی کردی اور کہا کہ سوار ہو جائیے پہلے تو ہم حیران رہگئے کہ کل کی بات ہم تو ہنسی سمجھے تھے خیر اُسیدم سوار ہوئے اور منزل بمنزل ادھیانہ پہونچے۔ وہاں سُنا کہ **محکم الدین** شاہ بڑے کامل فقیر ہیں اُنکے مکان پر گئے بہت اخلاق سے پیش آئے

ہمنے پوچھا کہ حضرت کا اسم شریف بولے خدا ہمنے کہا سبحان اللہ ہم تو آپکو آسمان پر تلاش کرتے تھے آپ زمین پر ہی نکلے پھر ہمارا نام پوچھا ہمنے کہا صاحب آپ خدا کیسے ہیں کہ مخلوق کا نام بھی نہیں جانتے ذرا تامل کیا اور سوچکر بولے کہ تم **غوث علی** ہو اور تمہارے والد کا نام **احمد حسن** اور دادا کا نام **ظہور الحسن** ہمنے کہا کہ بس معلوم ہوگیا آپ رمالی خدا ہیں جبتک زائچہ نہیں کھینچتے کچھ معلوم نہیں ہوتا اتنے میں ایک شخص مرید ہونے کو آیا بعد بیعت اس سے کہا کہ پڑھ لا الہ الا اللہ محکم الدین رسول اللہ ہمنے کہا پس صاحب رسول تو مدینہ والے ہی کو رہنے دو وہاں آپکی دال نہیں گلے گی خدا ہی بنے رہئے آپ سے پہلے بھی اور بہت سے خدا بن چکے ہیں فرعون نمرود شداد وغیرہ غرض تین دن وہاں ٹھیرے اور لاہور و ملتان ہوتے ہوئے کراچی بندر پہنچے اور وہاں سے جہاز پر چڑھے اور بغداد شریف میں جا اترے پھر کربلائے معلّٰے اور نجف اشرف کی زیارت کرکے مکّہ معظمہ میں پہنچے اور بعد حج روضۂ منوّرہ کی زیارت کو گئے پھر مکّہ میں واپس آئے مولوی محمد یعقوب صاحب سے ملاقات ہوئی فرمانے لگے میاں تم تو ابھی گئے تھے پھر چلے آئے ہمنے کہا کہ گناہ عظیم ہوا معاف فرمائے انشاءاللہ پھر ایسا قصور سرزد نہو گا ہنس پڑے کہ میاں تم تو مربات میں قائل کر دیتے ہو اچھا ہندوستان کا حال بیان کرو جو کچھ ہمکو معلوم تھا کہہ سنایا غرض مکّہ سے روانہ ہوکر بمبئی اور بمبئی سے چلکر دلّی آپہونچے اور جس جگہ سے سوار ہوئے تھے وہیں پھر آ اترے ہمارے حج بھی ایسے تھے جیسے بچّوں کی نماز یعنی نہ انپر نماز فرض نہ ہمپر حج فرض ۔

ایک رورا رشاد ہوا ۔ کہ جب ہم دوبارہ زیارت حرمین شریفین زادہما اللہ شرفاً وتعظیماً جہاز پر سوار ہوئے تو ایک عجیب تماشا دیکھا کہ تین شکستہ حال آدمی فی سبیل اللہ جہاز پر سوار تھے ملازمان جہاز اُن کے ساتھ کج خلقی سے پیش آتے جب نصف مسافت طے ہوچکی تو ناخدا نے ان باخدا لوگوں پر چوری کی تہمت لگائی اور بڑی لعنت ملامت کی اسپر وہ تینوں دریا میں کود پڑے ؎ دریں دریائے بے پایاں دریں بحر رواں فرسا ۔ دل افگندیم بسم اللہ مجریہا و مُرساہا ۔ ایک تو پانی میں غرق اور دو سطح آب پر اسطرح چلتے تھے جیسے کوئی

خشکی پر چلتا ہو جہاں تک نگاہ نے کام کیا اہل جہاز اونکو دیکھتے رہے پھر نظر سے غایب ہو گئے جب ہم بیت الدین پہنچے تو اُن تینوں سے ملاقات ہوئی ہمنے پہنچنے کی کیفیت پوچھی تو جوابدیا ع ترا کشتی آورد ما را خدائے ؛ مدینہ منورہ تک ہمارا اُنکا ساتھ رہا جب مدینہ منورہ سے منزل بمنزل دہلی چاپہونچے تو بعد چند روز کے پھر سیر و سیاحت کا شوق ہوا جا بجا کی سیر کرتے ہوئے چولی مہیسر پہونچے ؛

ایک روز ارشاد ہوا - کہ ہم چولی مہیسر میں پہونچے تو شام ہو گئی موضع شاہجہانپور وہاں سے دو کوس رہگیا تھا ایک آدمی رستہ میں ہمارے ساتھ ہو لیا تھا اُسنے کہا کہ یہاں نربدا ندی کے کنارے ایک باباجی کا مکان ہے چلو اس میں رات بسر کریں گے باباجی سے باباجی سے اجازت چاہی تو اُنھوں نے کہا کہ ہم تو کسی کو ٹھیرنے نہیں دیتے ہمنے کہا خیر نہ سہی ہم باہر آئے اور پیپل کے پیڑ تلے بستر الگا دیا ع درویش ہر کجا کہ شب آمد سرائے اوست ساتھی سے ہمنے کہا کہ اول آدھی رات کا پہرہ تو تو دے اوپچھلی آدھی رات میں ہم جاگتے رہیں گے کیونکہ یہ دریا کا کنارہ ہے شاید کوئی موذی درندہ چوٹ کر بیٹھے ہم نماز عشا پڑھکر سو رہے اور وہ ساتھی جاگتا تھا کہ باباجی نے اپنے مکان کا پھاٹک کھولا اور ہمکو دیکھکر آواز دی کہ کون ؟ ہماری آنکھ کھلگئی جوابدیا کہ وہی مسافر جنکو تم نے ٹھیرنے نہیں دیا بولے کہ چلے آؤ ہم اندر گئے تو دیکھا کہ نہایت وسیع مکان ہے چاروں طرف پختہ حجرے بنے ہوئے نماز کے لئے چبوترہ نہانے کو غسلخانہ حمام جائے ضرور سب موقع بموقع موجود ہیں ایک حجرہ میں ہمکو ٹھیرا دیا کھانا لائے تو ہمنے کہا کہ ہم دونوں آدمی مسلمان ہیں ساتھ کھانا کھا لینگے اسبات کو منظور نہیں کیا کہ نہیں صاحب تم الگ کھالو اُنکو دوسرے حجرہ میں الگ کھلائیں گے طرح طرح کے کھانے ہمارے روبرو چن دئے کئی قسم کے چاول اور کئی طرح کی دالیں وچند وضع کی ترکاری اور روٹی وغیرہ اتنی چیزیں تھیں کہ ہماری عقل دنگ ہو گئی کہ اتنے عرصہ میں اس اکیلے آدمی نے کسطرح تیار کی ہونگی بعد کھانا کھلانے کے بولے کہ ہمارے انکار سے تمنے بُرا مانا ہوگا لیکن بات یہ تھی

کہ ہم اُسوقت تمکو بُلا لیتے تو خاطر و مدارات کرتے یا کھانا پکاتے ہمکو معلوم تھا کہ آج تم ہمارے مہمان ہوگے۔ اس لئے سب سامان مہیا کرلیا تو تمکو اندر بُلایا پھر ہمکو حجرے بھی جُدا جُدا رہنے کو دیئے ایک جگہ نہ سونے دیا کہ فقیر تنہا بہتر ہے صبح کو اُٹھکر ہمنے چلنے کے لئے کمر باندھی تو باباجی بولے واہ صاحب واہ ع دل لیتے ہی جو عاشق بیتاب کا چلے + تم آگ لینے آئے تھے کیا آئے کیا چلے + میاں صاحب ابھی کہاں جاتے ہو کوئی روز ٹھیرو غرض بیس دن تک ٹھیرایا اور دونوں وقت اُسی انداز سے کھانا کھلاتے رہے ہمکو اسبات کی بڑی حیرت تھی نہ تو وہاں کسیکو پانی بھرتے دیکھا نہ روٹی پکاتے نہ دھواں اُٹھتا دیکھا نہ کبھی کسیکو جھاڑو دیتے دیکھا اور نہ پخانہ صاف کرتے پایا لیکن سب مکان نہایت پاک و صاف رہتے تھے صورت بھی باباجی کی ایسی پاکیزہ اور خوش منظر تھی کہ ہمنے اپنی عمر میں ایسا خوبصورت آدمی نہیں دیکھا رخساروں کی چمک دمک ایسی تھی کہ ڈاڑھی کی سیاہی کا عکس ان میں اسطرح پڑتا تھا جیسے آئینہ میں یعنی بوڑھے بھی باباجی کی بہت عمر تھی اور ہردم مشغول رہتے تھے عشا کے وقت سے بیٹھتے تو صبح کردیتے تھے اور جیسے بھجن میں کامل تھے ایسے ہی حکمت و صنعت میں بھی لاجواب تھے چنانچہ ایکدن دو جذامی آئے ایک ہندو تھا ایک مسلمان صورت دیکھتے ہی اُس ہندو سے کہا کہ تمہارے گرو نے کچھ جاپ بتایا تھا تم نے جاپ میں استری سے بھوگ کیا اسواسطے خون چکر کھا گیا ہے۔ اُسنے اس قصور کا اقرار کیا کہا کہ اپنے گرو پاس چلے جاؤ وہی اسکی تدبیر کریں گے مسلمان سے کہا کہ ٹھیرو تمکو دوا دینگے دوسرے دن دریائے نربدا کے اندر گلے گلے پانی میں اسکو کھڑا کیا اور ایک چاول بھر دوا کھلا دی تھوڑی دیر بعد وہ چلایا کہ پیاس کے مارے مرا جاتا ہوں کہا خبردار پانی پیئے گا تو فوراً مر جائیگا پہر پہر کے فاصلہ سے اسکو ندی کے اندر ہی گھی پلاتے رہے باہر نکلا تو اُسکا بدن کندن کی طرح دمکنے لگا تھا پھر اسکو رخصت کردیا ہم بیس روز تک اُن کے پاس رہے لیکن کچھ بھید نہ کھلا کہ وہ شخص فرشتہ تھا یا خضر یا جن صورت سے تو نہ ہندو ثابت ہوتا تھا نہ مسلمان ایک روز ہم سے کہنے لگا کہ میاں صاحب تم کہاں جاؤ گے ہمارے ہی پاس رہجاؤ مگر شرط یہ ہے کہ ہم مرجائیں تو تم ہماری

ہاتھ میں رسی باندھکر زبدا میں لیجا کے ڈالدینا اور اگر تم مرگئے تو ہم شاہجہانپور سے آدمی بلاکر تمہاری تجہیز و تکفین کرادینگے۔ ہم نے کہا سنو بابا جی ہم رہتے تو اپنے گھر رہتے وہاں نہیں تو مکہ معظمہ تے مدینہ میں قیام کرتے یا بغداد میں رہتے جب کسی جگہ نہ ٹھیرے تو یہاں پابند ہوکر کب رہ سکتے ہیں غرض ہم نے چلنے کا قصد کرہی دیا تب بابا جی نے مایوس ہوکر فرمایا کہ خیر مرضی مولا از ہمہ اولا خدا حافظ ہم دونوں وہاں سے سروج کو روانہ ہوے ۔

ایک روز ارشاد ہوا۔ کہ جب ہم دلی سے بارادہ حج چلے اور سمہ کرتے ہوئے بمقام سروج علاقہ ٹونک پہونچے تو اکبر خاں سے ملاقات ہوئی اور انہوں نے عرض کی کہ ہماری لڑکیاں پیدا ہوتی ہیں لڑکا نہیں ہوتا آپ دعا فرمادیں کہ لڑکا ہو اور اسوقت میری بیوی حاملہ ہے آپنے مذاقاً فرمایا کہ اگر تمہاری بیوی اپنے شکم پر ہمارا ہاتھ رکھ دے تو لڑکا پیدا ہوگا۔ اکبر خاں نے حضرت کا ہاتھ پکڑا اپنی بیوی کے پیٹ پر رکھدیا بعد اکبر خاں کے گھر میں سے کہلا بھیجا کہ یہ لڑکی پیدا ہوئی ہے حضور نے اسکے سنتے ہی فرمایا کہ لاؤ تو میرے پاس اور ہاتھ میں بچہ کو لیکر فرمایا کہ تم سب جھوٹ بولتے ہو۔ دیکھو تو اسکی ثلاثی مجرد تو موجود ہے پھر اسکو لڑکی کیسی کہتے ہو دیکھو تو یہ لڑکا ہے سب نے جب سب نے غور سے دیکھا تو وہ حقیقتاً لڑکا ہی بن گیا۔ **ایک روز ارشاد** ہوا کہ جب ہم سروج میں اکبر خان کے پاس پہنچے تو اس زمانہ میں نواب وزیر الدولہ سروج کا دورہ کر رہے تھے چونکہ نواب صاحب بھی فقراسے بہت عقیدت و محبت رکھتے تھے جناب قبلہ کا نام مبارک سنکر آپکی خدمت میں حاضر ہوے اور عرض کی اگر میرے لائق کوئی خدمت ہو تو ارشاد فرمائے آپنے فرمایا کہ ہاں یہی خدمت ہے کہ آپ میرے پاس تشریف نہ لائیگا کہ اس میں ہمارا حرج ہے۔

ایک روز ارشاد ہوا۔ کہ مدینہ منورہ جاتے ہوئے موضع بدر میں قیام ہوا ہم کھانا کھانے بیٹھے تو چٹنی لال مرچ کی بنا کر کھانا کھانے بیٹھے۔ ایک بدوی لڑکی آئی اور کہا کہ اَتَیْتُ فِی ھٰذَا ہم نے کہا کہ چٹنی لے جھٹ منہ میں رکھ لی اور منہ جلنے لگا تو منہ پٹنا شروع کیا اور کہتی جاتی تھی

فلفل احمر فلفل احمر بطل پھر ہمنے اُس کے مونہہ میں ملا تو آرام ہوا پھر اگر ہم کہتے کہ تاکل چٹنی کہتی کہ چٹنی بطال انا مایاکل کہ چٹنی خراب چیز ہے میں نہیں کھاتی۔

ایکروز ارشاد ہوا کہ جب ہم بغداد شریف میں پہونچے تو سجادہ کے مکان پر قیام کیا سید علیصاحب ہندی زبان خوب بولتے تھے راقم جب بغداد شریف گیا تھا تو سید مصطفےٰ صاحب سے ملاقات ہوئی نہایت خلیق آدمی تھے اور جب میں واپس پانی پت پہنچا تو سید مصطفےٰ صاحب نے ایک خاص مرید کو حضرت قبلہ صاحب کی خدمت میں تعلیم کے واسطے بھیجا تھا چند روز میں تعلیم کر کے پھر واپس بھیجدیا اور سید ابراہیم صاحب صاحبزادہ سید مصطفےٰ صاحب کے اتالیق خلیفہ نامی ایک شخص تھے اُنہوں نے راقم سے کہا کہ یہاں پر بہت سے آدمی میرے دشمن ہو گئے ہیں آپکو کچھ پھری گنتکا یاد ہو تو مجھے تعلیم کر دیجئے مجھپر آپکا بڑا احسان ہوگا۔ چنانچہ میں نے اُن کو چند باتیں بنوٹ کی بتلادیں۔

ایک روز ارشاد ہوا۔ کہ دہلی سے جب ہم چلے اور امصار و دیار کی سیر کرتے ہوئے مقام سروبج علاقہ ٹونک میں پہونچے وہاں میر وزیر علی صاحب سے دوبارہ ملاقات ہوئی مقام سروبج میں دو نوجوان آدمیوں نے ہمسے درخواست کی کہ خدا کا نام بتادو ہم نے بتا تو دیا لیکن یہ ہمکو بھی معلوم نہ تھا کہ نتیجہ اور اثر کیا ہوگا ایک تو چھ مہینے کے بعد تپ دق میں مرگیا اِس بیچارے کی نئی شادی ہوئی تھی اور دوسرا زندہ رہا مگر کچھ دیوانہ سا ہوگیا وہاں سے میر وزیر علی کو ہمراہ لیکر کالپی میں پہونچے جہاں میر صاحب کا گھر ہے اُنکی نسبت ماموں کے گھر ہو چکی تھی مگر شادی نہیں کرتے تھے ہمنے زبردستی اُنکی شادی کرائی پھر وہاں سے جانب لکھنؤ روانہ ہوئے۔

ایک روز ارشاد ہوا۔ کہ شمس آباد کے قریب جنگل میں ایک فقیر **احمد شاہ** صاحب تھے اُنکی شہرت سُنکر ہم بھی گئے دیکھا کہ ایک نہایت کہنہ اور بہت بڑی مسجد بادشاہی وضع کی ہے اُسمیں وہ رہتے ہیں ہمکو دیکھکر نہایت ترش روئی سے پیش آئے اور بولے کہ صاحب

یہاں نہ ٹھیرو آدھی رات کے بعد یہاں شیر لگتا ہے ایسا ہو کہ تمکو پھاڑ ڈالے ہمنے کہا کہ خیر جو ہو سو ہو
آج تو یہیں قیام کریں گے ع ہمکو خدا پہ چھوڑ دو بہر خدا جو ہو سو ہو + وہ تو اپنے حجرہ کا دروازہ بند
کر کے سو رہے ہمنے نماز عشا پڑھی پھر دو روٹیاں جو ہمارے پاس تھیں رکھا کر پانی پیا اب سونے کا ارادہ ہوا
ہم نے خیال کیا کہ یہ جنگل کا مقام ہے شاید شیر لگتا ہو مناسب یہ ہے کہ مسجد کی چھت پر سوئیں
اوپر چڑھے تو دیکھا کہ ایک کالا سانپ نہایت لمبا اور موٹا پڑا ہوا ہے ہمنے سوچا کہ یہاں تو شیر موجود ہے
اور نیچے صرف احتمال پھر نیچے اُترے خیر نیند تو نہ آئی مگر ہم وضو کر کے تمام رات چبوترہ پر بیٹھے
رہے صبح کی نماز پڑھی میاں صاحب بھی نکلے اور پوچھا کہ شیر آیا تھا یا نہیں ہمنے کہا کہ یا تو آپ شیر ہیں
یا ہم شیر ہیں اور تو کوئی نظر آیا نہیں تھوڑی بعد بستی سے ایک شخص اپنے بچہ کو لیکر آیا دم کرایا اور
تعویذ لکھا کر لے گیا جب کھانے کا وقت ہوا تو وہی شخص کچھ روٹیاں اور چھاچھ لیکر آیا ہمنے میاں
صاحب کی تواضع کی اُنہوں نے انکار کیا اور کہا کہ آپ کھائیں ہم نے کہا کہ پہلے آپ اوشر فرمائیں
تب ہم بھی کھالیں گے غرض اُنکو بھی ہمنے ساتھ کھلایا اُن کے پاس بہت لوگ تعویذ گنڈے والے
آیا کرتے تھے اور اس ذریعہ سے بہت سا روپیہ جمع کر لیا تھا اسی واسطے کسی مسافر کو اپنے پاس
ٹھیرنے نہیں دیتے تھے ہم سے کہنے لگے کہ میرا ارادہ اس مسجد کی تعمیر کا ہے ہم نے کہا کہ میاں صاحب
جنگل میں مورنا چاکسنے دیکھا تم اپنی مسجد کو درست کرو مگر اُن کے خیال میں یہ بات نہ آئی ہم تو وہاں سے
چلدئے پھر سنا کہ اُنکا انتقال ہو گیا اور کئی مٹکے روپیہ اشرفیوں کے نکلے کچھ روپیہ تو سرکار نے اُن کے
مزار پر لگا دیا اور باقی اپنے خزانہ میں داخل کیا۔

ایک روز ارشاد ہوا۔ کہ جب ہم قنوج میں پہونچے تو شہر کے باہر ایک نکیہ میں جا اُترے
وہاں کوئی فقیر نظر نہ آیا خیال کیا کہ شاید کہیں گیا ہوگا تھوڑی دیر بعد ایک بڑھیا آکر جھاڑو دینے
لگی ہمنے پوچھا کہ یہاں کا فقیر کہاں ہے وہ بولی کہ کچھ نہ پوچھو ایک عجیب معاملہ ہے ہمنے کہا کچھ
تو بیان کرو کہ دس برس سے میرا بیٹا گم تھا بہت خاک چھانی تعویذ گنڈے عمل ٹوٹکے سب
کئے کچھ نہ ہوا ناچار ہو کر اس نکیہ کے فقیر کے پاس آئی اور حصول مراد کے لئے یہاں کی جاروب کشی

اختیار کی ایک عرصہ تک اُسنے مُنہ نہ لگایا آخر ایکدن میرا مطلب پوچھا تو میں نے اپنی داستان سنائی فرمایا کہ میں تو اس لائق نہیں لیکن ایک مرد کامل ہیجڑوں کے طائفہ میں ڈھولک بجایا کرتا ہے فلاں محلہ میں جا اور اُس سے عرض حال کر ہر چند انکار کرے ایک نہ مانیو اور اُسکے دروازہ پر ڈھئی دیکر بیٹھ جائیو لیکن خبردار میرا نام زنہار نہ لینا میں گئی اور جو کچھ سکھا دیا تھا وہی کیا کہنے لگے تجھکو کسنے بکا دیا ہے ناچ راگ کی کوئی بات ہو تو مجھسے پوچھ لے میں تو ہیجڑہ ہوں مگر میں نے ایک سُنی اور ڈھئی دیکر بیٹھ گئی آخر کار وعدہ کیا کہ اچھا تیرا کام ہو جائیگا مگر پہلے یہ بتا کہ تجھکو میرا پتہ کسنے دیا غرض باؤلی ہوتی ہے ناچار اس فقیر کا نام لینا پڑا فرمایا کہ خیر اس کمبخت نے ہمکو بھی خراب کیا اور آپ بھی برباد ہوا ہم تو سمجھے تھے کہ کسی لائق ہو گیا ہے اب اسکو بھی ہیجڑوں میں شامل کرینگے مگر افسوس کہ خام نکلا اُسکے بعد میرے سر پر ہاتھ رکھا اور فرمایا کہ اطراف عالم میں نظر کر اور دیکھ تیرا لڑکا کہاں ہے دیکھتے دیکھتے معلوم ہوا کہ میرا لڑکا ایک قافلہ میں گھوڑے کی باگ پکڑے چلا جاتا ہے میں خوشی کے مارے چلا اوٹھی کہ یہ رہا میرا لڑکا فرمایا اسکا ہاتھ خوب مضبوط پکڑ لے ۔ میں نے ہاتھ پکڑا اور اُنھوں نے اپنا ہاتھ اُٹھا لیا دیکھتی کیا ہوں کہ لڑکا معہ گھوڑے کے میرے پاس موجود ہے مگر فقیر صاحب ندارد ہیں لڑکے کو ساتھ لے ہنسی خوشی اپنے گھر آئی پھر جی میں آیا کہ تکیہ والے فقیر کی شکر گذاری کروں یہاں آکر دیکھا تو اوسکو بھی نہ پایا ابھی چار دن اس معاملہ کو گذرے ہیں دونوں صاحب کا پتا نہیں خدا جانے کہاں گئے اب میں فقیر کی یاد میں ہر روز اس تکیہ کی جاروب کشی کرتی ہوں اور پانی بھر کے رکھتی ہوں تاکہ مسافر آرام پائیں ۔

ایک روز ارشاد ہوا ۔ کہ قنوج کے جنگل میں ایک مزار حضرت سید شریف زندنی کے نام سے مشہور ہے نہایت پر فضا اور گنجان درختوں کے بیچ میں ہے خوف کے مارے رات کے وقت وہاں کوئی نہیں رہتا ہم وہاں گئے تو مجاور نے کہا کہ صاحب یہاں حضرت کسیکو رہنے نہیں دیتے ہمنے کہا اچھا ہم حضرت سے دریافت کرلیں گے دوسرے دن مجاور آیا کہ فرمائے کیا حکم ہوا ہمنے کہا کہ ہمکو تو حضرت نے اپنے پاس رہنے کی اجازت

دیدی دل میں ہم نے سوچا کہ کیسے بیوقوف لوگ ہیں جنگل اور درختوں کی گنجانی کی وجہ سے رہتے ہوئے خوف معلوم ہوتا ہے اور مشہور کردیا کہ حضرت کا حکم نہیں مجاور نے جاکر لوگوں میں شہرت کردی کہ ایک فقیر آئے ہیں اور رات کو بھی مزار پر رہتے ہیں حضرت نے اجازت رہنے کی دیدی ہے پھر تو تمام زن و مرد قنوج کے اُمنڈ پڑے رہنا دشوار کردیا آخر ہم تین چار روز بعد وہاں سے چلدئے +

ایک روز ارشاد ہوا - کہ لکھنؤ میں سید **وزیر علی** صاحب بھی ہمارے ساتھ تھے وہاں مولوی **سلامت اللہ** صاحب سے ملاقات ہوئی اگرچہ مولوی صاحب اس زمانہ میں بہت مُسن لیکن حُسن وصورت میں ایسے بے نظیر تھے جیسے حُسن وسیرت میں ایکدن میاں صاحب **وزیر علی** الگ بیٹھے کہہ رہے تھے کہ تمام عمر میں بوڑھے معشوق ہمنے یہی دیکھے ہیں مولویصاحب کے کان میں اس بات کی بھنک پہونچ گئی فرمایا کون صاحب ہیں ذرا ہم بھی تو اپنے عاشق کی صورت دیکھیں اتنا کہتے ہی میاں وزیر علی بھاگ گئے مگر مولوی صاحب پہچان گئے اور کہا شاید میاں وزیر علی ہوں گے پھر ہماری طرف خطاب کیا کہ صاحب تمہارے مزاج میں تو بڑی صلاحیت معلوم ہوتی ہے شریعت اور طریقت کے سب اعمال کرتے ہو لیکن سید وزیر علی سے آپکا میل جول کیونکر ہوا یہ تو بڑے رند مشرب معلوم ہوتے ہیں انکی باتیں کچھ اور ہی قسم کی ہیں پھر مولویصاحب کچھ سمجھ گئے اور کہنے لگے کہ یہ تو تمھاری ہی صحبت کا اثر ہے شاید ہاتھی کے دانت دکھانے کے اور ہیں اور کھانے کے اور۔

ایک روز ارشاد ہوا - کہ مولوی **سلامت اللہ** صاحب شجاعت وجوانمردی میں یگانۂ زمانہ تھے چنانچہ نقل ہے کہ نواب لکھنؤ نے ایک روز سرِ دربار یہ بات کہی کہ سُنی لوگ بڑے بہادر ہوتے ہیں ہم نشین بولے کہ قبلۂ عالم یہ سب کہنے کی باتیں ہیں اگر مقابلہ ہو تو حال کھلجائے نواب نے کہا اچھا دیکھا جائیگا - اتفاق سے عید رمضان آئی نواب نے مولوی **سلامت اللہ** صاحب کو پیام بھیجا کہ صبح کو آپ تشریف لاکر نماز پڑھائیں - مولویصاحب کو اندیشہ ہوا

کہ خدا خیر کرے دیکھئے کیا معاملہ پیش آئے اپنا تمام اسباب اور کتابیں طالبعلموں کو تقسیم کردیں اور کہا کہ بھائی اگر صحیح سلامت آئے تو واپس کرلیں گے ورنہ یہ تمہارا مال ہے عید کی صبح کو کپڑے بدل خوشبو لگا تیر کمان ڈھال تلوار پستول قرابین پانچوں ہتھیار سجکر گھوڑے پر سوار ہوئے اور نماز کے وقت نواب صاحب کے امام باڑے میں جا اُترے نواب نے نماز پڑھانے کا اشارہ کیا بے تکلف کھڑے ہو گئے نماز پڑھائی اور بعد نماز دلیرانہ و مردانہ خطبہ کی قرأت شروع کردی جب خطبہ ثانیہ کی نوبت آئی تو صحابہ کرام کے نام نہایت شد و مد کے ساتھ مکرر پڑھے اور بڑی دھوم دھام سے خطبہ تمام کیا نواب صاحب نے ایک ہزار روپیہ نقد اور خلعت و دستار زندکی مولوی صاحب نے وہ سب نقد و جنس مجتہد صاحب کے سامنے رکھدیا اور کہا کہ یہ سب آپکا حق ہے میں نے نواب صاحب کے حکم کے بموجب نماز پڑھادی لیکن غاصب نہیں ہوں جو کسی کا حق لیلوں ہر چند نواب صاحب نے اصرار کیا مگر مولوی صاحب نے نہ مانا اور خالی ہاتھ رخصت ہوئے نواب صاحب نے اپنی پنس سواری کو دی اور دس سوار ساتھ کردئے کہ باعزاز و اکرام پہنچا دو جب مولویصاحب چلے آئے تو نواب صاحب نے مصاحبین و امرا کو چھیڑا کہ دیکھو سنی کیسے بہادر ہوتے ہیں ایک پیر مرد جریدہ کس کروفر سے تمہارے دشمنوں کا بر سر منبر کھڑا ہو کر پڑھگیا وہ تنہا اور تم ہزاروں کسی سے کچھ بھی نہو سکا دیکھو بہادر ایسے ہوتے ہیں اور سب سے بڑھکر یہ شجاعت کی کہ جو کچھ ہمنے دیا اُسکی مطلق طمع نہ کی سب نقد و جنس قبلہ و کعبہ کے سامنے پھینک کر چلا گیا۔ پھر تو مصاحب و حواشی شیخی بگھارنے لگے کہ پیر و مرشد یہ حضور کا پاس لحاظ تھا ورنہ ہم یوں کرتے یوں کرتے نواب صاحب نے فرمایا کہ بس رہو بھی اگر تم مرد ہوتے تو کچھ کر گذرتے تو بھلا میں تمہارا کیا کرسکتا تھا غرض سب شرمندہ ہو کر خاموش ہو گئے۔

ایک روز ارشاد ہوا۔ کہ قبلہ گاہی صاحب کا رسالہ ماہ محرم میں لکھنؤ پہنچا اور پڑاؤ میں خیمہ زن ہوا ہمارے چار سپاہی شہر کی سیر کو گئے حضرت عباسؑ کی حاضری کا دن تھا وہ سپاہی ایک امام باڑے میں جا پہونچے ہر قسم کا کھانا رکھا ہوا تھا اوّل تو مرثیہ ہوا بعد صحابہ کرام کی نشال میں

کچھ بکنے لگے چاروں یاروں نے گپتیاں نکالیں تمام شیعہ بھاگ گئے امام باڑہ خالی ہوگیا
وہ سپاہی سب کھانا اُٹھا کے چلدئے اب مارے خوف کے کوئی شخص اُن کے نزدیک
نہیں آتا دور دور سے پتھر مارتے ہیں جب یہ حملہ کرتے تو سب بھاگ جاتے آخر کار لڑتے
جھگڑتے چلے آتے تھے کہ رسالہ میں خبر پہنچی چند سوار دوڑے سب کو مار کر بھگا دیا اور دس
آدمی کو گرفتار کر کے لائے انگریز کو خبر ہوئی بہت خوش ہوا اور کہا کہ رسالدار صاحب یہ کھانا ہمارے
سامنے تقسیم کردو اور ہمکو بھی تبرک دو ہمارے سپاہیوں نے خوب بہادری کی ہم بہت
خوش ہوئے یہ قابل انعام ہیں اتنے میں نواب صاحب کے چوبدار پہنچے اور رقعہ دیا کہ ہمارے
مجرم تمہارے رسالہ میں ہیں بھیجدو صاحب نے اُنہی کے دس آدمی مقید حوالہ کئے کہ یہ مجرم ہیں
لیجاؤ غرض کسی سے کچھ نہ ہوسکا +

ایک روز ارشاد ہوا۔ کہ ہم لکھنؤ کی ایک مسجد میں ٹھیرے ہوئے تھے اتفاقاً ایک امیر
سیر کو جاتا تھا دیکھا تو سامنے سے سلیمن صاحب انگریز آتا ہے اس خیال سے کہ انگریز کو سلام کرنا
پڑیگا وہ امیر جھٹ مسجد میں چلا آیا جہاں ہم ٹھیرے ہوئے تھے سلیمن صاحب اسبات کو تاڑ گیا
وہ بھی پیچھے پیچھے مسجد میں آپہنچا اور جھک کر اُس امیر کو سلام کیا اور کہا کہ دیکھو سلام کرنے سے
کیا میری توقیر گھٹ گئی یا آپکا دین کچھ بڑھ گیا آپنے کیوں منھ چھپایا ہم خدا کے بندے نہیں ہیں
وہ امیر بہت شرمندہ ہوا اس کے بعد سلیمن صاحب ہماری طرف کو آیا تو ہمنے اُٹھکر سلام کیا
اُسنے پھر امیر سے کہا کہ یہ مسافر کیا سلام کرنے سے کافر ہوگیا پھر میری طرف متوجہ ہوا اور
پوچھا کہ آپ کون ہیں میں نے کہا کہ صاحب یہ تو مجھکو بھی خبر نہیں کہ میں کون ہوں ؎
کچھ نہیں کھلتا مجھے میں کون ہوں ۔ صورت حیرت ہوں یا شکل جنوں + پھر پوچھا کہ آپکی قوم کیا ہے
میں نے کہا کہ صاحب جو آدم کی قوم ہے کہا آدم کی کیا قوم ہے میں نے کہا کہ مجھکو نہیں معلوم
پر آدم سے پوچھیے پھر کہا آپ کہاں سے آئے میں نے کہا جہاں سے سب آئے وہ بہت
حیران ہوا اور بولا کہ صاحب جو بات ہم پوچھتے ہیں اسکا اُلٹا ہی جواب دیتے ہو پھر تو اُلو الفت

اُلفت ہوگئی کبھی کبھی ہمارے پاس آنے لگے ایک روز بڑے تکلف سے دعوت کی غرض فقیر کو چاہیئے
کہ ہر رنگ کا تماشا دیکھے اور کسیکو بُرا نہ جانے کیونکہ ذات باری ہر جگہ یکساں ہے ؎

خدا ہر شے کے اندر یوں نہاں ہے ٭ ٭ کہ جوں بوگل کی گل کے درمیاں ہے

ایک روز ارشاد ہوا - کہ لکھنؤ میں ایک امیرزادہ شیعہ ہمارے پاس آیا کرتا تھا اتفاق سے
اُسکی تاریخ نکاح قرار پائی رات کیوقت خود آیا اور باصرار تمام ایک ہاتھی پر سوار کرکے ہمیں بھی لے گیا
اور حسب وعدہ ہمکو علیحدہ مکان میں اُتارا کوئی آدھی رات گذری ہوگی کہ نوشہ کا باپ رسم عقد میں
شریک ہونے کے لئے ہمکو لیگیا صیغہ شروع ہونے کو تھا کہ ایک دایہ سر محفل آکر کہنے لگی کہ اس
نیک بخت پارسا لڑکی کو پانچ مہینے کا حمل بھی ہے مگر حرام کا نہیں - بلکہ متاعہ شرعی کا ہے یہ بات سُنکر
دولھا چونکا اور بے باکانہ کہہ اُٹھا کہ میں نکاح نہیں کرتا - ہر چند لوگوں نے سمجھایا ایک نہ مانی اُسکے باپ
نے ہم سے کہا کہ صاحب یہ آپکا معتقد بہت ہے کچھ آپ ہی اسکو سمجھائے ہمارا تو کہنا مانتا نہیں
ناچار ہمنے پاس جاکر کہا کہ صاحبزادہ وجہ انکار کیا ہے بولا کہ حضرت یہ بچپن کی چاٹ لگی ہوئی آئندہ
کب چھوٹے گی ہمنے کہا کہ میاں جب تمہارے مذہب میں یہ امر جائز و درست ہے تو بُرا کیوں سمجھتے
ہو کہا کہ صاحب ایسے مذہب کو بھی میرا سلام ہے اُس کے باپ نے کہا ہیں - کیا تو سُنی ہوگیا -
بولا کہ ہاں پہلے تو نہ تھا مگر اب بیشک ہوگیا یہ کہکر اُٹھ کھڑا ہوا محفل درہم و برہم ہوگئی ہم بھی
مکان کو چلے آئے صبح کو وہ امیرزادہ آیا کہ حضرت مجھکو مرید کر لیجئے ہم نے کہا کہ بھائی ہم
ہیں قادری اور تمکو اُن سے عداوت ہے پھر بات کیونکر بنے گی ع اُسکی رسوائی ما سے جس سے
تجھے بیر ہے ٭ جواب دیا حضرت گذشتہ سے توبہ آیندہ کو اُنکا غلام ہوں جب اُسنے بہت اصرار
کیا تو مجبور ہم نے بیعت کر لیا زمانہ مدت تک تو اُسکے خط آتے رہے پھر کچھ حال نہ معلوم ہوا خدا جانے
زندہ بھی ہے یا نہیں ٭

ایک روز ارشاد ہوا - کہ لکھنؤ سے ہم اپنے وطن کو روانہ ہوئے جب نہیال کے گاؤں نوشہرہ
میں پہنچے تو مسجد میں جا اُترے عصر کے وقت ہمارے ماموں صاحب چرخی کا بار سر پر رکھے ہوئے

مسجد کے سامنے سے گذرے ایک شخص نے مسجد میں سے پکار کر کہا کہ ہمارے میر صاحب بڑے بھاگوان ہیں جب باہر سے تشریف لاتے ہیں تو بھرے پُرے آتے ہیں آپ ہنستے ہوئے چلے گئے پھر نماز کے واسطے مسجد میں تشریف لائے میاں جی نے کہدیا کہ میر صاحب آج ایک مسافر بھی آگیا ہے بعد نماز مغرب ہمکو اپنے گھر لیجا کر بٹھایا اور خود کسی کام کے لئے باہر گئے گھر میں صرف نانی صاحبہ بخار کی شدت میں پڑیں کراہتی تھیں وقت فرصت کو غنیمت سمجھ کر ہم اُنکے پاؤں دبانے لگے فرمایا کون عرض کیا مسافر ہوں اور سید آپکا نواسہ خفا ہو کر بولیں کہ تو میرا نواسا کیوں ہوتا خدا جانے کون ہے کون نہیں میرے پاؤں کو ہاتھ مت لگا اتنے میں ماموں صاحب آگئے پوچھا کیا ہے نانی صاحبہ نے فرمایا کہ یہ نامحرم مسافر کہتا ہے کہ میں تمھارا نواسہ ہوں اور پاؤں دبانے کو آبیٹھا ماموں صاحب نے کہا خیر نواسہ نہ سہی نواسوں کے برابر تو ضرور ہے۔ اگر پاؤں دباتا ہے تو کیا مضایقہ ہے لیکن اُنھوں نے نہ مانا کھانا کھا کر ہم مسجد میں آئے سویرے اُٹھکر گھر کو روانہ ہوئے +

ایک روز ارشاد ہوا - کہ جب ننھیال کے گاؤں سے چلکر وطن میں پہنچے تو محلہ کی مسجد میں جا ٹھیرے مسجد کے ملا نے ہمارے گھر خبر کی آج ایک مسافر نووارد مسجد میں آگیا ہے شام کے وقت ہمارا چھوٹا بھائی **حیدر حسن** جسکی عمر بارہ برس کی تھی ہمارے لئے کھانا لایا ہم نے اُسکا اور باپ دادا کا نام اور قوم پوچھی سب باتوں کا جواب ٹھیک دیا برتن واپس لیکر گھر گیا اور والدہ صاحبہ سے ساری باتیں بیان کیں وہ سنکر چپ ہورہیں ایک روز ہمنے حجام کو بلوایا اور حجامت بنوائی ہمارے سر میں ایک نشان تھا بشکل چلیپا وہ دیکھکر بولا کہ حضرت اگر قصور معاف ہو تو کچھ عرض کروں ہمنے کہا اچھا کہو بولا کہ یہ نشان جو آپکے سر پر ہے میرے ہاتھ کا ہے اب یہ نہیں معلوم کہ آپ وہی ہیں یا کوئی اور ہم نے حال پوچھا اُسنے ہمارا قصہ جو ہم سُنا یا کہ سید **احمد علی** صاحب کا ایک لڑکا **غوث** نام اُسکے سر میں میں نے ایسا ہی شگاف دیا تھا مدت ہوئی کہ وہ گم ہو گیا آجتک پتہ نہیں ہمنے اوسکو لطائف الحیل سے ٹال دیا بھائی **حیدر حسن** ہمارے واسطے روز کھانا لاتا اور ہم اوس سے کچھ نہ کچھ ہنسی کی بات کہدیتے ایکدن ہمنے کہا کہ آؤ بھائی ہمارے ساتھ کھالو اُسنے بُرا مانا والدہ سے جاکر کہا کہ یہ مسافر

مجھکو روز چھیڑتا ہے اور دیکھتا رہتا ہے آج سے روٹی دینے نہیں جاؤنگا۔ اتفاق سے اُس
دن ملّا کی کہیں دعوت تھی مغرب کی اذان ہمکو دینی پڑی والدہ صاحبہ نے آواز پہچان لی شام
کو جب حیدر حسن کھانا لایا تو یہ پیام دیا کہ کل صبح کو آپکی دعوت ہے مکان پر چلکر کھانا ہم نے
دل میں کہا کہ خدا خیر کرے کہیں بڑی بی نے پہچان تو نہیں لیا صبح کو ہم بُلائے گئے پردہ ہوا صحن
میں بیٹھے والدہ صاحبہ نے پہلے تو پس پردہ ہمکو خوب دیکھا بھالا پھر باہر نکل ہمارے دونوں
ہاتھ پکڑ لئے اور فرمایا کہ ماروں تھپڑ ہمنے کہا ہیں ہیں! امائی صاحبہ میرا کیا گناہ ہے گھر میں بُلا کر
غریب مسافر کو مارتی ہو فرمایا خوب ابھی انکار ہی کئے جاتا ہے ہمنے تجھکو کھلایا پلایا پالا اور پرورش
کیا ہماری گود میں ہوش سنبھالا اچھوٹے سے بڑا ہوا ہم تجھکو نہ پہچانیں گے اب چوبیس برس بعد
آیا تو چوروں کی طرح مسافر بنکر مسجد میں ٹھیرا اُسوقت کیا ہم سے بھُول ہوئی کہ بیساختہ زبان سے
نکل گیا کہ میں غوث نہیں ہوں یہ بات مونہہ سے نکلی تھی کہ اُنہوں نے ہنسکر فرمایا کہ ہاں تو غوث نہیں
تو اسکا نام کیسے معلوم ہوا اسکے بعد ہم نے قدمبوسی کی اُنھوں نے ہمکو چھاتی سے لگالیا اور
زار زار رونے لگیں اتنے میں دوسری والدہ صاحبہ بھی خفا ہوتی آئیں ارے بے مروت بیوفا
تو ہمکو بھول گیا چوبیس برس میں ایکدفعہ بھی اپنی خبر نہ بھیجی۔ بڑی والدہ نے فرمایا کہ اُسنے کہیں شادی
کرلی تھی یا کہیں کا بادشاہ بن گیا تھا۔ جو بھول گیا بیچارہ قسمت کا مارا نصیبوں کی گردش سے
دربدر پھرتا رہا یہی غنیمت سمجھو کہ آنکلا۔ اور ہمکو اپنی صورت دکھادی۔ اگر نہ آتا تو ہم اسکا کیا کرلیتے
المختصر ہمنے منت سماجت کرکے سبکو راضی کیا اور چوبیس روپیہ جو ہمارے پاس تھے سب کے
سامنے رکھدئے حیدر حسن سے ہم نے کہا کہ لو اب تو ہم تمہارے بھائی ہیں آؤ مل لو وہ
رونے لگا ہم نے پیار کیا اسکا عجب حال تھا جہاں ہمکو دیکھتا رو دیتا ہم نے بہت پوچھا
کہا میں نہیں جانتا کیا بات ہے آپکو دیکھکر بے اختیار میرا جی بھر آتا ہے ہمارے آنیکی خبر سُنکر
نانی صاحبہ بھی تشریف لائیں میں نے کہا کہ اُسوقت آپنے پاؤں نہیں دبوائے اب میں بھی
آپسے نہیں ملتا فرمایا کہ تو بڑا دغاباز اور فریبی ہے کیوں نہیں کہا تھا کہ میں غوث ہوں پھر

میں نے قدمبوسی کی اُنھوں نے بہت پیار کیا چند روز کے بعد ایکدن والدہ صاحبہ فرمانے لگیں کہ بھائی **غوثن** کیا بیت اللہ شریف میں تمکو خرچ کی تکلیف ہوئی تھی اور کسی ترک نے تمکو پانچ ریال دیکر کہا تھا کہ خاطر جمع رکھو آیندہ کبھی تکلیف نہوگی میں نے اقرار کیا تو فرمایا کہ وہ تیرا بھائی **انوار الحسن** تھا اُسنے جسوقت تمکو پانچ ریال دیئے تھے اوسیوقت آکر مجھ سے یہ حال کہا تھا۔ میں نے اُس سے پوچھا کہ تو **غوثن** سے ملا کیوں نہیں اُسنے کہا کہ اگر ملتا تو وہ میرا جھاپہ چھوڑتا محبت جوش کرتی طرفین کے لئے خرابی پڑتی چند روز کے بعد سب گھر والے ہمارے سر ہوئے کہ تمھاری منسوبہ ابتک بیٹھی ہوئی ہے اور کسی سے نکاح نہیں کرتی بہتر ہے کہ اب تم شادی کرلو۔ یہ مضمون سُنکر ہم بہت گھبرائے آخر بڑی مشکل سے اُس نیکبخت کی شادی بھائی **سید الحسن** کے ساتھ کرادی کیونکہ اُنکی بیوی کا انتقال ہوگیا پھر الکدن والدہ صاحبہ نے کہا کہ تیرے حصہ کی جائیداد موجود ہے مناسب ہے کہ سید الحسن اپنے حقیقی بھائی کے لکھدے میں نے عرض کیا کہ ان سے کیا خصوصیت ہے مجھکو تو سب بھائی برابر ہیں چنانچہ سبکو برابر تقسیم کردی +

ایک روز۔ راقم نے عرض کیا کہ حضرت کبھی آپکو عشق بھی ہوا ہے **ارشاد ہوا**۔ کہ جب گھر سے چلکر بنارس میں پہنچے تو وہاں ہمارے بھائی **فیض الحسن** تھانہ دار تھے اُن سے ملکر طبیعت بہت خوش ہوئی بھائی نے ہرچند اصرار کیا کہ مکان پر ٹھیرو مگر ہمکو سوائے مسجد کے آرام کہاں تھا گنگا کے کنارے ایک مسجد تھی اُس میں قیام کیا ایکطرف گھاٹ دوسری جانب شارع عام بھائی صاحب بھی روزمرہ وہاں تشریف لاتے کھانا بھی وہی بھیجتے تھے ایکدن بعد نماز عصر دیوار مسجد پر بیٹھے ہم سیر دیکھتے تھے کہ یکایک ایک نازنین مہ جبین غارت گر دنیا و دین چودہ پندرہ برس کا سن و سال قیامت کی چال ڈھال قوم سے برہمن کشمیری ہم جولیوں کے گروہ میں آفتاب عالم تاب کی طرح نظر خیرہ کرتی ہوئی دکھلائی دی اسوقت یہ سراپا کسی شاعر کا یاد آگیا ؎

چار چیز[1] لگ چار کہلگ[2] چار پھول پھل چار × × × کیشو بورن برتاب مین ملے نہ ایسی نار

[1] یعنی جس عورت میں چار چوپایہ اور چار پرند اور چار پھول اور چار پھل کے وصف ہوں ایسی عورت کو اے کیشو خدا ملاوے تو ملے۔ کیشو نام ہے شاعر کا اور وہ سولہ وصف اگلے چوپائی میں یعنی رباعی میں بیان کرتا ہے [2] ملے چوپایہ ۴ پرند۔

كنول سي چرن كرانكڑي كسنبه رانك چنبيلي بران تن چوهي گن دين هين

گل نیلوفر پاؤں ہاتھ انگشت کسنبہ چنبیلی نام گل خوشبودار

بيڑي نارنگي سروج سري پهل بنبه سي ادهر دنت ڈاڑهم مجهين هين

سر ناریل کدوری لب دانت انار کے مانند

كيڑي سي ناك سوكلپودكي سي كنٹه كهنجن كبسي چلچلاهٹ اور كوكلا كي بين هين

طوطا ناک کبوتر گردن مہولا چلبلاہٹ نام طائر خوش الحان آواز

كٹ كجراج كي سوكٹ هرك راج كي سوا هوكي سوكهو نكهٹ اور رك هوكي بين هين

رفتار ہاتھی کمر چیتا گھوڑا تازی ہرن چشم

کاشمیر کی پیدائش ہندوستان کی زیبائش کاشمیر کی نرگس شہلا ہندوستان کا ناز و ادا

ايي هلا هل مد بهري سيٹ شيام رتنار

ابجیات زہر مخمور سفید چشم سیاہ چشم سرخی چشم

جيت مرت جهك جهك پرت جي چوٹ اكبار

جی گیا مرگیا مست ہوگیا جو صورت دیکھے ایکدفعہ

كوپه تج اپه چلي اچون آهي اهار

سوراخ ناف چھوڑکر اوپر ناگن آبجیات واسطے

هر وا سري بير لكهو جو دبكي ما بج پهاڑ

سور منتظر خیال کیا سمٹے درمیان دو پہاڑ

راقم اُس وقت حضرت کا حال بالکل ایسا ہوگیا تھا جیسا کہ ایک فقیہہ کا قصہ کسی نے نظم کیا ہے

بود فقیہے بہ بنارس مقیم	بادل آسودہ زامید و بیم
مرد خرد پرور و فرزانہ کار	درہمہ فرزانگی آموزگار
صحبت مردان خرد پیشہ داشت	پاک دل و پاک اندیشہ داشت

راست بکبیش و بکنش هم درست — هم بدم و هم بقدم گرم و چست
نقد ورع انچه که در بار داشت — بسته بشاغولهٔ ستار داشت
غمزه بجانش پئے بازی نخاست — طره پئے دست درازی نخاست
دل بصنم خانه نیارے ببرد — در خم ابروئے نمازے ببرد
بت بسوئے سجده اشارت نکرد — مغ بچه تعلیم طهارت نه کرد
مختصران مایهٔ فرهنگ و فسر — بود عشق دفن او بے خبر
داشت دریں منزل بیم و امید — خاطر فارغ ز سیاه و سفید
رسته ز نیرنگی لیل و نهار — شاد همی برد بسر روزگار
یک سحر از در صنم بے حجاب — چون ز گریباں سحر آفتاب
دلبرے هندوئے مسلماں فریب — برده بزلف از دل ایماں شکیب
نازوراں نرگس جادو سرشت — خفته چو روح القدس اندر بهشت
نیم نگاهے که بدرویش کرد — سینه خراشید و جگر ریش کرد
غمزه براں ریش خراشے فزود — لب نمک آورد و بر آں ریش سود
ناوک مژگان سر پیکاں کشاد — خون تمنا ز رگ جاں کشاد

نظر کے دو چار ہوتے ہی ہوش و حواس جاتے رہے ؎

نین چھپائے نا چھپیں پٹ گھونگٹ کی اوٹ
چتر نار اور سورما کریں لاکھ میں چوٹ

مگر ابھی اتنی عقل باقی تھی کہ ہم نے مسجد کے مُلّا سے کہدیا کہ ہمارے بھائی آئیں یا کھانا بھجوائیں تم کہدینا کہ وہ چلے میں بیٹھے ہیں اور سب سامان مجھکو دیدیا ہے جو وقت ضرورت ہوگی میں کھانا تیار کرکے کھلاؤنگا اب کچھ ضرورت وہاں سے کھانا بھیجنے کی نہیں یہ ملا کو یہ بات سمجھا کر ہمنے حجرہ کا دروازہ بند کرلیا اور پردہ کا لحاظ رکھا اس عرصہ میں نماز روزہ کھانا

؎ خوبصورت انکھیں گھونگٹ کی اوٹ میں ہیں یہ ہیں ہوشیار خوبصورت عورتیں اور بہادر مخفی لڑکوں میں چوٹ کر جاتے ہیں ۱۲ سنہ

پیا سب بالائے طاق تھا آٹھوں دن وہ تصویر مجسم ہوکر سامنے آکھڑی ہوئی اُسی دن وہ دلربا اپنے شوہر کے ساتھ تھالی میں شیرینی رکھے مسجد کے اندر آموجود ہوئی ؎

شب کہ بودم با ہزاراں کوہ درد	سر بزانوئے غمش بنشستہ فرد
جاں بلب از حسرتِ گفتار او	دل پر از نومیدی دیدار او
آں قیامت قامتِ پیماں شکن	آفت دوران بلائے مرد و زن
فتنۂ دوراں و آشوب جہاں	خانہ سوزے چوں من بے خانماں
از درم ناگہہ در آمد بے حجاب	لب گزاں ارخ برافگندہ نقاب
کاکل مشکیں بدوش انداختہ	وز نگاہے کار عالم ساختہ
گفت اے شیدا دل محزون من	وے بلاکش عاشق مفتون من
کیف حال القلب فی نار فراق	گفتمش واللہ حالی لا یطاق

اُسنے حجرہ کی زنجیر کھڑکائی ادھر دل نے گواہی دی کہ یہ اب مطلوب آپہنچا ہم نے کنڈی کھولدی وہ دونوں اندر آئے دیکھا تو اُسکا شوہر بھی حُسن و جمال میں بے مثال تھا ہم نے پوچھا تم دونوں کسلیے آئے ہو کہا کہ ہمکو اولاد کی تمنا ہے خیر ہم سمجھ گئے کہ یہ سب فساد حضرت عشق کا ہے ورنہ ابھی تو اِن کے دخود سیر و تماشہ کے ہیں کیا اولاد اور کیسکی تمنا اُس عورت نے ہماری طرف ٹکٹکی باندہ دی اُسکے شوہر سے ہم نے کہا ذرا تم باہر جاکر زنجیر لگالو تو ہمکو اس سے ایک پردہ کی بات پوچھنی ہے وہ غریب دروازہ بند کرکے باہر ہوگیا۔ اُس زمانہ میں ہماری عمر پینتالیس سال کی تھی ہم دل سے کہا کہ بولو حضرت اب کیا ارادہ ہے اگر اسکو جورو بنانا چاہتے ہو تو میاں بیوی دونوں راضی ہیں مگر اب مگر اب وہ عمر جوانی کہاں اور اگر بہن بنانا چاہتے ہو تو اپنی ماں بہن کو کیوں چھوڑا جسکے لیے آٹھ دن سے یہ بے تابی اور بیقراری تھی وہ موجود ہے کہہ کیا کہتا ہے دل نے جواب دیا کہ یہ بھی ایک کھیل کھیلنا تھا سو کھیل چکے بس اب کوئی خواہش باقی نہیں اسکے بعد ہم نے اُس سے دو ایک باتیں پوچھکر اُسکے خاوند کو بلالیا اور ایک تعویذ لکھکر اُن کے حوالے کیا اور کہا کہ جاؤ خدا حافظ اُن کے جانے کے بعد

خیال آیا کہ یہ عشق ضرور کچھ رنگ لائیگا اور طرف ثانی کو بھی ستائیگا یہاں سے چلدینا بہتر ہے یہ سوچکر ہم آدھی رات کو چلدئے اور وہاں سے بیس کوس پر جاکر دم لیا دوسرے دن وہ نیکبخت بھی شوہر کو ہمراہ لے ایکہ میں بیٹھ عصر کے وقت اُسی مقام پر آن پہنچے بال پریشان طبیعت اور اس چہرہ پژمردہ دل افسردہ پاس آنکر لگی زار زار رونے اسوقت ہمکو یہہ شعر یاد آیا ؎

لٹ لپٹی کپٹ ٹپٹ اٹ پٹ بولت بین	کچھو پیا سی کھٹ پٹ بھئی جوٹپ ٹپ ٹپکت نین

اور بار بار کہنا شروع کیا کہ آپ بنارس تشریف لیچلیں جب دونوں نے بہت اصرار کیا تو کہنا پڑا کہ ہم یہاں ایک کام کے لئے آئے ہیں وہ ہوجائیگا تو دو چار دن میں ہم خود چلے آئیں گے غرض تسلی تشفی دیکر اُنکو ادھر روانہ کیا اور ہمنے ایکہ کرایہ کر لکھنؤ کی راہ لی نہیں معلوم کہ اُسپہ کیا گذری ہوگی اثنار راہ میں شاہ گھڑا کا مزار آیا اسکی زیارت کو گئے چونکہ پنجشنبہ کا دن تھا اُسوقت ایک طوائف مجرا کرتی اور یہ غزل گاتی تھی ؎

مارا بغمزہ کشت و قضارا بہانہ ساخت	خود سوئے ما ندید عیارا بہانہ ساخت

ناگہاں ایک فقیر لنگوٹی بند لاٹھی ہاتھ میں لے محفل میں آکودا اور یہہ شعر پڑھکر ناچنے لگا

اکنس کہ خاک مارا گل کرد و خانہ ساخت	خود در میاں در آمد و مارا بہانہ ساخت

اُسوقت اہل محفل پر ایک عجیب حالت طاری ہوگئی کہ کسیکو کسی کی خبر نہ رہی دو چار چکر مار کر چلدیا معلوم نہوا کہ کہاں سے آیا اور کدھر گیا کوئی اُسکو پہچانتا بھی نہ تھا وہاں سے چلکر ہم لکھنؤ پہنچے اور چندے قیام کرکے سنبھل کا ارادہ کیا جہاں ہمارے پیر و مرشد حضرت مولانا **حبیب اللہ شاہ** صاحب نقشبندیہ کا مزار ہے۔

ایک روز ارشاد ہوا - کہ ہمکو یہہ خبر ہے کہ حضرت مولانا حبیب اللہ شاہ صاحب نے بوقت انتقال اصحاب و احباب سے فرمادیا تھا کہ غوث علی نام ایک ہمارا بڑا رفیق و دوست ہے اگرچہ آوارہ گرد آدمی ہے لیکن کبھی ادھر آنکلے تو بہت خاطر و مدارات کرنا - چنکہ منزل بمنزل سیر کرتے ہوئے ہم سنبھل میں پہنچے تو کسی نے پہچانا نہیں - مگر ایکدن غلام حسین نام ایک شخص نے

ہمارا نام دریافت کیا ہم نے بتادیا بولا کہ آپ حضرت حبیب اللہ شاہ صاحب کے مرید ہیں کہا کہ ہاں جب یہ بات اُسکو معلوم ہوگئی تو سارے شہر میں کہہ پھرا کہ حضرت کے بڑے خلیفہ آگئے ہیں جن کی نسبت حضرت نے وصیت فرمائی تھی پھر تو بہت لوگ شہر کے آنے جانے لگے اور خاطر تواضع شروع ہوئی چند روز بعد وہاں کے اکثر کہہ ومہ ادنے اعلے مجتمع ہوکر آئے اور کہا کہ حضرت پگڑی باندھ لیجئے ہم نے اُن سب سے کہا کہ میاں صاحب قبلہ نے ہماری نسبت کیا الفاظ فرمائے تھے آیا مرید یا رفیق بولے کہ ہاں رفیق کے الفاظ سے یاد فرمایا تھا لیکن آپکو تو مریدی کا اقرار ہے ہمنے کہا کہ ہمکو کیا خبر شاید ہمنے روٹیوں کے لئے یہ بات بنائی ہو اور سُنو صاحبو آپ لوگ دنیادار ہیں یا فقیر سب نے جواب دیا کہ دنیادار پھر ہمنے پوچھا کہ ہماری نسبت کیا خیال کرتے ہو دنیادار یا فقیر بولے کہ ہم تو آپکو فقیر سمجھتے ہیں ہم نے کہا کہ تعجب کی بات ہے کہ ہم فقیر ہوکر دنیادار کے ہاتھ سے پگڑی باندھیں البتہ اگر میاں صاحب قبلہ اپنے دست مبارک سے ہمارے سر پر چوٹیاں بھی رکھدیتے تو ہمکو تاج سلطنت تھا پس آپ صاحب مجھکو معاف فرمائیں اور اس قسم کا تذکرہ درمیان میں نہ لائیں غرض وہ لوگ اپنی پگڑی بغل میں دابکر چلدیئے اور پھر کبھی ایسا ارادہ نکیا۔

ایک روز ارشاد ہوا۔ کہ سنبھل میں چھ مہینے رہنے کا اتفاق ہوا۔ وہاں سے اکثر آدمیوں سے ملاقات ہوگئی ایکدن ہمارے پیر بھائی غلام محی الدین کی والدہ نے ہمکو بلاکر یہ بات کہی تمہارے بھائی کی شادی کو نو برس ہوے مگر اولاد نہیں ہوتی کچھ اسکی تدبیر کرنی چاہیئے ہمنے کہا بہت اچھا انشاءاللہ کچھ فکر کیا جائیگا چھ مہینے بعد ہم وہاں سے چلدیئے اور موضع تگری میں پہنچے جو گڈھ مکٹیسر کے مقابل گنگا کے کنارے واقع ہے یہاں غلام محی الدین گھاٹ پر نوکر تھے ان کے پاس ہم بھی ٹھیر گئے اُس زمانہ میں برسات کا موسم اور دریا میں طغیانی تھی اسلئے رات دن میں صرف ایک کھیوہ لگتا تھا حسن اتفاق سے ایک جوگن وارد ہوئی کشتی روانہ ہوچکی تھی ناچار اسکو ٹھیرنا پڑا چونکہ نہایت حسین وطرحدار ونوجوان تھی لوگ اسکو دیکھنے لگے ہمارے پیر بھائی نے بھی دیکھا تو وہ بولی کیوں صاحب آپ کس برتے پر دیکھتے ہیں کیا تمہاری شادی ہوگئی ہے

جواب دیا کہ ہاں ہوگئی جوگن نے کہا بھلا وہ غریب تمہاری جان کو کیا روتی ہوگی یہ سُنکر سرد ہوگئے اور شرمندہ ہوکر آنکھیں نیچی کرلیں ہم ہار گئے کہ ضرور کچھ نہ کچھ دال میں کالا ہے ہمنے جوگن سے کہا کہ مائی صاحب آج ہمارے پاس ٹھیر جاؤ کہا بہت اچھا ایک جھونپڑی اُسکے واسطے خالی کرادی پھر ہمنے بھائی صاحب سے پوچھا کہ یہ معاملہ کیا ہے کہا یہ جوگن سچ کہتی ہے میں نامرد ہوں جب شادی کی تیاری ہوئی تو میں نے غُل مچایا اور صاف صاف کہدیا تھا مگر والدہ اور خالہ نے جن کے گھر میری شادی ہوئی نہ مانا اور عقد کرکے شب زفاف کو میں اپنی بیوی کے سامنے دست بستہ کھڑا ہوگیا اور کہا کہ میں کسی قابل نہیں تیری اور میری ماں نے یہ ظلم کیا اب شرم تیرے ہاتھ ہے اُس نیکبخت نے جواب دیا کہ خیر جو تقدیر کا لکھا تھا پیش آیا اب کیوں عزت خراب کی صبح اُٹھکر دونوں نہالیا کریں گے ؎

جَنَکُ سُتا جَسرَتُ بَھُورَ امرچَنُدَر بَرلِین

سُوھَا رَچایا شَشٹ کا کَرَ مَرِیکَہ کھہ دِیُو

کَا کھہُ سِیان پُتُ کُورُ بِدُ کَرِدِیکھُو سَب کُوئی

اَن ھُوئی ھُوئی نَہِین ھُوئی ھُوئی سُو ھُوئی

مگر دیکھا کوئی اس راز سے آگاہ نہ ہونے پائے ورنہ تمام زمانہ میں رسوائی ہوگی واہ ری عورت اللہ تعالےٰ نے کیا سمجھ اور حوصلہ دیا تھا کہ نو برس تک پردہ فاش نہونے دیا شعر

نہ ہر زن زنست و نہ ہر مرد مرد × خدا پنج انگشت یکساں نکرد

یہ ماجرہ سُنکر ہم جوگن کے پاس گئے اور کہا کہ مائی صاحبہ کچھ اس مرض کا علاج بھی ہے

۱؎ سیتا جو راجہ جنک کی بیٹی تھی راجہ جسرت کی بہو اور راجہ رامچندر جی کی بیوی تھی اور گرو اششٹ جی نے نکاح پڑھا پھیرے دلوائے اور یہ چاروں لوگ ظاہر و باطن کا کمال بھی رکھتے تھے لیکن خط تقدیر کو کوئی مٹا سکا یعنی سیتا جی کو یہ بدنامی راون سے جو ہونیوالی تھی سو ہوکے رہی کسی سے نہ ٹل سکی اور اُسنے دکھ اور رنج دیا ۱۲ منہ ۲؎ اگر کوئی ناکہ عقد بندی و ہوشیاری مکر و فریب کرے لیکن نہ ہونے والی چیز کبھی نہیں ہوتی۔ اور ہونے والی رُکتی نہیں ہوکر ہی رہتی ہے اوسکا کوئی روکنے والا نہیں ۱۲ منہ۔

جسکو سنتے ایک نظر میں تشخیص کر لیا اُسنے ٹھکی بجا کر کہا کہ اتنی دیر میں علاج ہو سکتا ہے لیکن سامان مہیا کرنے کو ایک مہینہ چاہیے ہم نے کہا کہ مہربانی کر کے آپ بھی ایک مہینے تک تشریف رکھیں کہا خیر کیا مضایقہ ہے آپکی خاطر عزیز ہے پہلے تو یہ میانصاحب ایک مہینہ تک کی رخصت لیں پھر ایک سیر گھی ایک سیر روغن کنجد ایک کڑھائی اور ایک چارپائی اونچے پایوں کی جسمیں بجائے بان کے ڈنڈے لگے ہوں تیار کرائے اور قدرت الٰہی کا تماشا دیکھئے جب اُسکے کہنے کے موافق سب سامان مہیا ہو گیا تو اُسنے کڑھائی چولھے پر رکھ گھی اور تیل ایکدفعہ ہی ڈالدیا اور اُسکے اوپر چارپائی بچھادی پھر غلام محی الدین کو ایک دوا کھلائی جس سے بیہوشی طاری ہو گئی اُسوقت اُن کو چارپائی پر لٹا دیا اور کڑھائی کے نیچے دھیمی آنچ شروع کی جبکہ اُسکی بھاپ ریڑھ کی ہڈی میں لگی تو فوراً چھینکیں آنے لگیں اور غٹ کے غٹ ناک سے نکلنے لگے اور قوت شہوانی کو ہیجان ہوا تھوڑی دیر میں آنکھیں کھولدیں جوگن نے فرمایا کہ دیکھو اب انکی آنکھوں میں اور ہی رس ہے فی الواقع اوسوقت مخمور متوالوں کی طرح سُرخ آنکھیں تھیں پھر وہ بیقرار ہو کر پکارے کہ اب طاقت ضبط نہیں رہی آخر کار جوگن نے ایک ترکیب بتائی اور کہا کہ ایک مہینے تک اسی ترکیب کو کرتے رہنا مہینہ بھر کے بعد گھر کے آدمیوں کو بُلا لیا اور خوشی و خرمی سے رہنے لگے۔ ایک روز جوگن نے ہم سے کہا کہ آپ بھی یہ دوا کھالیں ہم نے کہا بہت اچھا بشرطیکہ تم بھی ہمارے ساتھ بیاہ کرو کہنے لگی اُتار چڑھاؤ سے تم خوب واقف ہو ہنسکر چپکی ہو گئی۔ یہ عورت بڑی خوش مذاق اور با اخلاق تھی جو شغل اسکو کسی کامل گرو سے پہنچا تھا ہر دم اُسمیں مشغول رہتی تھی دن بھر سب سے بات چیت کرتی جب رات کا وقت آتا تو اپنی جھونپڑی کا دروازہ بند کر کے صبح تک تنہا بیٹھکر گذار دیتی تھی ایک روز اُسنے بیان کیا کہ میری شادی بھی ہو گئی تھی قضائے الٰہی سے میرا شوہر ہیضہ کر کے مر گیا نہایت حسین و خلیق آدمی تھا اگر آپ دیکھتے تو بہت خوش ہوتے میں اُسی کے بیراگ میں جوگن کا بھیس بھر کر دیس بدیس پھرتی ہوں چندے جنوں کا زور رہا مگر اب کمی ہو گئی ہے ؎ دیوانہ وار دگر کوہ گشتہ ایم ✤ بے اختیار سر بگریباں نہادہ ایم ✤ ہم نے کہا تم بڑی مردانہ اور مستقل مزاج عورت ہو

کہ لطف دنیا سے واقف ہوکر اُسکو ترک کیا اور ہم جو تجرد و تنہائی پھرتے ہیں تو بات یہ ہے کہ کبھی اس کو چہکی سیر ہی نہیں کی بولی کہ آؤ ہمارے ساتھ رہو اور بان پرست ہوجاؤ ہمنے کہا صاحب معاف رکھو جب ایک مہینہ ہوگیا وہ جوگن رخصت ہوئی ہم نے پچاس روپیہ نذر کئے اُس نے نہ لئے اور کہا کہ جو کچھ ہمنے کھالیا یہی بس ہے اِس کے مجھکو کچھ درکار نہیں ایکدن غلام محی الدین کے گھر گئے اور اُنکی بیوی سے کہا کہ مائی صاحب کیا کریں پہلے دو جگہ مرید ہو چکے ہیں ورنہ اس شان ستار العیوبی میں ہم تمھارے مرید ہوجاتے آفرین کہ نو برس تک صبر کیا اور کسی پر راز فاش نہونے دیا ؎

صد ہزاراں کیمیا حق آفرید	کیمیائے ہم چو صبر آدم ندید

اس نے کہا کہ سنو میاں صاحب ایک رشتہ تو پہلے سے تھا نکاح کے بعد دوسرے حقوق ہوگئے اور جب ان کی عزت میں فرق آتا تو میں کب یحیٰ صبر کا یہ نتیجہ ہوا کہ اللہ تعالے نے انکی عزت بھی رکھی اور میری بھی لیکن یہ ایسا عذاب تھا کہ دوزخ کا عذاب بھی اسکے سامنے ہیچ ہے الحمد للہ آپکے قدموں کی برکت سے وہ دن بھی گذر گئے فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا ؎

یوسف گم گشتہ باز آید بکنعاں غم مخور	کلبۂ احزان شود روزے گلستاں غم مخور
دور گردوں گر دو روزے بر مراد ما نگشت	دائما یکساں نباشد کار دوراں غم مخور
گرچہ منزل بس خطرناک ست و مقصد ناپدید	ہیچ راہے نیست کانرا نیست پایاں غم مخور
گر بہار عمر باشد باز بر تخت چمن	چتر گل بر سر کشی اے مرغ خوشخواں غم مخور
دل اگر در شوق کعبہ خواہی زد قدم	سرزنش ہا گر کند خار مغیلاں غم مخور
ہاتف غیبت رسید چوں واقف نہ از اسرار غیب	باشد اندر پردہ بازیہائے پنہاں غم مخور
ہر کہ آمد در جہان بعالم گشت و غم خواری نیافت	آخر الامر او بغم خواری رسد ہاں غم مخور

لہ یہاں یہ بات واضح رہے کہ عورت مرد دونوں جنگل میں ہوں کوئی مانع بھی نہو آپس میں محبت بھی ہو طرفین میں کوئی [illegible] ہو ایک [illegible] رہو دین اور باوجود قدرت شہوت کے منافی نہ کریں ۱۲ سنہ

وہاں سے رخصت ہوکر ہم رامپور میں پہنچے۔

ایک روز ارشاد ہوا۔ کہ جب ہم دوبارہ رامپور میں گئے تو سرائے میں ٹھیرے اتفاقاً مولوی **فضل حق** صاحب سے ملاقات ہوئی نہایت محبت اور عنایت سے پیش آئے اور اپنے نوکر سے کہا کہ جاؤ آپ کا اسباب اُٹھالاؤ میں نے کہا کہ حضرت برائے خدا مجھے وہیں رہنے دیجئے کہ بہت آرام سے ہوں کہا اچھا جہاں آپ خوش رہیں۔ لیکن بھٹیاری کو کہلا بھیجا کہ ان کے خرچ کا حساب ہمارے ذمہ ہے اگر پانچ روپیہ بھی روز اُٹھیں تو کچھ مضائقہ نہیں ہم دیں گے لیکن یہ شرط ہے کہ میاں صاحب بلا اجازت ہمارے کہیں چلے نہ جاویں ایک روز پچھلی باتوں کا ذکر آگیا اپنے والد بزرگوار کو یاد کرکے روتے رہے ہمنے کہا مولوی صاحب آپکو وہ دن بھی یاد ہے کہ مولوی صاحب نے تھپڑ مارا تھا اور آپکی دستار فضیلت دور جا پڑی تھی ہنسنے لگے اور فرمایا کہ خوب یاد ہے وہ عجب زمانہ تھا اور وہ قصہ اسطرح تھا کہ مولوی فضل امام صاحب نے ایک طالب علم کو فرمایا کہ جاؤ فضل حق سے سبق پڑھلو وہ آیا غریب آدمی بدصورت عمر زیادہ علم کم ذہن کند یہ نازک طبع ناز پروردہ جمال صورت و معنی سے آراستہ چودہ برس کا سن و سال نئی فضیلت ذہن میں جودت بھلا میل ملے تو کیسے ملے اور صحبت راس آئے تو کیونکر آئے تھوڑا سبق پڑھا یا تھا کہ بگڑ گئے جھٹ اُسکی کتاب پھینک دی اور بُرا بھلا کہکر نکالدیا وہ روتا ہوا مولانا صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا اور سارا حال بیان کیا فرمایا کہ بلاؤ اُس خبیث کو مولوی فضل حق صاحب آئے اور دست بستہ کھڑے ہوگئے مولانا صاحب نے ایک تھپڑ دیا ایسے زور سے کہ اُنکی دستار فضیلت دور جا پڑی اور فرمانے لگے کہ تو تمام عمر بسم اللہ کے گنبد میں رہا ناز و نعمت میں پرورش پائی جسکے سامنے کتاب رکھی اُس نے خاطرداری سے پڑھایا طالب علموں کی قدر و منزلت کیا جانے اگر مسافرت کرتا بھیک مانگتا اور طالب علم بنتا تو حقیقت معلوم ہوتی ارے طالبعلمی کی قدر ہم سے پوچھ ؎ درازی شب از مژگان من پرس ۔ کہ یکدم خواب در چشمم نگشت است ؛

خیر دار تم جاؤ گے اگر آیندہ ہمارے طالب علموں کو کچھ کہا یہ چپ کھڑے روتے رہے کچھ دم نہ مارا خیر قصہ رفع دفع ہوا لیکن پھر کبھی کسی طالب کو کچھ نہ کہا ایک روز کا ذکر ہے کہ مولوی فضل حق صاحب

نے ایک قصیدہ عربی زبان میں امرار القیس کے قصیدہ پر کہا اور مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب کی خدمت میں لائے۔ شاہ صاحب نے ایک مقام پر اعتراض کیا اسکے جواب میں اُنھوں نے بیس شعر متقدمین کے پڑھ دے جناب مولوی **فضل امام** صاحب نے فرمایا کہ بس حد ادب۔ اُنھوں نے جواب دیا کہ حضرت کوئی علم تفسیر وحدیث تو ہے نہیں فن شاعری ہے اس میں بے ادبی کی کیا بات ہے شاہ صاحب نے فرمایا کہ برخوردار تو سچ کہتا ہے مجھکو سہو ہوا تھا۔ غرض ہم رامپور میں مہینہ بھر تک مولوی صاحب کے مہمان رہے +

ایک روز ارشاد ہوا۔ کہ رامپور میں میاں **سبحان شاہ** صاحب سے ملاقات ہوگئی اُنھوں نے نہایت خاطر و مدارات سے اپنے مکان پر ٹھیرایا ہم نے اُنکو نماز پڑھتے کبھی نہیں دیکھا مگر ہر وقت مگر ہر وقت تسبیح ہاتھ میں اور باوضو درود شریف پڑھا کرتے تھے اُنکی نسبت ایسی تھی کہ جب کوئی مشائخ اُن کے کوچہ میں جا نکلتا تو اسکی کیفیت سرد ہو جاتی چنانچہ مشائخوں کا قول تھا کہ اس بدعتی فقیر کے کوچہ میں جانے سے قلب پر تاریکی چھا جاتی ہے ایکدن کا ذکر ہے کہ ایک نابینا اُنکی خدمت میں آیا اور ارادت ظاہر کی شاہ صاحب نے کہا بھلا حافظ جی تم کب سے نابینا ہوئے ہو کہا کہ نو برس عمر میں چیچک نکلی تھی جب سے آنکھیں جاتی رہی ہیں پھر پوچھا بھلا آنکھیں کیسے کھوئیں حافظ جی نے کہا اللہ نے شاہ صاحب نے کہا ارے عقل کے دشمن جسنے تیری آنکھیں کھوئیں ترے ماں باپ کو مارا اور تیری فکر میں ہے ایسے دشمن کو کیوں تلاش کرتا ہے خبردار اس خبط میں مت پڑ یہہ بات سُنکر وہ گالیاں دیتا چلا گیا ایکدن شاہ صاحب سے کسی نے پوچھا حضرت آپ نماز تو پڑھتے نہیں مگر تسبیح رکھتے ہیں اسکی کیا ضرورت ہے جواب دیا کہ میاں عبرت کے لئے کیونکہ امام کے اندر دو دھاگے ہیں اور مقتدی کے ایک بس میں چاہتا ہوں کہ امامت اور اقتدا دونوں سے بچوں وہ شخص لاحول پڑھکر چلا گیا۔ ایک روز مفتی صدرالدین صاحب صدر صدور سبحان شاہ کے پاس تشریف لائے مفتی صاحب کی عادت تھی کہ ہر وقت تسبیح پر نفی اثبات کا ورد رکھتے تھے حسب عادت یہاں بھی تسبیح پڑھتے رہے شاہ صاحب نے کہا کہ مفتی صاحب

کیا ابتک آپکا شک رفع نہیں ہوا مفتی صاحب نے سکوت کیا گئی بار پوچھا کچھ جواب نہ دیا جب مفتی صاحب تسریف لیگئے تو ہمنے کہا کہ میاں صاحب آپنے کیا پھر سوال کیا تھا وہ عالم متبحر تھے اگر چاہتے تو ہزار طرح سے جواب دیتے مگر وہ اپنی کسر شان سمجھے ورنہ میدان سخن تنگ نہ تھا اونکی پختگی تو دیکھو آپنے بہت ہی سر مارا لیکن اُنھوں نے اپنی عادت کو ترک نہ کیا اب اُنکی طرف سے جواب دیتا ہوں یہ تو فرمائے کہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ نماز میں اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ کیوں پڑھتے تھے اور ہر نماز کے بعد تین بار استغفار کسواسطے کہا کرتے تھے کیا حضرت کو کچھ شک تھا شاہ صاحب نے جواب دیا کہ حضرت کو کچھ شک نہ تھا بلکہ مراتب اعلیٰ کی ترقی کے لئے طلب ہدایت تھی اور مراتب حاصل شدہ کی نسبت استغفار ہمنے کہا بس یہی مقصد ہمارا بھی ہے اگر ہمنے رسول خدا کی مطابعت کی تو کیا قباحت لازم آئی نہ خدا کی کوئی حد نہ اُسکی طلب کی کچھ انتہا مرا کمال محبت تر اکمال جمال ÷ مبادا اینکہ پذیرد زوال ایں دو کمال ÷ یہ بات سُنکر شاہ صاحب چپ ہو گئے کچھ جواب نہ دیا۔ ایک روز ہمارے پیر بھائی اُنکی خدمت میں حاضر ہوے اور وہیں بستر لگایا میاں صاحب نے کہا یہاں کا یہ دستور ہے کہ صرف صبح کو روٹی ملتی ہے رات کو نہیں ملتی کہ نیند غلبہ نکرے اور یاد خدا میں خلل نہ پڑے ؎

اندرون از طعام خالی دار × تا درو نور معرفت بینی

ہمارے پیر بھائی نے جواب دیا کہ صاحب ایسے خدا کو سلام ہے جو رات کی روٹی سے بھاگ جائے ہم تو دونوں وقت کھائیں گے خواہ آپ اپنے مکان پر رہنے دیں خواہ نہ رہنے دیں شاہ صاحب ہنسے اور بھنڈاری سے کہا کہ بھائی یہ فقیر نہیں مانیں گے انکو دونوں وقت روٹی دو ہمارے پیر باوجود خوب کھانے کے محنتی بھی ایسے تھے کہ شام سے بیٹھتے تو صبح کر دیتے تھے۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ رامپور میں لین دروازہ کے باہر باغ میں **میاں حبیب اللہ شاہ** ابو العلائی رہتے تھے ہم بھی ایکدن اُنکی ملاقات کو گئے دیکھتے ہی پتھر اُٹھایا اور ہماری طرف دوڑے ہمنے کہا کہ تم اپنا پتھر تو رہنے دو ہم تمہارے پیر اور دادا پیر سے بھی مل آئے

ہیں اگر تم نہیں ملتے تو نہ ملو کوئی مطلب دین و دنیا کا لیکر ہم تمہارے پاس نہیں آئے بولے کہ خیر آجاؤ پھر تو آمد و رفت ہو گئی چونکہ مولوی حبیب اللہ شاہ بڑے صاحب ذوق شوق تھے ان کے پاس طبیعت گرم ہو جاتی تھی اور سبحان شاہ کے پاس سرد۔ ایکدن ایک مسافر طالب خدا میاں حبیب اللہ شاہ کی خدمت میں آیا اور بزرگان دین کی شکایت شروع کی کہ بغداد گیا۔ مدینہ ہو آیا اجمیر کی خاک چھانی زندہ مردہ سب دیکھے نہ کچھ انمیں تھا نہ ان میں گئے گئے مدینہ گئے کربلا گئے ❊ جیسے گئے تھے ویسے ہی چل پھر کے آ گئے یہ سُنکر انکو جو بہ آیا ہم نے سوچا کہ اب ان دونوں میں سے ایک کی خیر نہیں یا تو یہ شرمندہ ہوں گے یا وہ مر جائیگا چنانچہ ایسا ہی ہوا میاں صاحب نے کہا کہ ہمارے سامنے بیٹھ وہ سوختہ جگر جٹ انکر بیٹھ گیا نظر جو ڈالی تو اس غریب کا قلب شق ہو گیا ہر تن موسے خون ٹپکنے لگا اور تیسرے دن مر گیا ہم نے اُن سے کہا کہ آپنے غضب کیا پھر کبھی ایسا نکرنا کیونکہ ہر قسم کے سوختہ جگر آتے ہیں اور طرح طرح کی باتیں بناتے ہیں اگر تعلیم کرنا منظور ہو تو قاعدے اور طریقہ کے موافق کرو ورنہ بکنے دو خود تھک کر چلے جائیں گے ✦

ایک روز ارشاد ہوا۔ کہ ہم دو برس تک رامپور میں رہے وہاں سے چلکر پھر تگری میں آئے دیکھا کہ میاں غلام محی الدین کے دو لڑکے موجود ہیں ایک کھیلتا تھا دوسرا گود میں تھا ہم نے شکر خدا کیا وہاں سے چلکر میرٹھ آئے اور چند روز ٹھیرے یہاں ایک مجذوب شتر خانہ کے قریب رہتے تھے ہم بھی اُن کے پاس جایا کرتے تھے ایک دن گوروں کا رسالہ اُدھر سے گذرا ایک افسر اُن میں سے جُدا ہو کر میاں صاحب کے پاس آیا اور گلے لگکر رونے لگا پھر دو چار باتیں کر کے چلدیا ہم نے پوچھا کہ میاں صاحب یہ کون روتا تھا اور آپسے کیا کہتا تھا فرمایا کہ یہ بھی خدائے تعالےٰ کا بھید ہے ہمنے کہا کہ یہ تو ہم بھی خوب جانتے ہیں کہ بھید ہے لیکن آپ بتلائے کہ وہ بھید کیا ہے کہنے لگے کہ افسر کہتا تھا کہ اس رسالہ کے قتل کا حکم ہوا ہے ہم سے بہت لوگ مارے جائیں گے اور بہت کشت و خون ہو گا آپ دعا کریں میں نے کہا قطعی حکم

ہو چکا ہے اب دم مارنے کی جگہ نہیں راضی برضا رہو اُسوقت تک بالکل امن و آمان تھا چند روز بعد ہم وہاں سے بابری چلے گئے اُس سے ایک مہینے بعد یکایک غدر شروع ہوگیا۔

ایک روز ارشاد ہوا۔ کہ جب کسیقدر غدر فرو ہوا تو مجرموں کو انگریزوں نے پھانسی دینی شروع کی ہمکو بھی ایک انگریز نے جو تحقیقات کرتا تھا بمقام شاملی طلب کیا اور پوچھا کہ جب یہاں لڑائی ہوئی اور تحصیل و تھانہ پر لوگوں نے یورش کی تو تم کہاں تھے ہم نے کہا کہ صاحب ہم تو بابری میں تھے اور اُن دنوں میں ہمکو بخار آتا تھا بولا کہ تم گھبرائے ہوئے کیوں ہو ہمنے کہا کہ صاحب گھبرانے کی بات یہ ہے کہ آپ حاکم ہیں آپنے بُلایا ہم فوراً دوڑے چلے آئے ابتک کھانا بھی نہیں کھایا۔ دوسرے یہ اندیشہ ہے کہ دیکھئے آپ کیا حکم دیں بولا کہ سنو صاحب ہم ظلم نہیں کرتا اور خواہ مخواہ کسیکو نہیں ستاتا جسکی نسبت تمہارے بھائی بند قسم کھاکر گواہی دیتے ہیں کہ یہ مجرم ہے اُسیکو ہم سزا دیتا ہے اس میں ہمارا کچھ قصور نہیں اگر جھوٹ بولا تو یہ عذاب اُن کے سر پر ہوگا پھر اپنے خانساماں کو بُلاکر کہا کہ انکو کھانا کھلاؤ وہ ہمکو اپنے پاس لیگیا اتفاق سے اُسدن صاحب کا بچہ نہایت بیچین ہو رہا تھا برابر روتا تھا زبان تالو سے نہیں لگتی تھی۔ کسی شخص نے صاحب سے کہدیا کہ جسکو آپنے بابری سے بُلایا ہے وہ بہت بزرگ آدمی ہے اس بچہ پر دعا پڑھ دیگا تو یقین ہے کہ اسکو جلد آرام ہوجائیگا اُسنے آیا کے ہاتھ بچہ کو ہمارے پاس بھیجا ہمنے کچھ پڑھکر دم کردیا خدا کی قدرت بچہ اوسیدم چپ ہوگیا صاحب اور میم دونوں اسکو دیکھکر بہت خوش ہوئے پھر ہمکو بلاکر کہا کہ آپکو اختیار ہے جہاں چاہو چلے جاؤ کوئی مزاحم نہیں ہم وہاں سے رخصت ہوکر بابری آئے اور بعد چندے سونی پت چلے گئے ✤

ایک روز ارشاد ہوا۔ کہ سہارنپور و دیار کے بعد ہمنے سونی پت اکر میر **اعظم علیشاہ** صاحب قبلہ کے مزار پر چھ مہینے تک قیام کیا وہاں مولوی **محب اللہ** صاحب پانی پتی سے ملاقات ہوئی ہم نے کہا کہ مولوی صاحب کسی فقیر کامل کی خبر دو اُنھوں نے کہا کشمیر میں **سید احمد شاہ** صاحب نہایت کامل و آزاد منش درویش ہیں میرا بھی جانے کا ارادہ ہے اگر آپکا عزم ہو تو

باتفاق چلے چلیں ہمنے کہا کہ پہلے اپنے حال کا ایک عریضہ لکھکر ہم آپکو دیتے ہیں جو کچھ اُسکا جواب آئیگا اُسپر عمل کیا جائیگا چنانچہ مولویصاحب ایک عریضہ لے گئے جسکا جواب شاہ صاحب نے یوں فرمایا کہ میں تو اس قابل نہیں ہوں ہاں اگر آپ تشریف لائیں تو شاید آپکی ذات سے مجکو کچھ فائدہ ہوجائے اس کے بعد ہمنے مصمم ارادہ کرلیا کہ پچیس روپیہ جمع ہوجائیں تو چلدیں مگر یہ کیونکر ہوتا **شعر** قرار در کفِ آزادگان نگیرد مال * نہ صبر در دلِ عاشق نہ آب در غربال ؛ ایک مدت کے بعد کچھ روپیہ جمع ہوا تو قصد کشمیر کیا سونی پت سے چلکر بستم شعبان ۱۲۷۸ ہجری کو پانی پت پہنچے نوس دن اہ صیام میں باقی تھے دل میں آیا کہ یہ ایام یہیں بسر کریں رمضان شریف کی پانچویں تاریخ تھی کہ مولوی **محب اللہ** صاحب اور **فضل رسول** صاحب کا خط آیا کہ سیّد احمد شاہ صاحب اس جہان فانی سے رخصت ہوئے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن ؕ یہ خبر پاکر ہمنے ارادہ ملتوی کیا اور قلندر صاحب کے حجرہ میں رہنے لگے مشیت ایزدی یہی تھی کہ پانی پت میں قیام ہو۔

باب چہارم در بیان توحید مشتمل بر چہار فصل

تمہید

تمہید توحید ایسا مسئلہ ہے جو کبھی نسخ پذیر نہیں ہر ایک دین و ملت میں اسکی شہادت موجود ہے کوئی قوم پردہ زمین پر ایسی نہیں جسمیں خدا کی یگانگی کے تسلیم کرنے والے نہوں جملہ جملہ انبیا و اولیا اور ہادیان راہ خدا خواہ کسی سرزمین اور کسی زمانہ میں ہوئے ہوں اُنکی تعلیم و تلقین کی بنیاد اسی لازوال مسئلہ پر ہے یہی مسئلہ اسلام کا رکن اور ایمان کی کلید ہے یہی معلومات ظاہر کا قبلہ اور یہی مکشوفات باطن کا کعبہ ہے یہی شریعت اور طریقت کی جان ہے یہی حقیقت معرفت کی زبان ہے یہی جملہ طاعات کا راس اور یہی حکمت کی اساس ہے طبعی ریاضی

الٰہی سب کے سلسلے اسی پاک مسئلہ سے شروع اور اسی پر ختم ہوتے ہیں اسکی تصدیق دعوت عام ہے اور اسی کی تحقیق ضیافت خاص ہے یہی مسئلہ ایسا سہل اور ایسا آسان ہے کہ عوام الناس کا ورد زبان ہے اور یہی ایسا دقیق ہے کہ جسکی تحقیق میں خواص کی عقل بھی حیران و سرگردان ہے چونکہ اکثر کلام حضرت مولانا و مرشدنا کا درس توحید پر مشتمل تھا جیسا کہ ارشادات سے جوابات آیندہ میں مذکور ہیں ظاہر ہوگا لہذا راقم حروف کو مناسب معلوم ہوا کہ اول کچھ بیان توحید باری عز اسمہ کا تحریر کیا جائے تاکہ سالکان طریق و طالبان تحقیق ان نکات و اشارات سے جواب ارشادات میں اُن کی نظر سے گذریں گے خطا و افی حاصل ہو

فصل اول تعریف و تقسیم توحید - توحید کے معنی ہیں شے کے واحد ہونے پر حکم کرنا اور شے کے واحد ہونے کا علم بھی توحید ہے اکابر صوفیہ نے طرح طرح سے اُسکی توضیح اور تقسیم کی ہے جیسا جسکو علم و انکشاف ہوا اوس کے موافق بیان فرمایا -

(۱) ایک قول یہ ہے کہ توحید کی چار قسمیں ہیں **اوّل توحید شریعت** یعنی اسبات کا یقین کرنا کہ اللہ تعالے اپنی ذات سے قدیم ہے اپنی ذات سے حی اپنی سمع سے سمیع اپنی بصر سے بصیر اپنے کلام سے کلیم یہ توحید ظاہری ہے خواہ تقلیداً ہو خواہ بدلایل عقلی و نقلی -

دوم توحید طریقت یعنی حق تعالے کی وحدانیت شواہد اکوان و امکان میں نور ایمان سے ملاحظہ کرکے واجب الوجود کا اثبات کرنا - اضافت جمیع موجودات کو معدوم سمجھنا ہستی جمیع موجودات کو ذات واحد میں دیکھنا - اسمیں تقلید و استدلال کی کچھ حاجت نہیں ؎

ہر کہ بیند مر مسبب را عیاں ۔ کے نہد دل بر سبب ہائے جہاں ۔ اس توحید کے تین مراتب ہیں **اوّل توحید افعالی** یعنے جملہ موجودات کو افعال خدا سمجھنا -

دوم توحید صفاتی یعنے صفات جملہ موجودات کو صفات خدا سمجھنا **سوم توحید ذاتی** یعنی وجود جملہ موجودات کو وجود باری تعالے یقین کرنا اور موثر حقیقی و موجود اصلی ذات حق کے سوا دوسرے کو نہ جاننا **چہارم توحید حقیقت** یعنی نفی غیریت یہانتک کہ اپنے وجود کا ادراک

بھی نفی ہوجائے اور تعینات موجودات بھی فنا ہستی حق کے سوا کچھ باقی نہ رہے۔ اپنے اور نیز
کے وجود میں حق کو مشاہدہ کرے۔ اس توحید میں نو مراتب ہیں **اوّل مرتبہ النفسی** یعنی اللہ تعالیٰ
بکمال قربیت مطابق آیت وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَمَا كُنْتُمْ ذات عارف میں تجلّی فرماتا ہے اور نفس و
عقل نور الٰہی میں فنا ہوجاتے ہیں اس حالت میں سُبْحَانِي مَا أَعْظَمَ شَانِي اور أَنَا الْحَقُّ بے اختیار
سرزد ہوتا ہے **دوم مرتبہ آفاقی** یعنی حق سبحانہٗ تعالےٰ موافق آیت اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ
وَالْاَرْضِ عارف کی نظر میں متجلی ہوتا ہے اور وجود جملہ موجودات واحد نظر آتا ہے اُسوقت
ہمہ اوست کا نعرہ دل عارف سے نکلتا ہے **سوم مرتبہ اسمائی** یعنی عارف بکثرت ذکر
الٰہی ہر اسم کے رنگ میں اُسی ذاتِ پاک کو متجلّی دیکھتا ہے اور ذکر سلطان الاذکار وجود عارف
میں ظاہر ہوتا ہے اور غیریت بالکل مفقود ہوجاتی ہے **شعر** بنام آنکہ اونامے ندارد + بہر نامے
کہ خوانی سر برآرد **چہارم مرتبہ صفاتی** یعنی اللہ تعالےٰ سالک کے اعضائے حسّی سمع و بصر
وغیرہ پر تجلّی فرماتا ہے اور بی یَسْمَعُ وَبِی یُبْصِرُ کی کیفیت طاری ہوتی ہے ؎ نیست گشتم
من زہستی ہائے تو + من بردں رفتم دروں شد جائے تو **پنجم مرتبہ تمثیلی** یعنی
سالک کو ہر فرد موجودات جداگانہ عین حق نظر آتا ہے اور اس مقام میں سجدۂ بت عین سجدۂ
خدا ہے ع ندیدم غیر تو در کعبہ و دیر **ششم مرتبہ شیونات** یعنی اللہ تعالےٰ عارف پر بہ تجلّی
افعال متجلّی ظاہر ہوتا ہے اور افعال موجودات عین افعال حق نظر آتے ہیں یَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَاءُ
وَيَحْكُمُ مَا يُرِيْدُ اس مقام میں دہندہ و کشندہ دونوں برابر ہیں لیکن اور اک رنج و راحت
باقی رہتا ہے **ہفتم مرتبہ شہودی** یعنی اللہ تعالےٰ عارف پر اسطرح تجلی فرماتا ہے کہ حجاب
ظلمانی رفع اور کیفیت نورانی منکشف ہوجاتی ہے اور معرفت بے کیف و مشاہدہ مدام میں
مستغرق رہتا ہے اس مقام وجود رنج و راحت کچھ باقی نہیں رہتا۔ **ہشتم مرتبہ وجودی**
یعنی تجلی وجود الٰہی میں ہستی سالک اسطرح فنا ہوجاتی ہے جیسے نور چراغ ضیاء آفتاب میں اس
مقام میں سالک مثل جماد اپنے حرکات و سکنات سے محض بے خبر ہوجاتا ہے اور اس حالت

میں امتیاز مشاہدہ و مشہود بھی کفر ہے **نہم مرتبہ تنزیہی** اس مرتبہ میں جملہ کائنات کی ہستی پر تو انوار الٰہی میں ایسی فنا ہو جاتی ہے کہ نظر سالک میں اصلاً نہیں آتی جب اس دریائے ناپیدا کنار کا شناور صفات موجودات کی تجلیات سے فنا کلی حاصل کرتا ہے اور حدوث و امکان کی آلایش سے مجرد ہو جاتا ہے تو ایک موج قعر دریائے ذات سے سر سخفی پر وارد ہوتی ہے جو عارف کو ورطہ عدم میں ڈال دیتی ہے محو محو اور فنا در فنا ہو جاتا ہے اس مقام میں نہ وجود نہ شہود اسم نہ مسمےٰ نہ قدم نہ عدم نہ فرش نہ عرش نہ اثر نہ خبر نہ علم خود نہ علم تو غرض کچھ باقی نہیں رہتا ہے لِیْ مَعَ اللّٰہِ وَقْتٌ لَا یَسَعُنِیْ فِیْہِ مَلَکٌ مُقَرَّبٌ وَّلَا نَبِیٌّ مُرْسَلٌ دریائے جمع الجمع میں مستغرق ہو جاتا ہے اُسوقت مَنْ عَرَفَ نَفْسَہٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّہٗ کی حقیقت ظاہر ہوتی ہے ؎ ہست از پس پردہ این صدائے من و تو ۔ چوں پردہ برافتد نہ تو مانی و نہ من

(۴) **چہارم توحید معرفت** اسکو توحید ازلی ذاتی قدیمی اور الٰہی بھی کہتے ہیں جسوقت عارف کامل مقامات و مراتب سیر الی اللہ و فی اللہ و مع اللہ سے عروج کر کے مقام عین الجمع و جمع الجمع میں پہنچتا ہے جو کہ انتہائی مراتب توحید سے ہے اسوقت اپنے آپکو عدم محض پاتا اور خودی سے بیخود ہو جاتا ہے جیسا کہ پیش از ترکیب اجزائے جسمی بصور اعیان ثابتہ علم قدیم میں موجود تھا اسی حالت کا بیان ہے اس آیۃ شریف میں ھَلْ اَتٰی عَلَی الْاِنْسَانِ حِیْنٌ مِّنَ الدَّھْرِ لَمْ یَکُنْ شَیْئًا مَّذْکُوْرًا - ایا انسان پر وقتوں میں سے کوئی وقت گذرا ہے کہ وہ ایسی چیز نہ تھا جسکا ذکر کیا جائے یعنی ایک وقت انسان کے لئے ایسا تھا کہ وجود خارجی تو کیا وجود ذہنی و لفظی بھی نہ رکھتا تھا - روایت ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اس آیۃ کو قاری سے سُنتے تو فرماتے یَا لَیْتَھَا تَمَّتْ یعنی کاش یہ حالت پوری ہو جاتی یعنی جہاں سے ہمنے سفر کیا ہے وہیں جا پہونچیں اور کثرت و عدت میں گم ہو جائیں -

(۲) ایک قول یہ ہے کہ توحید کے لئے ظاہر و باطن اور حقیقت ہے - ظاہر توحید تو اسلام ہے اور باطن توحید ایمان اور حقیقت توحید تقویٰ اور عمل صالح پس اسلام کی صحت ایمان سے

ہنے اور ایمان کی صحت تقویٰ اور عمل صالح سے (۳۴) ایک قول یہ ہے کہ توحید کے
تین مراتب ہیں اوّل توحید افعال یعنی افعال و مفعولات کل کو باوجود کثرت و اختلاف کے
اللہ تعالےٰ کی طرف منسوب کرنا جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے وَاللّٰہُ خَلَقَکُمْ وَمَا
تَعْمَلُوْنَ وَمَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ رَمٰی - قُلْ کُلٌّ مِّنْ عِنْدِ اللّٰہِ - دوم توحید
صفات یہ علم قلب ہے عبارت میں نہیں آسکتا اور جو شخص گمان کرے کہ یہ علم کتابوں سے
پورا ہو سکتا ہے وہ ناقص المعروف ہے علم صفات عارفین کے سوا کسیکو حاصل نہیں ہوتا البتہ
جس نے توحید افعال سے توحید صفات کی طرف ترقی کی ہے اُسکی نسبت یہ توقع ہو
سکتی ہے اگر خدا کو منظور ہو تو توحید ذات کا علم اُسکو ہو جائے اور جو کوئی بغیر اس طریقہ کے مرتبہ
ذات میں تکلف کریگا وہ تشبیہ و الحاد میں جا پڑیگا - اسواسطے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا ہے تَفَکَّرُوْا فِیْ خَلْقِ اللّٰہِ وَلَا تَفَکَّرُوْا فِیْ ذَاتِ اللّٰہِ تعالےٰ اس مقام کے علم کا طریق
تفکر فی الافعال اور نظر استدلال ہے کیونکہ افعال صفات سے صادر ہوتے ہیں اور وہ صفات
کی رہنمائی کرتے ہیں جو قائم بالذات ہے (۳۴) امام محمد غزالی فرماتے ہیں کہ توحید اصل ایمان ہے
اور اس میں کلام طویل ہے کیونکہ یہ علم مکاشفہ ہے ہم تھوڑا سا بیان کرتے ہیں ورنہ توحید ایک
دریائے ناپیدا کنار ہے نہ اسکی ابتدا ہے نہ انتہا توحید کے چار مراتب ہیں ایک مغز دوسرا مغز کا
مغز تیسرا پوست چوتھا پوست کا پوست ہے یعنی اوپر کا پوست اور کم فہموں کے سمجھانے کو ہم ایک مثال
فرض کرتے ہیں کہ توحید کو ایک اخروٹ سمجھو جسپر دو چھلکے ہوتے ہیں اور اندر ایک مغز اور
مغز میں روغن پس توحید کا مرتبہ اوّل یہ ہے کہ آدمی اپنی زبان سے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہے
مگر دل اس سے غافل ہو یا منکر مثل منافقین کے مرتبہ دوم یہ ہے کہ اس کلمہ کے معنی کو دل سے
سچ جانتا ہو جیسے عوام مسلمان اس کی تصدیق کرتے ہیں - مرتبہ سوم یہ ہے کہ بذریعہ نور حق یعنی
کشف کے طور پر مشاہدہ ہو جائیں یہ مقام مقربین کا ہے اور اُسکا حال یہ ہے کہ اشیاء کو کثیر
تو جانتا ہے مگر باوجود کثرت اُسکو اللہ تعالےٰ کی طرف سے سمجھتا ہے - مرتبہ چہارم یہ ہے

کہ جملہ موجودات کے وجود میں بجز ذات واحد یکتا کے اور کسیکو نہ دیکھے ؎

چو سلطان عزت علم برکشد	جہاں سر بجیب عدم درکشد

اور یہ مرتبہ صدیقین کا ہے اسی کو صوفیائے کرام فنا در توحید کہتے ہیں۔

(۵) ایک قول یہ ہے کہ توحید کے چار مراتب ہیں **اوّل توحید ایمانی** وہ یہہ ہے کہ بمقتضائے اشارۂ آیات واخبار دل سے سچ جانے اور زبان سے اقرار کرے کہ اللہ تعالےٰ اپنے اوصاف میں فرد اور استحقاق عبودیت میں واحد ہے۔

دوم توحید علمی وعلم الیقین سے حاصل ہوتی ہے از راہ یقین یہ جان لے کہ موجود حقیقی اور موثر مطلق خداوند عالم کے سوا کوئی نہیں ہے جملہ ذات وصفات وافعال اللہ تعالےٰ کی ذات وصفات وافعال میں محو ہیں جہاں کہیں علم وقدرت وارادت وسمع وبصر پائے جاتے ہیں یہ صفات مطلق کے پرتو ہیں **سوم توحید حالی** وہ ہے کہ جمال واحد کے مشاہدہ میں اپنی ہستی پر نظر نہ رہے یہاں تک کہ توحید کو واحد کی صفت نہ دیکھے بلکہ وحید کو بھی اُسی کی صفت سمجھے اور اسی طریقہ سے غرق جمع ہو جائے **چہارم توحید الٰہی** - وہ ہے کہ حق سبحانہٗ تعالےٰ ازل الآزال میں بوصف وحدانیت وفردانیت موصوف تھا اپنے آپ نہ کسی دوسرے کی توحید کَانَ اللّٰہُ وَلَمْ یَکُنْ مَعَہٗ شَیْءٌ وَالْاٰنَ کَمَا کَانَ اور ابدالآباد تک اُسی صف پر رہے گا کُلُّ شَیْءٍ ھَالِکٌ اِلَّا وَجْھَہٗ یعنی ہستی اشیاء اُنکی ہستی میں آپ ہی نیست ونابود ہے یہ ایسی توحید ہے کہ نقصان سے بری ہے اور یہی توحید حق ہے۔

(۶) **توحید کی قسمیں** - وجودی - شہودی - اور عینی - وظلی - بھی مشہور ہیں ہر چند کہ یہ مسائل کشف باطن اور وجدان سے تعلق رکھتے ہیں مگر ظاہر عبارت میں اسکی تقریر اسطرح لکھی ہے کہ وجود یعنی ہستی حقیقی واحد ہے لیکن ایک ظاہر وجود ہے اور ایک باطن - باطن وجود ایک نور ہے جو جملہ عالم کے لئے بمنزل ایک جان کے ہے اسی نور باطن کا پرتو ظاہر وجود ہے جو ممکنات کی صورت میں نظر آتا ہے ہر اسم وصفت وفعل کہ عالم ظاہر میں ہے ان سب کی اصل

وہی وصف باطن ہے اور حقیقت اس کثرت کی وہی وحدت صرف ہے جیسے امواج کی حقیقت عین ذات دریا ہے حاصل یہ ہے کہ جملہ افراد کائنات تجلیات حق ہیں سُبْحَانَ الَّذِیْ خَلَقَ الْاَشْیَاءَ وَھُوَ عَیْنُھَا اور اس کثرت اعتباری کا وجود اُسی وحدت حقیقی سے ہے اَلْخَلْقُ مَحْسُوْسٌ وَالْحَقُّ مَعْقُوْلٌ یہ خلاصہ وحدت الوجود کی تقریر کا ہے۔ اور وحدت شہود کا بیان یہ ہے کہ وجود کائنات اور ظہور آثار و صفات مختلفہ واحد مطلق کی ذات وصفات کا ظل و عکس ہے جو عدم میں منعکس ہو رہا ہے اور یہ ظل عین صاحب ظل نہیں ہے بلکہ محض ایک مثال ہے۔

فصل دوم آیات واحادیث توحید

آیات (۱) وَاِلٰھُکُمْ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ اور تمہارا رب اکیلا رب ہے کسی کو پوجا نہیں اسکے سوائے بڑا مہربان ہے رحم والا (۲) اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ اللہ اُسکے سوائے کسی کی بندگی نہیں جیتا ہے سب کا تھامنے والا ہے (۳) شَھِدَ اللّٰہُ اَنَّہٗ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ وَالْمَلٰٓئِکَۃُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًا بِالْقِسْطِ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ اللہ نے گواہی دی کہ کسی کی بندگی نہیں اُس کے سوائے اور فرشتوں نے اور علم والوں نے وہی حاکم ہے انصاف کا کسی کی بندگی نہیں اُسکے سوا زبردست ہے حکمت والا (۴) وَمَا مِنْ اِلٰہٍ اِلَّآ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ اور بندگی کسیکو نہیں مگر ایک معبود کو (۵) قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ یُوْحٰٓی اِلَیَّ اَنَّمَآ اِلٰھُکُمْ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ تو کہہ میں بھی ایک آدمی ہوں جیسے تم۔ حکم آتا ہے مجھکو کہ تمہارا صاحب ایک صاحب ہے (۶) اِنَّمَآ اِلٰھُکُمُ اللّٰہُ الَّذِیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ وَسِعَ کُلَّ شَیْءٍ عِلْمًا۔ تمہارا صاحب وہی اللہ ہے جس کے سوا بندگی نہیں کسی کی سما گئی ہر سب چیز اُسکے علم میں (۷) لَوْ کَانَ فِیْھِمَآ اٰلِھَۃٌ اِلَّا اللّٰہُ لَفَسَدَتَا فَسُبْحَانَ اللّٰہِ رَبِّ الْعَرْشِ

(۱) ۳ پارہ ۱۰ ع (۲) ۳ پارہ ۱۰ ع (۳) ۳ پارہ ۱۳ ع (۴) ۱۷ پارہ ۱۳ ع (۵) ۱۶ پارہ ۳۰ ع (۶) ۱۷ پارہ ع (۷) ۱۷ پارہ ۲۵ ع (۸) ۱۸ پارہ ۲۵ ع (۹) ۱۹ پارہ ۱۹ ع (۱۰) ۲۰ پارہ ۱۲ ع (۱۱) ۲۸ پارہ سورہ حشر ۱۲

عَمَّا يَصِفُونَ ۝ اگر ہوتے ان دونوں میں اور حاکم سوائے اللہ کے تو دونوں خراب ہوتے سو پاک ہے اللہ تخت کا صاحب اِن باتوں سے جو بناتے ہیں (۸) قُلْ اِنَّمَا يُوحٰى اِلَيَّ اَنَّمَا اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۝ تو کہہ مجھکو تو حکم یہی آیا ہے کہ صاحب تمھارا ایک صاحب ہے (۹) وَمَنْ يَّدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ لَا بُرْهَانَ لَهٗ بِهٖ اور جو کوئی پکارے اللہ کے ساتھ دوسرا حاکم جسکی سند نہیں اُسکے پاس (۱۰) فَاِنَّمَا حِسَابُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ۝ سو تو مت پکار اللہ کے ساتھ دوسرا حاکم پھر پڑے تو عذاب میں (۱۱) وَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ لَهُ الْحُكْمُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝ اور مت پکار اللہ کے سوا اور حاکم کسیکی بندگی نہیں اُسکے سوا ہر چیز فنا ہے مگر اُسکا مُنہ اُسی کا حکم ہے اور اُسی کی طرف پھیرے جاؤ گے (۱۲) هُوَ اللّٰهُ الَّذِيْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ ۚ هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ ۝ هُوَ اللّٰهُ الَّذِيْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلَامُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ الْعَزِيْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ ۚ سُبْحَانَ اللّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝ وہ اللہ ہے جس کے سوا بندگی کسی کی نہیں وہ بادشاہ ہے پاک ذات چنگا امان دینا پناہ میں لینا زبردست دباؤ والا صاحب بڑائی کا پاک ہے اللہ اُس سے جو شریک بناتے ہیں (۱۳) قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۚ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۝ تو کہہ وہ اللہ ایک ہے اللہ نرا وھار ہے نہ کسی کو جنا نہ کسی سے جنا اور نہیں اُسکے جوڑ کا کوئی (۱) **احادیث مشتمل بر توحید**

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى كَذَّبَنِيْ ابْنُ اٰدَمَ وَلَمْ يَكُنْ لَهٗ ذٰلِكَ وَشَتَمَنِيْ وَلَمْ يَكُنْ لَهٗ ذٰلِكَ فَاَمَّا تَكْذِيْبُهٗ اِيَّايَ فَقَوْلُهٗ لَنْ يُّعِيْدَنِيْ كَمَا بَدَاَنِيْ وَلَيْسَ اَوَّلُ الْخَلْقِ بِاَهْوَنَ عَلَيَّ مِنْ اِعَادَتِهٖ وَاَمَّا شَتْمُهٗ اِيَّايَ فَقَوْلُهٗ اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا وَّاَنَا الْاَحَدُ الصَّمَدُ الَّذِيْ لَمْ اَلِدْ وَلَمْ اُوْلَدْ وَلَمْ يَكُنْ لِّيْ كُفُوًا اَحَدٌ ۝ وَفِيْ رِوَايَةٍ لِّابْنِ عَبَّاسٍ وَاَمَّا شَتْمُهٗ اِيَّايَ فَقَوْلُهٗ لِيْ وَلَدٌ وَسُبْحَانِيْ

اَنْ اَتَّخِذَ صَاحِبَةً اَوْ وَلَدًا رواہ البخاری ترجمہ روایت ہے ابوہریرہ سے کہ کہا فرمایا رسولخدا صلعم نے کہ فرمایا اللہ تعالے نے جھٹلاتا ہے مجھکو بنیآدم کا اور نہیں لائق اُسکو یہہ اور بُرا کہتا ہے مجھکو اور نہیں لائق ہے اُسکو یہ پس جھٹلانا اُسکا مجھکو پس کہنا اُسکا کہ ہرگز زندہ نہ کریگا مجھکو بعد مرنے کے جیسا پیدا کیا ہے پہلی بار اور نہیں پیدا کرنا مجھپر سہل تر پھر زندہ کرنے اُسکے سے اور لیکن بُرا کہنا اوسکا مجھکو پس کہنا اُسکا ٹھیرایا اللہ نے بیٹا اور حال یہ ہے کہ میں ایک ہوں بے پرواہ وہ ذات کہ نہ جنا میں نے اور نہ جنا گیا اور نہیں واسطے میرے ہم قوم کوئی اور ابن عباس روایت میں یوں ہے کہ بُرا کہنا اوسکا مجھکو پس کہنا اُسکا واسطے میرے فرزند ہے اور پاک ہوں میں اس بات سے کہ ٹھیراؤں میں کسیکو جورو یا فرزند رواہ البخاری (۲) **وعن** اَبِیْ ذَرٍّ اَتَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَعَلَیْہِ ثَوْبٌ اَبْیَضُ وَھُوَ نَائِمٌ ثُمَّ اَتَیْتُہٗ وَقَدْ اِسْتَیْقَظَ فَقَالَ وَمَا مِنْ عَبْدٍ قَالَ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ثُمَّ مَاتَ عَلٰی ذَالِکَ اِلَّا دَخَلَ الْجَنَّۃَ قُلْتُ وَاِنْ زَنٰی وَاِنْ سَرَقَ قَالَ وَاِنْ زَنٰی وَاِنْ سَرَقَ قُلْتُ وَاِنْ زَنٰی وَاِنْ سَرَقَ قَالَ وَاِنْ زَنٰی وَاِنْ سَرَقَ قُلْتُ وَاِنْ زَنٰی وَاِنْ سَرَقَ قَالَ وَاِنْ زَنٰی وَاِنْ سَرَقَ عَلٰی رَغْمِ اَنْفِ اَبِیْ ذَرٍّ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ روایت ہے ابی ذر سے کہا آیا میں پاس نبی صلعم کے اور حضرت پر کپڑا تھا سفید اور وہ سوتے تھے پھر گیا میں پھر آیا میں اُسوقت میں کہ جاگے تھے پس فرمایا کہ نہیں کوئی بندہ کہ کہے نہیں کوئی معبود سوائے اللہ کے پھر مرے اسی پر مگر کہ داخل ہوگا جنت میں۔ کہا میں نے اگرچہ زنا کرے اور چوری فرمایا اگرچہ زنا کرے اور چوری کہا میں نے اگرچہ زنا کرے اور چوری فرمایا اگرچہ زنا کرے اور چوری اوپر خاک آلودہ ہونے ناک ابی ذر کے روایت کی بخاری اور مسلم نے (۳) **وعن** عُثْمَانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ مَاتَ وَھُوَ یَعْلَمُ اَنَّہٗ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ دَخَلَ الْجَنَّۃَ رَوَاہُ مُسْلِمٌ اور روایت ہے عثمان رضہ سے کہا فرمایا ہے رسولخدا صلعم نے جو کوئی مرے اور وہ یہ جانتا ہو کہ تحقیق سوائے خدا تعالے کے کوئی معبود نہیں داخل ہوگا بہشت میں روایت کی یہ مسلم نے (۴)

مسلم نے ایک لمبی حدیث بیان کی ہے کہ حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں کہ حضرت رسولخدا صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے مجمع میں سے اُٹھکر باغ بنی نجار میں تشریف لے گئے میں بھی ڈھونڈتا ہوا پہونچا ہر چند دروازہ باغ تلاش کیا نہ ملا نالی کی راہ باغ میں داخل ہوا آپنے فرمایا اے ابوہریرہ ہماری دو پاپوشیں لیجا وَمَنْ لَقِيتَ مِنْ وَرَاءِ هٰذَا الْحَائِطِ يَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ مُسْتَيْقِنًا بِهَا قَلْبُهُ فَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ فَكَانَ أَوَّلَ مَنْ لَقِيتُ عُمَرَ۔ الخ پس جو ملے تجھسے پیچھے اس باغ کے گواہی دیتا ہو اسکی کہ نہیں کوئی معبود سوائے اللہ کے یقین رکھتا ہو ساتھ اسکے دل اُسکا بس بشارت دے اُسکو بہشت کی پس سب سے پہلے مجھسے حضرت عمرؓ ملے الخ (۵) كَانَ اللّٰهُ وَلَمْ يَكُنْ مَعَهُ شَيْءٌ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ تھا اللہ اور نہ تھی ساتھ اُس کے کوئی شے۔ وَالْآنَ كَمَا كَانَ اور اب بھی وہ ایسا ہی جیسا کہ تھا (۶)

وعن مَعَاذِ ابْنِ جَبَلٍ قَالَ قَالَ لِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَفَاتِيحُ الْجَنَّةِ شَهَادَةُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ رَوَاهُ أَحْمَدُ روایت ہے معاذ ابن جبل سے کہا فرمایا میرے واسطے رسولخدا صلعم نے کہ کنجیاں بہشت کی گواہی دینا اس کا ہے کہ نہیں کوئی معبود سوائے خدا کے روایت کی احمد نے (۷) **وعن** وَهْبِ بْنِ مُنَبِّهٍ قِيلَ لَهُ أَلَيْسَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ مِفْتَاحَ الْجَنَّةِ قَالَ بَلٰى وَلٰكِنْ لَيْسَ مِفْتَاحٌ إِلَّا وَلَهُ أَسْنَانٌ فَإِنْ جِئْتَ بِمِفْتَاحٍ لَهُ أَسْنَانٌ فُتِحَ لَكَ وَإِلَّا لَمْ يُفْتَحْ لَكَ رواہ البخاری اور روایت ہے وہب بیٹے منبہ کے سے کہ کہا گیا واسطے وہب کے کیا نہیں ہے لا الہ الا اللہ کنجی بہشت کی کہا ہاں ضرور ہے لیکن نہیں ہوتی کنجی مگر واسطے اسکے ہوتے ہیں دندانے پس اگر لائے تو کنجی کو کہ اُسکے دندانے ہیں کھولا جائے واسطے تیرے اور اگر نہ لایا اسطرح کی کنجی نہ کھولا جائے گا واسطے تیرے رواہ البخاری دندانوں سے مراد یہاں اقرار زباں اور تصدیق قلب ہے ✦

فصل سوم مقالات اہل توحید

(۱) حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔ علم توحید اُس کے وجود سے جُدا ہے اور اُسکا وجود علم سے الگ توحید کیا ہے خدا کا جاننا اور اُس کے قدم کو حدوث سے پہچاننا اور توحید کا انکار ہے (۲) حضرت ابوبکر واسطی کا قول ہے۔ راہ حق میں خلق نہیں اور راہ خلق میں حق نہیں ایک توشرع توحید ہے اور ایک حق توحید شرع توحید کاگذر نبوت کے دریا میں ہے اور حق توحید بحر محیط ہے شرع کی راہ آلات پر ہے یعنی سمع بصر قال شناخت حال اور یہ سب اثبات چاہتے ہیں اور تیرا اثبات شرک کی نسبت رکھتا ہے اور وحدانیت شرک سے منزہ ہے ایمان جو چلتا ہے تو شرک کی بھیڑ بھاڑ میں چلتا ہے اور ایمان بڑی چیز ہے مگر بے شرک کے بنتی نہیں شرع توحید مانند چراغ ہے اور حق توحید مثل آفتاب پس جہاں آفتاب چمکا نور چراغ عالم عدم کو کھسکا۔ وہ ایک موجود ہے مگر عدم میں اور نور چراغ کو نور آفتاب پر کچھ حکومت نہیں شرع توحید نسخ پذیر ہے لیکن حق توحید نسخ پذیر نہیں۔ زبان نسخ پذیر ہے دل سے منسوخ ہوجاتی ہے اور جبکہ مقام دل میں پہنچتا ہے تو زبان گنگ ہوجاتی ہے اور جان سے دل منسوخ ہوجاتا ہے اور اُسوقت جو بولتا ہے مِنْہُ اِلَیْہِ (اسی سے اُسی کی طرف) ہوتا ہے اور یہ گفتگو عین میں نہیں ہے بلکہ صفت میں ہے صفت بدل جاتی ہے اور عین نہیں بدلتا جب پانی گرم ہوگیا صفت بدل گئی عین آب میں کچھ فرق نہیں پڑا۔ اور کسی کا وجود توحید کی شناخت کو قبول نہیں کرتا اور کسکی مجال ہے کہ صحرائے وجود میں قدم رکھے چنانچہ بزرگوں نے کہا ہے اِثْبَاتُ التَّوْحِیْدِ فَسَادٌ فِی التَّوْحِیْدِ یعنی توحید کا ثابت کرنا ہی توحید میں خرابی ہے جو شخص اپنے ہوتے اُسکی ہستی کا خطبہ پڑھتا ہے وہ اپنے شرک پر گواہی دیتا ہے اور جو شخص اُس کے ہوتے اپنی ہستی کا خطبہ پڑھتا ہے وہ اپنے کفر پر مہر کرتا ہے اور جو اُسکی ہستی کے سامنے اپنی ہستی دیکھتا ہے کافر ہے اور جو اُسکے ہوتے اپنی ہستی ڈھونڈتا ہے اُسے پہچان نہیں جس نے

آپکو دیکھا اُسکو نہیں دیکھا اور جس نے اُسکو دیکھا اپنے آپکو نہیں دیکھا اور اپنی یاد نہ رہی عبارت
شنود اور دانست محرم راہ توحید نہیں خیال اور وہم و گمان گرد حدوث میں اٹے ہوئے
ہیں اور توحید اپنے عالم قدس میں کشف و شنید سے پاک ہے۔ عبارت و اشارت و دید و
صورت و خیال و حس و حیات یہ سب لوث بشریت رکھتے ہیں اور شناخت لوث بشریت
سے پاک ہے۔ اسرار مشایخ روضۂ توحید ہیں نہ عین توحید یہ خلقت قدرت میں نمودار ہے
اور توحید میں ملیا میٹ۔ اپنا انکار بھی ناممکن ہے کیونکہ قدرت کا انکار ہے اور اپنے
تئیں ثابت نہیں کر سکتے کہ اس میں توحید کا بگاڑ ہے نہ صورت اثبات ہے نہ صورت نفی
مثبت بھی ہے اور منفی بھی۔ قدرت تجھکو دکھاتی ہے اور وحدانیت مٹاتی ہے راہ حق میں
نیست ہو جانا بہتر ہے بہ نسبت اس کے کہ تجرید اور توحید پر نظر ہو اور وہاں متمکن ہو
یا وقوف ہو یا اوسکو اپنا مشرب بنالے۔ حضرت ابو بکر شبلی نے سوال اصحاب کے جواب
میں فرمایا جو کوئی عبارت میں توحید کی خبر دے وہ ملحد ہے اور جو کوئی اسکی طرف اشارہ
کرے وہ ثنوی ہے اور جو ایما کرے وہ بت پرست اور جو اسکی بات چیت کرے
وہ غافل اور جو اس سے چپ رہے وہ جاہل اور جسکو گمان ہو کہ وہ اس تک پہنچا اور کچھ
حاصل ہوا وہ بے حاصل ہے اور جو نزدیکی طرف اشارہ کرتا ہے وہ دور ہوتا ہے اور جو
آپ سے پاتا ہے وہ گم گشتہ ہے اور جو کچھ وہم سے ٹٹولتے یا عقل سے تولتے ہو
سب گھڑت ہے جیسے تم خود ہو توحید موحد کے لئے جمال احدیت کا حجاب ہے۔ توحید
اس لئے ٹھیک نہیں ہوتی کہ تم اُسکو آپ سے طلب کرتے ہو حضرت محی الدین
ابن عربی نے لکھا ہے کہ اگر تو بالتنزیہ کہتا ہے تو قید لگاتا ہے اور جو بالتشبیہ کہتا ہے
تو محدود کرتا ہے ہاں جو دونوں میں کہتا ہے تو یہہ کی بات ہے جو دو کہتا ہے وہ مشرک ہے
اور جو فرد کہتا ہے، وہ موحد۔ پس تشبیہ سے بچ اگر تو دوسرا بھی مانتا ہے اور تنزیہ سے
بچ اگر الگ جانتا ہے پس تو وہ نہیں ہے تو عین وہی ہے اور تو اُسکو عین اُمور میں مشروح

ومنقید دیکھتا ہے بعض نے فرمایا کہ توحید کے واسطے زبان نہیں کیونکہ کوئی مخاطب نہیں (۲) جس نے اس کے ذریعہ سے توحید کی تو اُسکی توحید نہیں کی اور جس نے اپنے ذریعہ سے کی اور اپنے نفس کی توحید کی (۳) توحید میں ہوں اور متکلم حق (۴) توحید یہ ہے کہ تو اسمیں غائب ہو جائے یا وہ تجھ میں (۵) توحید کیا ہے احکام کا ثابت کرنا اور ذات سے معانی کا نفی کرنا (۶) توحید حیرت ہے (۷) توحید عین ہے نہ کہ علم جس نے اُسے دیکھا توحید کو پہچانا اور جس نے اُسکو جانا اُسے توحید نہیں (۸) توحید کو کوئی نہیں پہچانتا مگر جو واحد ہو (۹) توحید کیا ہے توحید کا بھول جانا جلال واحد کے مشاہدہ میں۔ یہاں تک کہ تیرا قیام واحد کے ساتھ ہو نہ توحید کے (۱۰) توحید کیا ہے توحید کو چھوڑ دینا توحید ہی میں (۱۱) توحید کیا ہے نسبتوں کو دور کر دینا۔

فصل چہارم آثار و اطوار اہل توحید

حضرت بایزید بسطامی رحمتہ اللہ علیہ کے حالات میں لکھا ہے کہ ایک بار جبلوت میں سُبْحَانِیْ مَا اَعْظَمَ شَانِیْ کہا مریدوں نے عرض کیا حضرت آپکی زبان سے یہہ کیا کلمہ نکلا فرمایا کہ اگر ایکبار ایسا سنو تو بے تامل چھری مارنا گلے دن پھر وہی کیفیت ہوئی مریدوں نے چھریاں ماریں مگر اُن پر کچھ اثر نہوا۔ اصحاب نے یہ واقعہ بیان کیا فرمایا کہ بایزید یہہ ہے جسے تم دیکھتے ہو وہ بایزید نہ تھا۔ اور فرمایا ہے کہ میں چالیس سال دل کی تاک جھانک میں رہا آخر یہ دیکھا کہ بندگی اور خداوندی دونوں حق کی طرف سے ہیں حضرت ابوالقاسم جنید بغدادی نے فرمایا ہے لَیْسَ فِیْ جُبَّتِیْ اِلَّا اللّٰہ نہیں میرے جُبہ میں لیکن خدا یہ بھی اُنکا قول ہے اَلْفَقِیْرُ لَا یَحْتَاجُ اِلٰی نَفْسِہٖ وَلَا اِلٰی رَبِّہٖ فقیر وہ ہے کہ اپنے نفس کا محتاج ہو نہ رب کا یعنی دوئی موجود کا وہم مرتفع ہو جاوے حضرت ابوبکر واسطی کا قول ہے میں اُس خدا سے بیزار ہوں جو میری اطاعت کے

سبب مجھ سے خوش ہوا اور میرے گناہ کے باعث مجھ سے ناراض بھلا وہ خدا کا ہی کونہوا جو ایسا میرے بس میں ہو کہ اُسکو جیسا چاہوں بنالوں حضرت شبلی رحمتہ اللہ علیہ نے ایک روز بر سر ممبر اسرار توحید بیان کرنے شروع کئے حضرت جنید نے عتاب فرمایا۔ اُسوقت اپنے جواب دیا اَنَا اَقُوْلُ وَاَنَا اَسْمَعُ وَھَلْ فِی الدَّارَیْنِ غَیْرِیْ۔ میں کہتا ہوں اور میں ہی سُنتا ہوں بھلا میرے سوا دونوں جہان میں ہے کون۔

جب آپکا وقت آخر قریب آیا تو لوگ جمع ہوے اور بولے کہ حضرت لا الہ الا اللہ پڑھو آپنے فرمایا کہ جب غیر ہی نہیں تو نفی کسکی کروں لوگوں نے کہا کہ کلمہ پڑھنا تو ضروری بات ہی جواب دیا کہ سلطان محبت فرماتا ہے یہاں رشوت قبول نہیں ہوتی آخر ایک شخص نے آواز بلند شہادت تلقین کی فرمایا کہ واہ مردہ زندہ کو تلقین کرنے آیا ہے بعض اولیا اللہ نے فرمایا لَایُذْکَرُ اللّٰہُ وَلَا یُرَی اِلَّا اللّٰہُ یعنی خدا کو خدا ہی یاد کرتا ہے اور خدا کو خدا ہی دیکھتا ہے حضرت حسین ابن منصور حلاج کا قول مشہور ہے۔ اَنَا الْحَقُّ کَفَرْتُ بِدِیْنِ اللّٰہِ وَالْکُفْرُ وَاجِبٌ لَدَیَّ وَعِنْدَ الْمُسْلِمِیْنَ قَبِیْحٌ میں حق ہوں میں نے دین خدا سے کفر کیا یہ کفر میرے نزدیک تو واجب ہی اور مسلمانوں کے نزدیک بُرا۔

گفتگوئے مہاپرس سنیاس متا

جملہ علما حکما پنڈت گیانی فرماتے ہیں کہ پہلے کچھ نہ تھا فقط ایک الکھ تھا یعنی ذات لاتعین بے نام و بے نشان تعینات حسی سے منزّا و مبرا اسی ذات سے یہ تمام اجسام ارضی و اجرام فلکی یعنی پرجاپت اندر گرجہ اور ارواح و نفوس قرآن و انجیل وید و ساستر پرُ و مرشد شاہ و گدا امیر و فقیر وغیرہ ظہور میں آئے اور جبکہ یہ سب موجودات اور کل کائنات فنا ہو جاویگی تو بھی وہ ذات جیسی تھی ویسی قائم اور برقرار رہیگی تو اب تم

غور کرو اور از روے انصاف بتاؤ کہ یہ جو کچھ آیا تو کہاں سے آیا اور گیا تو کہاں کو گیا نہ کہیں سے آیا نہ کہیں کو گیا نہ وجود غیر پہلے تھا نہ اب ہے نہ آیندہ ہوگا۔

نہ تھا کچھ تو خدا تھا کچھ نہ ہوتا تو خدا ہوتا × ڈبویا مجھکو ہونے نے نہ ہوتا میں تو کیا ہوتا

لیکن باعتبار سنکلپ روپ ہے اور باعتبار نرسنکلپ اروپ اور بصورت جسم فانی ہے اور بہیئت روح باقی نہ مرے نہ زندہ ہو۔ جبتک جسم کو اگیان یعنی جہل سے جیو آتما ہے اور جب گیان ہوا اسی کا نام پرم آتما یعنی ذات خدا ہے اور جب جسم فنا ہوا تو علم و جہل اور تعلقات محسوسات بھی سب جاتے رہے اور الفاظ جسم و جان وغیرہ اور اضافات و اعتبارات مرتفع ہوگئے تو باقی وہی ایک ذات ہے جو پہلے تھی اور وہ ذات متحرک ہے کہ ہر منزل و مقام میں پہونچی ہے نہیں وہ بحرکت ہے نہ کہیں سے آئی نہ جدا ہوئی اور صاحب مکان ہے کیونکہ ہر مکان میں موجود ہے اور لامکان ہے کیونکہ کسی مکان میں اسکی گنجایش نہیں وہ بڑا گیانی یعنی صاحب علم ہے کہ ہر شے کے جزو کل سے واقف ہے مگر کچھ علم نہیں رکھتا کیونکہ وہ عین علم ہے سوائے اس کے کچھ نہیں پس یہ جو نام و نشان جہان میں ہیں یعنی خدا رسول اولیا فرشتے جن و انسان بھوت چڑیل شیطان ایشور اوتار رشی منی ملیکش سرگ نرگ بہشت و دوزخ یہ سب حضرت انسان کا وہم و خیال اور عقل جزوی کی گھڑت ہے ؎ مالا لکڑھا کر پتھر تیرتھ ہیں سب پانی ÷ راما کرشنا مر گئے دیکھے چاروں وید کہانی ÷ نا کوئی ساجد نا مسجود نا عابد نا معبود نا آدم نا ابلیس صرف ایک ذات قدیم و صفات رنگا رنگ میں جلوہ گر ہے نہ اسکی ابتدا نا انتہا نہ اسکو کسی نے دیکھا نا سمجھا نا فہم و قیاس میں آئے نا وہم و گمان میں سمائے جیسا تھا ویسا ہی رہیگا نہ گھٹے نہ بڑھے نہ اترے نہ چڑھے لَمْ یَزَلْ وَلَا یَزَالُ واحد بے مثال یگانہ و یکتا وہ ایک ہے لیکن ایک بھی نہیں کیونکہ اسکو موجودات سے اور اور موجودات کو اس سے پرتھک سمجھنا محض اودیا اور نادانی ہے کون طالب کسکی طلب اور

کیسا مطلوب دنیا میں طرح طرح کے کاروبار اور رنگارنگ اشغال مروج ہیں ایسے ہی خدا جوئی اور خداشناسی بھی ایک دھندا ہے جس کا سر نہ پاؤں ع نام عنقا فاش و ذاتش ناپدید وہ ذات پاک کہ اروپ وامر بیچون و بے نمون ہے اسکا حصول وصول خیال محال ہے ع غایت وہم است اثبات خدا ۔ عنقا شکار کس نشود دام باز چیں ۔ کہ ایجا ہمیشہ باد بدست است جام را ۔ لیکن انسان جس صنعت جس ہنر جس فن جس کرتب کا ابھیاس کرتا ہے اس میں کچھ نہ کچھ مشق و مہارت حاصل کرلیتا ہے اور ہزار ہا نئی باتیں ایجاد کرکے عقل کو حیرت میں ڈالتا ہے ایسے ہی جو لوگ طاعت و عبادت تپسیا تیاگ محنت و مجاہدہ کرتے ہیں آخر کار اسکا ثمرہ اور پھل پاتے ہیں گوناگوں اوصاف و کمال انکی ذات میں پیدا ہوجاتے ہیں اور یہہ اپنی ہی قوتوں کا کھیل ہے کیونکہ انسان ایک جوہر لطیف ہے جو چاہتا ہے بنالیتا ہے مثلاً کوئی سنیاسی اپنے انتش کرن گیان اندری اور کرم اندری کو بموجب بیدانت شاستر کے کرم کانڈ میں تیاگی ہوکر گشٹ کرے اور بالفرض وہ صاحب کشف و کرامات بھی ہوجاوے تو ذات نراکار میں کیا نفع و نقصان اور سود و زیان ہووےگا اور پہلے کیا نہ تھا اور اب کیا اُسکو ملگیا جیسا تھا ویسا ہی رہا جو ذات اسمیں ہے وہ ہی سب میں یکسان بلا فرق امتیاز موجود ہے البتہ ایک کرت اُسنے سیکھ لیا اور جو ریاضت و عبادت کی تھی اُسکا پھل پایا پہلے کھلی آنکھ سے دیکھتا تھا اب آنکھیں بند کرکے دیکھ سکتا ہے اور بغیر کانوں کے سُن سکتا ہے جہاں چاہے اُڑکے چلا جائے مرے اور جی اُٹھے دریا پر چلے اور قدم تر نہو یہ سب کرتب ہیں جو سیکھے اور اُسکے سیکھنے کی قابلیت رکھتا ہو ان باتوں میں کمال حاصل کرسکتا ہے چنانچہ حکماء اشراقین کیسے کیسے کمال رکھتے تھے ہمکو حیرت ہے کہ ان اوصاف کے حصول کو خدا کا حصول اور ان کرتبوں کے جاننے کا نام خداشناسی کیوں رکھ لیا ۔ ایک کھیل ہے اور رنگ سلیماں میرے نزدیک ۔ اک بات ہے اعجاز مسیحا میرے آگے ۔ جو پہچانا وہ خدا نہیں اور جو خدا ہے وہ پہچان میں نہیں آسکتا پھر یہ اوصاف ہوئے تو کیا اور نہ ہوئے تو کیا جس میں

جس کام کی قابلیت رکھی گئی ہے وہ اُسکو ایسا ہی کرسکتا ہے جیساکہ دوسروں نے کیا ؎
فیض روح القدس ارباز مدد فرماید ؎ دیگراں ہم بکنند آنچہ مسیحا میکرد
وہ عرب بیباک نفی کرنے سے نہیں ہوتا نہ اثبات سے ثابت نہ طاعت سے خوش
نہ گناہ سے ناراض نہ مشاغل پہ مہربان نہ غافل سے بیزار نہ عارف سے قریب نہ جاہل
سے بعید نہ مومن کا دوست نہ کافر کا دشمن نہ اسکو مند سے تعلق نہ عرب سے واسطہ نہ دور
سے نفور نہ مکہ سے دور کسی نے اللہ اللہ کہکر دل خوش کیا کوئی اوم اوم جپکر مگن ہوا
کسی نے دل میں اُسکا دھیان جمایا کسی نے اینٹ پتھر کو سر جھکایا یہ سب اُسکے نام اور
اُسی کے کام ہیں نرگن کہو یا سرگن ذات کہو یا صفات ہادی کہو یا مضل وہی ایک ذات
ہے دوسرا کہاں سے آیا چنانچہ مولانا روم فرماتے ہیں۔

بحر وحدانی است جفت وزوج نیست — گوہر و ماہیش غیر موج نیست
اے محال وائے محال اشراک او — دور ازاں دریاؤ موج پاک او
نیست اندر بحر شرک ہیچ ہیچ — لیک با احول چہ گویم ہیچ ہیچ

مگر توحید کے اُس اُجاڑ سنسان میدان میں ٹھیرنے والا تو لاکھوں میں ایک ہوتا ہے
اس لئے عوام الناس کی استعداد و لیاقت کے موافق ملت و مذہب شرع و شاستر
آداب و اخلاق طاعت و عبادت اور بھلے بُرے کی تمیز قائم ہوئی قوم ٹھاکر دیوتا۔
دیبی وغیرہ کی مورتیں گھڑ کر اور ستھان بنا کر اُنکی پوجا اور استھاپنا کرتی ہے کوئی قوم ایک
خیالی خدا اپنے دل میں بنا کر اس کے سامنے ہاتھ باندھکر رکوع و سجود بجالاتی ہے اُنکا جمادی
بُت اُن کے سامنے رکھتا ہے اُنکا خیالی بت اُن کے دل میں موجود ہے غرض یہ سب عقل
جزوی کے پاکھنڈ ہیں ؎ رہ عقل جز پیچ در پیچ نیست ؛ بر عارفاں جز خدا ہیچ نیست
جتنے اوتار پیمبر ہادی اور رہنما گذرے اور صاحب ملت و مذہب ہوئے اُنکی تعظیم ظاہری عام
کی عقل و خیال کے موافق تھی اور تعلیم باطنی خاص آدمیوں کے واسطے تھی جسکو جیسا پایا ویسا ہی

اُسکو سمجھادیا۔ باسسٹ جی نے راجہ رامچندر کو اٹھا کرنے راجہ جنک کو اور راجہ جنک نے
بیدا بیاس کے پتر سکھدیو جی کو سری کرشن جی نے راجہ ارجن کو رسول عربی محمد مصطفےٰ صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی اور دیگر اصحاب کو خاص تعلیم کی کیونکہ وہ لوگ مہاپرش تھے
جیسے اُن کے سمرتھی تھی ویسا علم اُنکو دیا گیا عوام اس کے متحمل نہیں ہوسکتے جو مہاپرش کہلاتے
اُسکے نزدیک ہر کام ہر فعل عبادت ہے نہ کسی میں بھلائی نہ کسی میں بُرائی مصرع راز عارف
مے بود در ہر شے ۔ جو کرم دھرم طاعت وعبادت کے قاعدے عوام کے لئے
مقرر ہوے خواص بھی اس میں شامل رہے اس لئے کہ کسی بات میں انکا حرج ونقصان نہیں ہے
گیان دھیان سب بسر گیا اور سبھا بھی سب سُن ۔ نہ اونچ نیچ انتر نہیں پاپ نہیں پن
نہ اونکو امید ثواب نہ خوف عذاب نہ طمع بہشت نہ ہیبت دوزخ جو ہو رہا ہے سب درست
وبجا ہے نہ اسکی ابتدا نہ انتہا۔ لوگ کہتے ہیں کہ نراکار پرم آتما نے روز ازل میں نزول کیا جس سے
یہ سنسار پراپت ہوا پہلے علم الٰہی میں تھا اب ظہور پکڑا ابد میں پھر عروج کریگا اُس وقت
تمام کائنات فنا ہو جائیگی یہہ بات عام کی سمجھ کے موافق کہی گئی ہے ذرا اسپر غور کرو پرم آتما
کا نزول کیا اور عروج کیا وہ بیحد و بے نہایت کدھر سے اُترے اور کدھر چڑھے یہہ صرف
ایک بے اعتباری بات ہے بیان کرنے کے لئے ورنہ خدا کے لئے اُتار چڑھاؤ ممکن نہیں
پھر ایک خدا مانا اور ایک اسکا علم اور علم میں سب سنسار لیکن جب خدا کہا تو اس میں اسکا
علم بھی موجود ہے علم غیر خدا نہیں اور علم میں سب کائنات ہے تو جملہ کائنات غیر علم نہیں پس
خدا اور خدا کا علم اور جو علم کے اندر ہے سب خدا ہی خدا ہے نہ نزول ہے نہ کمال نہ عروج
ہے نہ زوال پھر کائنات ۔ ظہور کیا تو کہاں کیا آیا علم الٰہی سے نکلکر باہر ہو گئے اب بھی تو
اسی طرح یہ تمام موجودات و کائنات علم الٰہی میں موجود و برقرار ہے جیسے کہ تھے یہہ ہی
خفا ہے اور یہہ ہی ظہور۔ لیکن طرفہ تر ماجرا یہہ ہے کہ خدا کی ذات میں علم اور علم میں سب کائنات
اور انسان کی ذات میں انسان کا علم اور اس علم میں خدا مع اپنے جاہ وحشم کے موجود وہ

اس پر محیط یہ اس پر حاوی وہ اس کے علم میں یہ اس کے علم میں اب کسکو محاط کہیں کسکو محیط کسکو بندہ اس دھیان گیان میں تو دوئی سے چھٹکارا نہیں ایک بندہ ایک خدا۔ خدا کے معنی بندا اور بندہ کے معنی خدا اس اُلٹ پھیر کا کیا ٹھکانا۔

ہست نادانی دریں رہ علم منیت × × علم را بگداز نادانی یکے ست

جسکو سامرتھ ہے اتنا ہی کافی ہے کہ اگر درخانہ کس ست حرفے بس است اور جو آتم اور مورکھ ہے اس کے سمجھ تمام بیدانت شاستر اور علم تصوف طوطا کہانی ہے میرے کلام کے ارتھوں کا اسٹ اُتم گیانی پرش سمجھیں گے اور من میں پرسن ہوں گے مورکھ اگیانی کیا جانے نہ مجھکو اس سے کچھ پراپت نہ دوش پس سبکو نمسکار کرتا ہوں۔

یہہ گفتگو شنیاسی مہاپرش کی اور اسی قسم کا کلام موحدان بے قید اور مجردان آزاد کا ہوتا ہے لیکن جناب قبلہ نے بارہا ارشاد فرمایا کہ ایسی باتیں طالبوں کے لئے زہر قاتل کا حکم رکھتی ہیں پس جملہ طالبان حق اور سالکان طریق کو لازم ہے کہ اس قسم کے کلام مواجدانہ سے بچیں اور استقلال و استحکام کے ساتھ قدم ثبات طلب و تلاش میں رکھیں اور حصول مقصود میں سرگرم اور ذوق و شوق الٰہی میں شب و روز مشغول و مصروف اور یاد و بود معشوق حقیقی میں مست و مستغرق رہیں اس موقعہ پر سنیاس منا کی بابت مشتے نمونہ خروارے لکھی گئی ہیں یہ کلام شمشیر بے نیام ہے اور زہر ہلاہل کا جام جسکو سن کر اکثر گمراہ اور ملحد و بے باک ہو جاتے ہیں نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا۔

راہ راست اور صراط مستقیم صرف وہی ہے جو کلام الٰہی اور حدیث نبوی سے ثابت ہو پس ہر کلام کو معیار کتاب و سنت پر جانچ لینا چاہیے اور وہی کہنا اور یقین کرنا چاہیے اور جو بزرگان دین نے کہا ہے تاکہ عوام کے دل میں انکار و اصرار پیدا نہو چنانچہ حضرت مولانا روم دفتر ششم میں فرماتے ہیں۔

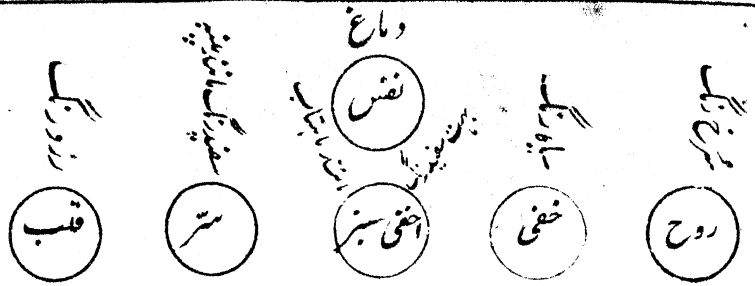
چونکہ جفت احولا نیم اے ثمن ∴ لازم آمد شرکانہ دم زدن

آں یکے زانسوئے صف ست خیال	جز دوئی ناید بمیدان مقال
یا چو احول ایں دوئی را نوش کن	یا دہاں بر دور و لب، خاموش کن
یا بہ نوبت گہ سکوت و گہہ کلام	احولانہ طفل سینان والسلام
یہہ پنڈت کون ہے اور وید کیا ہے	یہہ مولانا کے اندر بھید کیا ہے
نہ پنڈت ہے نہ مولانا ہے کوئی	نہ اپنا ہے نہ بیگانہ ہے کوئی
یہ سب ہیں نام بے نام و نشاں کے	کہاں کے مولوی پنڈت کہاں کے

باب پنجم ارشادات حضرت مشتمل بر سہ صد و سیزدہ ارشاد

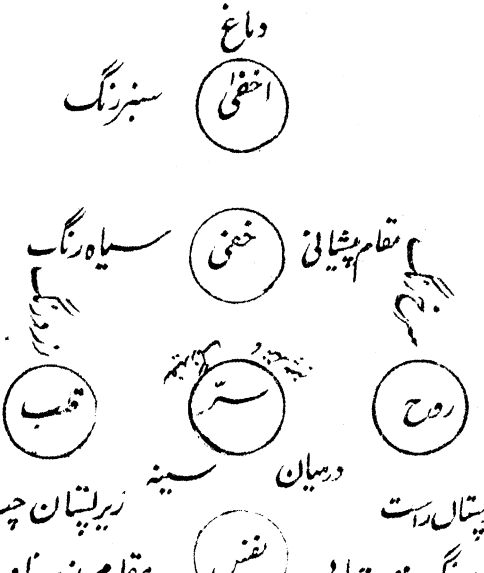
ایک روز ارشاد ہوا کہ خاندان نقشبندیہ کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ جبوقت حضرت خواجہ **بہاؤ الدین** رحمۃ اللہ علیہ حضرت **میر کلال** صاحبؒ کی خدمت میں مشرف بہ بیعت ہوئے تو حضرت میر کلال نے ظروف پر اسم ذات لکھنے کی خدمت اُن کو سپرد کی اتفاقاً ایک روز برتنوں پر اسم ذات کا لکھنا بھول گئے کسی دشمن نے تمام برتن اُٹھا کر میر صاحب کے روبرو پیش کئے کہ حضرت دیکھئے آپکے حکم کی تعمیل نہیں کی آپنے خواجہ بہاؤ الدین کو بلا کر فرمایا کہ تم نے برتنوں پر اسم ذات کیوں نہیں کندہ کیا خواجہ صاحب نے برتنوں پر نظر ڈالی تو سب پر اسم ذات کندہ ہو گیا اور عرض کی کہ حضرت میں نے تو اسم ذات لکھدیا ہے حضرت میر کلال نے جو دیکھا تو اسم ذات کندہ ہے اسوقت میر صاحب نے فرمایا کہ تم نقشبند ہو انہیں خواجہ بہاؤ الدین سے خاندان نقشبندیہ منسوب ہے۔

ایک روز ارشاد ہوا۔ کہ دارو مدار خاندان نقشبندیہ کا اطاعت سنۃ پر ہے اور وہ یہہ ہیں۔ بطریق قدیم از بزرگان سلف بر صفحہ دیگر ملاحظہ ہو



زیر پستان راست - درمیان روح و اخفیٰ - درمیان سینہ - درمیان قلب و اخفیٰ - زیر پستان چپ

بطریق جدید از مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ



حقیقت طور لطائف خمسہ کو کسی بزرگ نے اسطرح بیان کیا ہے ہوا ہذا

بر صفحہ دیگر

در بیان حقیقت طور قلب

باش حق را و سوائے حق گذار — ہاں قل اللہ ثم ذرھم یاد آر — با دلِ پُر درد با دوست کن
پر زیاد دوست مغز و پوست کن — چونکہ ذاکر گشتی اے جویائے کام — در توجہ سوئے دل باشی مدام
در تصور لفظ اللہیت بود — تا کہ جاری دل ز اسم اللہ شود — خویش را یابی تو از سر تا بپائے
غرق بحر اللہ اے مرد خدائے — گفت خوش سلطان با ہوا ایں سخن — محو ہو شد رست چوں از خویشتن
جسم خود در اسم اللہ کن نہاں — چوں الف در بائے بسم اے نور جاں — شو مراقب ایں سپس اے تیز ہوش
ہمچو گربہ بر سر سوراخ موش — غرق ایں دریا چو گردی لاتخف — نور سرخی[1] آوری از وے بکف

در بیان طور حقیقت روح

بعد طور قلب آمد طور روح — قلب کشتی دان و روح اورا چو نوح — صاحب ایں طور ست از ممکنات
از توجہ سوئے اسما و صفات — سالکاں را غفلت اینجا کم بود — دل پر آتش چشم شاں پُر نم بود
حرف و صوت و لفظ اینجا کے سزاست — زانکہ صرف معنی اے صاحب صفات — یاد کن بحرف و صوتش اے عزیز
ایں سخن بشنو تو از عطار نیز — تا ہا و ہو اشارت مے کنی — یا بحرفِ ہا عبارت میکنی
بندہ حرفی نیاید از تو کار — جہد کن تا از رہت خیز و غبار — ہا ز باطن وا و از ظاہر بود
معنی ہو اول و آخر بود — ہا بیفگن وا ورا آزاد کن — بندہ شو بے ہا و واوش یاد کن

بشنو اکنوں چوں شنیدی ایں کلام ✕ نور زردی[2] نور روح آمد تمام

در بیان طور حقیقت سر

طور آمد زبعد طور روح — ہست سالک را دریں جا صد فتوح — اکثر از اعضائے سالک ای رہی

[1] بعضے زرد لکھتے ہیں ۱۲ [2] بعضے نور سرخ لکھتے ہیں ۱۲

باخبر باشند اندر آگہی | چونکہ آگاہی پدید آمد ترا | میشود مشہود در سرّت خدا
سرّ چہ باشد گر سوالت کرد کس | گو مسمّے مے شود مشہود بس | خود بگفتا مولوی آں محو ہو
قدّس اللہ تعالےٰ سرّہٗ | رو کہ بے مسمع و بے مبصر توئی | سرّ توئی چہ جائے صاحب سرّ توئی

رنگ او آمد خفید اے یامن × فکر کن در سرّ اگر داری سخن

در بیان حقیقت طور خفیہ

طور خفیہ آنکہ از سرّ تا بپائے | میشود مستغرق بحر خدائے | موی مویت دیدہ گردد در شہود
لیک میباشد شعورت از وجود | زیں سبب گفتا جناب مولوی | در کتاب خویش یعنے مثنوی
راست گفتا آن شہ شیریں زباں | چشم گردد موئے موئے عارفاں | پس شود نور سیہ بر تو پدید
بر مثالِ مردم چشم اے سعید | در سیاہی ہست چوں آبحیات | زاں سیہ مشہود گردد نور ذات

در بیان حقیقت طور اخفا

بعد طور خفیہ اخفی داں و بس | غیر کامل واقف آں نیست کس | حق تجلّی میکند بر تو عیاں
آں چناں کز تو نے ماند نشاں | زاں تجلّی چوں شدی فانی تمام | طور اخفی نام آں شد والسلام
سبز آمد نور اخفی البس جلی | ایں چنیں کردہ بیاں سیّد علی | شاہ ہمداں آں امام اولیا
تا نی شاہ ولایت مرتضےٰ | بعد سبزی نور بیرنگی عیاں | میشود مشہود تو بس بے نشاں
طے اطوار آمدہ چوں در قلم | چار سیر سالکاں سازم رقم | ہست ایں اطوار امی جو پائے کام
درج در سیر الی اللہ بالتمام

در بیان چار سیر سالک

بعد از انت سیر فی اللہ می شود | وانگہاں سیر مع اللہ بود | عاقبت سیر من اللہ ست وبس

جز بکمل واقف آں نیست کس	سیر سالک چوں رسید اینجا نگاہ	مرشد کامل شد او فضل الٰہ
اندریں سیرت بقا بعد از فناست	چوں فنا گشتی بقا اندر بقاست	درمیاں چار سیرت اے پسر
ہم تجلی چار گردد جلوہ گر	ہست در افعال و آثار و صفات	بعد ازاں باشد تجلیات ذات

اور یہ لطائف ستہ شتناس متاہیں بھی ہیں ۔ کھٹ کنول یا کھٹ چکر طریق یوگ شاستر یہ ہیں یعنے نابھ کنول - من کنول - ہردی کنول - بھرکٹی - ترکٹی - بھنور گپھا - اور بعض نے یوں بیان کیا ہے ادھار کنول - لنگ کنول - نابھ کنول - ہردے کنول - کنٹھ کنول - بھرو کنول -

راقم - اس اجمال تفصیل میں کسی گیانی کا مقولہ ہے -

آدھار - لنگ - نابھو - پوکشت - ھردَیُ - نَالُ - مُولِ - لِلاَوٹی - دوی - پتُری

نشستگاہ - اندام نہانی - ناف - گل شگفتہ - دل - تالو - بیچ - پیشانی - دوکلی کا کنول -

شُوڑ - شاری - دوی رش - دش دلی - دُوَاسر شاسر دھنی - چتشکی -

سولہ کلی کا کنول - بارہ کلی کا کنول - دس کلی کا کنول - چھ کلی کا کنول - چار کلی کا کنول -

وَاسانتی - بَال مُدھی - ڈیپھ - کٹھ - سِدھتی - کنٹھ - دِشٹی سُوسَیَ

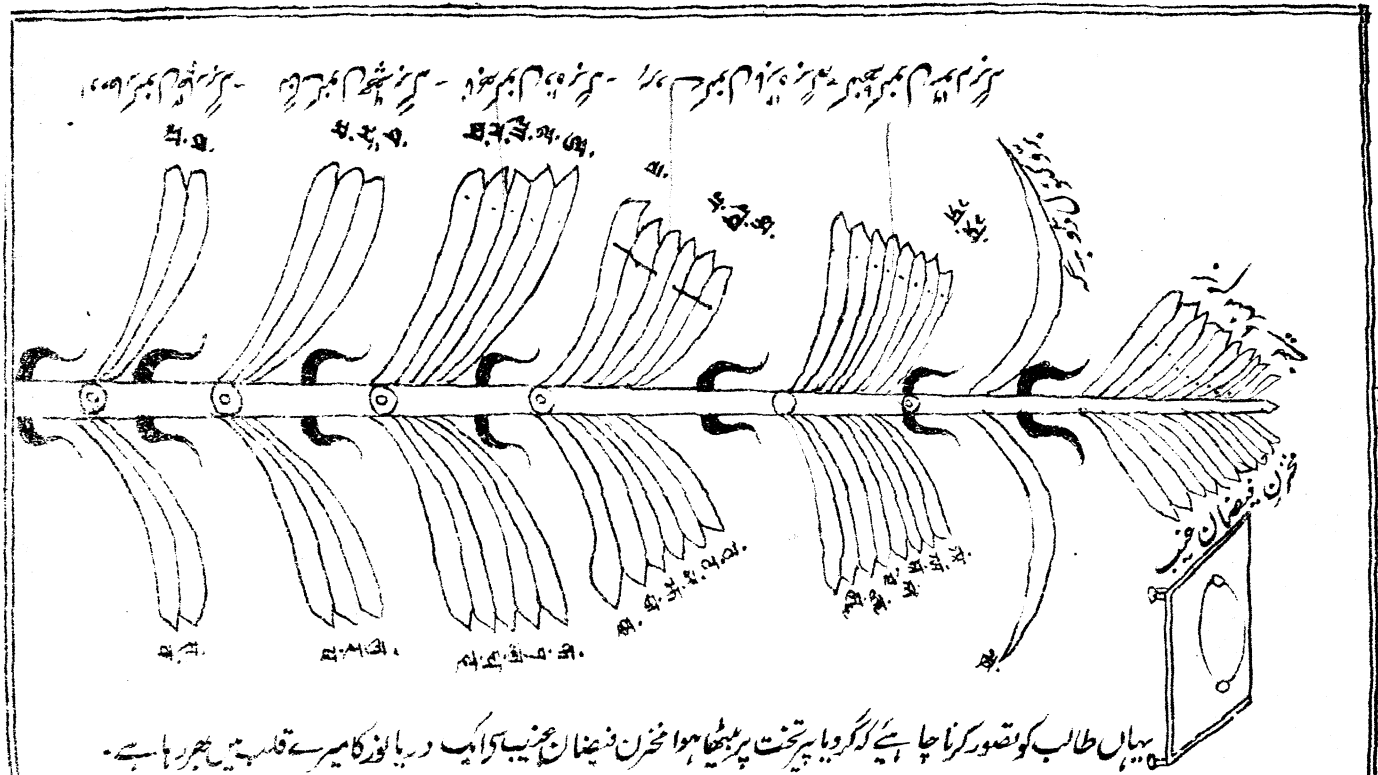
داوے سے تک بے سے ل تک ڈال سے پ تک کہ سی ٹھی تک کنٹھ - مقام - سولہ سُر

ھم اکھشم - تتوار تھ - یکتُم - سکل دَلُ - کتم بَرَن - سا وپم نمامی

بند و کر کے - اوپر تمام - پتوں میں - برن روپ - والسلام

یعنی شگفتہ کنول آدھار کنول لنگ کنول - نابھ کنول - ہردے کنول - کنٹھ کنول - بھرو کنول - دوکلی بھرو کنول کے ہیں اور سولہ کنٹھ کنول کی[1] چار کلی ادھار کنول کی پھر حروف شاستر کے اُن پتوں میں اس ترکیب سے لکھو کہ داوے سے س تک ادھار کنول میں اور ب سے ل تک لنگ کنول میں اور ڈ سے پھے تک نابھ کنول میں اور ک سے ٹھے تک ہردے کنول میں - اور کنٹھ کنول میں سولہ سُر اور بھرو کنول - ہم اکھشم لیکن ہر حرف پر نقطہ بھی ضرور لگا دیا جاوے والسلام صورت اُنکی یہ ہے -

[1] بارہ ہردے کنول کے اور دس نابھ کنول کے اور چھ لنگ کنول کے -



یہاں طالب کو تصور کرنا چاہیے کہ گرو یا پیر تخت پر بیٹھا ہوا مخزن فیضان غیب سے ایک دریا نور کا میرے قلب میں بھر رہا ہے۔

طریق شغل اسطرح پر ہے کہ ہر حرف کو کلی میں سے متصور اس نلی کے اندر لاوے اور نلی کو ایک ایک دریائے عظیم خیال کر کے برہم منڈ تک نیچے سے اوپر لیجاوے اور جب تمام حروف اوپر جمع ہو جاویں تو پھر بترتیب ہر ایک کو اتارے چند روز میں لطائف جاری و تمام جسم منور ہو جاوے گا **ایک روز ارشاد ہوا** کہ طریقہ نقشبندیہ میں بعد بیعت تعلیم کا یہ طرز ہے کہ مرید کو شیخ اپنے سامنے بٹھا کر اول لطیفہ قلب کی طرف متوجہ کرتا ہے اور کہتا ہے کہ قلب میں اسم ذات کا تصور کرو اور اپنے قلب سے مرید کے قلب میں گرمی پہونچاتا ہے لیکن یہ توجہ پائدار نہیں جب تک شیخ کے سامنے ہے اور ذکر شغل میں مشغول ہے اثر رہتا ہے ورنہ کچھ بھی نہیں اسکی مثال فوارہ کی سی ہے کہ پانی حوض سے آیا تو چلا ورنہ خشک۔

توجہ کے معنی ہیں کسی طرف رُخ کرنا مگر اصطلاح صوفیہ میں یہ مراد ہے کہ فیض و گرمی مرید کے دل میں پہونچانا از روے باطن مرید کی طرف متوجہ ہونا اور ذکر الٰہی کا پرتو اسکے دل میں ڈالنا خواہ اسم ذات کا خواہ نفی و اثبات کا۔ جب لطیفہ قلب سے کہ زیر پستان چپ ہے مرید آگاہ ہو جاتا ہے تب لطیفہ روح پر توجہ کرتے ہیں جو زیر پستان راست ہے جب وہ بھی جاری ہو جاتا ہے تو لطیفہ سر کی طرف متوجہ ہوتے ہیں جو قلب روح میں حایل ہے اس کے بعد لطیفہ نفس پر جو زیر ناف ہے پھر لطیفہ خفی پر جو پیشانی میں ہے پھر لطیفہ اخفی جسکا مقام دماغ میں ہے غرض یہ لطائف ستہ جاری ہو جاتے ہیں تو سلطان الاذکار تلقین فرماتے ہیں اسوقت اسم ذات ہر بن مو اور گوشت و پوست سے نکلنے لگتا ہے اور اکثر طرح طرح کے انوار و تجلیات کا غلبہ طالب کے دل پر بلکہ تمام وجود پر ہوتا ہے اگر طالب کا ظرف عالی اور حوصلہ فراخ ہے تو ان سبکو نوش کر کے نفی کے تحت میں لاتا ہے اور قدم آگے بڑھاتا ہے اگر کوتاہ نظر و بے استعداد ہے تو چوکڑی بھول کر کیفیت اذکار کی دولت کھو بیٹھتا ہے۔ البتہ اگر مرید سلطان الاذکار سے اچھے طور پر نکلا اور اُسکی کیفیت حاصل کر چکا تو لطائف ستہ کے اثنائے اجرا میں وجد و جذب ہو جاتا ہے۔

وجد کی حقیقت یہہ ہے کہ جب تصفیہ و تزکیۂ باطن حاصل ہو جاتا ہے تو پیر و مرشد مرید کی روح کو اپنی روح کے ہمراہ لیکر عرش و کرسی کی جانب پرواز کرتا ہے وہاں گوناگوں انوار و عجائب اسرار مرید کے دل پر غلبہ کرتے ہیں اور اُسکو مدہوش بنا دیتے ہیں جب کہیں سوائے انوار کے کچھ نظر نہیں آتا تو مرید حیران و سرگردان ہو کر واپسی کا ارادہ کرتا ہے لیکن راہ نہیں پاتا ناچار ہائے ہو مچاتا ہے اور نالہ و زاری کرتا ہے۔ تب پیر و مرشد توجہ افاقہ دیتا ہے اُسوقت اوسان درست ہو جاتے ہیں۔

ایک روز ارشاد ہوا۔ کہ حضرت مشائخ میں لطائف ستہ کی بیداری کے واسطے طریقت کے اذکار مروج ہیں مثلاً عدادی۔ ندائی۔ دو ضربی۔ سہ ضربی۔ شش ضربی۔ پاس انفاس۔ حبس دم۔ اسم ذات۔ نفی اثبات۔ نظر بر قدم۔ ہوش در دم۔ وغیرذالک۔ بعد ازاں مراقبات و مکاشفات جو معمول نامدان ہوا بتعلیم کرتے ہیں۔ اور اُن کے لئے کچھ حد و حصر نہیں۔ ایک مراقبہ یہ ہے کہ مرید کو فرماتے ہیں کہ خدائے تعالےٰ کو ہر حال و قال میں بصیر و خبیر سمجھو تاکہ ظاہر و باطن میں کوئی حرکت نازیبا سرزد نہو۔ ایک مراقبہ یہ ہے کہ خدا کو اقرب و نزدیک سمجھو تاکہ نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْہِ کے معنی ظاہر ہو جاویں۔ ایک مراقبہ یہ ہے کہ اپنے آپکو بحر میں تصور کرو یعنی سب جگہ راست و چپ زیر و زبر دریا ہی دریا ہے اور میں اُس میں غرق ہوں اسکو اسکو مراقبہ بحری کہتے ہیں۔ ایک مراقبہ یہ ہے کہ اپنے آپکو تق دق بیابان خیال کرو اسکو مراقبہ بّری کہتے ہیں۔ ایک مراقبہ یہ ہے کہ اپنے تئیں حضرت رسولخدا صلعم کے نزدیک تصور کرو تاکہ قنائیت و نسبت آنحضرت کے ساتھ حاصل ہو۔ غرض اسی قسم کے مراقبے اور مکاشفے طالبین سے کراتے ہیں۔ مراقبہ کے معنی یہ ہیں کہ خطرات و خیالات فاسدہ سے خاطر کی نگہداشت کرے۔ اور مکاشفہ کے معنے یہ ہیں کہ ظلمات کے پردے سامنے سے اٹھادے اس کی تفصیل کتب مشائخ میں بہت کچھ ہے۔

ایک روز ارشاد ہوا۔ کہ ہمارے زمانہ کے مشائخین کی سیر و سلوک یہ ہے کہ ذات شیخ سے

نسبت وفنائیت حاصل ہوجاوے جب اُنکو کوئی معلوم کرنی ضرور ہوتی ہے تو اپنے شیخ کی برزخ یعنی صورت کی طرف متوجہ ہوکر استعانت واستمداد اپنے کاموں میں کرتے ہیں اور اسی کو کمال فخر جانتے ہیں۔ مگر ذات باری تعالےٰ کی تشبیہات فقر وتنزیہات میں نہ اُن کو کچھ دخل نہ اُس سے سروکار۔ رہی معرفت و حقیقت کی چاشنی سو اسکی لذت اور کیفیت کا حصول معلوم۔ نہ یہ جانتے ہیں کہ ہم کون ہیں؟ کیا ہیں؟ کہاں سے آئے ہیں؟ ہماری اصل کیا ہے؟ اور ذات خداوندی کیا چیز ہے؟ اگر کوئی عالی حوصلہ ہوا تو اُسکو برزخ رسول الثقلین حاصل ہوجاتی ہے ورنہ خیر۔

خودشناسی کار باشد اے فلاں	کار دیگر ہیچ و پوچ و ہیچ داں
تا نیفتد بر تو مردے را نظر	از وجود خود کجا یابی خبر

ایک روز ارشاد ہوا۔ کہ گروہ کاملین تین قسموں پر منقسم ہے۔ کامل۔ اکمل۔ مکمل اُسکو کہتے ہیں کہ خود تو صاحب کمال ہو مگر کسی کو فیض اور فائدہ نہ پہونچا سکے اُسکو لازمی بھی کہتے ہیں اکمل وہ ہے کہ خود بھی صاحب کمال ہو اور فیضان باطنی وہدایات ظاہری سے اوروں کو بھی فائدہ پہونچائے۔ یہ شخص اول سے بدرجہا بزرگ ہوتا ہے۔ مکمل اُسکو کہتے ہیں کہ اوروں کو مشیت ایزدی اور تقدیر الٰہی کے موافق خواہ گھنٹہ میں خواہ مہینہ میں خواہ سال میں کامل ومکمل بنادے اور جو کرامات اور مکاشفات اپنی ذات میں رکھتا ہے مرید کو عطا فرمادے ایسا شخص مذکورہ بالا سے بھی نہایت معظم ومکرم ہوتا ہے گروہ کملا کے تعلیم وتلقین کا طریقہ یہ ہے کہ اوّل طالب کو خاندان کے موافق بیعت کرکے ذکر ارشاد فرماتے ہیں خواہ اسم ذات خواہ نفی اثبات مگر اس زمانہ کے مشائخین کی طرح سامنے بٹھاکر توجہ نہیں دیتے۔ البتہ قلبی توجہ دیتے ہیں۔ جہاں کہیں مرید ہو چاہے ہزار فرسنگ چاہے میل بھر پھر اپنا برزخ اُس کے دل میں حلول کردیتے ہیں اور اس توجہ کا اثر طالب کے دل سے زائل نہیں ہوتا شراب پیے یا زنا کرے گویا کہ پتھر کی لکیر ہے اسکو گھسو یا رگڑو بدستور موجود ہے اور اس گروہ کی توجہ تین طرح کی ہوتی ہے۔ اصلاحی القائی اتحادی۔ اصلاحی توجہ یہ ہے کہ مرشد اپنے برزخ ہمت کے صابون سے دل مرید کو پاک و

صاف کردے۔ اور اُس کے آئینہ دل کا غبار اپنے دل کی حرارت سے مٹادے اور اپنی ہمت باطن کو مرید کی تہذیب و آراستگی میں مصروف رکھے۔ القائی توجہ یہ ہے کہ جب ضمیر مرید کی صفائی نہایت ہو پہنچ جاوے تو حالات پوشیدہ کی دریافت و استدراک کے واسطے القا کرے یعنے جو کچھ کہنا ہو مرید سے برزخ میں کہے۔ خواہ مرید دور ہو خواہ نزدیک لیکن کمتر طالب اس توجہ تک پہونچتے ہیں۔ اتحادی توجہ یہ ہے کہ مرشد یک لخت بغیر تصفیہ و تزکیہ قلب کے مرید کو فیضان باطنی عطا کرے اور خلاصہ اس توجہ کا یہ ہے کہ طالب کا برزخ مرشد کی صورت بابرکت کے مشابہ ہو جاتا ہے مگر اس قسم کی توجہ شاذ و نادر ہوتی ہے چنانچہ مشہور ہے کہ حضرت خواجہ باقی باللہ علیہ الرحمتہ نے ایک نان بائی کو دی تھی جو کم ظرفی اور بے استعدادی کی وجہ سے تیسرے دن مر گیا کیونکہ تصفیۂ باطن اسکو حاصل نہیں ہوا تھا اگر صفائی ہوتی تو اس توجہ کو برداشت کرتا اور جیسے اس توجہ کے دینے والے خال خال ہوتے ہیں ایسے ہی اتنا عالی حوصلہ و عالی ظرف طالب کم ہوتا ہے جو اس توجہ کا متحمل ہو ورنہ بیم ہلاکت ہے جب طالب تذکر میں ٹھیک ہو جاتا ہے۔ تو پیر و مرشد اُسکو تفکر ارشاد کرتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ صانع حقیقی کی صنائع و بدائع میں متفکر رہو۔ مثلاً قالب انسان کیسی حکمت و فراست سے بنایا اُس کے اندر صدہا بیماریاں اور سیکڑوں آرام رکھے۔ آسمان بغیر ستون قایم کر دیا۔ زمین کو پانی پر پھیلا دیا۔ مینہ کا برسنا۔ نباتات کا اوگنا۔ پھول پھل پیدا ہونا یہ سب اوسکے کمال صنعت کا تماشا پیش نظر ہے اور مرتبہ تفکر میں اکثر طالب کو استغراق و سُکر حاصل ہوتا ہے استغراق کے معنی ہیں پانی میں ڈوب جانا اور یہاں یہ مراد ہے کہ حقیقت و معرفت کے دریا میں قصد و نیت کے ساتھ غرق ہونا اور سُکر کے معنی ہیں بیہوشی و مدہوشی۔ جب طالب مرتبہ تفکر و تذکر میں ٹھیک ہو گیا تو اب عرفان کی تعلیم کرتے ہیں کہ میں ان تمام ممکنات و موجودات کو واجب الوجود خیال کرنا اور ان فروعات کو اصل اصول سمجھنا چاہئے۔ اور تمام وسیلے اور واسطے درمیان سے اُٹھا ڈالنا چاہئیں اور جو کرو جان لو کہ اُسی کی مشیت سے کرتے ہیں اور جو آفت و راحت کسی سے پہنچے منجانب اللہ

سمجھو۔ جیسے کتے کو کوئی پتھر مارے تو وہ پتھر کو نہیں دیکھتا بلکہ جان لیتا ہے کہ مارنے والا کوئی اور ہے پتھر خود نہیں لگا اسی لئے پتھر مارنے والے کی طرف دوڑتا ہے۔

	سرِ عقل جز پیچ بر پیچ نیست	×	بر عارفاں جز خدا ہیچ نیست	

عرفاں میں بھی استغراق ہوتا ہے لیکن کہ منازل مروجہ مقررہ ہے نہیں ہیں بلکہ منازل کے شعبے ہیں جیسے کسی شخص کا ارادہ دہلی جانے کا ہے اور جہاں سے چلا ہے دہلی سات منزل ہے اب ان منازل کے بیچ میں جو دیہات واقع ہوتے ہیں انکو منزل نہیں کہہ سکتے بلکہ شعبہ منازل ہیں جب مرید نے یہ تین مقام طے کر لئے تو حضرت پیر و مرشد توحید کی ہدایت فرماتے ہیں یعنی اپنے تمام اعمال و افعال احوال و اقوال و حرکات و سکنات کو تقدیر الٰہی اور مشیت ایزدی سے سمجھنا چاہیئے۔ لیکن یہ تعلیم متدینوں کے واسطے ہے منتہیوں کی تعلیم یہ ہے کہ تمام ممکنات و موجودات کو مظہر الٰہی بلکہ عین ذات نامتناہی جاننا چاہیے جیسے ایک چراغ دوسرے چراغ سے روشن کریں تو وہ بھی روشنی میں پہلے کے برابر ہے کچھ فرق دونوں میں نہیں ہے کیونکہ حدوث نے قدم کی خواہش سے کوئی وجودی لباس پہنا اور صورت اختیار کی تو حدوث قدم سے الگ کسطرح ہو سکتا ہے۔ کیونکہ روز ازل سے حدوث قدم میں یگانگی واحدیت کا واسطہ ہے اور ایک لحظہ یا ایک ساعت بھی اُس سے جُدا نہیں معنی توحید یہ ہیں کہ باری تعالےٰ کو بے ہمتا اور یکتا جاننا ہر حال اور ہر مقام میں اگرچہ جلایا جاوے یا قتل کیا جائے ؎

	چیست توحید آنکہ از غیر خدا	×	فرد آئی در خلا و در ملا	

اور توحید کے جاننے والے کو موحد کہتے ہیں اور موحدین کی دو قسمیں ہیں۔ ایک موحد حنیف دوسرا موحد تابع۔ موحد حنیف اُسے کہتے ہیں کہ خدا تعالےٰ کو ایک جانے بلا واسطہ انبیا علیہم السلام کے اور نبی اور رسول کی اطاعت اُسکے لئے اختیاری ہوتی ہے۔ اور اس قسم کے موحد اکثر جوگیوں کے فرقہ میں ہوتے ہیں اور اگر شاذ و نادر زمرہ اسلام سے

ہوتے ہیں تو دین اسلام کی پیروی کبھی کبھی کرتے ہیں البتہ دل سے انبیا علیہ السّلام کی رسالت و نبوت کا اقرار و اعتراف رکھتے ہیں لیکن توحید کے غلبہ میں ہوش بجا نہیں رہتی جب سمجھ بوجھ ٹھکانے آتی ہے تو شرع مبین کی حبل متین سے سہارا لیتے ہیں۔ اور موحد تابع وہ ہے کہ اپنے تمام عبادات و معاملات کو شریعت غرّا اور ملت بیضہ کے موافق رکھے اور کبھی سر مو تجاوز نکرے اور اپنے دل میں خداوند تعالےٰ کو از روئے ذات صفات یگانہ و بے ہمتا سمجھے اور یہ چون و چگون خیال کرے اور یہہ بھی یاد رکھو کہ موحد تابع کو مقام توحید میں اتنی مدہوشی و بیہوشی نہیں ہوتی کہ بے اختیار ہو جائے۔ البتہ اُسپر باری تعالےٰ کی وحدانیت اور یگانگی کا غلبہ رہتا ہے۔ جب طالب اِن چاروں مقامات کو طے کر چکا تو مرشد مقام استغنا سے اوسکو مشرف فرماتا ہے۔ استغنا کے معنی ہیں بے پروا ہو جانا گروہ جن و انسان سے اور سب کام خدا کو سونپ دینا۔ اس مقام میں طالب کو استغنا اور بے پروائی اسقدر ہو جاتی ہے کہ بہشت و دوزخ کا خیال بھولے سے بھی اُس کے دل میں نہیں آتا ہر دم شاداں رہتا ہے اور امیر و غریب کو یکساں خیال کرتا ہے۔ جب طالب اِن پانچوں مقام کو طے کر چکا تو حضرت پیر و مرشد اُسکو مقام فنا سے معزز و ممتاز کرتے ہیں اور ارشاد فرماتے ہیں کہ تمام حیوانات و جمادات و زمین و آسمان اور میں ہم اور یہ اور وہ سبکو نیست و ہالک منفی سمجھو اور خیال کرو کہ بجز ذات لایموت کے سب معدوم و ناپیدا ہیں صرف ذات واجب الوجود اُسی صفت پر جیسی کہ ازل سے قائم ہے جلوہ گر و ہویدا ہے اوّل طالب کو اس مقام میں دو دو گھڑی تک بیہوشی رہتی ہے ایسا حال بہت دنوں تک ہوتا ہے۔ جب طالب کو نفی ثبت حاصل ہوئی اور اُسکو سُہہ گیا تو پھر حضرت پیر و مرشد اُس کے حوصلہ اور ظرف کے موافق اس مقام کی انتہا تعلیم کرتے ہیں اور اُسکے لئے کوئی حد نہیں لیکن جس وقت یہ حالت درجہ غایت کو پہنچ جاتی ہے تو اسی کا نام محویت ہے۔ الحاصل مرشد کامل کی توجہ اور مدد سے جب یہ چھ مقام طالب کو طے ہو جاتے ہیں تو اوسکو بقا کی طرف متوجہ کرتے ہیں یعنے فنا محویت سے نکالکر بقا و صحو کی طرف لاتے ہیں۔ اور بقا کے معنے ہیں فنا سے نکلکر قائم

ہونا۔ اِن مقامات کے بعد مرتبہ وصل کا ہے لیکن اوسکا حصول محض عنایت الٰہی پر منحصر ہے اس میں مرشد کی توجہ اور طالب کی کوشش کو کچھ دخل نہیں ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَآءُ ؎ چوں حسن عاقبت نہ بر ندی و زاہدیست ✻ آن بہ کہ کار ما بہ عنایت رہا کنند

غرض یہ سات مقام ہیں جو اوپر مذکور ہوئے۔ اور ہر ایک مقام کے ساتھ ایک شاخ بھی ہے چنانچہ طلب کی شاخ ذکر ہے کہ بے اس کے کچھ ثمر نہیں ملتا۔ دوم مقام عشق اسکی شاخ تفکر ہے کہ بغیر اسکے کچھ کیفیت نہیں آتی سوم مقام عرفان ہے اسکی شاخ استغراق و سکر ہے کہ بغیر اسکے معرفت کی حقیقت نہیں کھلتی۔ مقام چہارم توحید اسکی شاخ بیداری ہے پنجم استغنا اسکی شاخ خوشی ہے۔ ششم فنا اسکی شاخ محویت ہے۔ ہفتم بقا اسکی شاخ صحو ہے ایک روز ارشاد ہوا۔ کہ مکاشفہ کی دو قسمیں ہیں ایک کوئی ایک ذاتی۔ مکاشفہ کوئی میں انسان پر کل موجودات کا حال علی قدر استعداد کھلتا ہے اور اسمیں بہ آہستگی ترقی ہوتی ہے کہ اول تو لوگوں کے دلوں کا حال معلوم ہونے لگتا ہے پھر اگر استعداد کامل ہے تو تمام جہان کا حال آئینہ ہو جاتا ہے مکاشفہ ذاتی اُسے کہتے ہیں کہ ذات بحت کی جستجو میں قدم رکھے اور جو انوار و تجلی پیش آئے سبکو ہیچ سمجھے اگرچہ اس میں حیرت و عظمت بہت پریشان اور سرگردان کرتی ہے مگر قدم ہمت آگے کو بڑھائے اور صفات ذاتیہ پر کبھی قناعت نہ کرے اسی لئے طالب تنزیہ ہمیشہ سراسیمہ رہتا ہے۔ اور اُسکی آتش طلب کبھی فرو نہیں ہوتی چنانچہ حضرت شبلی کا مقولہ تھا رَبِّ زِدْنِي تَحَيُّرًا لیکن اس قسم کے طالب فی زمانا بہت کم ہیں۔ اور جو ہیں تو حیران و پریشان ہیں اور آجکل کے مشائخوں کو اسکی ہوا بھی نہیں لگی ؎

راز دروں پردہ زندان مست پرس	کیں حال نیست صوفی عالی مقام را

سچ تو یہہ ہے کہ ان مقامات کی حقیقت و ماہیت جب سمجھ میں آتی ہے کہ طالب کسی اہل اللہ کی بیعت ہو کر تصفیہ باطن حاصل کرے۔ پھر نقل مطابق اصل خود ظاہر و عیاں ہو جائیگی۔ جبتک طالب عین الیقین میں ہے کیفیت حق الیقین کہاں اور جبتک علم الیقین میں ہو تو منزل مقصود

بہت ہی دور ہے۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ اولیاء اللہ کی بہت سی قسمیں ہیں اگرچہ ٹھیک ٹھیک سوائے ذات پاک کے کوئی بھی نہیں جانتا۔ لیکن مشہور یہ ہیں۔ قطب ارشاد۔ قطب مدار۔ قلندر۔ خضر وقت غوث۔ ابدال۔ اوتاد۔ صوفی ابوالوقت۔ صوفی ابن الوقت۔ قطب لغت میں چکی کی کیلی کو کہتے ہیں۔ جسپر تمام چکی کا دارومدار ہے۔ ایسے ہی قطب اگر جہان میں نہوں تو انتظام عالم تباہ وخراب ہو جائے اور ارشاد کے معنی رہنمائی پس قطب ارشاد سے خلق اللہ کو ہر طرح کا نفع ظاہر اور باطن کا بے حساب پہونچتا ہے۔ قطب مدار وہ ہے کہ اپنی جگہ سے نہ ہلے اور بذات خود کامل واکمل ہو مدار کے معنی ہیں جائے گردش یعنی ساری مخلوقات اُسکی گرویدہ ہو اور اپنے کاموں میں اُس سے مدد چاہے۔ اور اُسی کو قطب الاقطاب بھی کہتے ہیں اور اُسکے بدن میں کسی جگہ ناسور سا ئل بھی ہوتا ہے۔ قلندر وہ ہے کہ تجرید و تفرید میں یکتا اور بے پرواہ ہو اور تمام عالم کا حال اوس پر آئینہ ہو اور جو وصف کہ عارفوں میں ہونا چاہیے اُس میں بمثیل ہو اور شرط یہ ہے کہ مجذوب بھی ہو اور سالک بھی جیسے حضرت شیخ شرف الدین بوعلی قلندر تھے یا اس زمانہ میں حضرت جنگوشاہ گذرے ہیں۔ خضر وقت وہ ہے کہ مثل حضرت خضر علیہ السلام کے اُسپر علم لدنی منکشف ہو اور اسرار سے واقف ہو اور ایک نظر جسپر ڈالے اُسکو کامل کردے مگر ایسا شخص کسی خوش نصیب ہی کو ملتا ہے۔ اور غوث فریادرس کو کہتے ہیں یعنی جو بندگان خدا کے معاملات میں ظاہراً و باطناً عدل و انصاف فرماتے ہیں اُنکی شناخت مشہور ہے کہ جب چاہیں اپنے اعضا جُدا کر لیتے ہیں۔ ابدال اگر یہ گروہ نہ ہو تو تمام عالم مسخ ہو جائے اور یہ ستر تن ہوتے ہیں چالیس تو ملک شام میں اور تیس تمام ممالک میں متفرق رہتے ہیں مگر اُن سے کچھ کام نہیں نکلتا نہ کچھ فائدہ ہاں وہ بھی اپنی خدمت پر مامور رہتے ہیں اور ابدال اس لئے کہلاتے ہیں کہ اگر کوئی اُن میں سے کم ہو جاتا ہے تو اوتاد میں سے بدل اُنکا مقرر ہوتا ہے۔ اوتاد جمع ہو وتد کی وتد کے معنی ہیں میخ یعنی یہ لوگ مثل میخ آہن اپنے اپنے مقام پر جمے رہتے ہیں اگرچہ ظاہر

باطن کا فائدہ ان سے محسوس نہیں ہوتا مگر ان کی برکات تمام عالم میں محیط و منتشر رہتی ہیں۔
صوفی ابوالوقت وہ ہے کہ وقت پر قادر ہو یعنے حالت اوسکے اختیار میں ہو جب چاہے طاری کرے جب چاہے دور کردے اور ہوش میں آجائے یہ صوفی ابن الوقت سے بدرجہا اعلیٰ ہوتا ہے مگر ایسے لوگ اس زمانہ میں نہیں ہیں البتہ اگلے زمانہ کے قدما حضرت بایزید بسطامی ان مراتب پر پہونچے ہیں اب ایسے لوگ نظر نہیں آتے اور اگر ہوں گے تو خال خال ہوں گے اس زمانہ کے صوفی اکثر ابن الوقت ہوتے ہیں۔ صوفی ابن الوقت وہ ہے کہ ظاہر و باطن کی صفائی رکھتا ہو اور وقت کا پابند ہو یعنے جب کوئی حال باری تعالےٰ کی طرف سے اُس پر وارد ہو۔ تو مدہوش و بیہوش ہوجائے جیسے کسیکو بخار یا لرزہ چڑھتا ہے اور وہ بے اختیار ہوکر اوسکو دور نہیں کرسکتا۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ مجاذیب کی دو قسمیں ہیں ایک تو ازلی دوسری دوسرے کسی وجہ بے اختیاری مجذوب ازلی وہ ہے کہ روز ازل میں اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ کی ندا سُنکر اور بلیٰ کہکر حضرت رب العزت کے مشاہدۂ جمال لایزال سے مست ہوگیا اور تمام شہوات و لذات دنیوی و اخروی کو دل سے دُور کردیا جب عالم ارواح سے عالم اجسام میں آیا تو اُسی طور پر بے خبر رہا اور نیز عالم برزخ میں بھی مست الست جاویگا ؎

مپندار اینکہ مہرت از دل عاشق رود ہرگز چو میرد مبتلا میرد چو خیزد مبتلا خیزد

مگر یہ مجذوب مقامات مشہود سے بیخبر اور سیر سلوک سے ناواقف ہوتا ہے ہاں جسقدر روز ازل سے اُسکو معلوم ہوگیا اُسی منزل پر مستقل رہتا ہے اور اکثر مجذوبوں کو مکاشفہ کوئی ہوتا ہے نہ مکاشفہ ذاتی بے اختیاری مجذوب وہ ہے کہ عالم اجسام کے اندر بالکل ہوشیار آیا اور مدت تک سمجھ بوجھ میں رہا لیکن اتفاقاً کسی کامل کا مرید ہوا اور مرشد نے اپنے خاندان کے موافق اُسکو تعلیم و تلقین فرمائی جب نوبت سلطان الاذکر کی پہونچی اور ہر عالم سے غلبہ انوار ہوا تو بے اختیار ہوکر ہوش و خرد کے عالم سے باہر نکلگیا اگر سلطان الاذکر کا متحمل ہوجاتا تو سالکوں میں سے ہوتا یا اسطرح پر کہ کسی مست و مجذوب کی نگاہ دفعتہً پڑگئی اور بیقرار ہوکر مست و مدہوش ہوگیا۔ پس اُسکا خاتمہ بلند اور توفیق الٰہی رفیق حال ہے تو مکاشفہ ذاتی

کی سیر اور مقامات کی سیر دیکھتا ہے اور تمام منازل کو طے کرتا ہے اور کبھی کبھی ہوش میں آکر ہوشیاری کی گفتگو کرتا ہے (ع) کہ دیوانہ ہے لیکن بات کہتا ہے ٹھکانے کی اور ایسے مجذوب کو مکاشفہ صفاتی از حد ہوتا ہے اور اُسکی طبیعت تشبیہ کی طرف راغب رہتی ہے لیکن مجاذیب سے فیض بہت کم ہوتا ہے اور اگر ہوا بھی تو یہ ہوا کہ اپنا سا بنا لیا حاصل یہ ہے کہ سالک کا مرتبہ مجذوب سے کہیں بڑھکر ہے۔

ایک روز ارشاد ہوا - کہ حضرت ابوسعید ابوالخیر رحمۃ اللہ علیہ کی ان رباعیات کا ورد واسطے دفع وسواس اور ازدیاد محبت الٰہی کے بوقت تہجد موجب منافع کثیر ہے - **رباعی**

یارب زگناہِ زشت خود منفعلم		وز قول بد و فعل بد خود خجلم
فیضے بدلم ز عالم قدس بریز		تا محو شود خیال باطل ز دلم

رباعی

تسبیح ملک را و صفا رضواں را		دوزخ بدر او بہشت مر نیکاں را
دنیا جہ راو قیصر و خاقاں را		جاناں ما را و جان ما جاناں را

رباعی

ای آنکہ بملک خویش پاینده توئی		وز دامنِ شب صبح نمایندہ توئی
کارِ من بیچارہ توی بستہ شدہ		بکشائے خدایا کہ کشایندہ توئی

ایک روز ارشاد ہوا - کہ خاندان قادریہ و چشتیہ میں ذکر جہر معمول و مختار ہے کیونکہ اس میں ترقی ذوق و شوق ہے۔ لیکن اگر نقشبندی یا سہروردی ذکر جہر کریں تو پہلا ذوق و شوق بھی جاتا رہتا ہے بقول شخصے -

کاہو کے من کچھو بسے کاہو کے من کچھ نہ سہائے		آگ پھونک سی بل اٹھی دیا پھونک نہ بجھ جائے
در حق او مدح در حق تو ذم ؤ		در حق او شہد در حق تو سم

ایک روز ارشاد ہوا - کہ اس شعر میں ایک شغل بیان کیا ہے ؎

مے خور و مصحف بسوز و آتش اندر کعبہ زن		ساکن بتخانہ باش و مردم آزاری مکن

مے سے مراد عشق ہے اور مصحف جسم انسان کعبہ دل اور تجانہ تصور شیخ یا رسول یا معشوق اور مردم آزاری سے مراد ہے پلک مارنا اسیطرح اس شعر میں ایک شغل ہو ؎

چشم بند و گوش بند و لب بہ بند ✽ گر نہ بینی سرِّ حق بر ما بخند

یہی مضمون کبیر صاحب نے فرمایا ہے ؎

دیکھ رے دیکھ تجھ میں تیرا دھنی دم کو روک دیدار پاوے

دم کو روک اور مول کو بند کر چاند سورج گھر ایک آوے

نا بھ کے سانس سے منتر جپ جپ کرے اور کنول کلی بھنور چھاوے (سورج بینی)

کہیں کبیر اگم پٹریاں سُن کے سیج کوئی سنتھا جاوے

یہہ اشعار پڑھکر ارشاد فرمایا کہ تم اس شغل کو سمجھے یا نہیں میں نے عرض کیا کہ حضرت میری سمجھ میں نہیں آیا آپنے ترکیب مذکورہ کے بموجب مجھکو اپنے سامنے بٹھایا اور فرمایا کہ سورج تو ناک داہنا نتھنا ہے اور چاند بایاں اور مول سے مراد مقعد ہے اور یاد رکھو کہ جسطرح گھوڑی کی دونوں باگیں برابر ہوتی ہیں تو سیدھا جاتا ہے اسیطرح جب دونوں نتھنوں سے سانس برابر اور یکساں جاری ہوتا ہے تو دل بھی قائم اور ثابت ہو جاتا ہے اور وسواس و خطرات من کل وجوہ دور ہو جاتے ہیں بعد ازاں ترکیب دونوں سروں کے متساوی کرنے کی بتائی تو فوراً دونوں سانس برابر ہو گئے اور حقیقت میں دل قائم ہو گیا اور عجیب کیفیت طاری ہوئی اور پھر فرمایا کہ اسی باب میں کمال پسر کبیر نے بھی فرمایا ہے ۔

آنکھ ناک منھ ڈھانپ کے نام نرنجن لے ✽ اندر کے پٹ جد کھلیں جد باہر کے پٹ دے

ایک روز ارشاد ہوا۔ یہ بھی ایک شغل ہے ؎

سن مکھ کرو دیدار محل میں پیارا ہے	تر بینی کے گھاٹ میں مانجھی دھارا ہے

؎ یعنی دیکھ اپنے آپ میں اپنے مالک کو اس ترکیب سے کہ دم اور مقعد کو بند کر تا کہ سانس ہر دو سوراخ بینی کا برابر چلنے لگے اور سانس نابھ کنول سے کھینچکر من کنول پر ایسی ضرب لگائو کہ جیسے پھول پر بھونرا گونجتا ہے تا کہ ذات الٰہی کا ظہور ہو یہ راہ سلوک ہے اور توحید کے میدان میں جانا مرد کا کام ہے

قرنبی اُس مقام کو کہتے ہیں جہاں تین دریا جمع ہوجائین اور یہاں مراد دماغ سے یعنی جبوقت انسان اس شغل کو کرتا ہے تو مقام دماغ میں جسکا نام ہندی میں برم منڈ یعنی اخفی ہی تین آنکھیں یکجا جمع ہوجاتی ہیں دو چشم ظاہر اور ایک چشم دل جسکا سویدا ہے اس شغل کا نام ترکٹی ہی اور اسی کو نصیرا محمود بھی کہتے ہیں ترکیب یہہ ہی کہ اول دونوں آنکھوں کی نظر سر بینی پر قائم کرے چند روز کے بعد پتلی بطرف دماغ چڑھ جائیگی اور چشم دل بھی اُسی طرف رجوع کریگی جب ہر سہ چشم دماغ میں مجتمع ہوجاتی ہیں تو روح کو صعود حاصل ہوتا ہے اور اس صعود کا انجام تین حال سے خالی نہیں، اگر طالب کم ظرف اور مرشد ناقص ہی تو پردہ دماغ پھٹ جائیگا اور روح نکل جائیگی اور اگر طالب خوش قوی ہی تو نرم ہنس یعنی مجذوب بنجائیگا اور اگر مرشد کامل تو روح اس صعود سے نزول کریگی اور انوار روحانی سے تمام جسم روشن اور منور ہوجائیگا لیکن غذا اس عمل میں نہایت لطیف ہونی چاہیے جیسے دودھ چاول اور مسکہ گاؤ کا استعمال کرنا ضروری ہے ابتدا میں آنکھوں پر بڑا زور پڑتا ہے بتدریج اسکی مشق بڑھایا کرتے ہیں۔

ایک روز جناب قبلہ کے حضور میں منشی فضل رسول صاحب نے دو سوال پیش کئے جو میر عباس علی صاحب نے بغرض حصول جواب ارسال کئے تھے سوال اول یہہ تھا کہ کامل کی کیا شناخت ہی، آپنے فرمایا کہ اول تو کامل کوئی ہوا ہی نہیں سب متبدی رہے یہانتک کہ پیغمبر خدا صلعم نے خود فرمایا ہے مَاعَرَفْنَاکَ حَقَّ مَعْرِفَتِکَ پس جبکہ سب کے پیشوا ایسا ارشاد فرمائیں تو اوروں کی کیا حقیقت ہی ؎ دفتر تمام گشت بپایاں رسید عمر ؛ ما ہمچناں در اول وصف تو ماندہ ایم ؛ عرف میں جو کامل و مکمل کہا جاتا ہے سو ہندوستان بھر میں ایک ہی دو کامل ہوں گے اور شناخت نسبت کی اہل نسبت کر سکتا ہے۔ رہا عرفان و حق شناسی اسکو کیا کوئی پہچان سکتا ہے۔ اور یہ امر سائل سے پوچھنا چاہیے کہ وہ کس بات کو کمال سمجھتا ہے اسکا حال بیان کیا جاوے۔ دوسرا سوال یہ تھا کہ کامل کی سیر کہاں تک ہی اس کے جواب میں ارشاد ہوا کہ صدرۃ المنتہیٰ تک تو خودی قائم رہتی ہے اس کے بعد کا حال قابل بیان نہیں۔

ایک روز ارشاد ہوا۔ کہ لوگوں کے عقاید تین قسم کے ہوتے ہیں، ایک فرقہ کہتا ہے کہ جو کچھ ہے خدا ہی کے اختیار سے ہے بندہ کا کچھ اختیار نہیں دوسرا فرقہ کہتا ہے کہ کچھ تو بندہ کا اختیار ہے باقی خدا کا۔ تیسرا گروہ قایل ہے کہ نیکی خدا کی طرف سے ہے۔ اور بدی اپنی طرف سے۔

اگرچہ یہ بات کہی جاتی ہے مگر اصل میں محض جھوٹ ہے جو کچھ ہے اُسی کی طرف سے ہے۔ بھلا شیطان کو کس نے پیدا کیا اور اُسکو تعلیم کس نے کی اور پیغمبر خدا صلعم کو کس نے پیدا کیا اور اُسکو تعلیم کس نے کی اور پیغمبر خدا صلعم کو کس نے پیدا کیا۔ اور کس نے تعلیم کی کسیکو شان مدنی کی تعلیم دی اور کسیکو شان معزی کی تعلیم فرمائی اُستاد دونوں کا ایک ہے۔ مصرعہ

(بحر وحدانی ست جفت وزوج نیست)

ایک روز ارشاد ہوا۔ کہ فقرا کے دو فرقہ ہیں۔

قومے بجد وجہد نہادند وصل دوست	قومے دگر حوالہ بتقدیر مے کنند

لیکن جد وجہد بھی بدون کشش سرکاری نہیں ہوسکتی کیونکہ ہر امر تقدیر الٰہی سے وابستہ ہے لَا تَتَحَرَّكُ ذَرَّةٌ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ اور اگر انسان غور کرے تو سب کچھ اپنے آپ میں موجود ہے۔

پاس کہوں تو پاس ہے اور دور کہوں تو دور	جان اجان جہان میں سب میں ہے بھرپور
خدا بندے میں آکر یوں نہاں ہے	کہ جوں بو گل کی گل کے درمیاں ہے
اس میں مجھ میں ربط ہے ای ذوق مثل بو گل	وہ رہا آغوش میں لیکن گریزاں ہی رہا

بعض توحید وجودی کے قائل ہیں بعض شہودی کے بعض اتحادی ہیں بعض حلولی کوئی عینی ہے کوئی ظلی کوئی اوست کا قایل ہے کوئی از وست کا کوئی ہمہ اوست کا چنانچہ شیخ عطار فرماتے ہیں

او چو خورشید ست ما چوں سایہ ایم	ہیچ نور و سایہ ما ہمایہ ایم

لیکن بہتر یہ ہے کہ جو کچھ عبادت وطاعت زہد وریاضت انسان کرتا ہو اُسی میں لگا رہے اہل شریعت کو ورع وتقوی اور صوم وصلاۃ اور اہل طریقت کو اپنے ذکر وفکر میں مشغول رہنا چاہیے کیونکہ راز بطون نہ کسی پر ختم ہوا اور نہ ہو ؎

حدیث از مطرب و میگوئی و راز دہر کمتر جو		کہ کس نکشود و نکشاید بحکمت ایں معما را
نیست کس را از حقیقت آگہی		جملہ مے میرند با دست تہی

ایکروز ارشاد ہوا۔ کہ اَنظُرُوا اِلَی اللّٰہِ بِعَدَدِ اَنفَاسِ الخَلَائِقِ کے کیا معنی ہیں میں نے عرض کیا کہ حضور ہی بیان فرمائیں فرمایا کہ نہیں تم ہی بیان کرو تاکہ تمہارے ذہن کی رسائی معلوم ہو اُسوقت کمترین نے عرض کیا کہ میرے قیاس میں تو یہہ معنی آتے ہیں کہ ہر ایک کے لئے ایک کام مقرر ہی اور وہی کام اوس کے واسطے طریق موصل الی المطلوب ہے ؎

ہر کسے را بہر کارے ساختند		میل آن اندر دلش انداختند

یعنی جس کام میں مشغول ہی وہی کام کرتے کرتے فنا ہوگیا جہاں سے آیا تھا وہیں جا پہنچا۔

حباب وار از بہر نظارہ آمدیم		کہ سر زنیم و تماشا کنیم و باز رویم

اور اللہ تعالےٰ فرماتا ہے وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ یعنی نہیں پیدا کیا میں نے جن و انسان کو مگر واسطے عبادت کے پس کون ہی جو خلاف مرضی خدا کے کر سکے یعنی خدا نے عبادت کیلئے پیدا کیا اور وہ برخلاف کرے نقش نقاش سے خلاف نہیں کر سکتا اس سے صاف ظاہر ہے کہ جو شخص جس کام میں ہے اُسکی وہی عبادت ہی ؎

از انم کہ بر سر نوشتی ز پیش		نہ کم کردم اے بندہ پرور نہ بیش

رباعی

گر در عملند خلق و گر معزولند		چوں در نگری جملہ بحق مشغولند
در مذہب تست بہ گزینی کردن		اینجا کہ منم جملہ جہاں مقبولند

کما قال اللہ تعالےٰ وَمَا مِنْ دَآبَّۃٍ اِلَّا ھُوَ اٰخِذٌ بِنَاصِیَتِھَا اِنَّ رَبِّیْ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ یعنی کوئی جنبندہ نہیں ہی مگر اوسکی چوٹی خدا کے ہاتھ میں ہی بدرستیکہ میرا پروردگار راہ مستقیم پر ہی، یعنی جس کے ہاتھ میں سبکی چوٹی ہے وہ راہ راست پر ہے تو ظاہر ہے کہ سب راہ راست پر اور اور سب کا منتہی حق ہے وَاَنَّ اِلٰی رَبِّکَ الْمُنْتَھٰی۔

چوں ازو بود ابتدائے ہمہ		ہم بدو باشد انتہائے ہمہ
چوں ہمہ راہ اوست از چپ و راست		تو بہر رہ کہ میروی اوراست
کس کشانت میکشد کانا الیہ راجعون		چوں روی جائے دگر فکر غلط باشد جنوں

آپنے فرمایا کہ تم خوب سمجھے یہی معنی ہیں "

ہر چند اسکی سمت سوا راہ ہی نہیں		تسپر بھی حیف یہاں کوئی آگاہ ہی نہیں
کہتے ہو یوں کہ ہے وہی ہادی وہی مضل		تو راہ پر ہیں سب کوئی گمراہ ہی نہیں

حضرت جنید سے کسی نے پوچھا کہ مَا مُرَادُ الْخَلْقِ بِالْخَلْقِ یعنی اللہ کی مراد خلقت کے پیدا کرنے میں کیا ہے تو حضرت نے فرمایا کہ مَا عَلَیْہِمْ حُجَّت یعنی یہی مراد حق ہے جو خلق پر گذر رہا ہے۔

مومن و ترسا جہود و گبر و مُغ		جملہ را رو سوئے آن سلطان الغ
مومن و ترسا جہود و نیک و بد		جملہ گاں راہست رو سوئے احد
صورت از بیصورتی آمد بروں		باز شد انا الیہ راجعون

ایک روز ارشاد ہوا - کہ طالب خدا تھا جہاں کسی فقیر کو سنتا اسکی خدمت میں حاضر ہوتا اسی دیرہ پر بزرگان دین کی خدمت میں پھرتے پھرتے ایک مدت گذر گئی لیکن حصول مقصود کے آثار کچھ نظر نہ آئے ناچار سب سے امید منقطع کی اور جنگل میں ایک درخت کے تلے اس نیت سے جا بیٹھا کہ اب خدا کو خدا سے طلب کرینگے ؎

سر مدا گر ش وفاست خود مے آید		ور آمدنش رواست خود مے آید
بیہودہ چرا ورپے او مے گردی		بنشیں اگر او خداست خود مے آید
مالا چوں[؎] نہ کر چوں او رلکھ سے کہوں رام		مورا رام موکو جپے تو میں پاؤں بسرام

مراقب ہو کر بیٹھ گیا - وہ زمانہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کا تھا حضرت کے پاس ایک گھوڑی تھی خیال آیا کہ اسکو پانی پلانا چاہیے سوار ہو کر دریائے دجلہ کی طرف چلے لیکن گھوڑی نے جنگل کی راہ لی چند رو کا نہ رکی گمان کیا کہ سر الٰہی ہے - اوسکو مطلق العنان

؎ مالا تسبیح جپوں یا دکروں کر یا تھ یکھ منہ رام خدا بسرام آرام یعنی نا تسبیح پڑھوں ہاتھ پر نہ منہ سے خدا کو کہوں بلکہ میرا خدا

کردیا چلتے چلتے پہر بھر کے بعد اُس درخت کے پاس پہنچے جہاں وہ طالب دل سوختہ بیٹھا تھا اُسوقت حضرت کو دریافت ہوا کہ اسی طالب کی کوشش تھی ایک نگاہ میں مقصد اُسکا پورا کیا

سالہا باید مردان انتظار ٭ تا یکے را بارشد ارصد ہزار

پھر حضرت جنید نے اُس طالب سے ارشاد کیا کہ تم جانتے ہو میں کون ہوں اُس نے جواب دیا آپ میرے پیر و مرشد اور رہنما ہیں حضرت نے فرمایا اگر تمکو اس راہ میں پھر کبھی قبض واقع ہو اور حیرانی پیش آوے تو بغداد میں میرے پاس چلے آنا اُس نے جواب دیا کہ حضرت اب میں آپکے پاس آیا ہوں یا آپ میرے پاس تو ایسے کا دروازہ پکڑکے بیٹھا ہوں کہ اگر اس قسم کا معاملہ پھر پیش آیا تو کسی اور کی گردن پکڑ کے بھیجدیگا مجھکو کسی کی پرواہ نہیں آپنے فرمایا کہ شاباش اس راہ میں طالب کو ایسا ہی چاہئے یک در گیر محکم گیر ؎

ہم مٹ گئے تو صورت ہستی نظر پڑی	ویران جب آپ ہو گئے بستی نظر پڑی
دیکھا تو خاکساری ہی عالی مقام ہے	جوں جوں بلند ہم ہوے ہستی نظر پڑی

حضرت جنید حقیقت میں بڑے فیاض تھے اور آپ سے بہت فیض ہوا ہے چنانچہ نقل ہے کہ ایک روز مسجد میں تھے ایک شخص آیا اور کہا کہ حضرت آپکا وعظ شہر ہی میں کام کرتا ہے یا جنگل میں بھی کچھ تاثیر بخشتا ہے آپنے حال میں پوچھا اُسنے عرض کیا کہ چند اشخاص فلاں مقام پر جنگل کے اندر راگ رنگ میں مصروف اور دو شراب سے سرمست ہیں آپ اُسی وقت تنہا کھڑے ہو گئے اور رُخ لیپٹ کے جنگل کی راہ لی جب قریب پہونچے تو وہ لوگ بھاگنے لگے فرمایا کہ بھاگو مت میں بھی تمہارا ہم مشرب ہوں اور اسی واسطے آیا ہوں وہ لوگ جمع ہو کر بیٹھ گئے آپنے فرمایا کہ یارو ہمارے واسطے بھی لاؤ شہر میں تو پی نہیں سکتے آج تمہارا حال سُنکر پوشیدہ طور پر یہاں آئے ہیں کہ یاران ہم مشرب میں چلکر پئیں گے اُن لوگوں نے کہا کہ حضرت ہمکو یہ معلوم ہوتا تو ہمیشہ آپکو پلایا کرتے افسوس ہے کہ اسوقت شراب باقی نہیں رہی فرمائے تو شہر سے منگائی جائے حضرت نے فرمایا کیا تمکو کوئی ایسی بات نہیں آتی کہ شراب خود بخود آجایا کرے وہ بولے کہ صاحب

یہ کمال تو ہم میں نہیں ہے فرمایا کہ آؤ میں تمکو کوئی ایک ایسی بات سکھادوں کہ شراب خود آجائے پھر شراب کا مزہ دیکھو وہ سب مشتاق ہوئے کہ یہ کمال تو ضرور بتلا دیجئے کہا کہ اچھا اول نہاؤ پھر کپڑے بدل کر میرے پاس آؤ سب نے غسل کیا کپڑے دھوئے اور پاک وصاف ہوکر اموجود ہوئے تب فرمایا کہ سب دو دو رکعت نماز پڑھو جب وہ نماز میں مشغول ہوئے تو آپنے دعا مانگی کہ بار خدایا میرا تو اتنا ہی اختیار تھا کہ آپکے حضور میں انکو کھڑا کر دیا اب آپکو اختیار ہے یُضِلُّ مَنْ یَّشَآءُ وَیَھْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ ہمت مرداں مدد خدا حضرت کی دعا منظور ہوگئی اور وہ سب کامل ہوگئے ؎

فضل ساعت کار صد سالہ کند	نار ابراہیم را لالہ کند
ذرہ سایہ عنایت بہتر است	از ہزاراں کوشش طاعت پرست

کہتے ہیں کہ حضرت جنید کے ۱۹ خلیفہ ہوئے ہیں ہر ایک اُن میں سے بہتر و برتر تھا اور سوائے اُن کے اور بہت لوگوں کو حضرت سے فیض پہنچا ہے۔

ایکروز ارشاد ہوا۔ کہ ایک روز حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ ایکبار معہ اپنے رفقا کے جہاد میں گئے جب جنگ شروع ہوئی تو آپنے دیکھا کہ گیارہ محافے لئے ہوئے فرشتے کھڑے ہیں اور حوریں اُن کے گرد ہیں خیال آیا کہ ہم گیارہ کے گیارہ شہید ہوں گے چنانچہ ایک رفیق شہید ہوا تو ایک محافہ غائب ہوگیا پھر تو یقین ہوا کہ بالضرور ہماری واسطے بھی شہادت ہے غرضکہ اس طرح دس یار تو شہید ہوگئے اب حضرت جنید کی باری آئی ایک یہودی آکر مقابل ہوا اور اُنکو پہچان کر بولا کہ حضرت آپ کہاں طالب خدا کو لڑائی جھگڑے سے کیا سروکار فرمایا کہ میاں تم دیکھتے نہیں کہ ایک محافہ لئے ہوئے فرشتے موجود ہیں دس محافے تو میرے رفیقوں کو لیکر غائب ہوگئے یہ ایک میرے واسطے باقی ہے اوسنے کہا کہ اگر یہہ بات ہے تو مجھے بھی ایمان تلقین کریں وہ مسلمان ہوکر اسیدم کفار سے جا لڑا اور شہید ہوکر اس بقیہ محافہ میں روانہ بہشت ہوا حضرت کو الہام ہوا کہ جاؤ تم وہی کھڑیا جالی سنبھالو ناچار واپس تشریف لائے اور اپنی تسبیح پھرانے لگے۔

ایکروز ارشاد ہوا۔ کہ حضرت سلطان بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ پہلے تو حضرت امام جعفر

صادق علیہ السّلام سے بیعت ہوئے دو جگہ اُنکی بیعت اور ثابت ہی اور تین سو ساٹھ بزرگوں سے ملے ہیں لیکن باوجود جد و جہد کوشش اور ملاقات کاملین کے مقصود دلی کو نہ پہونچے جب پھرتے پھرتے تنا چار ہوئے اور اُس بے نشان کا کہیں پتہ نہ ملا تو یہ خیال آیا کہ خیر خدا نہ ملا تو چلو خانۂ خدا کی ہی زیارت کریں چنانچہ مولا روم علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں ؎

سوئے مکہ شیخ اُمت بایزید — از برائے حج و عمرہ مے دوید
او بہر شہرے کہ رفتے از نخست — مر عزیزاں را بکردی باز جُست
گرد میگشتے کہ اندر شہر کیست — کو برار کاں بصیرت تنگ ست
گفت حق اندر سفر ہر جا روی — باید اوّل طالبِ مرد سے شوی
قصد گنجے کن کہ ایں سود و زیاں — ور تبع آید تو آں را فرع داں
بایزید اندر سفر جُستے بسے — تا بیاید خضر وقتِ خود کسے
دید پیرے با قدے ہمچوں ہلال — بود در روئے فرد گفتار رجال
دید نابینا و دل چوں آفتاب — ہم چو پیلے دیدہ ہندوستان بخواب
چشم بستہ خفتہ بیند صد طرب — چوں کشاید آں نہ بیند ایں عجب
پس عجب در خواب روشن میشود — دل دروں خواب روزن میشود
ہر کہ بیدار ست و بیند خواب خوش — عارفست و خاک او در دیدہ کش
بایزید او را چو از اقطاب یافت — مسکنت بنمود و در خدمت شتافت
پیش او بنشست مے پرسید حال — یافتش درویش و ہم صاحب عیال
گفت عزم تو کجا اے بایزید — رخت غربت را کجا خواہی کشید
گفت قصد کعبہ دارم از نگاہ — گفت ہیں با خود چہ داری زاد راہ
گفت دارم از درم نقد دلیست — نک بہ بستہ سخت بر گوشہ ردیست
گفت طوفے کن بگردم ہفت بار — دیں نکو تر از طواف حج شمار

وآں درم ہا پیش من نہ اے جواد	وانکہ حج کردی و حاصل شد مراد
عمرہ کردے عمر باقی یافتی	صاف گشتے بر صفا بشتافتی
حق آں حقے کہ جانب دیدہ است	کہ مرا بر بیت خود بگزیدہ است
کعبہ ہر چندے کہ خانہ ہر اوست	خلقتِ من نیز خانہ سر اوست
تا نگردد آں خانہ را در روے زفت	واندریں خانہ بجز آں حی نرفت
چوں مراد بدی خدا را دیدۂ	گرد کعبہ صدق بر گرد یدۂ
خدمت من طاعت و حمد خداست	تا نہ پنداری کہ حق از من جداست
چشم نیکو باز کن در من نگر	تا بہ بینی نور حق اندر بشر
کعبہ را یک بار بیتے گفت یار	گفت یا عبدی مرا ہفتاد بار
بایزیدا کعبہ را در یافتی	صد بہا و عز و صد فر یافتی
بایزید آں نکتہ ہا را ہوش داشت	ہیچ زیں حلقہ اش در گوش داشت
آمد از وے بایزید اندر مزید	منتہی در منتہی آخر رسید

غرض یہ ہے کہ حضرت بایزید سالہا سال جدوجہد میں رہے اور طلب و تلاش میں عمر گذر گئی اور کچھ حاصل نہ ہوا لیکن قسمت میں تو یوں تھا کہ ایک مرد خدا آنکھوں کے اندھے گانٹھ کے پورے ملیں گے اور دم زدن میں انکو کامل بنا دیں گے ؎

علم انوار ست در جان رجال	نے ز راہِ دفتر و نے قیل و قال

ایک روز ارشاد ہوا - کہ حضرت **عبد القدوس** گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کبھی کبھی تھانیسر تشریف لے جایا کرتے تھے اُس زمانہ میں شیخ **جلال الدین** تھانیسری بڑے متبحر عالم تھے اکثر آپکے مریدوں سے بایں کلام خطاب کرتے کہ تمہارا پیر نچنیا آیا ہے ایکبار مریدوں نے حضرت کے روبرو یہ شکایت پیش کی تو آپنے فرمایا کہ مولوی صاحب پھر یہ بات فرمائیں تو یوں کہنا کہ ہمارے پیر ناچتے بھی ہیں اور نچا بھی دیتے ہیں اتفاقاً اُس محفل میں سے ایک شخص باہر نکلا اور مولانا جلال الدین سے

ملاقی ہوا تو اُنھوں نے حسب عادت یہی سوال کیا کہ کیوں میاں تمھارے پُرکھے آگئے اوسنے جواب دیا کہ ہاں صاحب ہمارے پیر ناچتے بھی ہیں اور پنجا بھی دیتے ہیں اتنا کلام سُنتے ہی مولوی صاحب نے کپڑے پھاڑ جنگل کی راہ لی کئی دن کے بعد ہوش آیا تو یہ شعر لکھکر حضرت کی خدمت مین بھیجا ؎

کر کانپنے لیکھن ڈگے اور روم روم تھرائے	سُدھ آوت چھاتی پھٹے جو پاتی لکھی نہ جائے

حضرت نے اس کے جواب میں لکھا ؎

پیتم پتیاں جب لکھوں کہ جو تم ہو بدیس	تن مورں من مورں نین ہوں تن کو کیا سندیس

اُسیوقت جلال الدین صاحب حاضر ہوکر مرید ہوگئے اور خلافت حاصل کرکے گوشہ صحرا میں جا بیٹھے

ایک روز ارشاد ہوا۔ کہ حضرت **عبد القدوس** گنگوہی کا ایک مرید دہلی کو جانے لگا بوقت روانگی عرض کیا کہ حضرت دہلی کے شاہ ولایت کا پتا دیجئے تاکہ اُن سے ملوں۔ آپنے فرمایا کہ عصر کیوقت فلاں بازار میں لکڑیوں کا گٹھا لیکر آئیگا اور یہ شکل وشباہت ہے۔ جب یہ شخص دہلی پہونچا بموجب نشان کے پایا اور دور سے کھڑا ہوا دیکھتا رہا اتنے میں ایک سپاہی نے گٹھے کی قیمت پوچھی یہ بولے چار ٹکے اور چار کوڑی وہ بُلا کر لیگیا لکڑیاں ڈلوالیں اور چار ٹکے حوالہ کئے چار کوڑی پر تکرار ہوئی سپاہی نے پکڑ لے نارپیٹ کے نکال دیا ناچار گھر پہونچے اور چار ٹکے بیوی کو دئے وہ جھلائی اور اُنکی خوب درستی کی تھوڑی دیر کے بعد سر سہلاتے باہر نکلے تو اُس مرید گنگوہی نے جو اس تمام معاملات کو تعجب سے دیکھ رہا تھا پوچھا حضرت آپ کا ایسا تو عالی مرتبہ اور یہ کیفیت اوقات۔ کیا بھید ہے؟ جواب دیا کہ میاں یہ رتبہ ہمکو اسی نیکبخت تندمزاج بیوی کے طفیل سے نصیب ہوا ہے کیونکہ ہمیشہ ہم اس کے ظلم سہتے اور صبر کرتے ہیں۔ ہمارا یہ دستور ہے کہ جب لکڑیاں لاتے ہیں تو اس سے دریافت کرلیتے ہیں

۱؎ کر ہاتھ لیکھن قلم ڈگے گرے روم بال تھرائے کانپنے سدھ ہوش آوت آوے چھاتی سینہ یعنے ہاتھ اور تمام بدن لرزے میں ہے قلم ہاتھ سے گرا جاتا ہے خط لکھوں تو کسطرح لکھوں اور جب ہوش آتا ہے تو فراق سینہ شق ہوتا ہے

۲؎ پیتم دوست پتیاں خط بدیس دور یعنی اے دوست خط اُسکو لکھا کرتے ہیں جو دور ہو اور جو تن میں اور آنکھوں میں ہو اُسکو کیا پیغام دیا جاوے پہلے مصرعہ میں حرف ندا محذوف ہے ۱۲ منہ

کہ آج کتنے کو بیچیں جو کچھ وہ کہتی ہے ہم تعمیل کرتے ہیں اگر اس میں فرق پڑا تو ہمارا یہ حال ہوتا ہے جو تم نے دیکھا آج چار ٹکے اور چار کوڑی کی فرمایش ہوئی تھی جسکے لئے دو جگہ کی مار بھگتنی پڑی ؎

راجہ دُکھیا پرجا دُکھیا جوگی کو دُکھ دو ناری	کہے کبیر سُنو بھائی سادھو کوئی مندر نہیں سونا ری

ایک روز فرمایا کہ جب شیخ جلال تھانیسری رحمۃ اللہ علیہ بعد حج مدینہ منورہ میں پہونچے اور بوقت معاودت حصول رخصت کیواسطے روضۂ رسول صلعم پر حاضر ہوے تو آواز آئی کہ اپنے پیر بدھی کو ہمارا سلام کہدینا۔ وہاں سے چلکر اپنے پیر و مرشد کی خدمت میں پہونچے تو عرض کی کہ بوقت رخصت روضۂ رسول مقبول سے آواز آئی تھی کہ اپنے پیر سے ہمارا سلام کہدینا۔ یہ سُنکر حضرت عبد القدوس کہ نہیں جسطرح ارشاد ہوا ہے وہی الفاظ کہو آپنے بحکم الامر فوق الادب اُسیطرح بیان کیا۔ یہ سُنتے ہی حضرت کو ایک حالت وجد پیدا ہوئی اور بار بار حافظ کے اس شعر کو پڑہتے رہے تین روز یہی حال رہا ؎

بدم گفتی و خرسندم عفاک اللہ نیکو گفتی	جواب تلخ میزیبد لب لعل شکر خارا

ایک روز ارشاد ہوا ۔ کہ جب مولانا رکن الدین خلف حضرت عبد القدوس گنگوہیؒ نے علوم ظاہری کی تحصیل سے فراغت پائی اور دستار فضیلت بندھی تو ایک شخص نے حضرت عبد القدوس کو مبارکباد دی فرمایا کہ تم اسبات کی مبارکباد دیتے ہو کہ رکن الدین کسی عاشق دیوانہ پر عاشق ہوگیا ہے اور اُنکی نسبت نہایت ناراضی اور غصہ کے الفاظ فرمائے شیخ جلال الدین نے نہایت ادب سے عرض کیا کہ حضرت صاحبزادہ کے حال پر بجائے خفگی کے ایسی عنایت ہی کیوں نہیں ہوتی کہ پاک و صاف ہوجائیں غرض صاحبزادہ بُلائے گئے حکم ہوا کہ ہمارے پاؤں دباؤ وہ پاؤں دبانے بیٹھے تو حضرت نے اپنے کف پا کو اُن کے سینہ پر ملنا شروع کیا۔ وہ بولے حضرت حدیث میں آیا ہے کہ حافظ قرآن اور عالم کے سینہ پر مہر نبوت ہوتی ہے فرمایا کہ ہاں میں اُسی کو مٹاتا ہوں پھر اپنی نقاب اُٹھا کر ایک نظر اُن پر ڈالی تو لوٹ پوٹ ہوگئے اور بیساختہ یہہ رباعی زبان پر جاری ہوئی۔ **رباعی**

عاشق و عشق و بت و بتگر و عیار یکے است	کعبہ و دیر و مساجد ہمہ جا یار یکے است

گر در آئی بچمن وحدت و یک رنگی ہیں	کہ دراں عاشق و معشوق و گل و خار یکے است

جب یہ حال دیکھا تو حضرت عبد القدوس نے شیخ جلال کو جو کہ آپکے خلیفہ تھے ارشاد کیا کہ رکن الدین کو ہر روز گوشت مرغ کھلاتے رہو تاکہ حالت فرو ہو جائے۔"

یک زمانہ صحبتے با اولیا	بہتر از صد سال طاعت بے ریا
گر تو سنگ خارہ و مرمر بوی	چوں بصاحب دل رسی گوہر شوی
ناسکھے[1] بے گھوڑے پالکی ناچتر کی چھاہنہ	یاسکھ ہر کی بہگت میں یاسکھ سنتوں وہتہ
سرگر[2] پرپر ناگ پرتھیوں پروں سکھ ناہنہ	یاسکھ ہر کی بہگت میں یاسکھ سنتوں ماہتہ

ایک روز ارشاد ہوا - کہ ایک طالب علم عبد القادر نام کسی رسالہ میں ملازم تھے اُنہوں نے اپنے مرشد سے دریافت کیا کہ مجھکو کچھ فیض ہوگا یا نہیں - مرشد نے ایک آیت استخارہ کی بتائی تو اُنکو معلوم ہوا کہ ایک شیر نے میرا پیٹ چاک کیا اور تمام آنتیں وغیرہ کھا گیا صبح کو پیر کے سامنے حال بیان کیا اُنہوں نے کہا کہ تمکو کسی مجذوب سے فیض ہوگا اتفاقاً کچھ مدت بعد اُنکا رسالہ پانی پت میں آیا بعد عشا خیال ہوا کہ چلو قلندر صاحب کی زیارت کرلیں ایسا نہو کہ کل کو رسالہ کا کوچ ہو جائے کوئی آدھی رات کے قریب آئے اُسوقت مزار کا دروازہ مقفل تھا باہر کھڑے ہو کر فاتحہ پڑھنے لگے آواز آئی کہ عبد القادر اندر چلے آؤ عرض کی کہ حضرت دروازہ مقفل ہے پھر آواز آئی کہ تمہارے واسطے نہیں ہے آجاؤ ہاتھ لگایا تو قفل کھل گیا اندر جاکر کیا دیکھتے ہیں کہ قلندر صاحب قبر پر سوار ہیں اور ایک پیالہ دودھ سے بھرا ہوا رکھا ہے اوّل اُس میں سے قلندر صاحب نے خود پیا پھر اُنکی طرف اشارہ کیا کہ لو عبد القادر پیو یہ پی گئے قریب صبح باہر نکلے تو ایک جاروب کش نے جو بارہ برس سے مزار فیض آثار کی جاروب کشی میں مصروف تھا چشم بصیرت سے اُنکی حالت کو دیکھا اور بولا کہ دہائی ہے خدا کی کہ بارہ برس والے کا تو خیال نہوا اور ایک رات والا دولت قلندری لوٹ لیچلا عبد القادر کی زبان

---

[1] سکھ ارام جہاں نہ سایہ - ہر خدا بہگت یا دست فقیر یعنی آرام نہ گھوڑے پر نہ پالکی میں نہ چھتر میں اگر آرام ہو تو خدا کی بندگی میں ہے یا بھگت فقرا میں ۱۲ منہ

[2] سر پر جلم پاتال زیر عالم ملک یعنی زمین ناگ پرتھ الٹری یعنی عالم بالا اور زمین اور تحت الثری ان تینوں جگہ میں آرام نہیں اگر ہے تو خدا کی یاد میں یا صحبت فقرا میں ۱۲ منہ

سے نکلا کہ دا تا دے اور بھنڈاری کا پیٹ پھٹے یہ کہنا تھا کہ جاروب کش کا پیٹ پھٹا اور وہ مر گیا۔
قلندر صاحب نے اونکو پھر بلایا اور فرمایا کہ کیوں صاحب پہلے ہمارے ہی آدمی پر وار کیا اب تمہاری زبان پہلی سی نہیں رہی ذرا سوچ سمجھکر بات کیا کرو عرض کیا کہ حضور سے تلوار عنایت ہو تو اُسکی آزمایش بھی ضرور تھی پھر عبد القادر قلندر ایک گوشۂ صحرا میں جا بیٹھے اور وہ جاروب کش دفن کیا گیا چنانچہ اُسکی قبر قلندر صاحب کے والدین کے مقبرہ میں شکم چاک موجود ہے بند کرنے سے بند نہیں ہوتی "

ایک روز کسی شخص نے عدم حصول کی شکایت پیش کی تو حضرت قبلہ نے فرمایا کہ ہمکو ایک نقل یاد آئی کہ حضرت عبد الحق رحمۃ اللہ علیہ تشنگی طلب میں جا بجا پھرتے رہے مخدوم جلال الدین کبیر الاولیا کا نام سنکر پانی پت آئے اوسوقت مخدوم صاحب قوالی سن رہے تھے چونکہ عبد الحق عالم با عمل اور متبع شریعت غرا تھے یہ بدعت دیکھکر واپس چلدئے دن بھر قطع مسافت کی شام کو پہنچے تو وہی پانی پت ہے تین روز یہی کیفیت رہی چوتھے روز چلے تو جنگل میں ایک آدمی نظر آیا اُس سے پوچھا میاں ہم راہ بھول گئے ہیں ہمکو راہ بتا دو وہ بولا کہ صاحب جو راہ تم ڈھونڈتے ہو وہ مخدوم جلال الدین کے دروازے پر ہے آخر واپس ہوئے اور مخدوم صاحب کی خدمت میں آکر بیعت کی مخدوم صاحب نے اُسی دم خرقۂ خلافت عطا فرمایا اور رخصت کیا۔ شاہ عبد الحق صاحب نے عرض کی کہ حضرت مجھکو تو کچھ بھی علم و انکشاف نہوا فرمایا کہ صاحب جو حکم تھا ہم اُسکی تعمیل کر چکے آگے کھلنا نہ کھلنا خدا کے اختیار ہے ہمارے بس کی بات نہیں ؎

	اوست مر ہر بادشہ را بادشاہ		حکم اور افعل اللہ ما یشاء

اِس کے بعد شاہ عبد الحق صاحب چالیس برس تک فقیروں کے پاس پھرتے رہے لیکن کچھ حصول نہوا ناچار مرا اختیار کیا اور ایک قبر کھود کر اُسکے اندر بیٹھ گئے صرف ایک سوراخ ہوا کے لئے رکھا باقی تمام منفذ بند کر کے چلہ کیا بفضل خدا کشایش مقصود ہو گئی۔
ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَاءُ شعر

	آب کم جو تشنگی آور بدست	×	تا کہ جوشد آبت از بالا و پست

پس اسی پر قیاس کرلو ہمکو جو بتانا تھا بتا چکے - اگر تمکو کچھ فائدہ حاصل نہیں ہوا تو چھوڑ دو -
نقل ہے - کہ حضرت ذوالنون مصری کے ایک مرید نے بیحاصلی کا گلہ کیا آپنے فرمایا سیاں جو کچھ پڑھتے ہو سب چھوڑ دو ؎

ما بے سر و پائیم تو ہم بے سر و پا باش	بگذار نمد تکیہ و بے تکیہ گدا باش

اُس نے سب ورد و وظائف ترک کئے لیکن عشاء کی نماز کے صرف چار فرض پڑھکر سو رہا خواب میں رسول مقبول صلعم کی زیارت ہوئی فرمایا کہ بہتر ہے صبر کرنا - وقت پر سب کچھ ہو جائیگا گھبراؤ مت اور اپنے پیر قطاع الطریق سے کہدو کہ تم لوگوں کو گمراہ کرتے ہو یا ہدایت صبحدم کیفیت معاملہ حضرت ذوالنون سے گذارش کی بولے کہ شاید تم نے فرض پڑھے تھے ارے کمبخت اگر فرض بھی نہ پڑھتا تو خود سرکار تشریف لاتے خیر اب ہم کچھ نہیں کہہ سکتے زبردست کا واسطہ درمیان ہے تم جانو اور وہ جانیں -

ایک روز ارشاد ہوا - کہ جہانگیر بادشاہ کو شاہ حسین ڈھڈا کی زیارت کا اشتیاق پیدا ہوا وہ لکڑی کا گھوڑا بنائے اُسپر سوار پھرا کرتے تھے وزرا نے کہا حضور وہ تو لڑکوں میں کھیلتا رہتا ہے اُسکے پاس جانا مناسب نہیں اتفاقاً کیوقت وہ فقیر محل شاہی کے چھجے کے تلے آنکلا کسی نے بادشاہ کو خبر کردی اُسنے جھٹ پٹ کمند لٹکا دی اور شاہ صاحب کو اوپر کھینچ لیا بادشاہ نے پوچھا کہ بھلا خدا آپکو کیسے ملا کہا جیسے تو نہ بادشاہ بولا میں کیسے ملا - کہا کہ جیسے خدا تب بادشاہ نے کہا کہ صاحب اس معمہ کا مطلب سمجھائے فرمایا کہ سنو اگر میں تم سے ملاقات کرنی چاہتا تو پہلے دربانوں سے ملتا پھر اہلکاروں کی التجا کرتا پھر امیروں کی اور وزیروں کی خوشامد کرتا نہا دھو کے معقول لباس پہن کے حاضر ہوتا پھر بھی خدا جانے تمہارا جی ملنے کو چاہتا یا نہ چاہتا لیکن جب خود تم نے بلانا چاہا تو بے راہ گھسیٹ لیا کسیکو خبر بھی نہ ہوئی ؎

کیسی گلی رقیب کی کیا طعن اقربا	تیرا ہی جی نہ چاہے تو باتیں ہزار ہیں

اس حکایت کے بعد جناب وقبلہ نے فرمایا کہ اسی طرح فقرا کی دو قسمیں ہیں ایک اکتسابی جو درجہ

بدرجہ۔ لوگ طے کرتے ہیں اور ایک وہبی کہ جذبہ عینی انکو ایک آن میں ادھر سے اُدھر کھینچ لیتا ہے۔

جب لاگیں برسن کے جاؤ	بچھوا دیکھیں نہ پروا باؤ

ایک روز ارشاد ہوا کہ میاں **کلن شاہ** حضرت مرزا **جان جاناں** رحمۃ اللہ علیہ کے مرید بلکہ خلیفہ تھے جب حج کو چلے تو راہ میں خیال آیا کہ کسی مرد خدا کو تلاش کرنا چاہیئے ؎

گفت حق اندر سفر ہر جا روی	باید اول طالب مردے شوی
گر سفر داری بدیں نیت برو	در حضر باشد ازیں غافل مشو
فاختہ ساں روز و شب گو کو کو	گنج پنہانی ز درد ریشے بجو
در بدر میگردد مے رو کو بکو	جستجو کن جستجو کن جستجو
رو بجنب اندر پناہِ مقبلے	بو کہ از ادت کند صاحبدلے
تا توانی زاولیا رو بر متاب	جہد کن واللہ اعلم بالصواب

غرض جہاں جاتے یہی تلاش رہتی جب مکہ مدینہ کی زیارت سے واپس ہو کر سورت میں پہونچے تو جنگل میں ایک بزرگ سے ملے جو خضر وقت تھے ؎

ہمچو اسرافیل کاو ارشش بفن	مردگاں را جان در آرد در بدن
اولیا را در دروں ہم نغمہ ہاست	طالباں را زاں حیات بیبہاست
ہیں کہ اسرافیل وقت اند اولیا	مردہ را زیشاں حیات ست و نما
جانہائے مردہ اندر گور تن	بر جہد ز آواز شاں اندر کفن
یک زمانے صحبتے با اولیا	بہتر از صد سالہ طاعت بیریا
گر تو سنگ خارہ و مرمر بوی	چوں بصاحبدل رسی گوہر شوی
مہر پاکاں در میاں جاں نشاں	تن مدہ الا بمہرِ دل خوشاں
دل ترا در سوئے اہل دل کشد	تن ترا در حبس آب و گل کشد

؎ یعنی جب عشق کی برسات ہونے لگتی ہے تو پروا پچھوا کی ہوا سے نہیں رکتی فضل اللہ یوتیہ من یشاء ۱۲

ہیں غذائے دل بدہ از ہمدلی	رو بجو اقبال راز مقبلے
دست زن در ذیل صاحبدولتے	تازہ فضائل بیابی صولتے
صحبت صالح ترا صالح کند	صحبت طالح ترا طالح کند

کئی مہینے تک اُن کے پاس رہے ایک دن اُن بزرگ نے فرمایا کہ آج تمہارے پیر کو ایک شخص نے قرامین سے شہید کیا ہے جنازہ کی تیاری ہو اگر نماز پڑھنی چاہو تو ہم پہنچا دیں۔ میاں کلن شاہ نے عرض کیا بہت اچھا اُنہوں نے سر پر ہاتھ رکھا تو شاہ صاحب دلی جا داخل ہوئے یار دوستوں سے ملے جنازہ کی نماز پڑھی جب فارغ ہو چکے تو بزرگ نے ان کے سر پر سے ہاتھ اُٹھا لیا پھر وہیں موجود تھے چند روز کے بعد عرض کیا کہ حضرت میرا ارادہ وطن کا ہے فرمایا کہ اچھا رخصت تین باتوں میں سے ایک بات اختیار کرو اگر اپنے پیر جیسا بننا چاہتے ہو تو دلی تک پہنچتے پہنچتے ہو جاؤ گے اور جو مجذوب ہونا چاہتے ہو تو ابھی لو اور اگر ہم جیسا ہونا چاہتے ہو تو ایک سال ہمارے پاس رہو۔ اب تم سمجھلو یہ تیر لگا ہوا پھر کسی سے نکلنے کا نہیں۔ میاں کلن شاہ نے جواب دیا کہ حضرت جو ہونا ہے اسیوقت عنایت ہو جائے کہا بہت اچھا لو۔ دفعۃً جو القا کیا تو ہوش و حواس جاتے رہے ؎

ست گر ایسا چاہئے جو صقلی گر سا ہو	جنم جنم کے موچے پل میں دیوے کھو
نین چھپائے ناچھپیں پٹ گھونگٹ کی اوٹ	چتار اور سورماں کریں لاکھ میں چوٹ
ست گر میرا سورما کرے شبد کی چوٹ	مارے گولا پریم کا ڈہیے بھرم کا کوٹ
سات پانچ گر کیجے لوئی	بھرم ٹٹاوے ست گر سوئی
چشم تو افتادہ وجودم ہمہ حک شد	ہر چیز کہ در کان رفت نمک شد
پریم گلی میں گھل کیو جیسے نیر میں لون	لوں گلا پانی بھیا پنتھ بتاوی کون
چلے پوتلی لون کی تہاہ سندہ کا لین	آپ نا تھہ آپو ملے پھر کو کہے جو بین
ایں چنیں جویائے درگاہ خدا	چوں خدا آید شود جوینده لا

سالکاں دانند در میداں ورد	تا فنائے عشق با مرداں چہ کرد
سالہا بردند مرداں انتظار	تا یکے را بارشد از صد ہزار
چوں پس از عمرے بمقصود ے رسید	غرق حیرت گشت و مقصود ے ندید

میاں کلن شاہ کے ساتھی انکو لیکر دلّی چلے آئے حکماء سے علاج کرایا کچھ نہ ہوا - مرزا صاحب کے خلفا جمع ہوئے تاکہ نسبت کو صلب کرلیں ؎

اندنوں جوش جنوں ہے تیرے دیوانے کو	لوگ ہر سو سے چلے آتے ہیں سمجھانے کو

ہر چند کوشش کی مگر کیا ہوتا تھا بلکہ اولٹا اثر پڑنے لگا میاں کلن شاہ کی نسبت اُن پر اُن پر غالب آنے لگی پھر تو سب ڈرے کہ ایسا نہو کہیں ہمارا بھی یہی حال ہو جائے نار چار انکو خانقاہ سے بایں حیلہ نکال دیا کہ یہ پابند شرع نہیں رہا ایک شخص انکو کوٹ پوتلی میں لے آیا اور وہیں آپکا انتقال ہوا - فقط

ایک روز ارشاد ہوا - کہ شاہ جہانپور میں ایک بزرگ بالاخانہ پر رہا کرتے تھے تعویذ گنڈے پر گذر اوقات تھی - اکثر عورتیں بچے ان کے پاس آتے ایک سپاہی بھی ہمسایہ میں رہتا تھا وہ ہمیشہ انکو بُرا کہتا اور گالیاں دیتا کہ یہ فقیر بڑا ٹھگ مکار فریبی بدمعاش ہے کچھ عرصہ کے بعد فقیر صاحب کو عارضۂ اسہال لاحق ہوا سپاہی نے بیماری کا حال سُنا دل میں سوچا کہ میں اس فقیر کو ہمیشہ گالیاں دیتا رہا لیکن اس نے مجھکو اپنی زبان سے کبھی کچھ نہ کہا، چلیں اسکی خدمت گذاری کریں اور اپنا قصور معاف کرالیں خیر گالیاں ہم نے دیں تو خدمت بھی ہمکو کرنی چاہیئے - اوّل تو عذر تقصیر کیا پھر خدمت شروع کی اور جیسا کہ چاہیئے حق خدمت ادا کیا یہاں تک کہ فقیر کا دم آخیر آپہنچا تو سپاہی سے فرمایا کہ ہمارا صندوق کھولو - اُسنے کھولا - ایک صدری ایک تہمد ایک ٹوپی نکال سپاہی کو حوالہ کی اور کہا یہی تین چیزیں مرشد نے ہمکو دی تھیں سو ہم تمکو دیتے ہیں اتنا کہکر جان بحق ہوئے کفن دفن کرکے فارغ ہوا تو سپاہی کو نہایت رنج ہوا بروز سوم بہت آدمی جمع ہوئے بعد فاتحہ لوگوں نے کہا کہ میاں صاحب نے جو چیز تمکو دی ہے اسکو ایک دفعہ پہن لو پھر اُتار کر رکھدینا

ہی طریقہ بزرگوں سے چلا آتا ہے، سپاہی نے غسل کیا اور وہ خلعت پہنا تو کچھ اور ہی رنگ نظر آیا آنکھوں میں سرسوں پھول گئی،،

نکل گئی پربت کو رائی سرسوں پھولی آنکھوں میں واہ گرو جی خوب پلائی سرسوں چھوں اکھوں میں

اپنا گھر بار چھوڑ کر اُسی بالا خانہ پر جا بیٹھے اور وہ کام جو اُسکے پیر کرتے تھے میاں سپاہی کرنے لگے ؎

تن بسم[1] لگائی جٹا بڑھائی دودھاوھاری نگن کھری	پس کسٹی کایا کھوج پنایا جنم جنم کے بار مری
بھوتیرتھ سیوی گنگ پھوئی بن نگر پھل کاج سری	گر کے بلہاری نوں ہماری جن بہو ساگر پار کرے

ایک روز ارشاد ہوا۔ کہ شہر دہلی میں ایک کسبی نہایت حسینہ وجمیلہ کسی امیر کی ملازم تھی ایکبار گرمی کے موسم میں آدھی رات کے بعد اُسکے مکان کے نیچے کوئی شخص پکارا۔ ہے کوئی ایسا خدا کا بندہ جو ہمکو سرد پانی پلاوے، اس آواز سے کسبی بیدار ہوئی اور ایک صراحی برف آب کی اور مصفا گلاس ہاتھ میں لئے نیچے اُتری پیاسے فقیر کو پانی پلایا جب وہ سیراب ہوا تو جُرعہ باقی ماندہ اُسکو دیا کہ تو پی لے اوسنے پیا اور پیتے ہی حالت دگرگوں ہوگئی وہ فقیر تو پیالہ پلا کچلدے کسبی اُسی جگہ بیٹھ گئی امیر کی جو آنکھ کھلی تو آرام دل کو پہلو میں نہ پایا ؎ دائیں دیکھا نظر نہ آئی ؛ بائیں دیکھا کہیں نہ پائی ؛ بیقرار ہو کر ہر جانب تلاش کرنے لگا، دیکھتا کیا ہے کہ وہ دُرِ یتیم خاک پر غلطاں ہے اُٹھا کر لایا اور سمجھایا تو وہ بولی کہ اب ہم سے تم سے کچھ رشتہ نہیں نہ میں تمہارے کام کی نہ تم میرے مطلب کے ؎

عقل گوید دنیا وعقبیٰ بجو ؛ عشق میگوید بجز مولےٰ مجو ؛ عقل میگوید کہ خود را پیش کن ؛ عشق میگوید کہ ترک خویش کن ؛ اتنی مہربانی کرو کہ مجھکو ایک الگ مکان دیدو نہ میں کسی کے پاس جاؤں نہ کوئی میرے پاس آوے چنانچہ سب سے الگ بیرون شہر ایک مقبرہ پر رہنا اختیار کیا ایک طالب خدا کسی درویش

[1] بسم۔ راکھ۔ جٹا بال۔ دودھ۔ دھاری۔ ایک قسم کے فقرا ہندو میں۔ پن کسٹی ثواب کرنیوالا۔ کایا جسم اکھوج، پتا، بہو بہت تیرتھ زیارت گاہ سیوی پوجا کرنی، کاج کام، سری نکلی، گرو مرشد، بلہاری قربان، نموں، سلام، بہو بہت، ساگر دریا یعنی اگر کوئی شخص راکھ لگادے اور بال بڑھا دے اور دودھ دھاری بنجاوے، اور ہم سے ثواب کرے ہر قسم کی پوجا کرے زیارت گاہوں میں مثل دریا گنگ وغیرہ تالاب ہوتی کے اور ہزاروں فتح مر کے زندہ ہو گئے مرشد کامل کے کام نہیں نکلتا قربان جاؤں پیر کے اور سلام کرتا ہوں میں اُنکو کہ بہت دریاؤں سے پار کر دیا۔ ۱۲ منہ

پاس گئے انہوں نے بتادیا کہ فلاں مقام پر ایک عورت رہتی ہے تم اُس کے پاس جاؤ وہ طالب وہیں پہنچا اور اپنا مطلب بیان کیا۔ بولی میں تو کسبی ہوں اگر کچھ تمہارے پاس ہو تو لاؤ اسکے سوا میں کچھ نہیں جانتی، اُس نے کہا آپ کچھ ہی فرمائیں میں تو ایک بھیدی کا بھیجا ہوا ہوں ٹالے سے ٹلتا نہیں۔ تب کہا خیر تم اس قابل تو نہیں ہو کہ دفعۃً تمکو تعلیم کردی جائے البتہ روزمرہ صبح و شام میرے پاس آنکر بیٹھا کرو لیکن کوئی پوچھے تو کہدینا ہم سے اس سے آشنائی ہے۔ ہمیشہ اسی طرح آتے جاتے رہے چھ مہینے میں تعلیم کر کے رخصت کیا ؎

دوار کا مکہ عبادت گاہ ہیں ٭ آپکے ملنے کی لاکھوں راہ ہیں ٭ اسکے بعد جناب قبلہ نے فرمایا کہ کہ جس زمانہ میں ہم۔ مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب سے پڑھتے تھے، تو ہم بھی چند بار اُس عورت کے پاس گئے تھے۔"

ایک روز ارشاد ہوا۔ کہ ایک شخص کسی بزرگ کی خدمت میں طلب کیمیا کے لئے جایا کرتا تھا ایک دن وہ بزرگ بولے کہ ہم تجھکو کچھ دیں گے چونکہ وہ دنیا دار تھا سمجھا کہ شاید کیمیا بناویں گے فقیر صاحب اسکو غسل کرا کپڑے پہنا جنگل میں لے گئے اور ایک جگہ بٹھا کر کہا کہ تو بیٹھا رہ ہم آتے ہیں یہ کہکر چلدیئے اور ایک مہینہ تک نہ آئے وہ اُنکو صادق الوعد سمجھکر وہیں بیٹھا رہا بعد مہینہ بھر کے آئے اور کہا اب تو ذرا ٹھہرا رہ ہم اکسیر دیں گے سات روز تک اسی مقام مقام پر ٹھہرا رہا پھر آئے اور کہا کہ اچھا بیٹھ جا اُس سے بمشکل بیٹھا گیا اسکے بعد تعلیم و تلقین فرمائی وہ شخص نہایت صاحب کمال ہوگیا ع طلب کس چیز کی تھی اور ملا کیا ؎

خود بخود آں بت عیار ببر مے آید ٭ نہ بزور و نہ بزاری نہ بزر مے آید

ایک روز ارشاد ہوا۔ ایک طفل ماہی گیر شکار کو گیا شام تک کوئی مچھلی ہاتھ نہ آئی مایوس بیٹھا تھا کہ سلطان محمود گھوڑے پر سوار اُسکے پاس آپہنچا لڑکے غمگین کیوں ہے بولا حضور ہم چار یتیم لڑکے اور ایک ہماری اپاہج ماں ہے اگر کوئی مچھلی ملجاتی ہے تو ہم پانچوں غریب پیٹ بھر لیتے ہیں، سلطان نے فرمایا اے لڑکے مجھے اپنا ساجھی کرلے وہ راضی ہوگیا [illegible]

خود شست پھینکی اُسکے نصیب سے سو مچھلیاں شکار ہوئیں لڑکا خوشی کے مارے پھولا نہ سمایا کہا کہ اپنا حصہ بانٹ لو، سلطان نے کہا خیر آج کا شکار تو سب تمہارا کل جو شکار ہوگا وہ ہم لینگے یعنی خود تجھی کو شکار کریں گے چنانچہ اگلے دن سپاہی بھیجکر اوسکو بلایا اور اپنے برابر تخت شاہی پر بٹھایا لوگوں نے کہا کہ حضور کیا کرتے ہیں، سلطان نے جواب دیا کہ یہ کیسا ہی غریب و حقیر سہی لیکن ہمارا ساجھی ہے جبکہ ایکبار اُسکو قبول کرلیا تو رد نہیں کر سکتے چنانچہ اسکو بھی کسی ملک کا بادشاہ بنادیا لوگوں نے اس لڑکے سے پوچھا کہ میاں تجھ میں ایسا کیا کمال ہے کہ اس مرتبہ کو پہنچا

گفت شادی آمد و شیوں گذشت	زانکہ صاحبدولتے بر من گذشت

غرض جسکو پیا چاہے وہی سہاگن ہے۔

ایک روز ارشاد ہوا۔ کہ زمانہ ماضیہ میں بموجب حکم اُقْتُلُوا الْمُشْرِكِينَ حَيْثُ وَجَدْتُمُوهُمْ یعنی قتل کرو مشرکین کو جس حال میں پاؤ جہاد میں ایک غازی کا کسی مشرک سے مقابلہ ہوا بڑی دیر تک جدال و قتال میں مصروف رہے کوئی کسی پر غالب نہو سکا نماز کا وقت آیا غازی نے کہا کہ اب مجھے تھوڑی دیر کے لئے مہلت دے تاکہ نماز ادا کرلوں اُسنے مہلت دیدی بعد از نماز پھر مشغول حرب و ضرب ہوئے اتنے میں مشرک کی پوجا کا وقت ہوگیا اُسنے بھی مہلت چاہی اور اپنے دھندے میں لگا مسلمان کو خیال آیا کہ اب وقت نصرت ہے اسکا کام تمام کروں، ناگاہ غیب سے ندا آئی کہ او بیوفا کیا اُدْعُوا بِالْعُقُودِ کے یہی معنی ہیں، اس معاملہ میں تجھسے تو مشرک ہی افضل نکلا یہ ندا سُنتے ہی مسلمان رونے لگا۔ اور گر پڑا جب مشرک اپنی عبادت سے فارغ ہو کر غازی کے مقابلہ میں آیا تو اُسکو زار و بیقرار پایا حال پوچھا اُسنے کیفیت سُنائی کہ اسطرح میرے سبب سے مجھپر عتاب ہوا مشرک کے دل پر اسبات نے تاثیر کی اور سمجھا کہ بیشک انکا دین سچا ہے خدا نے عہد شکنی کو جائز نہ رکھا فوراً غازی سے کہا کہ مجھکو ارکان اسلام تعلیم کر او مسلمان ہوگیا۔ ایسے ہی آجکل کے مسلمان بھی بیوفائی میں یکتا ہیں لیکن ہاتف غیب کی ندا انکو سنائی نہیں دیتی اور قرآن شریف کو دیکھتے نہیں اگر دیکھتے ہیں تو عمل نہیں ؎

برزباں تسبیح و در دل گاؤ خر × ایں چنیں تسبیح کے دارد اثر

ایک روز ارشاد ہوا - کہ بڑا پیر اور ہیر کامل تو بخت جواں ہو اگر مقسوم میں نہو تو کسی پیر و فقیر سے کچھ نہیں ہو سکتا اور اگر قسمت میں ہو تو پیر خود تعلیم کرنیکو گھر بیٹھے آجاتا ہے چنانچہ نقل ہے کہ ایک مرد خدا کا وقت رحلت قریب ہوا تو بستی میں آئے دیکھا کہ ایک لڑکا جولاہے کا تانے کی پان کر رہا ہے فقر نے اپنی ٹوپی اُتار اُسکے سر پر رکھدی اور کہا مجھکو سرکار نے طلب کیا ہے تو میری تجہیز و تکفین کر دینا اتنا کہکر چادر تان کے لیٹ گئے اور رخصت ہوئے اُن کے کفن و دفن کے بعد وہ لڑکا سب سے الگ تھلگ قطع تعلق کر کے بیٹھ رہا اُس کے وارث لگے رونے پیٹنے لڑکے نے کہا نہ میں کہیں گیا نہ کسی سے کچھ طلب کیا نہ میں اس کوچہ سے واقف تھا خدا نے گھر بیٹھے اپنی نعمت عطا فرمائی ؎

ایکن کو دیت پھرائے کے ایکن کو بیٹھے دیت ہو ایکن کو مانگے نہ دیت ایکن کو دیت نہ لیت ہو

اب نہ میں تمہارے کام کا رہا نہ تم میرے مطلب کے - جاؤ اپنا کام کرو -

ایک روز ارشاد ہوا - کہ مہاراج کبیر کے گھر ایکبار چند سادھو مہمان آئے اتفاقاً اُسوقت کچھ سامان کھانے پینے کا نہ تھا، اپنی بیوی سے کہا اب کیا علاج، بولی کہ ایک بقال محبہ فریفتہ ہو رہا ہے تم کہو تو اُس سے کچھ سودا لے آؤں، کہا اچھا جاؤ شکار کرو -

چوں سلاحت ہست روصیدی بگیر	تا بدوشانیم از صیدِ تو شیر
قوس ابرو تیر غمزہ دام کید	ہر چہ دادت خدا از بہر صید
روپئے مرغے شکر فی دام نہ	دانہ بنما لیک در خوردش مدہ
کام بنما و کن اورا تلخ کام	کے خورد دانہ چو شد محبوس دام

کبیر کی بیوی جو نہایت حسین تھی بقال کی دوکان پر گئی اور کہا کہ مہمانوں کے لئے اتنا سامان مطلوب ہے اُس نے کہا اس شرط پر دیتا ہوں کہ رات کو تو میرے پاس رہے، وہ یہ اقرار کر کے سودا لے آئی اور مہمانوں کو پکا کر کھلا دیا جب رات زیادہ گئی تو کبیر نے کہا کہ لو اب کپڑے بدلو اور زیور پہنو دیکھو تو اس بنئے کی کیا گت بنتی ہے، سنگار کرا اپنی چڈھی پر چڑھا بنئے کے دروازہ پر جا اُتارا

بنیا اوسکو دیکھکر بہت خوش ہوا اُسوقت بارش ہورہی تھی، پوچھا کہ تمہاری جوتیاں کیوں صاف ہیں ذرا کیچڑ نہیں لگی جواب دیا کہ کبیر اپنی چڈھی چڑھا کر مجھکو لایا ہے یہ بات سُنتے ہی بنئے کی حالت بدل گئی قصور معاف کرایا اور کہا کہ تو تو میری ماں ہے غرض کبیر نے بقال کو تعلیم کی اور آٹے دال کا بھاؤ سب بُھلا دیا **ایک روز** حاضر خدمت ہوا (اکثر راقم کی یہ عادت تھی کہ جسوقت کلام فیض انجام کے سُننے کا اشتیاق تو یہ شعر زبان پر لاتا) ؎ باز گو از بخد و از یاران بخد ؛ تا در و دیوار را آری بوجد ؛ میں نے یہ شعر پڑھا تو ارشاد ہوا کہ ؎

جا کی جس میں لگن ہے وا کو رام	روم روم میں رم رہے نہیں اور سے کام
پاس کہوں تو پاس ہے اور دور کہوں دور	جان اجان جہان میں سب میں ہے بھرپور
دور کہوں تو دور ہے اور پاس کہوں تو پاس	روم روم میں بس رہی جوں تھوں من ہی ماں

نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْہِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ۔ ہم قریب تر ہیں بندے کی طرف رگ گردن سے،

بار تر دیک تر از من بمن است	ویں عجب تر کہ من از وے دور م
چہ کنم با کہ تواں گفت کہ او	در کنار من و من مہجور م

نقل ہے کہ ایک راجہ کو یہ خیال پیدا ہوا کہ آخر کار مرنا اور دنیا کو ترک کرنا ہے جیون مکت ہو جانا چاہیے

ہر کہ نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق	ثبت ست بر جریدۂ عالم دوام ما

لَا یَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ اِلَّا مَنْ اَتَی اللّٰہَ بِقَلْبٍ سَلِیْمٍ تمام برہمنوں کو جمع کیا اور کہا کہ کوئی ایسی بات کہ جس سے جیون مکت ہو جاؤں برہمنوں نے بچار کے جواب دیا کہ مہاراج ایک گائے بناؤ سونے کی اور اتنا اتنا مال دھن برہمنوں کو دو چونسٹھ تیرتھ کرو تو بھگوان کی دیا سے جیون مکت ہو جاؤ گے راجہ نے یہ سب کام کئے مگر کچھ بھی نہوا تب جوگیوں کی طرف رجوع کی اُنہوں نے اول تو کان پھاڑے

۱؎ کی کسی سے جسقدر محبت ہوتی ہے اسی قدر وہ اُسکا مطیع ہے اور ہمارے تو بال بال میں بس رہا ہے دوسرے سے مطلب ہی نہیں رہا۔ ۱۲ ۲؎ یعنی ہمارے بال بال میں ایسے ایسے ہیں، جیسے گل میں خوشبو ۱۲ منہ

۳؎ جیون مکت یعنی جیتے جی آزاد ہو جاوے، امید بہشت و خوف دوزخ جاتا رہے۔ ۱۲ منہ

پھر چار پرکار کی تعلیم کی پہلا پرکار بُدھم چرن دوسرا پرکار بان پرست تیسرا پرکار ڈنڈ کمنڈل چوتھا پرکار سنجیاھو مدبعض کے نزدیک اول برہم چرج دوم گھرست سوم بان پرست چہارم سنجیاہوم پہلے تین پرکار تو چیلے کے اختیار میں ہوتے ہیں راجہ نے سب کرلئے چوتھا پرکار گرو کی توجہ پر تھا یعنی پرم ہنس بنا دینا سو کچھ نہوا پھر علمائے اسلام کو جمع کرکے اپنا سوال پیش کیا اُنہوں نے جواب دیا کہ صاحب اگر دین اسلام قبول کرو یہ بات ہوسکتی ہے راجہ راضی ہوا کہ بہت اچھا عالموں نے اُسے مسلمان بنایا ختنہ کرایا نماز روزہ حج زکوٰۃ کے ارکان سکھائے جب خوب واقف ہوگیا تو کہا جاؤ اب حج کرو مدینہ منورہ جاؤ یہ بھی کیا جب اپنے ملک میں پہونچا تو پھر علماء کو جمع کیا اور کہا کہ اب کیا فرماتے ہو مجھے تو کچھ حاصل نہوا ۔ مکہ گئے مدینہ گئے کربلا گئے ۔ جیسے گئے تھے ویسے ہی ہندو پھر کے آگئے ۔ اِن سب نے جواب دیا کہ جو کچھ ہمارے دین کی باتیں تھیں ہم سب بتا چکے اس کے سوا ہم کچھ نہیں جانتے جب سب طرف سے جواب ملا اور یاس کلی ہوگئی تو راجہ کو جنوں پیدا ہوا ایک ہاتھ سے کان پکڑا اور دوسرے سے جائے خطبہ اور جا بجا صدا لگانی شروع کی کہ یہ ہندو یہ مسلمان میں کون ؟ ؎

ظاہر میں گرچہ میٹھا لوگوں کے درمیاں ہوں	پر جانتا نہیں ہوں میں کون ہوں کہاں ہوں

آخر جو بندہ یابندہ وَمَنْ دَقَّ بَابًا وَلَجَ

ہر کہ چیزے جست بیشک یافت او	چوں بجاند در طلب بشتافت او	چوں نہادی در طلب پا اے پسر
یافتی و شد میسر بے خطر	ہیں مباش ایخواجہ یکدم بے طلب	تا بیابی ہر چہ خواہی اے عجب
عاقبت جوینده یابنده بود	جونکہ در خدمت تنا بنده بود	در طلب چالاک شو دیں فتح باب
مطلب واللہ اعلم بالصواب	سایہ حق بر سر بنده بود	عاقبت جوینده یابنده بود

۱؎ نافع دیگاں اور نہ اولاد مگر جو شخص کرلاوے اللہ کے پاس قلب سلیم یعنی وہ دل کہ جس میں محبت حق تعالیٰ مطلقاً ہو یعنی محبت دنیا و خیر ۱۲ سنہ ۲؎ علم دین خوب حاصل کرکے اسپر عمل کیا چاہئے کہ ریا سمعہ حوائج اور جو بصورت عبادت کے ساتھ مخلت و غیر کرے کوئی امر بھی نہو اور خود بھی ہمہ آن بحق رہے پھر خلق کے بگڑے حال بھی بنا دے ۳؎ طالب جہاں کا رہنے والا وہاں گھر بھیج گا ۵ توجہ ہدایت یعنی اپنا سا بنا دے ۔ جیسے حضرت باقی باللہ صاحب نے ناں بائی کو بنا دیا تھا ۔ ۱۲ سنہ

گفت پیغمبر کہ چوں کو ئی درے	عاقبت زاں در بروں آید سرے	چوں نشینی ہر سر کوئے کسے
عاقبت بینی تو ہم روئے کسے	چوں نہ جوئی ہیکشی ہر روز خاک	عاقبت اندر رسی در آب پاک

ناگاہ ایک مرد خدا مع چند مریدوں کے وہاں آپہنچے راجہ کو دیکھا اور پوچھا کیا کہتا ہے اُس نے کہا یہ ہندو یہ مسلمان میں کون مرد خدا نے مریدوں کو اشارہ کیا کہ اس کے جوتیاں مارو مارتے مارتے بیچارے کو بیدم کر دیا جب ہوش ہوا تو پھر وہی دُھن غرضکہ اُس مرد خدا نے چار دفعہ پٹوایا اور ہر بار وہی حال پایا۔ پس معلوم کیا کہ عشق اپنی مدد پر آگیا ہے ایک نگاہ پاک اُس پر ڈالی نگاہ کا پڑنا تھا کہ گم صم ہو گیا ؎

ست گرو پورا ملیو جو کھول دکھائے نین	جگ جھوٹا دیکھن لگا جو دے پڑے کی سین
بجیں جھوجاوس کے اور نسو گڈبڈ ہوئی	بہتے سرتا پیر رہے بہر نہ نکا کوئی
دریں ورطہ کشتی فرو شد ہزار	کہ پیدا نہ شد تختہ بر کنار

پھر مرد صاحبدل نے دریافت کیا کہ بولو اب تم کون ہو جواب دیا کہ اب میں کچھ کہہ نہیں سکتا کہ کون ہوں ؎

کچھ نہیں کھلتا مجھے میں کون ہوں	صورت حیرت ہوا شکل جنوں
دلبر رو پوش آمد آفتاب	فہم کن واللہ اعلم بالصواب
چندھ جھلکے سب گھٹ مائیں	اندھڑی آنکھ کو دیکھت ناہیں
اب جب تپ کون کرے مورے بھائی	بھولی مایا گھٹ میں پائی
بھلائیں دیکھا ست گرو سنتھ سپاہی	رام نام کا پٹہ انھائی ابھی جاگیر پائی

ف یعنی پردہ لگے آنکھیں کھولدیں تمام جہان جھوٹا معلوم ہوا جب اُنہوں نے دوسرے اشارہ کیا۔ ۱۲ ف ۵ لڑائی کے نقارے بج رہے ہیں جو سنتا ہے وہی مست ہو جاتا ہے بہت بہادر اُس جنگ میں گئے ہیں اور ایک بھی ہار نہیں نکلا ۱۲ ف ۵ چاند کی روشنی سب جگہ موجود ہے لیکن اندھی آنکھ کو کچھ نظر نہیں آتا ف ۵ اب کون عبادت میں محنت کرے جب کھوئی دولت اور مال اپنے ہی میں ملگیا ف ۵ یعنی میرے پر پورے سپاہی ہیں خدا کے نام کا پروانہ لکھکر ابھی جاگیر دلائی ۱۲ ف ۵ اور بہتیار عنایت کئے ہیں جلالی کی سینگڑی یعنی کشتی بادبان کی اور سارا سامان مجھکا اور تن کی بندوق اور فقر کی جانگی جو ایسی بندوقوں

سرت[۵] سینکھی ساج سمجھ کاش کی تیک بنائی	جوک جاکی بُدھ کا مندا پرت پیالی پی آئی
ہت[۶] کا سیل جگت کا جمدھر چھاڈ ہال ڈل کاہی	موہ مورچھ پہلے مارا وبدا مارہٹ ائی
اپا مار جگت سب مارا تیغ رام پر باہی	بھرم کے منڈے کاٹ کے سادھو ہم ہی نباہی
پانچوں[۹] پکڑی کام دھام سے پکڑی ممتا مائی	داس کبیر چڑھی گڈھ اُپرا بھی نشان گھرائی

ایک روز فرمایا۔ سالک راہ رو کہتے ہیں اور سلوک یہ ہے کہ جو کچھ مقسوم میں ہے بزرگوں کی تعلیم و تلقین سے آہستہ آہستہ حاصل ہو جاتا ہے جیسے رہ رو چلتا چلتا اپنی منزل مقصود پہنچ جاتا ہے اور یہ جو دفعۃً کسی کو کچھ ملا ہے، وہ بات اور ہے، سلوک کے خلاف ہے بعض طالب جو اسی امر کے خواہاں رہتے ہیں کہ دفعۃً ملجائے سو یہ بات ہر شخص کیواسطے نہیں ہو سکتی لاکھوں کروڑوں میں خدا نے کسی کے لئے یہ بات مقدر کردی تو ہوئی ورنہ سالک کا یہی کام ہے کہ بزرگوں سے جو کچھ پہنچا ہے طالب کو بتا دیا آگے ہونا نہ ہونا اُسکے مقسوم پر منحصر ہے اسمیں کسی کا اختیار نہیں اور خدا کو جب کسی پر رحمت منظور ہوتی ہے تو جس طور سے چاہتا ہے کر دیتا ہے چنانچہ ایک شخص تھا اُسکے خیال میں یہ سمائی کہ ایسے پیر کا مرید ہونگا۔ جو ذات کا شریف صورت کا اچھا عالم باعمل و صاحب کمال اور جملہ اوصاف حمیدہ سے موصوف ہو پس ایسے شخص کا ملنا دشوار مدت تک تلاش میں رہا جب کوئی نہ ملا تو ایک دن دل میں ٹھانی کہ آج صبح کو جو راہ چلتا ملجائے اسی کو پیر بنانا چاہیئے اتفاقاً ایک چور ملا اُسنے ارادت ظاہر کی اُسنے کہا کہ بھائی میں تو نہ پیری سے واقف نہ مریدی سے آگاہ

صلاح کار کجا و من خراب کجا	ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

جتنا اسکو انکار تھا اُتنا ہی اوسکو اصرار تھا غرض یہ پیر ایسا دامنگیر ہوا کہ چور غریب کو پیچھا چھڑانا مشکل

میں ہوتی ہے جسکو توڑنا کہتے ہیں، اور عقل کا مندا جبر جاکی لگائی جاتی ہے اور اُس محبت کا پیالہ ہے ۱۲ ۵ صلاحیت یعنی حق سبحانہ کا نیزہ اور ہمت کی تلوار صبر کی ڈھال دیکے ان ہتیاروں سے کیا کام کیا اوّل تو موحد ما سوی اللہ کا مار لیا اور شک کو مار کر ہٹا دیا ۱۲ ۵ پھر اپنے آپکو مار لیا تو سارا جہان مارا گیا اور ایک تلوار میں رام کا کام بھی تمام کر دیا اور انانیت کی گردن کاٹ کے اب ہم ہوئے سپاہی ۵ پانچوں حواس خمسہ جو دشمن تھے اونکو بھی پکڑ لیا اور خواہشیں جو قوی دشمن تھیں اونکو بھی گرفتار کر لیا۔ اب کبیر داس نے قلعہ فتح کر کے نشان کو پھرایا ہے ۱۲۔

ہوگیا دیکھا کہ کسی وقت سے باز نہیں آتا تو کہا کہ فلاں پہاڑ پر چڑھ اور دو رکعت نماز کی نیت باندھ جب دوسری رکعت کے سجدہ کی نوبت آئی کہ جبتک تجھکو الہام نہ ہو سر نہ اُٹھانا اُسنے ایسا ہی کیا آخر بحکم خداوندی خضر آئے اور کہا کہ سر تو اوٹھا پوچھا تو کون ہے جواب دیا کہ خضر ہوں تیری تعلیم کیلئے آیا ہوں تو نے جسکو سر پر بٹھایا وہ تو ایک چور تھا طالب نے جواب دیا کہ حضرت پہلے تو کبھی آپ بھی تشریف نہ لائے جب مجھ چور آپ بھی ملے اپکا کہنا ہرگز نہ ٹالونگا تب حضرت خضر کو جناب باری سے حکم ہوا۔ کہ جاؤ اول اس چور کو تعلیم کرو خضر جانچے اسکو بھی سرکاری پڑھایا

حضر نے گم گشتہ رہ کو آلیا	حاصل مطلب کا مطلب پالیا
پوتھی سب تھوتھی بہئی پنڈت بھیا نہ کوئی	ڈھائی اکھر پریم کے پڑھے سو پنڈت ہوئی

تب اُس پیر غارت گر کو خیال کہ آہا ایک شخص ہمارا مرید ہوا تھا دیکھیں اوسکا کیا حال ہے آئے اور اُسکو تعلیم دی اب یہ اُسکے قدم لیتے ہیں وہ اُسکے قدم لیتا ہے کیونکہ پیر نے مرید کی بدولت ہدایت پائی اور مرید نے پیر کے توسل سے مراد حاصل کی اسکے بعد جناب قبلہ نے ارشاد کیا کہ اُن دونوں کی تقدیر میں اسطرح تھا اب اگر ہر شخص اسی طور سے چاہے تو نہیں ہو سکتا۔

ایک روز ارشاد ہوا۔ کہ نوابی لکھنؤ میں ایک شخص ناظم پر گنہ تھا اتفاقاً ایک کسبی سے اوسکو تعشق ہوگیا جو کماتا اوسکو کھلاتا یہاں تک کہ سرکاری روپیہ بھی اوڑا دیا جب نواب کو خبر ہوئی تو موقوف کئے گئے جو کچھ اندوختہ تھا وہ بھی کھلا چکے تو کسبی سے کہا کہ اب ہمارے پاس ایک صندوق رہ گیا ہے اسمیں جو کچھ ہے وہ بھی لے اور رات کو مجرا کر اُسنے سمجھا کہ صندوق میں بہت کچھ مال ہوگا تمام شب ناچی اور صبح کو صندوق لے گئی وہ امیر بھی ہمراہ گئے جب اُسنے گھر جا کر صندوق کھولا تو ایک ہتھ نکلا ایک ٹوپی ایک کرتہ ایک رنگین رومال کسبی کو حیرت ہوئی کہ یہ کیا تماشا ہے اُس امیر خانہ خراب نے کہا اب تم مجھکو اپنا مرید کرو اور یہ خرقہ پہناؤ وہ بولی میاں اللہ اللہ کرو اگر تم نے مال و دولت کا قلق ہے تو جو کچھ میرے گھر میں موجود ہے سب لیجاؤ وہ بولا کہ نہیں [illegible] تو مال و متاع تیری نذر کر چکا ایک جان ہے تو یہ بھی حاضر ہے لیکن خدا کے لئے مجھکو مرید کرلے ہر چند اُسنے سمجھایا مگر دیوانہ کی سمجھ میں کچھ نہ آیا ناچار کسبی نے اپنی تمام [illegible] کو

جمع کیا اور کہا کہ اس مٹری کو سمجھاؤ اگر دو نا مال لیکر بھی پیچھا چھوڑ دے تو میں راضی ہوں ہر ایک نے سمجھایا کسی کی نہ سُنی آخر سب نے کہی کو یہ صلاح دی کہ تیر اکیا بگڑتا ہے ۔ اسی کی خوشی کر مرید بنا کپڑے پہنا رخصت کر غرض پیر دلبر نے خود بھی غسل و وضو کیا اور مرید مستقل کو بھی نہلا دھلا کر پہنے خود دو رکعت نماز پڑھی اور رو رو کر جناب باری میں دعا کی کہ بار خدایا تو ہمارے اعمال و افعال سے خوب واقف ہے مجھ گنہگار میں اس کام کی قابلیت کہاں اب شرم تیرے ہاتھ ہے بیعت کر کے کفنی گلیمیں ڈالدی یکایک رحمت الٰہی کا دریا جوش زن ہوا اور فیضان غیر متناہی کا طوفان اُمڈا پھر تو کچھ اور ہی رنگ پیدا ہوا وہ امیر جلد یا عورت کو بھی جذب دل نے کھینچا اُسی کے ساتھ ہولی اب مرید آگے آگے اور پیر پیچھے پیچھے پھرتے پھرتے دونوں گنگوہ میں پہونچے حضرت عبدالقدوس گنگوہی کا عرس ہو رہا تھا مشائخین کبار کا مجمع اور قوالی کی مجلس گرم تھی یہ دونوں بھی آ بیٹھے ۔ ذرا دیر بعد اس امیر کو ذوق و پیدا ہوا وجد کی حالت میں اللہ اللہ کا نعرہ لگایا اور دھم سے ایک کنوئیں میں جا گرا لوگ سہم گئے نکالنے کو دوڑے عورت بولی کہ تم کیسے مشائخ ہو ڈر گئے اگر اسکا وجد و حال صحیح ہے تو خود نکل آئیگا کچھ جائے اندیشہ نہیں ورنہ ایسے کا ڈوب مرنا ہی بھلا ہے ہاں قوالی ہونے دو اور وہی غزل جاری رہی غرضکہ کنوئیں کے کنارے پھر غزل شروع ہوئی صاحب وجد نے پھر جوش خروش کیا اور پانی اُمنڈ کر لب چاہ تک آگیا وہ شخص سطح آب پر رقص کرتا ہوا باہر نکل آیا ایک شخص جو حضرت شاہ عبدالقدوس کے مزار پر مدت سے معتکف تھے اُنکو شک پیدا ہوا اور سوچے کہ لونڈیکا مریدنہ زہد نہ عبادت نہ آگاہ نہ پیچانہ جد و جہد اور ریز و روشور کی حالت ہمکو خواب ہوتے اتنی مدت گذری اور کچھ بھی تاثیر نہ پیدا ہوئی یہ سوچکر اپنا جُبہ و دستار قبر پر پٹک دیا اور کہا کہ بس حضرت ہمارا تو سلام ہے اس مشائخی کو ۔ ؎

آس[1] مارے کیا ہوئے جوگی نہ من کی آس	جوں تیلی کی بیل کو گھر گھر کوس پچاس
مالا[2] پھیرے جگ گیو اور گیا نہ من کا پھیر	کر کا منکا چھوڑ کے من کا منکا پھیر
مونڈ[3] مونڈلے گیا ہوا جو گیا گھوٹم گھوٹ	منوا تو مونڈا نہیں جس کا سگرا گھوٹ

اُس شخص کو ندا آئی کہ تم اس امیر کی حرص مت کرو اس کے لئے یہی مقدر تھا اور یہ نادرات سے ہے

-	کیمیا گر بغصہ مردہ برنج		البہ اندر خرابہ یافتہ گنج

اپنا کام کرتے رہو جو خدا کو منظور ہے وہ ہو جائیگا کیوں گھبراتے ہو جو ہونا ہے اپنا اپنا مقدر جدا نصیب جدا

ایک روز ارشاد ہوا - کہ حضرت لقمان حکیم سے کسی شخص نے کچھ زر و دینار قرض حسنہ لئے ایک مدت کے بعد اُسنے کہا کہ صاحب فرصت نہیں معتبر آدمی ملتا نہیں صاحبزادے کو بھیجدیجئے تاکہ قرضہ لیجائیں، حضرت لقمان نے اپنے فرزند کو تین نصیحتیں فرما کر روانہ کیا - ایک یہ کہ پہلی منزل میں ایک بڑھ کا درخت آتا ہے اُس تلے نہ سونا، دوسری منزل میں ایک بڑا شہر واقع ہوگا اُس کے اندر قیام نکرنا کھانا کھا پیکر جنگل میں جا رہنا، تیسرے یہ کہ اُس مقروض کے گھر نہ ٹھہرنا اسکے بعد یہ بھی اجازت دی کہ زاد میں اگر کوئی واقف راہ و تجربہ کار ہم سے زیادہ ملے اور ہماری نصیحت کے برخلاف ارشاد کرے تو کچھ مضائقہ نہیں ویسا ہی عمل میں لانا - جب پسر لقمان نے کچھ راہ طے کی تو ایک بڈھا مسافر ملا پوچھا میاں لڑکے کہاں جاتے ہو؟ سب حال کہہ سُنایا بڑے میاں بولے خیر تمکو بھی اُس شہر میں پہنچنا ہے خوب ہوا کہ ہمارا تمہارا ساتھ ہو گیا - جب پہلی منزل میں وارد ہوئے تو بڑے میاں نے کہا اس درخت کے نیچے رہیں گے تاکہ شبنم سے بچیں لڑکا بولا صاحب مجھکو والد نے منع کیا ہے کہ بھلا کچھ اور بھی کہدیا تھا بولا کہ ہاں یہ بھی فرمایا تھا کہ اگر کوئی اس راہ کا واقف ترملے تو اسکا کہنا ماننا کہا کہ ہم اس راہ سے خوب واقف و آگاہ ہیں ہمارا کہنا مانو

بے سجادہ رنگیں کن گرت پیر مغاں گوید کہ سالک بے خبر نہ بود ز راہ و رسم منزلہا

غرض دونوں نے درخت کے نیچے بستر کیا آدھی رات گئی تو ایک سانپ درخت پر سے اُترا بڑے میاں نے سانپ کو مار ڈالا تلے ڈھانک دیا جب صبح ہوئی تو کوچ کی ٹھیری لڑکے کے دل میں

---

۱۵ آستین طریق نشست اس دل ۲ اس حرص یعنی اس نشست عبادت سے کیا حاصل ہوا جو حرص دل نہ گیا گویا تیلی کے بیل کیسا
اپنے گھر ہی گھر میں پچاس کوس کا سفر کرتا ہے ۳ مالہ تسبیح، جگ مدت اس دل پھیرکی ہاتھ یعنی تسبیح کو پھیرتے ہوئے ایک مدت گذر گئی اور ہر
بچہ اور نہ ہوئی ہاتھ [illegible] ریاکاری کو چھوڑ کر دل سے خدا کی یاد کرے ۵ یعنی ظاہری صورت بنانے سے کچھ حاصل نہیں
[illegible] ہیں حس کا یہ سارا فساد ہے - ۱۲

معلوم ہوتا تھا

یہ خیال آیا کہ والد ماجد نے خواہ مخواہ منع فرمایا تھا یہ درخت تو بڑے آرام کا مقام ہے پیر روشن ضمیر نے معلوم کیا کہ لڑکا باپ سے بدظن ہوا جاتا ہے رات کا ماجرا سنایا اور ڈوہال کے نیچے سے نکال کر سانپ دکھایا اوسوقت لڑکے کی تشفی ہوگئی پھر بڑے میاں نے ارشاد فرمایا کہ صاحبزادہ سانپ کا سر کاٹ کر اپنے پاس رکھو، واشتہ آید بکار گرچہ بود سر مار اوسنے فوراً تعمیل کی اور وہاں سے چل نکلے دوسرے دن ایک بادشاہی شہر میں پہونچے بڑے میاں نے کہا کہ اسی شہر میں رات کو رہیں گے لڑکے نے کہا بہت اچھا میں تو اب آپکے فرمانے کی تعمیل کرونگا، دونوں ایک مسافر خانہ میں جا ٹھیرے اُس شہر کا یہ دستور تھا کہ جب کوئی جوان مسافر آجاتا تو بادشاہ اپنی بیٹی کی شادی اس کے ساتھ کردیتا صبح کو وہ مسافر مردہ نکلتا حسب دستور بادشاہ کو خبر پہونچی اور نوجوان مسافر کی طلبی ہوئی نکاح ہوگیا، جب لڑکا دلہن کے پاس جانے لگا پیر دانا نے فرمایا کہ پہلے اس سانپ کے سر کو جو تمہارے پاس ہے آگ میں رکھکر اپنی بیوی کو اسکی دھونی دینا لڑکے نے ایسا ہی کیا عورت کے رحم میں ایک مرض تھا جو مرد اُسکے پاس جاتا جیتا نہ آتا، اس دھونی کی تاثیر سے وہ مرض جاتا رہا اور صبح کو وہ لڑکا صحیح سلامت محل سے باہر آیا بادشاہ کو بڑی خوشی حاصل ہوئی دو چار دن کے بعد روانہ ہوئے تیسری منزل طے کی اب بڑے میاں بولے کہ اسی مقروض کے گھر ٹھیریں گے چنانچہ شب کو وہیں قیام کیا میزبان کی نیت بگڑی کہ رات کیوقت ان دونوں کو مار ڈالو تاکہ روپیہ بچ جائے مہمانوں سے پوچھا کہ صاحبو اندر سوؤ گے یا باہر بڑے میاں بولے کہ گرمی ہے ہم تو باہر سوئینگے چنانچہ دونو باہر رہے اور اندر صاحب خانہ کے دو لڑکے سوئے جب آدھی رات گذری تو بڑے میاں نے پسر لقمان کو جگایا کہ اب سردی لگتی ہے اندر چلو یہ دونوں تو اندر پہونچے اور میزبان کے اس منہ کو جگا کر کہا کہ بھائی تم ہماری جگہ جا لیٹو ہمکو یہاں سونے دو جب تیسرے پہر رات کا ہوا تو مالک آ مار اور باہر کے سونے والوں کو قتل کردیا صبح کو دیکھا تو اپنے لڑکوں کو مردہ پایا نہایت صدمہ مالا پھیرے رہگیا کہ خود کردہ را چہ علاج چار و ناچار مہمانوں کو روپیہ دیکر رخصت کیا دونوں صاحب موندھے موندھے واپس ہوئے جب اُس مقام پر پہونچے کہ جہاں بڑے میاں سے ملاقات ہوئی

تھی پیر بزرگوار نے کہا کہ لو صاحب خدا حافظ اب ہم تو جاتے ہیں، اپنے والد سے ہمارا سلام کہنا لڑکے نے نام پوچھا کہا کہ تمہارے باپ خوب جانتے ہیں غرضکہ باپ کی خدمت میں پہونچکر ماجرائے سفر گذارش کیا اور پوچھا کہ حضرت یہ بزرگوار کون تھے باپ نے کہا کہ وہ حضرت تھے

راقم غرض اس بیان سے یہ ہے کہ لقمان تو اصل اصول کل شئ یرجع الی اصلہ اور مسافر سالک اور منازل راہ منازل سلوک بڑے میاں پیر کامل سانپ نفس و شیطان، شاہزادی دنیا، خانہ مقروض، جہان دنیا، مقروض انسان وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا اور بیٹیاں مقروض اہل دنیا اور روپیہ محبت و عشق الٰہی ہے۔

خوشتراں باشد کہ سر دلبراں	گفتہ آید در حدیث دیگراں

دوسری غرض اس نقل سے یہ ہے کہ جو مرد کامل ہوتے ہیں وہ طالب خدا کو دوسرے شیخ کامل کی خدمت میں جانے سے مانع نہیں ہوتے بلکہ اوروں کی خدمت میں جانے سے فیض حاصل کرنے کی ہدایت فرماتے ہیں چنانچہ جناب قبلہ بھی طالبان راہ خدا کو ہمیشہ فرمایا کرتے تھے کہ جو کوئی مرد کامل مسلمان یا ہندو سالک یا مجذوب ملے اُس سے بے تکلف ملو اور جو کچھ ازراہ توجہ یا القایا اور کسیطرح سے فیض و فائدہ پہونچاوے اور تعلیم و تلقین کرے اُسکو چھوڑو یہ مرتبہ نبوت نہیں ہے جو ختم ہو چکا۔ مرتبہ ولایت ہے، ایک سے ایک افضل اور اعلےٰ پیدا ہوتے چلے جاتے ہیں فَضَّلْنَا بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ اور جو کوئی مرید کسی طرف کو جاتا یعنی سفر کرتا تو اُسکو یہ ارشاد ہوتا ؎

گفت حق اندر سفر ہر جا روی	باید اوّل طالب مردے شوی

چنانچہ ایک روز حضرت نے فرمایا کہ خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں جو اکابر تھے، خواجہ صاحب اپنے معتقدوں اور مریدوں کو اُن کی خدمت میں بھیجدیا کرتے، اس میں یہ حکمت تھی کہ مبتدی کو شیخ کی تعلیم و تلقین کا ابتدا میں علم نہیں ہوتا، جو اکابر جوہر شناس تھے وہ چشم باطن سے جوہر کو پہچان کر فرماتے تھے کہ کسی نے خوب جوہر بھرے ہیں یعنی تعلیم خوب کی ہے تو اُنکی جوہر شناسی سے طالب کی تسلی ہوتی تھی اور شیخ کا کمال معلوم ہوتا تھا

اور اس زمانہ میں اگر کوئی طالب خدا کسی فقیر کی خدمت میں چلا بھی جائے تو حضرات مشائخ اُس مرید کو فوراً مردود کر دیتے ہیں"

ایک روز ارشاد ہوا - کہ خلیفہ بغداد حضرت شبلی علیہ الرحمۃ کا مُرید تھا اور از راہ حُسن ارادت اپنے ملازمین کو حکم دیا تھا کہ اگر کسی مجرم کی نسبت ہزار بار حکم قتل صادر ہو اور حضرت پیر و مرشد اُس کی رہائی کے لئے سفارش کریں تو فوراً رہا کر دو - چنانچہ ایک بار کسی چور کے حق میں سزائے موت کا حکم صادر ہوا، حسب الحکم سلطانی اسکو قتل گاہ میں لے گئے اتفاقاً حضرت کا بھی اُس راہ سے گذر ہوا کیفیت واقعہ دریافت فرمائی مجرم سے اقرار لیا کہ پھر ایسا کام نکرنا، اور رہا کرا دیا، چند روز کے بعد وہ شخص پھر چوری کی تہمت میں گرفتار ہوا اور حکم قتل کا صادر ہوا، حضرت کو پھر خبر ہوئی اور رہا کرا دیا چند بار یہی کیفیت گذری کہ وہ چوری سے باز نہ آتا تھا اور حضرت براہ ترحم رہا کرا دیتے - ؎

باز آ باز آ ہر آنچہ کردی باز آ	گر کافر و گبر و بت پرستی باز آ
ایں درگہ ما درگہ نومیدی نیست	صد بار اگر توبہ شکستی باز آ

غرضکہ پھر ایک بار اس چور کے لئے قتل کا حکم ہوا ملازمین سلطانی نے سوچا کہ یہ باز نہیں آتا اور حضرت پھر چھڑا دیں گے ایک اور مقام پر لے گئے جہاں حضرت کی راہ گذر نہ تھی اور اسکو دار پر کھینچ دیا، جب حضرت کو خبر ہوئی تو لاش پر تشریف لائے اُسکو بوسہ دیا اور فرمایا کہ شاباش ؎

طالب راہ را ادب دادی	جان خود را دریں طلب دادی
میرے پیچھے بہت ملوکہ پھرے کبیرا رام	بھوکا گیا بھجن ملے اور جاڑا گئے قبائے
وقت پر قطرہ بہت ہے ابر خوش ہنگام کا	جل گیا جب کھیت مینہہ برسا تو پھر کس کام کا

ایک روز ارشاد ہوا - کہ منشی امیر علی صاحب کو کیمیا کا شوق بدرجہ غایت تھا چنانچہ مرحوم میں حاجی فرید الدین صاحب کو بُلا کر وصیت کی کہ یہ دوا ستتیس دن تو کھرل ہو چکی ہے اب تین دن بچوں کے پیشاب میں کھرل کر کے پاخانہ سیر اُپلوں کی آگ دینا اکسیر اعظم بنجائیگی خیر یہ تمہ

میں تھی ہم تو محروم ہی چلے ؎ امید بستہ برآمد دلے چہ فائدہ رانکہ ؎ اُمید نیست کہ عمر گذشتہ باز آید
اس کے بعد کچھ اور ترکیب بتائی اور اُسی حالت میں جاں بحق ہو گئے دم آخر تک اپنے مطلوب کا خیال
نہ چھوڑا اُسی کے دھیان میں جان دی بھلا طالب کو خدا کے ساتھ اتنی تو محبت ہو ورنہ کاذب ہے۔

عشق موئے کے کم از لیلے بود		گوئی گشتن بہر او اولے بود	

ایکروز کسی شخص پانی پتی نے عرض کیا کہ سلطان نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ نے شاہ منصور حلاج کو ولی
لکھا ہے، جناب قبلہ نے پوچھا کہ کسطور سے لکھا ہے میر عباس علی لودھیانوی نے عرض کیا کہ یہ بات
نہیں بلکہ مردود و دست لکھا ہے، یعنی پہلے بیعت خیر علی نساج سے تھی پھر حضرت جنید بغدادی سے
کی حضرت نے ارشاد فرمایا کہ یہ کچھ بات نہیں ہے چنانچہ مولانا روم فرماتے ہیں۔

گفت حق اندر سفر ہر جا روی		باید اول طالب مردے شوی	
بایزید اندر سفر جُستی بسے		تا بیاید خضر وقت خود کسے	
دید پیرے باقدے ہمچو ہلال		بود در وے فرو گفتار رجال	
دید نابینا و دل چوں آفتاب		ہمچو پیلے دیدہ ہندوستان بنجاب	
بایزید اورا چو از اقطاب یافت		مسکنت نبود و در خدمت شتافت	

فرمایا حضرت بایزید نے اوّل امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کی تھی چونکہ ہمت بلند اور
حوصلہ فراخ رکھتے تھے، تسلی نہوئی بہت سے کاملین کی خدمت میں گئے اور فائدہ اوٹھایا
پھر بھی تسکین نہوئی آخر اُس نابینا سے تشفی ہوئی کہ جس کا ذکر مثنوی میں موجود ہے میر عباس علی
صاحب نے عرض کیا کہ حضرت بعض بزرگوں نے لکھا ہے، کہ شاہ منصور کی حالت الحق
کے وقت اگر ہم ہوتے تو اونکو اس منزل سے نکال دیتے لیکن مجھکو بوجوہات تامل ہے
اوّل خود حضرت جنید موجود تھے، دوسرے اور بہت سے اکابر ایک سے ایک اعلےٰ
اس زمانہ میں موجود تھے کیا اونکو اسقدر تصرف نہ تھا اُس پر جناب قبلہ و کعبہ نے فرمایا
کہ ہاں حضرت غوث الاعظم نے ایسا لکھا ہے لیکن یہ صرف کہنا ہی کہنا ہے جو حالت شاہ

منصور کی تھی خود حضرت جنید کو نہ تھی جب حضرت جنید کو قریب مرگ حالت توحید طاری ہوتی ہے تو روتے اور کہتے تھے کہ افسوس تمام عمر قیل وقال میں گذری یہ حال کھلتا تو عمر ضائع نکرتے شاہ منصور نے مجاہدہ بھی نہایت سخت کیا تھا، کہیں روم کہیں شام کہیں چین جا بجا چلہ کشی کرتے رہے، جسوقت آپکے لئے سولی تیار ہوئی اور جب جبہ اوتارا گیا تو جبہ کی بغل میں سے ایک بچھو بقدر دس مثقال برامد ہوا لوگ مارنے لگے تو آپنے منع فرمایا کہ یہ ہمارا بیس برس کا رفیق ہے اسکو نہ مارو پھر جب شاہ منصور کو دار پر کھینچدیا جسم کو جلایا خاکستر کو دریائے دجلہ میں بہایا تو دریا جوش میں آگیا لوگوں نے امام محمد کو خبر دی امام صاحب دجلہ کے کنارے آئے اور کہا کہ سُن منصور ہم جانتے ہیں کہ تو طریقت میں سچا تھا لیکن ہمارا قلم اگر خلاف شرع چلا ہو تو شہر کو غارت کردو نہ تجھسے کچھ بھی ہو سکیگا اوسیوقت دریا کا جوش فرو ہوگیا غرضکہ منصور ہرگز مردود دست نہیں ہو سکتا کیونکہ مردود دست وہ شخص ہوتا ہے جو پیر سے انکار کرے اور پیر اوسکو مردود کرکے نکالدے اُنہوں نے نہ پیر سے انکار کیا نہ پیر نے مردود اور جو باصفا پیر ہوتا ہے، بعد تعلیم کے اپنے مرید کو اجازت دیتا ہے کہ اگر زیادہ حوصلہ ہو تو اور بزرگوں کی خدمت میں جاؤ ایسا شخص مردود نہیں کہلا سکتا اور جو حالت منصور پر طاری ہوئی تھی اُسنے منصور کو من کل الوجوہ فنا کردیا تھا، اگر منصور کچھ باقی رہتا تو کوئی اس حالت سے نکالتا اور خود حضرت جنید موجود تھے اِن سے بھی کچھ نہ ہو سکا۔

ایک روز ارشاد ہوا۔ کہ جب حضرت منصور حلاج کی خاکستر میں سے صدائے انا الحق آتی تھی، اسوقت ایک عاشق آیا اور کہا کہ اب تو حق ہی ہے پھر انا الحق کہنا کیا ضرور ہے۔ ؎

عاشقے آمد مگر چوبے بدست	بر سر آں مشت خاکستر نشست
پس زباں بکشاد ہیچو آتشے	باز مے شورید خاکستر خوشے
وآنچہے میگفت بر گو میدراست	کانکہ میزد او انا الحق او کجاست
آنچہ گفتی آنچہ بشنیدی ہمہ	آنچہ دانستی تو او دیدی ہمہ

آں ہمہ جزاول افسانہ نیست	محو شد جابت دریں ویرانہ نیست
اصل باید اصل مستغنے و پاک	گر نباشد فرع در باشد چہ باک
ہست خورشید حقیقی بردوام	گو نہ ذرہ ماں نہ سایہ والسلام

کہتے ہیں کہ بعد اس کے آواز بند ہوگئی، پھر جناب قبلہ نے یہ شعر فرمایا۔ ؎

آں شعلہ روبغمزہ دلم را کباب کرد	مارا چہ کرد خانۂ خود را خراب کرد

ایک روز ارشاد ہوا۔ کہ فقیری ایک بات ہے کان میں کہنے کی یا تو انسان ادھر تھا یا ادھر ہوگیا گویا آگ میں پھونک ماردی نہ اوسکے لئے وقت و زمانہ درکار ہے نہ نماز روزہ نہ ورد و ظائف کی شرط ؎ داد اور اقابلیت شرط نیست ؎ بلکہ شرط قابلیت داد اوست ؎ کسی شخص نے سوال کیا کہ حضور جب فقیری ایسی آسان ہے تو پھر مشقت و مجاہدہ کیوں کراتے ہیں آپنے فرمایا کہ ہمکو ایک نقل یاد آئی ایک شخص کے پاس تیل کے دو ہنڈے تھے، نہایت میلے کچیلے، تیل میں چکٹے ہوئے ایک ہنڈا ایک کاریگر کو دیا اور پوچھا کہ اسکو کتنے عرصہ میں صاف کردوگے، کہا کہ پورے چالیس روز میں دوسرا ہنڈا ایک اور کو دیا، اُسنے کہا کہ لو میں آج ہی صاف کئے دیتا ہوں، پہلے شخص نے کیا کیا کبھی تو اُس ہنڈے کو کھرچا اور کبھی کھار دیکر دھوتا کبھی نرم آنچ میں اُسکو گرم کرتا اسطرح چالیس روز میں ہنڈا صاف و شفاف کردیا اور ٹھوک بجاکر حوالہ کیا، دوسرے شخص نے کیا ترکیب کی کہ ہنڈے کے چاروں طرف اُپلوں کا انبار چنا اور آگ لگائی ہنڈا جھٹ پٹ صاف ہوگیا کسی کام کا نرہا جہاں ذرا ٹھیس لگی اور چورچور ہوگیا بیشک صاف تو دونوں ہوگئے، مگر ایک کارآمد رہا اور دوسرا نکما ہوگیا چنانچہ نقل ہے کہ **خواجہ باقی باللہ** کی خدمت میں ایک نانبائی ہمیشہ حاضر ہوا کرتا تھا ایک روز خواجہ صاحب کے پاس چند مہمان عزیز آئے کھانا کچھ موجود نہ تھا، آپ متفکر ہوئے یہ دیکھکر نانبائی اپنی دوکان سے چند قسم کا کھانا لے آیا اور حضرت کے مہمانوں کو کھلایا، آپ خوش ہوئے اچھا مانگ کیا مانگتا ہے، اُسنے عرض کی کہ حضور مجھکو اپنا جیسا بنا دیجئے خواجہ صاحب اوسکو

حجرہ کے اندر لے گئے اور ایک نگاہ کی جسکو اتحادی توجہ کہتے ہیں اُسیوقت بالصورت والعلم ایک ہوگیا جب حجرہ سے برآمد ہوئے تو کسی کو تمیز نہوتی تھی کہ خواجہ صاحب کون سے ہیں اور نان بائی کونسا ہے صرف اتنا فرق تھا کہ خواجہ صاحب ہوشیار تھے اور وہ مدہوش لیکن تین روز کے بعد وہ شخص مرگیا، کیونکہ دفعتہً تعلیم ہوئی تھی،،

تیر نگاہے نشست مسکن خود جان گداشت	طاقتِ مہماں نداشت خانہ مہمان گداشت

بس اسی واسطے دفعتہً تعلیم نہیں دیتے اور محنت و مجاہدہ کراتے ہیں کہ جوصلاحیت بڑھ جائے۔

ایک روز ارشاد ہوا۔ کہ رام پور میں ایک امیر کے مکان پر کوئی کیمیاگر آئے اُس امیر نے فقیر سمجھکر خوب خدمت کی چھ مہینے بعد جانے لگے اور کہا کہ ہمکو اکسیر یاد ہے (جی چاہے تو سیکھ لو امیر بولا صاحب ہمکو حاجت نہیں) فقیر نے کہا کہ خیر تم کیمیا نہیں سیکھتے تو ہماری ہاتھ کی پکی ہوئی ایک چیز چالیس روز کھالو امیر نے کہا بہت اچھا، چالیس دن کھلاکر رخصت ہوا اور بولا کہ لو تم نے کیمیا تو نہیں سیکھی مگر ہم نے خود تمکو اکسیر بنادیا ہے کچھ عرصہ کے بعد انقلاب روزگار نے ایسی خانہ خرابی کی کہ اس امیر کو فقیر بنادیا فاقہ کشی کی نوبت پہنچی ایک پرانی دیگچی بازار میں بیچنے گیا خوبی قسمت سے وہ بھی نہ بکی دوپہر کا وقت گرمی کے دن نہایت حیران پریشان ہوکر ایک درخت کے سایہ میں بیٹھ گیا، اور افسوس کرنے لگا کہ اگر اُس فقیر سے کیمیا سیکھ لیتے تو آج کام آتی، اوسوقت خیال آیا کہ فقیر نے یہ بھی تو کہا تھا کہ میں تمکو اکسیر بنا چلا ہوں، فوراً اپنا پسینہ لیکر اُس دیگچی کو مل دیا، اور جنگل میں اُپلے جمع کرآگ دیدی دیگچی کندن ہوگئی، لیکن اُسپر ایک ایسی حیرت طاری ہوئی کہ تین روز تک متحیر بیٹھا رہا، آخر چوتھے دن غائب ہوگیا چونکہ دفعتاً پی تاثیر اُسپر ظاہر ہوئی متحمل نہوسکا،،

ایک روز ارشاد ہوا۔ کہ شاہ بھیک صاحب نے بابا بستیل پوری کی خدمت میں جو کہ حضرت شاہ کمال قادری رحمۃ اللہ علیہ سے فیضیاب تھے یہ شعر لکھکر ارسال کیا ؎

چلتے چلتے جگ گیو اور بھیک دواری دور	خرچی بڑی ہے پگ تھکے جاکو کہی حضور

اس کے جواب میں بابا ستیل پوری نے یہ شعر تحریر کیا ؎ جن پٹیں تم جات ہو اُن پٹیں ہیں دور ۔ ست نام ستیل پوری جو سن مکہ رہے حضور ۔ مطلب یہ ہے کہ راہ سلوک تو ایک نہایت دور و دراز ہے جوں کی چال چلنا راہ دستہ کا اُتار چڑھاؤ بھگتنا اور گانوں گانوں میں منزل بمنزل مقام کرنا صعوبات سفر اور عقبات رہ گذر اور عجائبات منازل اور طلسمات راہ کی سیر دیکھنا اس طور سے سفر طویل اور منزل مقصود بعید ہو جاتی ہے جیسے کوئی شخص دہلی سے کلکتہ کا سفر پیادہ یا خطرے کرے مگر راہ قلندری میں سیر منازل اور تماشائے مراحل کچھ نہیں جیسے کوئی آدمی ریل میں سوار ہو کر جھٹ پٹ کلکتہ میں جا اترے ؎

صنما رہِ قلندر سرِ ز از بمن نمائی		کہ دراز دود دیدم رہ و رسم پارسائی

ان دونوں میں ہر طرح بڑا فرق ہے ۔"

ایک روز کسی طالبعلم نے شکایت کی کہ حضور آجتک ہمکو کچھ حاصل نہیں ہوا ہنوز روز اول ہے اپنے ارشاد فرمایا کہ میر پنجہ کش صاحب دہلوی سے ہمنے بھی مشق خط کی تھی اسوقت اونکی بات یاد آگئی میر صاحب کا دستور تھا کہ جب کوئی لڑکا اُنکی خدمت میں حاضر ہوتا تو اول روز اسکے ہاتھ سے ایک وصلی لکھواتے اور اپنے پاس رکھ لیتے جب کوئی شاگرد شکایت کرتا کہ حضرت اتنی مدت گذری لیکن میرا خط درست نہیں ہوا تو اوسکی پہلی لکھی ہوئی وصلی نکالکر سامنے رکھدیتے کہ اس سے مقابلہ کرلو کتنا فرق ہوا ہے جبکہ پہلی لکھی ہوئی وصلی دیکھتا تو فرق بیّن معلوم ہوتا شاگرد کی تسکیں ہو جاتی تھی ،،

ایسا ہی حال طالبان طریق کا ہے کہ جب تعلیم بتدریج حاصل ہوتی ہے تو امتیاز حاصل نہیں ہوتا اور طالب کو تشنگی طلب بدستور رہتی ہے اور خیال کرتا ہے کہ ابھی کچھ حاصل نہیں ہوا حالانکہ مرد کامل کی صحبت اپنا کام کرتی رہتی ہے اگر اس میں بھی وصلی لکھی جاتی تو ہم بھی لکھوا کر رکھتے آج مقابلہ ہو جاتا لیکن تبدیل خیالات میں کچھ فرق ہوا ہوا یا نہیں پہلے کی نسبت خود ہی کمی بیشی معلوم ہوتی ہوگی ، رہا انکشاف اگر اوسکو منظور ہے تو وہ بھی ہو جائیگا ۔

در بلا صبر ے بباید مرد را		صبر خود کے باشد اہلِ درد را

ایک روز ارشاد ہوا - کہ ایک شہزادہ بام محل پر سیر طرف سیر کر رہا تھا - ناگاہ اوسکی خالہ کی بیٹی بھی اپنے بالاخانہ پر جلوہ افروز ہوئی شہزادہ اوسکو دیکھتے ہی بیہوش ہو گیا ؎

ان نے دیکھا آنکھیں کو سکھ سر جو ہی نائیں	دیکھت ہی نہ دیکھتیں بن دیکھے اکلائیں

غلام و کنیز اسکو اٹھا کر محل سرائے میں لائے جب نخلخہ سونگھایا تو ہوش آیا لیکن مرض عشق اپنا اثر کر چکا تھا روز بروز دل ہی دل میں گھٹنے لگا ہر چند علاج و معالجہ کیا شفا نہ پائی آخر ایک حاذق طبیب نے سبب اصلی معلوم کر کے بادشاہ کو اطلاع دی بادشاہ نے فوراً شادی کا پیام دیا اور منظوری کے بعد دھوم دھام شروع ہوئی اسوقت طبیب روشن ضمیر نے بادشاہ سے کہا کہ ابھی شادی میں توقف کرو کہ جسکو دیدار کی تاب نہیں وہ وصال کا کب متحمل ہو سکتا ہے ہمارے نزدیک بہتر یہ ہے کہ پہلے وہ مکان بنوائے جائیں جس میں ایک دیوار حایل ہو اور روزن دیکھ بھال کے لئے رکھے جائیں اور دونوں جدا جدا مکان میں رہیں، شہزادی کبھی کبھی اپنے دیدار کی جھلک دکھا دیا کرے جب شہزادہ متحمل ہو جائے تو اسوقت شادی کرنی چاہیئے یہ بات سب نے پسند کی کیونکہ دفعۃً وصال ہوتا تو شہزادہ شادی مرگ ہو جاتا غرض تجویز کے موافق مکان تیار ہوا، دونوں جدا جدا رہنے لگے، شہزادہ ہر وقت شوق دیدار میں بیقرار ہو کر تاک جھانک کرتا شہزادی نے یہ انداز اختیار کیا کہ کبھی روزن دیوار سے ذرا انگلی دکھائی، کبھی روزانگوٹھا کبھی پنجہ نگاریں کبھی ساعد سیمیں چمکا دیا کبھی چشم حمور کے جام سے مست کیا کبھی شمع رخسار صبح جبیں کی جھلک دکھائی کبھی گیسوئے عنبر بار کا نخلخہ سونگھایا کبھی سرو قامت کے خرام سے قیامت برپا کی، کبھی آواز جانگداز سنا کر جلا دیا، القصہ رفتہ رفتہ شہزادہ کے دل بیقرار کو یہانتک تحمل ہونے لگا کہ دیر دیر تک معشوقہ کے دیدار کی بہار دیکھا کرتا اور جلوہ حسن سے بیخود ہوتا اسوقت وصال کی ٹھیری، ایسے ہی پروانا طالب کے ظرف کا اندازہ کر کے اسکی استعداد کے مناسب تعلیم و تلقین بتدریج فرماتے ہیں ورنہ طالب مبتدی و کم حوصلہ کو دفعۃً تعلیم کرنا موجب زیان ہو جاتا ہے -

؎ یعنی ان نئی آنکھوں کو کسی طرح چین نہیں، دیکھنے کیوقت تاب نہیں بغیر دیکھے قرار نہیں ۱۲ منہ

ایک روز ارشاد ہوا۔ کہ شاہ جہانپور میں ایک خانصاحب تھے انکی بیوی نہایت حسینہ جمیلہ تھی

پتر ترے ہی تت پائے واگھر کے جوپاس تت پرت پونو ہے رہت آن اوپ آچاس

جب خانصاحب سفر میں ہوتے تو وہ بیوی خط لکھنے پڑھنے کیواسطے محلہ کی مسجد کے امام کو بلالیتی چنانچہ ایک بار وہ نیک بخت پس پردہ بیٹھی تھی اور امام صاحب خط لکھنے کو تیار تھے پوچھا کیا لکھوں؟ اتنے میں ہوا نے پردہ اوٹھایا اتفاقاً مولوی صاحب کی نگاہ اُس پردہ نشین سے دوچار ہوگئی ہوش و حواس جاتے رہے اس کے بعد عورت نے مضمون بتانا شروع کیا، مولوی صاحب لکھنا تو بھول گئے بار بار یہی کہتے تھے کیا لکھوں؟ اب عورت جو کچھ کہتی ہے اُس کے جواب میں مولوی صاحب کی زبان سے یہی جاری ہے کہ کیا لکھوں؟ آخر وہ عورت سمجھ گئی کہ ملا غریب آفتاب حُسن کی تاب نہ لاسکا ایک ہی جلوہ میں چکا چوند ہو گئے۔

شہ بار عشق نے طائر عقل کے پر نوچ لئے ؎

در دل عاشق چو عشق آتش افروخت	ہر چہ جز معشوق بود آن را بسوخت

اسی کنیز کو اشارہ کیا کہ جا مولوی صاحب کو جلدی سے مسجد میں پہنچا دے کنیز انکو مسجد میں چھوڑ گئی لیکن خورد و خواب آرام و قرار سب فراموش اس لفظ کے سوا کچھ یاد نہ رہا ہر وقت یہی وظیفہ تھا، کہ کیا لکھوں؟ آخر راز فاش ہوگیا، چند روز کے بعد خانصاحب بھی پہنچے مولوی صاحب کا احوال سُنکر بہت افسوس کیا ایک روز اپنی بیوی سے کہہ گئے، کہ تم اسوقت اچھا لباس اور عمدہ زیور پہنکر آراستہ ہوجاؤ آج مولوی صاحب کی دعوت ہے عصر کیوقت اُس دیوانۂ عشق کو اپنے گھر میں لائے اور کھانا سامنے رکھا مولوی صاحب کو تو وہی ایک بات یاد تھی، بولے کیا لکھوں اُسوقت خانصاحب نے بیوی کو اشارہ کیا کہ پردہ سے باہر

۱؎ پتر اختری، امت تاریخ، انت پرت ہمیشہ۔ پونو شب چہاردہم یعنی وہ معشوق کہ مانند چاند چودس کے ہے اور اُوس کے گھر کے چوطرف روشنی چودھویں رات کی سی ہے، تو شاعر کہتا ہے کہ اگر کوئی شخص اُس کے گھر کے پاس جاوے تو تاریخ بھول جاویگا تاریخ اور اختری میں ہلگی کیونکہ وہاں تو ہر وقت روشنی چودھویں رات سے رہتی ہے۔

آجاؤ اُسکا سامنے سے آنا اور نگاہ کا دوچار ہونا تھا کہ دونو بغل گیر ہو کر فنا ہو گئے۔

عشق یوسف را زاں بازار غلام	تا کہ آرد مر زلیخا را بدام
عشق موسیٰ را بکوہ طور برد	بہر دید دوست سوئے نور برد
عشق احمد را بود معراج دیں	تا مقام او شود حق الیقیں
عشق چہ بود قطرہ دریا ساختن	از دو عالم با خدا پرداختن
عشق از ہستی خود وارستن است	در مقام سرمدی پیوستن است

غرض دونوں شہید خنجر عشق اسی طرح ہمکنار دفن کئے گئے لوگوں نے چاہا بھی کہ جدا کر دیں لیکن خانصاحب نے منع کیا کہ جن کو خدا نے ملایا اُنکو ہم کیوں جدا کریں"

من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جاں شدی	تا کس نگوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری

چونکہ حسن پردہ در اور عاشق کم حوصلہ تھا اور وصال یک بیک ہو گیا نہ عشق رہا نہ عاشق نہ معشوق بھی ندارد اور وہ بھی ندارد "فَلَمَّا تَجَلّٰی رَبُّہٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَہٗ دَکًّا وَّخَرَّ مُوْسٰی صَعِقًا"

از بسکہ حسن فرد و عشق گداختہ مرا	نہ من تناختم اورا نہ او شناخت مرا

یک بار مولوی محمد عبد الحکیم صاحب و محمد اسمٰعیل صاحب پٹھے اور سید غلام محمد صاحب وکیل رضا سے واسطے قدمبوسی جناب و قبلہ کے حاضر ہوئے تھے سب صاحبوں نے راقم سے کہا کہ حضرت کے کلام کے ہم بہت مشتاق ہیں آج کسی طور سے تحریک کرو چنانچہ بعد نماز عشا ہم سب حاضر خدمت مبارک ہوئے اور تسلیم بجا لا کر بیٹھ گئے تھوڑی دیر کے بعد راقم نے یہ شعر عرض کیا ؎

باز گو از بخد دار یاران بخدا تا در و دیوار را آری بوجد اسوقت جناب و قبلہ اُٹھ بیٹھے اور فرمایا۔

ارے او میکدہ کے جانے والے	ذرا کہدیجیو پیر مغاں کو
شراب شوق کی کم ہو گئی کیف	پلا ایسی کہ بھولے دو جہاں کو

ایک فقیر دل خستہ کسی شہر میں وارد ہوا اور نان بائی کی دوکان پر جو بادشاہی محل کے قریب تھی روٹی خریدنے کے لئے گیا اتفاقاً شہزادی صاحب جمال جو تمثال سیر بازار میں مصروف

تھی فقیر کی اُسپر نگاہ جا پڑی شہزادی شوخی و ناز سے انگوٹھا دکھا کر ہنسی ہوئی چلدی اُس اُن ادا کو دیکھکر فقیر بیچارہ کا دل قابو میں نہ رہا تیر نگاہ سینہ بے کینہ کے پار اور تیغ ابرو سے جگر فگار ہوگیا۔

دل بسوئے آں مہ غرقہ نشیں حیراں بماند	شمع در فانوس شد پروانہ سرگرداں بماند
تا بگلشن سرو سیمیں را خراماں ساختی	رونق از گل رفت و بلبل را پریشاں ساختی
تا سمند ناز را سرگرم جولاں ساختی	شور محشر بر سر گور غریباں ساختی
پریم کہانی بس بھری مت سُنیو کوئی آئے	باتوں باتوں بس چڑھی اور دیکھت ہی دُکھائے
نین پیادے پھنس رہے پریم کپچ کے بیچ	من گوبند کاڑن گئے وہ بھی رہ گئے بیچ

جب ہوش آیا تو محل شاہی کے نیچے دھونی رما کے بیٹھ گیا رفتہ رفتہ تمام شہر میں اُسکے عشق کا شہرہ ہوا اور یہ خبر بادشاہ کے کان تک بھی پہنچ گئی وزیروں سے پوچھا اب کیا تدبیر ہے اُنھوں نے عرض کی کہ کسی شخص کو کہدینا چاہیے کہ اس فقیر کو قتل کرڈالے یہ مشورہ شہزادی نے بھی سُنا، اور رات کیوقت اُس عاشق زار کو بُلوایا، اور پس پردہ آکر اُس سے کہا کہ سُن فقیر تیرے قتل کا سامان ہو رہا ہے بہتر یہ ہے کہ تو یہاں سے نکلجا ورنہ مارا جائیگا فقیر بولا کہ اے شہزادی میں تو اوسیدن مرچکا تھا جب تم نے ناز و انداز سے انگوٹھا دکھایا، اب مردے کو جو چاہیں سو کریں، میری جان تو پہلے ہی تم پر قربان ہو چکی ہے مجھکو رنج و راحت دونوں برابر ہیں ع زندہ کی عطائے تو و دربکشی رضائے تو + آپ کچھ فکر نکریں اگر یہ بات صحیح ہے تو اس سے زیادہ میرے لئے کون سی سعادت ہے سچ تو یہ ہے کہ رنج و راحت دونوں ہمارے واسطے ہیں یہ نہیں ہو سکتا کہ راحت تو ہمارے لئے ہو اور رنج کوئی اور اوٹھائے، اگر یہ جان آپ پر قربان ہو جائے تو عاشقوں کا عین دین و ایمان ہے ؎

از محبت تلخہا شیریں شود	از محبت مسہا زریں شود	از محبت دردہا صافی شود
از محبت دردہا شافی بود	از محبت خارہا گل میشود	از محبت سرکہا مُل میشود
از محبت دار تختی میشود	از محبت بار بختی میشود	از محبت سجن گلشن میشود

بے محبت روضہ گلخن میشود | از محبت حزن شادی میشود | از محبت غول ہادی میشود
از محبت نار نوری میشود | از محبت دیو حوری میشود | از محبت سنگ روغن میشود
بے محبت موم آہن میشود | از محبت نیش نوشی میشود | از محبت شیر موشی میشود
از محبت سقم صحت میشود | از محبت قہر رحمت میشود | از محبت مردہ زندہ میشود
از محبت شاہ بندہ میشود | چوں خلیل از آسمان مہتمیں | بگذرد کہ لا اُحِبُّ الآفلیں
آب کم جو تشنگی آور بدست | تا بجوشد آیت از بالا و پست | تا سقاہم ربہم آید خطاب
تشنہ باش اللہ اعلم بالصواب | آب رحمت بایدت روپست شو | وانگہاں خور خم رحمت مست شو
چرخ را در زیر آور اے شجاع | بشنو از فوق فلک بانگ سماع | پنبہ وسواس بیروں کن ز گوش
تا بگوشت آید آں بانگ خروش | دفع کن از مغز و از بینی زکام | تا کہ ریح امید آید در مشام

پھر شاہزادی نے کہا کہ اچھا ہم تیرے ساتھ چلنے کو راضی ہیں | تو بھی چل اور ہمکو بھی لے چل

فقیر نے کہا کہ ؎

من شمع جانگدازم تو صبح دل کشائی | سوزم گرت نہ بینم میرم چو رخ نمائی
نزدیکیت ایں چنینم دوریت آں چناں کہ گفتم | نے تاب وصل دارم نے طاقت جدائی

میں اسکی قابلیت نہیں رکھتا کجا تم کہاں میں، چہ نسبت خاک را با عالم پاک، یہ بوجہ تو مجھسے ہرگز اُٹھایا نہ جائیگا، میری تاب وطاقت سے باہر ہے، جب فقیر اس بات پر بھی راضی نہ ہوا اور مرنا ہی اختیار کرلیا، تو شہزادی نے پردہ اُٹھا کر کہا کہ آؤ معانقہ ہی کرو زندگی کا کچھ اعتبار نہیں،

من از آں حسن روز افزوں کہ یوسف داشت دانستم | کہ عشق از پردہ عصمت بروں آرد زلیخا را

دونوں معانقہ کرتے ہی جاں بحق ہوگئے

بیا ساقی کہ من مردم کفن از برگ تاکم کن | بآب مے بدہ غسلم دریں میخانہ خاکم کن
بل فاتحہ بدہ روحم دگر گورم ازیں ترکن | کہ روز عاقبت مارا یکے جرعہ نجاتم کن
سالکاں دانند در میدان درد | تا فنائے عشق! مردا، چہ کرد

تا نباشی مدتے زیر و زبر ۔ ۔ ۔	کے توانی یافت ز آسایش خبر
سالہا باید مردان انتظار	تا یکے را بار شد از صد ہزار

اگر انسان کو اتنی بھی محبت خدا سے نہو تو وہ انسان کیا حیوان ہے ۔

ایک روز ارشاد ہوا ۔ کہ ایک بادشاہ کو وزیرزادہ سے ایسی محبت پیدا ہوئی کہ بغیر اُسکے ایکدم چین نہ تھا اتفاق سے کچھ مدت کے بعد وہ وزیرزادہ کسی عورت پر عاشق ہوگیا ہر وقت اُسی کے ذکر و فکر اور اداسی کی تاک جھانک میں رہنے لگا ۔ بادشاہ کے پاس آنا جانا کم ہوگیا ، ہرچند بادشاہ خفا ہوتا مگر وہ کب سنتا تھا ، ؎

نہ میری سنے وہ نہ میں ناصحوں کی	نہیں مانتا کوئی کہنا کسیکا

ایک شب وزیرزادہ بادشاہ کے پاس تھا ، جب دیکھا کہ بادشاہ کی آنکھ لگ گئی جھٹ وہاں سے اُڑا اور اپنی معشوقہ کے پاس پہنچا بادشاہ اتنے میں جاگ اُٹھا دیکھا تو محبوب ندارد گھبراکے بیقراری اور غصہ کی حالت میں جستجو شروع کی آخر پتہ لگاتے لگاتے وہیں پہنچا جہاں وہ دلدار سے عیش و نشاط میں مصروف تھے ، دیکھتے ہی آتش غضب بھڑک اُٹھی بولا وزیرزادے میں نے تجھکو اس قدر ناز و نعمت سے پالا تمام ملک کی حکومت تجھکو عطا کی تمام خزانوں کی کنجیاں تجھکو دیں جو تیرا جی چاہتا ہے ، سو کرتا ہے ، ہر قسم کی عزت ہر طرح کا اقتدار تجھکو حاصل ہے پھر تو میرا مطلوب ہوکر غیر کی طرف کیوں مائل ہوا یَا اَیُّهَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِیْمِ الَّذِیْ خَلَقَكَ فَسَوّٰكَ فَعَدَلَكَ فِیْ اَیِّ صُوْرَةٍ مَّا شَآءَ رَكَّبَكَ یعنی اے انسان کس چیز نے تجھکو فریفتہ کیا ہو کافر ہوا تو ساتھہ خداوند اپنے کے وہ خدا تعالے کہ تجھکو پیدا کیا پس درست کئے اعضا تیرے اور متمیز کیا تجھکو غیر سے جس صورت میں کہ چاہا ۔ اس جوش غضب میں بادشاہ نے غلاموں کو حکم دیا کہ اس نابکار کی کھال کھینچکر سولی پر چڑھا دو تاکہ اور لوگ عبرت پکڑیں اور بہت جلد تعمیل حکم کرکے ہمکو خبر دو اتنے میں وزیر کو خبر پہنچی دوڑا ہوا آیا ، اور غلاموں کو بہت زر و جواہر دیکر کہا تم جانتے ہو بادشاہ کو اس سے کسقدر

محبت ہی یہ حکم شان غضب میں دیدیا ہے، جب غصہ فرو ہو جائیگا تو پھر تم پر الٹا غضب نازل ہوگا اُسوقت اسکو کہاں سے لاؤ گے اور اپنے بچنے کی کیا تدبیر کروگے بہتر یہ ہے کہ اسکو چھپا دو اور کسی واجب القتل مجرم کو سولی پر لٹکا دو، غلاموں نے ایسا ہی کیا، اگلے دن بادشاہ نے غلاموں سے حال دریافت کیا سب نے عرض کیا کہ ہمکو جیسا حکم ملا تھا اُسکی تعمیل کی گئی چنانچہ ابھی تک وہ دار پر آویزاں ہے بادشاہ یہ سُنکر نہایت خوش ہوا اور سبکو خلعت و انعام دیا اور کہا کہ خوب کیا اُسکو اسی طور سے رہنے دو تاکہ خلقت اُسکے حال سے عبرت پکڑے۔ تمام شہر میں غوغا ہو گیا ہر ایک شخص اُسکی نعش پر آتا اور اسکی حالت یاد کر کے روتا تھا چند روز گذرے تو بادشاہ کی آتش خشم فرو ہو گئی اور عشق و محبت کی سوز و گداز کا زور شروع ہوا اور اپنے کئے سے نہایت پشیمان ہوا، اُسکی صورت اُسکی باتیں یاد کر کے زار زار رونے لگا اسکی عزاداری میں ماتمی لباس پہنا ؎

مے کشد پنہاں دمے پوشد کبود		از فسونِ نرگسِ شہلا سپرس	

رات کے وقت جبکہ دار اغیار سے خالی ہوتی تو وہاں جاتا اور صبح تک اُسکے فراق میں تن تنہا خاک و خون میں لوٹتا اور روپیٹ کر واپس چلا آتا چالیس روز تک بادشاہ پر یہی کیفیت گذری ؎

از پس چل روزاں بیخورد خواب	آن پسر را دید یک ساعت بخواب
روئے چوں ماہ و او در مشک غرق	از قدم در خون نشستہ تا بفرق
شاہ گفتش اے لطیف جانفزا	از چہ تو غرقی بخوں سر تا بپا
گفت در خوں زاشنائے تو ام	این چنیں از بیوفائی تو ام
باز کردی پوست از من بے گناہ	از وفاداری نبودے بادشاہ
یار خود با یار آخر این کند	کافرم گر ہیچ کافر این کند
من چہ کردم تا تو بردارم کنی	سر بری و پس نگوسارم کنی

روے اکنوں سے بگردانم زتو	در قیامت داد بستانم زتو
چوں شود دیواں داور آشکار	داد من از تو ستاند کردگار

جب بادشاہ نے یہ خواب دیکھا اور لڑکے سے بوفائی کا دردناک گلہ سنا تو اور بھی زیادہ بیقراری ہوئی آنکھ کھل گئی دل کی بیچینی اور طبیعت کی بیتابی اسقدر بڑھی کہ بیہوش ہو گیا جب وزیر نے دیکھا کہ بادشاہ کی بُری حالت ہے تو لڑکے کو اشارہ کیا وہ تیغ و کفن لیکر بادشاہ کے قدموں پر جا گرا اور دونوں بیخود ہو گئے۔

شاہ چوں شد از فراق او خلاص	ہر دو خوش رفتند در ایواں خاص
بعد ازاں کس واقف اسرار نیست	زانکہ آنجا موضع اغیار نیست
آنچہ آن یک گفت آن دیگر شنید	کو رسید آں حال گوش کر شنید

پھر فرمایا کہ خواب میں یہ شکایت بادشاہ سے کس نے کی وزیرزادہ تو زندہ تھا، بات یہ تھی کہ بادشاہ کو جو تخیل تھا وہی پیش آیا ؎ مپندار اینکہ مہرت از دلِ عاشق رود ہرگز، چو میرد مبتلا میرد چو خیزد مبتلا خیزد ٭ اللہ تعالےٰ کا معاملہ بھی اپنے بندہ کے ساتھ ایسا ہی ہے۔ انسان کو لازم ہے، کہ سوائے خدا کے غیر کو دل میں جگہ نہ دے۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ ایک شہزادی اپنے غلام پر عاشق ہو گئی جبکہ جنون عشق کا غلبہ ہوا اور عصمت و حیا کا پردہ چاک ہونے لگا تو ناچار اپنی دس کنیزوں کو جو فن موسیقی میں کامل تھیں اور لحن داؤدی سے تاثیر سحر دکھاتی تھیں اپنے پاس بلایا اور راز دل ظاہر کیا کہ اب مجھ میں تاب جدائی باقی نہیں کوئی تدبیر کرو کہ اُس غلام پری پیکر کو خبر ہو اور لطف وصال حسب دلخواہ میسر آوے ورنہ میری جان اس غم میں گھلجائے گی اُن سب نے عرض کیا کہ یہ کیا بڑی بات ہے، لو آج ہی سہی، ایک عیارہ اُن میں سے گئی اور غلام کو ایک جام داروئے بیہوشی کا پلا دیا اور اُس حالت بیخبری میں اوسکو لاکر شہزادی کے پلنگ پر لٹا دیا جب نصف شب کے بعد اُسکو ہوش آیا تو اپنے تئیں بہشت میں پایا ؎

نیم شب چوں نیم مستی آں غلام	چشم نرگس برکشود از غم تمام
دید قصرے ہمچو فردوس از نگار	تخت زرّیں از کنارش تا کنار

اس بزم عیش و سامان نشاط کو دیکھکر غلام متحیر اور شاہزادی کے حُسن باکمال و جمال بیمثال میں محو ہو گیا انگ[1] انگ پرتی بنت پڑی درپن سب گات دوہری تیہری چوہری بہو گن جانے جات

کنیزان سحر فن گانے بجانے میں مصروف ہوئیں اور شہزادی مشاہدۂ جمال اور لطف وصال میں مشغول رات بھر وہ غلام یہ عجیب سانگ دیکھتا رہا قریب صبح سو گیا تو شہزادی کی چالاک کنیزوں نے اسکو اُٹھاکر پھر وہیں جا ڈالا جب آنکھ کھلی تو نہ وہ محفل نہ وہ سامان وہی جگہ وہی مکان اب غلام حیرت کے دریا میں ڈوب گیا کہ یہ کیا حال تھا خواب تھا یا خیال تھا، آہ و زاری شروع کی لوگوں نے حال دریافت کیا تو کہا کہ میں کچھ بیان نہیں کرسکتا ایک خواب تھا بیداری سے بہتر ایک بیداری تھی خواب سے پریشان تر نہ خواب تھا نہ بیداری ؎

ہیچ نشنیدم جو بشنیدم ہمہ	من ندیدم گرچہ من دیدم ہمہ

جب عارف دریائے توحید میں غوطہ لگاکر باہر آتا ہے تو اُس پر یہی حالت طاری ہوتی ہے ع حیرت اندر حیرت اندر حیرت است "

ایک روز ارشاد ہوا۔ کہ ایک فقیر روشن ضمیر ایک شاہزادہ پر عاشق ہو گیا اور اوسکے عشق و محبت کا زور و شور شہرہ آفاق ہوا بادشاہ کو اطلاع ہوئی کہ ایک گدائے بینوا شہزادۂ مہ لقا کی محبت میں دیوانہ ہو گیا ہے بادشاہ آتش غیرت میں سوختہ ہو گیا اور وزیر کو حکم دیا کہ اسید گدائے شوخ چشم کو سولی دیدو وزیر بموجب فرمان شاہی کے درویش دلریش کو زیردار لایا اُسوقت سوختہ جگر نے کہا کہ اگر تھوڑی مُہلت دو تو دو گانہ پڑھکر کچھ دعا کرلوں، چنانچہ وزیر نے اتنی مہلت دی اور فقیر نے نماز شروع کی ؎

[1] انگ انگ ہر عضو۔ پرتی بنت ہر عکس درپن آئینہ وگات جسم بھو گن زیور یعنی تمام جسم معشوق کا مانند آئینہ کے شفاف ہے زیور عکس جو اُس کے ہر عضو میں پڑتا ہے تو دوہرے تیہرے چوہرے زیور معلوم ہوتے ہیں ۱۲ منہ

پس میانِ سجدہ گفتا کای الٰہ	چوں بخواہد کشت شاہم بیگناہ
پیش ازاں کز جاں برایم بے خبر	روزیم گرداں جمالِ آں پسر

تیر دعا نشانہ مدعا پر جا لگا فقیر کی دعا نے وزیر کے دل پر اثر کیا اُس نے فوراً بادشاہ سے اُس کے عشق صادق کا حال بیان کیا بادشاہ کا بھی دل نرم ہو گیا شہزادہ سے کہا کہ جاؤ اور نہایت خاطر و مدارات سے اُس دلدادہ کو ہمارے پاس لاؤ شہزادہ گیا اور فقیر کا سر اپنے زانو پر رکھا فقیر سوختہ نے دیکھا تو آپکو کنار معشوق میں پایا جمال یار پر جان نثار کی ؎

سورج کے سامنے نہیں شبنم کو کچھ قرار	ہم پاس تم جو آئے تو پھر ہم کہاں رہے
نعرہ زد جاں بہ بخشید و بمرد	ہمچو شمعے باز خندید و بمرد
چوں وصالِ دلبرش معلوم شد	فانیٔ مطلق شد و معدوم شد
سالکاں دانند و میدان ورد	تا فنائے عشق بامرداں چہ کرد
جملگی مرداں فنائے رو شدند	در فنائے حق بحق آگہ شدند
تا بنا شی مردے زیر و [illegible]	کے توانی یافت ز آسایش خبر
عاشقاں جاں باز ایں رہ آمدند	وز دو عالم دست کوتہ آمدند
کس دریں وادی بجز آتش مباد	وآنکہ آتش نیست عشقش خوش مباد
عاشق آں باشد کہ چوں آتش بود	گرم رو سوزندہ و سرکش بود
مرد کار افتادہ باید عشق را	مردم آزادہ باید عشق را
نے تو کار افتادۂ نے عاشقی	مردۂ تو عشق را نے لائقی

ایک روز ارشاد ہوا۔ کہ حضرت نظام الدین صاحب اولیا رحمۃ اللہ علیہ ایکدن قوالی سُن رہے تھے آپکو جوش آیا اور جوش میں رومال ہلا کر فرمایا کہ افسوس ہم دھوبی کے لڑکے برابر بھی نہ ہوے اُسوقت تو کسی [illegible] آب نہوئی کہ دریافت کرے لیکن دو تین دن کے

بعد حضرت امیر خسرو نے وقت فرصت میں عرض کیا، کہ اُس روز جو حضور نے زبان الہام بیان سے یہ الفاظ صادر ہوئے تھے اس راز سے آگاہ فرمائے، آپنے فرمایا کہ بادشاہی دھوبی کا لڑکا بن دیکھے بھالے شہزادی پر شیفتہ ہوگیا ؎

نہ تنہا عشق از دیدار خیزد ٭ بسا کیں دولت از گفتار خیزد ٭ وہ لڑکا تمام دن شہزادی کے کپڑے دھوتا اور طرح طرح سے اُنکو درست کرتا اور غائبانہ اُس کے حسن وجمال کی یاد میں نالہ وفریاد کیا کرتا ؎

زخمہ ہائے بعد وہجر تو در دل ساختہ	عشق چوں زنبور در ہر خانہ منزل ساختہ
ان گن چھین کرتج میں جو پی بچھرت دین	برہ متیا ہوئے کے چھیں چھیں گھر کین

چند روز تو یہ راز پوشیدہ رہا آخر طشت از بام ہوا لڑکے کے گھر والوں کو یہ بھید کھل گیا۔

عشق نہ آنست کہ ماند نہاں ٭ گرچہ بود پردہ جہاں در جہاں

اس کے والدین کو اندیشہ پیدا ہوا کہ بڑی خرابی کی بات ہے اگر شاہزادی کو خبر ہوگئی تو یہ مارا جائیگا،، اور اگر چپ چاپ اس غم میں مبتلا رہا تو مر جائیگا۔ ع، گویم مشکل اگر نگویم مشکل ٭ ایسی جگہ اس نے کمند ڈالی ہے کہ جہاں رسائی دشوار ہے ہم دھوبی وہ شاہ۔ چہ نسبت خاک را با عالم پاک ٭ آخر یہ خیال آیا کہ کسی طور سے لڑکے کی طبیعت کو بدلنا اور اس کے دل سے یہ خیال مٹانا چاہیے۔ اُسکی ماں ایک دن اداس صورت اور غمگین چہرہ بنا کر بیٹے کے پاس جا بیٹھی اور سرد آہیں بھرنے لگی اُسنے پوچھا، اماں خیر تو ہے آج تمہارا کیا حال ہے، بہت اصرار کے بعد کہا بیٹا کیا کہوں کہا نہیں جاتا کلیجہ مُنہ کو آتا ہے، یہ کہکر آنسو بہانے لگی اور بولی کہ جس شہزادی کے تو کپڑے دھویا کرتا تھا آج اوسکا سوم تھا، لڑکے نے مضطرب ہوکر تین بار دریافت کیا کہ کیا وہ مرگئی پھر نعرہ مارکر

؎ ان گن، بیشمار، چھین، سوراخ، کرتج دل پی محبوب، بچھرت، فراق، برہ عشق، یعنی دل میں جو بیشمار سوراخ معشوق کے فراق میں ہوگئے ہیں تو عشق نے متیا بنکے ہر سوراخ کو اپنا گھر بنالیا ہے۔ ۱۲ منہ

جاں بحق ہوگیا۔ ابتدا ہی میں اُٹھ گئے سب یار ؛ عشق کی کون انتہا لایا ؛ انتو جاتے ہیں میکدہ سے میر ؛ پھر ملیں گے اگر خدا لایا ؛ دھوبن نے سوچا کچھ تنہا ہوگیا کچھ رونا پیٹنا شروع کیا اب کیا ہوتا تھا۔ آخر رو دھو کے بیٹھ رہے چوتھے روز وہ دھوبن شہزادی کے کپڑے لے گئی اُسنے دیکھکر کہا یہ کپڑے آج کسنے دھوئے ہیں پہلی سی صفائی نہیں وہ تو کچھ محبت کی صفائی معلوم ہوتی تھی، یہ بات سُنکر وہ غمزدہ زار و قطار رونے لگی پہلے تو جھوٹا رونا تھا اب سچ مچ کا ہوگیا۔ جھٹ مٹ کھیلے سچ مچ ہوئے ؛ سچ مچ کھیلے برلا کوئے ؛ شہزادی نے پوچھا کمبخت بتا تو سہی روتی کیوں ہے کچھ مُنہ سے تو بول، اُسنے تمام حال اپنی لخت جگر کی رحلت کا رو رو کے بیان کیا، اور کہا وہ نامراد جو تمہارے کپڑے دھوتا تھا اسطرح جہان سے اُٹھ گیا یہ اوسکا پیغام ہے،،

اتنا پیغام درد کا کہنا	گر صبا کوئے یار میں گذرے
کوں سی رات آن ملیئے گا	دن بہت انتظار میں گذرے

شہزادی بولی اچھی دھوبن ہمکو بھی اپنے لڑکے کی قبر دکھلا۔ اے روشنی طبع تو برمن بلا شدی ؛ ما را خراب کردی و خود مبتلا شدی ؛ یہ بات کہکر کھڑی ہوگئی،، اور دھوبن کو ساتھ لے قبرستان کی طرف روانہ ہوئی،،

وہ چلا جاتا ہے دوستو ذرا اس کو بچو رہا کرو	کیا قتل حسینے نظیر کو یہ دہی تو خانہ خراب ہے
مرے پیچھے مت ملو کہے کبیرا رام	لوہا مائی ہوگیا پھر پارس کس کام

چلتے چلتے قبر پر پہنچی، اور اُسکو نہایت درد و حسرت کی نگاہ سے دیکھنا شروع کیا کہ فوراً قبر شق ہوگئی شہزادی نے کہا۔ شق جا بجا سے آہ یہ کسکا مزار ہے ؛ شاید کہ اس میں دفن دل بیقرار ہے ؛ پھر بیتاب ہوکر شہزادی اُسی قبر میں سما گئی۔

اس چمن کی سیر میں آیا ہوں مل کے مل	کیا بنائے صانع قدرت نے نگیں گل کے گل
یہ وہ دریا کہ جس کی گذرے پل باندہ کر	موج چشم عاشقان ہے تو ٹپل میں مل کے پل

ایک شور مچگیا بادشاہ کو خبر ہوئی وہ بھی آیا قبر کھودی گئی، تو دیکھا کہ جسم ایک ہے اور سر دو،،

نکلے باہر دے ہوئے نکلے	دونو دست و بغل ہوئے نکلے
ربط چسپاں بہم ہویدا تھا	مر گئے پھر بھی شوق پیدا تھا
ایک کا ہاتھ ایک کی بالیں	ایک کے لب کو ایک سے تسکیں
جو نظر اُن کو آن کرتے تھے	ایک قالب گمان کرتے تھے

بعد اس قصہ کے سلطان جی نے فرمایا کہ میاں ایسا عشق ہمکو نہ مرشد سے ہوا نہ رسول سے نہ خدا سے ورنہ ہمکو بھی وصل نصیب ہو جاتا۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ جب مجنوں عاشق ہوا اور عشق مشتہر ہوا تو امتحان کے لئے لیلےٰ نے ایک آدمی بھیجا کہ مجنوں سے ایک پارہ گوشت مانگ لاؤ اُسنے مجنوں کو یہ پیام سنایا پوچھا کہ کہاں کا گوشت طلب کیا ہے، اُسنے جاکر لیلےٰ سے پوچھا کہ ابھی کیا ہے، مرتبہ ناسوتی سے آگے نہیں بڑھا کچھ مدت کے بعد پھر ایک آدمی بھیجکر گوشت طلب کیا تو مجنوں نے جواب دیا کہ کاٹ کر لیجاؤ اُسنے یہی جواب لیلےٰ کو جا سُنایا کہ ہاں اب عشق میں آیا ہے اور یہ مرتبہ ملکوتی ہے، کچھ عرصہ کے بعد انا لیلےٰ کہنے لگا، جسطرح شاہ منصور نے انا الحق کہا تھا، یہ مرتبہ جبروتی اور فنا فی العشق ہے چند روز کے بعد صرف لیلےٰ کہنا شروع کیا یہ مرتبہ لاہوت و توحید ہے، بعد اسکے گم گشتگی پیدا ہوئی نہ لیلےٰ یاد رہی نہ مجنوں یہ مرتبہ لاہوت ہے، نہ خود نہ خودی نہ خدا کچھ باقی نہ رہا نہ ذکر نہ ذاکر نہ مذکور ؎

دلدار طلب مکن کہ دلدار نماند	بے یار نبری کہ در جہاں یار نماند
دامن درکش و خوش نشیں یک نفسے	انگار کہ در زمانہ دیار نماند
سر بر منہ نیستم درم کلاہ چار ترک	ترک دنیا ترک عقبیٰ ترک ہوے ترک ترک

ایک روز ارشاد ہوا کہ عشق حقیقی ہو یا مجازی آثار و اطوار عشق ہر صورت یکساں ظہور کرتے ہیں شاہ منصور کو بھی غلبۂ عشق تھا اور مجنوں کو بھی لیکن انکو تو مرتبہ انا الحق میں عشق کے زور و شور نے

مار رکھا، مگر مجنوں انا لیلےٰ سے گذر گیا شاہ منصور کی حالت اس شعر کے مطابق تھی ؎

بعد از فنا بھی لے نہ گئی کوئے یار میں	کیا بار تھا صبا میری مشتِ غبار میں

اور مجنوں صحرا نورد و خانماں برباد کی کیفیت اس شعر کے موافق تھی ؎

آوارگان عشق کا پوچھا جو میں نشاں	مشت غبار لیکے صبا نے اڑا دیا

ایک روز ارشاد ہوا۔ کہ خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کی درگاہ میں ایک سقّا تھا ایکدن اُسکو آپکی زیارت ہوئی حضرت نے پوچھا کہ تو کیا چاہتا ہے اُسنے جواب دیا کہ درد و محبت چاہتا ہوں، آپنے فرمایا کہ یہ بات تو خود ہمارے اختیار و حوصلہ سے باہر ہے تجھکو کیا تعلیم کریں خیر ہم تجھکو رسولخدا صلعم کی بارگاہ میں پیش کرتے ہیں وہاں تو اپنا مدعا عرض کر چنانچہ اُسنے مجلس شریف آنحضرت میں بار پایا اور اپنی آرزو گذارش کی آنحضرت نے اُسکو حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے حوالہ کیا، اپنے سقہ سے ارشاد کیا کہ تو درد و محبت کیوں چاہتا ہے تیرا ظرف اس کے قابل نہیں، اسنے بمنت عرض کی کہ خیر جو ہو سو ہو اگرچہ میں قابلیت نہیں رکھتا، لیکن یہ آرزو تو آخر میرے دل میں کسی وجہ سے پیدا ہوئی ہے، غرض اوسکی تمنّا کے موافق حضرت علیؓ نے تعلیم فرمایا اور اُسکا جسم مثل مجذوموں کے جابجا سے شق ہو گیا جناب قبلہ سیّد اعظم علی شاہ صاحب باہری نے اُنکو دیکھا تھا، اکثر اوقات زخموں پر خاک ستر ڈالا کرتے تھے، درد و محبت کا سوز و گداز بھی عجب شے ہے، آتش و مفرخ بھی اُسکے سامنے کچھ حقیقت نہیں رکھتی جسکے ظرف و حوصلہ میں یہ استعداد رکھی گئی ہے وہی اسکا تحمل ہوتا ہے، چنانچہ حضرت عطار فرماتے ہیں ؎

من نخواہم مال و جاہ و طمطراق	سوز خواہم درد خواہم اشتیاق
تا نباشی مرد صاحب درد تو	در صف مردان نباشی مرد تو
درد را جز آدمی در خود نیست	درد را جز آدمی در خود نیست (یہ عالی کو
ذرّۂ درد خدا در دل ترا	بہتر از ہر دو جہاں حاصل

کفر کافر را و دیں دیندار را		ذرّۂ دردے دل عطّار را	
ذرّۂ دردم دہ اے درمان من		زانکہ بیدردم بمیرد جان من	

اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَۃَ عَلَی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَیْنَ اَنْ یَّحْمِلْنَاھَا وَاَشْفَقْنَ مِنْھَا وَحَمَلَھَا الْاِنْسَانُ اِنَّہٗ کَانَ ظَلُوْمًا جَھُوْلًا ۔ تحقیق ہمنے پیش کیا تھا امانت کو آسمان اور زمینوں اور پہاڑوں پر پس انکار کیا یہ کہ اُٹھاویں گے اسکو اور ڈر گئے اُس سے اور اُٹھالیا اُسکو انسان نے البتہ تھا وہ ظلم کرنے والا نادان کہتے ہیں کہ وہ امانت عشق و محبت الٰہی تھی۔

ایک روز ارشاد ہوا۔ کہ ایک بزرگ تھے مدّت تک مجاہدہ میں مصروف رہے ایکدن اُنکو الہام ہوا کہ اچھا تم مانگو کیا مانگتے ہو اِن کی سمجھ میں کچھ نہ آیا کہ کیا طلب کروں، عرض کیا کہ آٹھ دن کی مہلت ملے تاکہ میں کسی دانا سے مشورہ کروں وَشَاوِرْھُمْ فِی الْاَمْرِ چنانچہ وہ ایک بزرگ کی خدمت میں گئے جو اُس زمانہ میں مشہور و معروف شیخ تھے اور تمام حال بیان کیا اُنھوں نے جواب دیا کہ میں اس قابل نہیں ہوں ہاں ایک مرد خدا فلاں جگہ میں پڑا ہی بھاڑ جھونکا کرتا ہے اُس کی خدمت میں جاؤ یقین ہے کہ وہ تمہارے سوال کا جواب دے سائل اُن کے پاس گیا، اور کیفیت عرض کی، فرمایا کہ اچھا کل آؤ تو اسکا جواب دیں گے دوسرے روز حسب وعدہ سائل وہاں گیا، تو شور و غُل کی آواز سُنی دریافت کے بعد معلوم ہوا کہ رات کے وقت کسی نے اُنکو قتل کر ڈالا دیکھا ایک منڈاس میں پڑا ہوا ملا اور سر ایک کوڑی پر پایا حاکم تک مقدمہ گیا وہاں سے حکم ہوا کہ یہ بدمعاش تھا پاؤں میں رسی باندھکر کشاں کشاں بیرون شہر پھینک دو تاکہ کوئے کُتے اُس کی نعش کو کھا جائیں، یہ سائل اس تماشے کو دیکھکر نہایت حیران ہوا کہ اس بزرگ کیساتھ یہ کیا معاملہ ہو رہا ہے اور مجھسے جھوٹا معاہدہ کیوں کیا، آخر سوچا ان کا وعدہ خلاف نہیں ہوتا، اُس سر بے تن سے جاکر سوال کیا کہ آجکا وعدہ تھا

ایک روز عنایت ہوئی کہ بیراد اوعدوفا۔ اُس سر سے آواز آئی کہ میاں صاحب تمہارے ہیں شاد منصوب ہو جو تم نے تماشا دیکھا ہمارے اوپر سرکار کی بڑی عنایت اور ہمارے ساتھ

نہایت محبت اور بڑا پیار تھا لیکن ساری عمر نہ پیٹ بھر کے کھانا ملا نہ پہننے کو کپڑا نصیب ہوا ہمیشہ لنگوٹی باندھی اور بھاڑ جھونکا زندگی کی یہ صورت تھی موت کی کیفیت تم نے خود ہی دیکھ لی کہ کیا عمدہ گت ہوئی نہ گور ملی نہ کفن میسّر ہوا سر کہاں دھڑ کہاں عمر بھر کبھی غسل کرنا نصیب ہوا نماز روزہ سے ہمیشہ محروم رہے آخر غسل میت اور نماز جنازہ بھی ہاتھ نہ آئی باقی رہا ایمان اور عاقبت بخیر اسکا بھی پتہ نہ ملا نہ کوئی حساب کتاب کا فرشتہ آیا نہ کسی نے مردودیت نہ مقبولیت کی خبر دی۔ ؎

اشعار حضرت علی رضی اللہ عنہ

رَضِیْتُ بِمَا قَسَّمَ اللّٰہُ لِیْ	اُفَوِّضُ اَمْرِیْ اِلَی الْخَالِقِیْ
لَقَدْ اَحْسَنَ اللّٰہُ فِیْ مَا مَضٰی	کَذَا اللّٰہُ یَحْسُنُ فِیْ مَا بَقِیْ

الغرض اہل محبت وعشق کے ساتھ تو یہ سلوک ہوتا ہے جو کہ بیان کیا گیا پس اگر تمکو مانگنا ہے تو مراتب میں سے کوئی مرتبہ مثل ولایت وغوثیت وقطبیت وغیرہ مانگ لو، مزے میں رہو گے محبت کا نام کبھی بھول کر بھی نہ لینا ؎ عشق را ہرگز نشاید ناتواں ٭ مرد کامل باید و آں پہلواں پہلواں باید دریں راہ شگرف ٭ نکتہ داں را گنگ باید شد زحرف ،، یہ بات سنکر اُس بزرگ کی آنکھیں کھلیں اور دل میں کہا کہ بھلا جب دینے والے کو کچھ دینا منظور ہوتا ہے تو کہیں پوچھ پوچھ کے دیا کرتا ہے میں تو کچھ نہیں مانگتا جو اُسکو دینا منظور ہوگا بغیر دریافت عطا کریگا۔

ایک روز ارشاد ہوا۔ حضرت موسیٰ علیہ السّلام کوہ طور پر تشریف لے گئے اور جناب باری میں عرض کی کہ الٰہی تیرے دوست خاص کا طلبگار ہوں حکم ہوا کہ اے موسیٰ تجھ سے زیادہ خاص خاص دوست کون ہوگا، دوبارہ یہی عرض کیا تو حکم ہوا کہ جاؤ فلاں پہاڑ میں ہمارا خاص دوست تمکو ملیگا آپ پہاڑ میں پہنچے ایک شخص نظر آیا تمام بدن جذام سے گل سڑ گیا تھا اور بدبو کے

لہ یعنی راضی ہوں میں ساتھ اُس چیز کے جو حصّہ لگایا اللہ نے واسطے میرے میں نے اپنے کام سپرد کئے اپنے خالق کو تحقیق بہتر کیا اللہ نے جو کچھ کہ گذرا اسی طرح بہتر کریگا اللہ اُس میں جو کچھ کہ باقی ہے۔ ۱۲ منہ

مارے دلمغ پھٹا جاتا تھا حضرت موسیٰ کو نصرت ہوئی، واپس چلے اُس شخص نے پکارا موسیٰ! آئے تو ایسی گرمجوشی و محبت سے اور بھاگے ایسی سرد مہری و نفرت سے ؎

رام نام سے کسٹے بھلے جو پٹ پٹ ٹیکے چام		واروں کنچن دیسہ کو کہ جس مکھ ناہیں رام

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے معلوم کیا کہ وہ یہی شخص ہے ملاقات کی اور پوچھا کہ تم ایسے دوست خدا اور تمہارا یہ حال! کہا کہ حضرت عاشقوں کا یہی حال ہوتا ہے اور ہم اسی میں خوش ہیں ع راضی ہیں ہم اُسی میں جس میں تیری رضا ہے ۔ پھر پوچھا کہ آپکو کچھ طلب بھی ہے کہا کہ دو چیزوں کی آرزو تھی سو ایک تو حاصل ہو گئی یعنی آپکی ملاقات دوسری یہ ہے کہ ہمکو کہیں سے لاکر سرد پانی پلا دو حضرت موسیٰ علیہ السلام پانی کی تلاش میں گئے بعد میں ایک شیر آیا اور اُسنے فقیر کو پھاڑ ڈالا آپ پانی لیکر آئے تو یہ حال دیکھا۔ بہت افسوس کیا اور اُسکو دفن کر دیا بعد فراغت کوہ طور پر پہنچے اور درخواست کی کہ یہ کیا بھید تھا حکم ہوا کہ اس شخص نے دو خطائیں کیں اوّل یہ کہ ہمارے عشق کا دم بھرا اور غیر کی طلب کی دوسرے یہ کہ ہمارے پاس کیا سرد پانی نہ تھا جو تم سے مانگا اگر ہم سے کہتا تو اُسی دم دریا بہا دیتے وَمَا یُؤْمِنُ اَکْثَرُھُمْ بِاللّٰہِ اِلَّا وَھُمْ مُّشْرِکُوْنَ ۝ اور نہیں یقین لاتے بہت لوگ اللہ پر مگر ساتھ شریک بھی کرتے ہیں ۱۲

نار ہیر تست عادت خویش		مردود و منافقی نہ درویش	
غیر را گر در دلت جائے بود		عشق نبود ہرزہ سودائے بود	

ایک روز ارشاد ہوا۔ کہ حضرت غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ جب موحد مقام توحید میں پہنچتا ہے تو وہاں نہ موحد رہتا ہے نہ توحید نہ واحد نہ بسیار نہ خودی نہ خدا نہ عابد نہ معبود نہ ہستی نہ نیستی نہ ذات نہ صفات نہ جبریل نہ قرآن نہ ولی نہ ولایت نہ صفت نہ موصوف نہ اسم نہ مسمےٰ نہ اوّل نہ آخر نہ ظاہر نہ باطن نہ بہشت نہ دوزخ نہ روشنی نہ تاریکی نہ نفی نہ اثبات نہ آسمان نہ زمین نہ منزل نہ مقام نہ طلب نہ طالب نہ مطلوب نہ عشق عاشق

لہ یعنی یا خدا جدائی جس کے بدن سے فوں ٹپکے وہ بہتر ہے قرباں کروں اُس تندرست پر جو کہ بے یاد خدا ہے ۱۲ منہ

نہ معشوق نہ آدم نہ ابلیس نہ کفر نہ اسلام نہ کافر نہ مسلمان نہ مومن نہ ایمان نہ حلال نہ حرام نہ وجود نہ عدم
اَلتَّوْحِیْدُ تَوْحِیْدُ التَّوْحِیْدِ فِی التَّوْحِیْدِ اس کے بعد ارشاد ہوا کہ یہ کلام حضرت کا درست ہے۔
مگر اس مقام میں حضرت ٹھیرے نہیں، چنانچہ نقل ہے کہ ایکبار حضرت غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ
پر ایک نور عظیم متجلی ہوا اس میں سے ندا آئی کہ اے عبد القادر ہم نے تجھکو نماز معاف کی چونکہ صاحب
فضل و سمجھ گئے کہ یہ شیطان کا فریب ہے فوراً لاحول پڑھی وہ نور غائب ہو گیا اور شیطان نے
مجسم ہو کر کہا کہ تم خوب بچے ورنہ میں نے بڑوں بڑوں کو غارت کر دیا ہے اگر حضرت اُسوقت
شان جلال و جمال میں تمیز نہ فرماتے اور اسکا کہنا مان لیتے تو موحد ہو جاتے لیکن بڑے ہوشیار تھے
بچ گئے شرع کو ہاتھ سے نہ جانے دیا علم راہ نما ہو گیا۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ مولوی صاحب طلب علموں کو حدیث کا درس دے رہے تھے اسوقت
یہ حدیث پڑھی گئی، **عن** جابرٍ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِلٰی سَعْدِ ابْنِ
مُعَاذٍ حِیْنَ تُوُفِّیَ فَلَمَّا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَنَعَ وَوُضِعَ فِیْ قَبْرِہٖ وَسُوِّیَ عَلَیْہِ فَسَبَّحَ رَسُوْلُ
اللّٰہِ صَلَّعَمْ تَسْبِیْحًا طَوِیْلًا ثُمَّ کَبَّرَ فَکَبَّرْنَا فَقِیْلَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ لِمَ سَبَّحْتَ ثُمَّ کَبَّرْتَ قَالَ لَقَدْ تَضَایَقَ
عَلٰی ھٰذَا الْعَبْدِ الصَّالِحِ قَبْرُہٗ حَتّٰی فَرَّجَ اللّٰہُ عَنْہُ رواہ احمد **وعن** ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ
صَلَّعَمْ ھٰذَا الَّذِیْ تَحَرَّکَ لَہُ الْعَرْشُ وَفُتِحَتْ لَہٗ اَبْوَابُ السَّمَاءِ وَشَھِدَہٗ سَبْعُوْنَ اَلْفًا مِنَ الْمَلٰئِکَۃِ
لَقَدْ ضُمَّ ضَمَّۃً ثُمَّ فُرِّجَ عَنْہُ رَوَاہُ النَّسَائِیُّ انتھی یعنی فرمایا ہے جابر رضی اللہ عنہ نے کہ نکلے
ہم رسول اللہ صلعم کے ساتھ طرف سعد ابن معاذ انصاری کے جبکہ فوت ہوئے پس پڑھی
آپنے اُن پر نماز جنازہ اور رکھا قبر میں اور دفن کیا تو اپنے تسبیح پڑھی یعنی سُبْحَانَ اللّٰہِ
وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ پس ہم نے بھی تسبیح کہی دراز پھر آپنے تکبیر کہی یعنے
اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ پس ہم نے بھی تکبیر کہی پس بعض
صحابیوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ کیوں آپنے اول تسبیح کہی اور بعد میں تکبیر فرمایا کہ تحقیق
تنگ ہو گئی تھی اس بندۂ صالح پر قبر اُسکی حتیٰ کہ کشادہ کیا اللہ نے قبر اسکی کو روایت کیا ہے

اِس حدیث کو احمد نے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہما فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول خدا صلعم نے کہ یہ سعد بن معاذ ایسا شخص تھا کہ جنبش میں آیا عرش اور کھل گئے دروازے آسمانوں کے اور ستر ہزار فرشتے واسطے نماز جنازہ کے حاضر ہوئے تحقیق دبا لیا قبر نے جو حق دبانے کا تھا، پھر فراخ ہوئی روایت کیا ہے اس حدیث کو نسائی نے، اس حدیث شریف کو بیان فرما کر مولوی صاحب رونے لگے کہ بڑے خوف کا مقام ہے، جب رسولخدا کے صحابی کا یہ حال ہوا تو عوام امت کا کیا ٹھکانا ہے میں نے عرض کیا کہ جناب مولوی صاحب یہ تو رونے کا محل نہیں بلکہ بڑی خوشی کا مقام ہے، اس خبر عبرت اثر سے ارباب فہم کو نہایت عمدہ نصیحت حاصل ہوتی ہے، یہ جائے غور ہے کہ حضرت سعد ابن معاذ انصاری ایسے ذی رتبہ اور بزرگ صحابی کہ اُن کے جنازہ کی نماز رسولخدا نے پڑھی اُن کے لئے عرش کو جنبش ہوئی آسمانوں کے دروازے کشادہ ہو گئے، ستر ہزار فرشتوں نے نماز جنازہ پڑھی پھر کیا سبب تھا کہ اُنکی قبر تنگ ہو گئی، ظاہر ہے کہ اُنکو حضرت رسالت پناہ صلعم کی شفقت و عنایت پر نازتھا نجات کا ذریعہ رسولخدا کو سمجھتے تھے اور جانتے تھے کہ ہمارے ہادی اور شفیع تا[illegible] ساتھ ہیں پس یہی خیال اُن کا کہ خالصاً تکیہ رحمت الٰہی پر نہ تھا بلکہ رسول مقبول کی عنایت کا سہارا بھی لگا ہوا تھا، تنگی قبر کا باعث ہوا غیرت کبریائی اور عظمت الٰہی نے اُنکو دکھا دیا کہ تم نے ہماری ذات پر اعتماد نہ کیا اب ایسا بڑا حامی تمہاری قبر پر کھڑا ہے، دیکھیں وہ کیا مدد کر سکتا ہے اور کیونکر بچا سکتا ہے مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَهٗۤ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ۔ رسولخدا نے راہ خدا بتائی خدا پرستی سکھائی توحید ربانی کا نعرہ بلند کیا خدا پر توکل کرنا ذات حق پر بھروسہ رکھنا اور اُس ذات کو فاعل مطلق اور لاشریک سمجھنا تعلیم فرمایا پس جو کوئی خلاف ان ہدایات کے غیر خدا پر نظر رکھے خواہ نبی پر خواہ ولی پر بیشک وہ مستحق عذاب و سزا و عتاب ہے، اور جسقدر اُس کے دل میں تعلق ماسوا اللہ ہے اُسی قدر تنگی قبر کا باعث ہے جبکہ خداوند ذوالجلال نے اپنی قدرت کاملہ اور رحمت شاملہ سے انسان کو پیدا کیا جان دی، جسم دیا، پالا پرورش کیا، زن و فرزند

مال و مطاع کا مالک بنا دیا، اِن سب کاموں میں کوئی بنی یا ولی خدا کے ساتھ شریک نہ تھا سفارشی نہ تھا، کسی کی خاطر و مروت سے اللہ تعالےٰ نے یہ عنایتیں نہیں کیں تعیں پھر حیف کی بات ہے کہ ایسی ذات کو چھوڑ کر نجات و مغفرت اور معاملۂ آخرت کے لئے کسی دوسرے کی حمایت اور سفارش پر آدمی نظر ڈالے اور کوئی وسیلہ اور واسطہ تلاش کرے، مَثَلُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِيَآءَ كَمَثَلِ الْعَنْكَبُوْتِ اِتَّخَذَتْ بَيْتًا وَاِنَّ اَوْهَنَ الْبُيُوْتِ لَبَيْتُ الْعَنْكَبُوْتِ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ۝

من نخواہم رحمتے جز رحم شاہ		من نخواہم غیر آن شہ را پناہ	
غیر شہ را بہر آن لا کردہ ام		کہ بسوئے شہ تولا کردہ ام	
من نخواہم آفریں ہیچ کس		مدح من دشنام لیلےٰ باد و بس	
گر ترا سنگے زند معشوقِ مست		بہ کہ از غیرے گہر آری بدست	
حقّا کہ با عقوبت دوزخ برابرست		رفتن بپائے مردی ہمسایۂ بہشت	

ایک روز ارشاد ہوا۔ کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے جناب باری میں عرض کیا کہ الٰہی میری اُمّت کے افعال میرے روبرو پیش ہوا کریں حکم ہوا کہ یہ بات تمکو ہی سزاوار ہے تم سے اسکا تحمل نہو گا تین بار درخواست کی اور یہی جواب ملا آخر حکم ہوا کہ اچھا، اُس زمانہ میں رسول علیہ السّلام کی یہ عادت تھی کہ جب کسی لڑائی پر جاتے تو دو صحابیوں کے درمیان بتائے اخوت فرماتے یعنی دینی بھائی بناتے ایک صحابی کو لڑائی میں اپنے ہمراہ لیجاتے اور دوسرے صحابی کو گھر میں چھوڑ جاتے تاکہ وہ اپنے اور اپنے دینی بھائی کے گھر کی خبر گیری کرتا رہے غزوہ تبوک میں درمیان ثعلبہ انصاری اور سعید بن عبد الرحمٰن کے بھائی چارہ ہوا، سعید بن عبد الرحمٰن تو لڑائی میں گیا اور ثعلبہ کو گھر میں چھوڑا ایک روز ثعلبہ نے اپنے بھائی کی بیوی کی آواز

لہ یعنی مثال اُن لوگوں کی جنہوں نے پکڑا سوائے خدا کے مددگار مانند مکڑی کے ہے کہ بناتی ہے گھر کو اور البتہ سست تر اور بے بنیاد گھروں میں سے گھر مکڑی کا ہے اگر جانو تم ۱۲ منہ

آواز خوش الحان سُنی تو عاشق ہوگیا،، دوسرے روز بے تحاشا بارادہ فاسد اپنے بھائی کے گھر میں چلا گیا اُس پاک دامن بیوی نے کہا کہ اے ثعلبہ تجھکو کیا ہوا خدا اور رسول سے شرم نہیں کرتا کہ اپنے بھائی کے گھر میں جو رسولخدا صلی اللہ علیہ وسلم کیساتھ لڑائی میں ہی فاسد ارادے سے آیا خدا اور رسول کو کیا جواب دیگا، اتنی بات کے سُنتے ہی خوف خدا اُن کے دل پر غالب ہوا اور نعرہ مار کر آہ وزاری جنگل کی راہ لی یہاں تک کہ رسولخدا صلی اللہ علیہ وسلم واپس تشریف لائے، اہل عرب کا یہ دستور تھا کہ جب قافلہ تجارت یا لشکر فتح پکر واپس آتا تو دوست و بیگانے اپنے دوست و بیگانوں کے استقبال کے لئے جاتے اور اُس قافلہ یا لشکر کو بعزت و اکرام و خوشی کے نعرہ مارتے ہوئے لاتے، سب آدمیوں نے اپنے بیگانوں کا استقبال کیا، اُنکی ملاقات سے مسرور ہوئے لیکن سعید بن عبد الرحمان اپنے دینی بھائی ثعلبہ انصاری کا منتظر رہا اور بہت افسوس کیا اور کہا کہ خدا خیر کرے بھائی ثعلبہ کیوں نہیں آیا آخر گھر پہونچے اور بیوی سے ثعلبہ کی خبر پوچھی اُس نیکبخت نے تمام قصہ بیان کیا یہ حال سُنکر اُنکو نہایت رنج و قلق ہوا کہا ہائے میرے بھائی کو کیا ہوگیا القصہ اسکی جستجو میں جنگل کی راہ لی ڈھونڈتے ڈھونڈتے دیکھتا کیا ہے کہ ایک صحرا میں نعرے مارتا اور روتا پھرتا ہے سعید نے کہا بھائی ثعلبہ تجھکو کیا ہوا چل رسولخدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں و تیری تقصیر معاف ہوجائیگی ثعلبہ نے کہا کہ اچھا میرے ہاتھ باندھ اور گردن میں رسّی ڈالکر لیچل، اسی حیثیت سے سعید اُنکو مدینہ منوّرہ میں لایا اول حضرت ابوبکرؓ کے گھر گیا پھر حضرت عمرؓ کے گھر پر پھر حضرت عثمانؓ کے گھر پھر حضرت علیؓ کے گھر گیا اوکہا کہ کوئی میری نجات کی صورت ہے؟ چاروں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے فرمایا کہ تم نے گناہ عظیم کیا ہے، ہمارے سامنے سے چلے جاؤ ایسا نہو کہ تمہارے سبب سے ہم کسی آفت میں مبتلا ہوجائیں، آخر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بحالتِ زار پہونچے اور اپنا حال پُر ملال اور کیفیت ناگفتنی گذارش کرکے طالب شفاعت و مغفرت ہوئے۔ رسول اللہ صلی اللہ

لہ یہ قصہ تفسیر الجواہر میں ہے۔ ۱۲ منہ

علیہ وسلم نے فرمایا کہ تیرے لئے کوئی صورت بخشش کی نہیں یہاں سے نکلا ایسا نہو کہ ہمارے شہر پر غضب الٰہی نازل ہو ؎ بے ادب تنہا نہ خود را داشت بد ،، بلکہ آتش در ہمہ آفاق زد آخر الامر تمام وسائل سے مایوس ہو کر پھر جنگل کی راہ لی اور جناب الٰہی میں نعرے مار کر فریاد کرنے لگے کہ الٰہی تیرے محبوب پر بھروسہ تھا اُنھوں نے شہر سے باہر نکال دیا اب تیرا در چھوڑ کر کہاں جاؤں ؎ راندۂ عالم وسوئے تو مے آیم باز + میخورد کاغذ باطل شدہ را کاغذ ساز + جبکہ اُن کا درد دلی حد سے زیادہ بڑھا اور سب طرف سے تعلق ٹوٹا ، بحر خدا کے کسیکا بھروسہ باقی نہ رہا دل سوختہ کو یکسوئی حاصل ہوئی تو دریائے رحمت کاملہ نے جوش مارا اور ایک ندا عالم غیب سے اُس کے گوش جان میں وارد ہوئی کہ اے بندۂ عاصی میری رحمت سے مایوس نہ ہو ، میں مالک ہوں جو چاہتا ہوں سو کرتا ہوں ، لیکن تو نے یہ بڑی بیوفائی کی جو اپنے گناہ پر ایسے اولوالعزم رسول کو گواہ کر لیا یا تو واقف تھا یا ہم دوسرے کو کیوں مطلع کیا ہمارے سوا غفور الرحیم کون ہے ؎

بازآ بازآ ہر آنچہ ہستی بازآ		گر کافر و گبر و بت پرستی بازآ	
این درگہ ما درگہ نومیدی نیست		صد بار اگر توبہ شکستی بارآ	

یہاں رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ آیت استغفار نازل ہوئی وَالَّذِیْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ وَمَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ اُولٰٓئِكَ جَزَآؤُهُمْ مَّغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَجَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خَالِدِيْنَ فِيْهَا وَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ ۔ اور لوگ جب کر بیٹھیں کچھ کہلا گناہ یا برا کریں اپنے حق میں تو یاد کریں اللہ کو اور بخشش مانگیں اپنے گناہوں کی اور کون ہے گناہ بخشتا سوائے اللہ کے اور اڑ نہ رہیں اپنے کیے پر جانتے ، ان کی جزا بخشش ان کے رب کی اور باغ جن کے نیچے بہتی ہیں نہریں رہ پڑے اُن میں اور خوب مزدوری ہے کام کرنے والوں کی یعنی ہم نے اُسکا گناہ معاف کیا بلاؤ اوسکو اور یہ خوشخبری سناؤ اس آیت کے نازل ہوتے ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

حضرت علی اور حضرت سلمان فارسی کو بھیجا کہ ثعلبہ فلاں درخت کے تلے رات کے وقت فریاد کرتا ہے وہاں سے ڈھونڈ لاؤ۔ دونوں صاحب اُنکی تلاش کو چلے اور عشار کے وقت اُس درخت کے نزدیک پہنچے تو ثعلبہ کو فریاد کرتے پایا دونوں صاحبوں نے باواز بلند فرمایا کہ مبارک مبارک تمہاری خطا معاف ہوگئی، چلو رسولخدا صلعم نے تمکو بلایا ہے اور تمہارے لئے اللہ تعالے نے اپنے فضل و کرم سے آیت مغفرت نازل فرمائی ہے یہ سُنکر ہمراہ ہوئے مسجد نبوی میں آئے اُسوقت نماز عشار ہو رہی تھی اور سورہ تکاثر شروع تینوں صاحب شامل ہوئے پہلی آیت میں ثعلبہ نے نعرہ مارا کہ تمام جماعت پر ایک اثر ظاہر ہوا دوسری آیت میں بیہوش اور تیسری آیت سُنکر جان بحق ہوئے اُن کے جنازہ کے ساتھ فرشتوں کی یہ کثرت تھی کہ آنحضرت پنجوں کے بل چلتے تھے ثعلبہ کی ایک بیٹی تھی وہ رو رو کر کہنے لگی اب میں باپ کسکو کہوں گی آپنے فرمایا کہ میں تیرا باپ ہوں اور فاطمہ تیری بہن ہے تو کچھ غم نہ کر غرض بُرے وقت میں خدا کے سوا کوئی ساتھی نہیں پھر کیوں ہم غیر اللہ کی طرف متوجہ ہوں اور وسیلہ و واسطہ ڈھونڈیں۔

ایک روز ارشاد ہوا - کہ حضرت سلیمان علیہ السّلام ایک شہر میں پہونچے دیکھا کہ ایک بڈھا ضعیف لکڑیوں کا گٹھا سر پر رکھے چلا آتا ہے اُسکے حال زار پر رحم آیا نام دریافت فرمایا کہا کہ سلیمان حضرت کو خیال آیا کہ سبحان اللہ ایک میں سلیمان ہوں کہ تمام مُلک زیر نگین ہے اور ایک یہ سلیمان ہے کہ پیری میں ایسی سخت مصیبت جھیلتا ہے فوراً اپنے تاج میں سے ایک لعل اسکو حوالہ کیا اور کہا کہ لے تجھے بلکہ تیری اولاد کو بھی کفایت کریگا مناسب ہے کہ آیندہ اس محنت کو چھوڑ دے اور آرام سے بسر کر بڈھے نے لکڑیوں کا بار سر سے پھینک دیا اور لعل کو لیکر شاد و خرم گھر کو چلا بار بار لعل دیکھتا اور حیران ہوتا کہ اللہ تعالے نے کیا قدر و قیمت اس نگینہ کو عطا کی ہے یکایک ایک چیل نے اُسکو گوشت سمجھکر جھپٹا مارا اور صاف لے اوڑی بڈھا بیچارہ ہاتھ ملتا رہگیا اب یہ فکر پڑی کہ آج زن و فرزند کو کیا کھلاؤنگا، چلو پھر اپنے گٹھے کو سنگواؤ اور بیچ کھوچکر پیٹ پالو وہاں جاکر دیکھتا تو گٹھا بھی کوئی اُٹھا لیگیا ناچار شرم کے مارے رات جنگل

ہی میں کالی مسجد کے پہر لکڑیاں چننے لگا اتنے میں حضرت سلیمانؑ کی سواری آئی سوچے کہ یہ جریں بڈھا اب بھی اپنی معمولی مشقت میں مصروف ہو دریافت کیا تو اُسنے قصہ سُنایا حضرت کو پھر رحم آیا اور دوسرا لعل عنایت کیا آج بُڈھے نے نہایت احتیاط سے مٹھی میں بند تو گھر کی راہ لی رستہ میں ایک ندی تھی، جب بیچ دھار میں پہنچا تو پاؤں اُکھڑ گئے دو چار ایسی ڈبکیاں کھائیں کہ ڈوبتے ڈوبتے بچا اور لعل ہاتھ سے نکلگیا پھر حسرت و افسوس کے ساتھ واپس گیا اور لکڑیاں چننے لگا حضرت سلیمانؑ کے لشکر کا کوچ ہوا تو پھر دیکھا کہ وہی بدقسمت بُڈھا لکڑیوں کا پُشتارہ باندھے چلا جاتا ہے، پھر طلب فرمایا اور حال پوچھا، اُس نے کیفیت واقعہ عرض کی اور کہا کہ آج تیسرا دن ہے خدا جانے زن و فرزند پر کیا گذری ہوگی حضرت کو بہت رحم آیا اور تیسرا لعل جو نہایت ہی گراں بہا تھا اوسکو دیا اب کی دفعہ خوب کسکر پگڑی میں باندھا تھوڑی دور چلا تھا کہ ایک سوار نمودار ہوا اُس نے تاڑ لیا کہ اس بڈھے کی پگڑی میں لعل چمکتا ہے گھوڑا دوڑا کر قریب آیا اور پگڑی اُچک یہ جا وہ جا، جھٹ نظروں سے غائب ہوگیا، بڈھا روتا پیٹتا حضرت سلیمانؑ کے پاس حاضر ہوا، اور کہا کہ اے پیغمبر خداؑ آپنے خوب میری راہ کھوٹی کی خدا نے جو کچھ میرے قسمت میں لکھا تھا میں اُسی پر راضی تھا آپنے چاہا مجھکو فقر سے نجات ہو سو یہ بات خدا کو منظور نہ تھی، آپکے چاہے سے میں امیر تو نہ بنا البتہ اسکے عوض میں مجھے اور میرے بال بچوں کو تین دن فاقہ کشی کرنی پڑی، حضرت نے فرمایا کہ سلیمان کیا کرے جب خدا ہی نہ چاہے،، غرض بڈھا بدستور لکڑیاں لاتا اور کھنے کو پالتا قضارا حضرت سلیمان کی انگشتری گم ہوگئی ماہی گیر کے گھر جا کر رہے جب دوبارہ تخت سلطنت ملا اور لشکر کا گذر اُس لکڑہارے کی بستی میں ہوا تو آدمی بھیجکر اوسکو طلب فرمایا، اُسنے جواب دیا کہ اب تو بغیر سواری کے ایک قدم بھی نہیں چل سکتا، حضرت کو تعجب ہوا سواری بھیجی بلایا اور حال دریافت کیا اُس نے عرض کیا کہ جب آپکے دئے ہوئے لعل گم ہوگئے اور میری آس ٹوٹ گئی تو میں نے بے اختیار خداوند کریم کی جناب میں گریہ و زاری شروع کی خدا تیرے نبی نے بہت کوشش کی مگر تو نے نہ چاہا تو کچھ بھی فائدہ نہوا

اب سوائے تیرے کسی کا آسرا نہیں، تو ہی اپنے خزانہ غیب سے وہ کھوئے ہوئے لعل عنایت کر اتفاقاً ایکدن حسب عادت لکڑیاں توڑنے کو درخت پر چڑھا وہاں چیل کا گھونسلا تھا، دیکھا تو وہی تینوں لعل رکھے ہیں اُنکو پاکر اب میں امیر کبیر ہوگیا، جبتک سلیمان علیہ السلام پر بہروسہ تھا تو محروم رہا، جب خدا کی طرف خلوص دل سے متوجہ ہوا تو مالا مال ہوگیا۔

ایک روز ارشاد ہوا۔ کہ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالے عنہ نے جبکہ آپکی عمر بارہ برس کی تھی تو حضرت علی مرتضےٰ رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ آپکے دل میں کسکی محبت ہے فرمایا کہ تمہاری، پھر پوچھا کہ بھائی حسین کی فرمایا کہ اونکی بھی، پھر پوچھا کہ اماں جان کی فرمایا کہ ہاں اُن کی بھی، پھر پوچھا کہ نانا جان کی فرمایا کہ ہاں اُنکی بھی پھر پوچھا کہ اللہ میاں کی فرمایا کہ ہاں اُنکی بھی تب حضرت امام حسنؓ بولے کہ ابا جان آپکا دل ہے یا کوئی مسافر خانہ ہے، دل میں تو صرف ایک کی محبت رہ سکتی ہے نہ ہزاروں کی، حضرت علیؓ نے اُنکو چھاتی سے لگالیا اور فرمایا کہ بیٹا تم سچ کہتے ہو محبت تو ایک کی ہی رہیگی سبحان اللہ جب بچپن میں یہ سمجھ تھی تو بڑے ہوکر کیا کیفیت ہوئی ہوگی سچ ہے ؎

بچۂ بط اگر شنبہ بود		آب دریاش تا بسینہ بود	

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حضرت امام حسنؓ کو جو تعلیم فرمائی ہے ہمکو نہایت ہی پسند ہے وہو ہذا یَا وَلَدِیْ فِکْرُکَ فِیْکَ بِکَفِیْکَ دَاءُکَ وَدَوَاءُکَ فِیْکَ لَیْسَ شَیْءٌ خَارِجًا مِنْکَ اَنْتَ اُمُّ الْکِتَابِ یَا وَلَدِیْ اَنْتَ جِسْمٌ صَغِیْرٌ وَفِیْکَ عَالَمٌ اَکْبَرُ ترجمہ اے میرے فرزند تیرا فکر تجھ میں تیرے لئے کافی ہے، تیرا درد اور تیری دوا تجھ میں ہے کوئی چیز تجھ سے باہر نہیں تو ام الکتاب ہے، اے میرے فرزند تو ایک چھوٹا جسم ہے اور تیرے اندر ایک بڑا جہان ہے، ؎

تو بمعنی جہان جملہ عالمے		ہر دو عالم خود توئی بنگر دمے	
در حقیقت خود توئی ام الکتاب		خود ز خود آیات خود را باز یاب	
صورت نقش الٰہی خود توئی		عارف اشیا کما ہی خود توئی	
آنچہ مطلوب جہاں شد در جہاں		ہم توئی دریاز جو از خود نشاں	

ہم ملک ہم نہ فلک بشناختی گر بکنہ خویش رہ یافتی

ایک روز ارشاد ہوا۔ کہ الایمان بین الخوف والرجا اس کے معنی یہ ہیں کہ ایمان ایک تیسری چیز ہے درمیان خوف اور رجا کے یعنی نہ تو خوف ایمان ہے نہ رجا بلکہ اُن کا وسط ایمان ہے اور قلندر صاحب فرماتے ہیں ؎

آب رحمت چیست گو پاک از ہمہ مرد عارف کیست بیباک از ہمہ

اور یہ مرتبہ اولیاء اللہ کا ہے کما قال اللہ تعالے اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ یعنی سن رکھ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم تحقیق اولیاء اللہ کو نہ خوف ہے ان پر نہ وہ غم کھاویں اور حضرت شمس تبریز نے رسالہ مرغوب القلوب میں فرمایا ہے ؎

لباس زہد و تقوے تا نپوشی	شراب معرفت را کے تو نوشی
سخن در معرفت چوں رفت اکنوں	بروں آرم ز دریا در مکنوں
میان کفر و ایماں راہ فقر است	ازاں رہ دور بودن ہیم کفر است
نشاید خوف غالب نے رجا را	میان ہر دو باید بود ما را

ایک روز گفتگوئے توحید شروع ہوئی دریائے معرفت پر خروش اور بحر حقیقت کا جوش تھا ارشاد ہوا کہ میاں سچ پوچھو تو توحید بھی شرک ہے ایک یا احد تو محدود و معدود ہے اور وہ ذات بے نہایت و بے غایت حد و حصر اور عدد و شمار سے پاک اور منزہ ہے پس ایک کہنا بھی درست نہیں اور اگر یہ کہو کہ قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ کیوں فرمایا اسکا حال یہ ہے کہ کہنے اور کلام کرنے کے واسطے اَحَدٌ سے بہتر کوئی لفظ نہیں ہے اگر سبکو چھوڑ چھاڑ کر آدمی ایک کے سر ہو رہے تو سبحان اللہ اور ایک سے بھی پاک و صاف ہو جائے تو پھر ایسا ہی کہنے ہیں، چنانچہ ہمکو ایک نقل یاد آئی وَتَاَثُّرِہٖ فقیر شنیا سی جس نے چوبیس گرد کیئے تھے منجملہ اُن کے ایک عورت بھر ہو جن بھی تھی، جب اپنی سسرال میں آئی تو مہمان کو ملنے کا اتفاق ہوا ہاتوں میں تھیں چوڑیاں اُن کی جھنکار سے بہت شرم آئی

کہ سسرال کے سنتے ہیں یہ سوچکر ایک چوڑی توڑدی پھر بھی آواز قائم رہی ایک ایک اور توڑی آخر کار سب کو توڑ پھوڑ کر صرف ایک ایک چوڑی دونوں ہاتھوں میں رہنے دی اُسوقت آواز بالکل بند ہوگئی فقیر شنیاسی نے اس کیفیت سے توحید کی تعلیم پائی اور اُس عورت کو اپنا گرو مانا لیکن ہمارے نزدیک تو اگر یہ ایک بھی توڑدی جائے تو بالکل بکھیڑا پاک ہے اَلتَّوحِیدُ تَرکُ التَّوحِیدِ فِی التَّوحِیدِ ؎

نیستم من ہرچہ ہستی بس توئی	چوں یکے نبود کجا باشد دوئی

ایک روز ارشاد ہوا۔ کہ فرعون کی ایک عزیز چیز گم ہوگئی تھی اپنے ہزار غلاموں کو حکم دیا کہ تم میں سے جو کوئی ڈھونڈ لائیگا ہزار دینار انعام اور خلعت پائیگا اور آزاد بھی کیا جائیگا سب نے کوشش کی بڑی جستجو کے بعد وہ چیز ایک غلام کو ملی سب غلام فرعون کے سامنے حاضر ہوئے جس نے وہ چیز پائی تھی نہایت شاد و خنداں تھا باقی مایوسی کی حالت میں کھڑے تھے فرعون نے پوچھا کہ یہ لوگ ملول اور افسردہ کیوں ہیں ہامان نے جو وزیر تھا کہا کہ حضور یہ وہ لوگ ہیں کہ طلب شے میں تو برابر تھے مگر یافت میں ناکام رہے بادشاہ نے کہا پہلے ان ہی کو انعام دیکر آزاد کردو، وہ غلام جس نے چیز پائی تھی بولا کہ حضور مجھ میں اور ان سب میں فرق کیا رہا فرعون نے جواب دیا کہ ہمارے نزدیک تو کچھ فرق نہیں غلامی میں سب تمہارے ہم رتبہ طلب میں برابر مگر چیز چونکہ ایک تھی اسلئے ایک ہی کو ملی سو اب ہم یہ فرق بھی اُٹھائے دیتے ہیں یہ کہکر اُس چیز کو اُٹھاکر زمین پر دے مارا اور چور چور کردیا، کہ لو اب بس تم سب برابر ہوگئے نہ کچھ اسکے کھوئے جانے سے ہمارا نقصان تھا نہ پانے سے کچھ فائدہ ہوا۔

عجب دربار ہے اللہ کا اے طوریں صدقے ہنرمندوں سے پوچھے جائیں گے واں بے ہنر پہلے

ایک روز ارشاد ہوا۔ کہ سلطان محمود کے پاس ایک جام بیش بہا تھا اراکین دولت کو حکم دیا کہ اسکو توڑ دو سب نے عذر کیا کہ حضور نایاب چیز کو توڑنا مناسب نہیں آخر ایاض کو اشارہ کیا اوس نے

بے تامل چوراکردیا اہلِ دربار نے اسکو ملامت کی کہ آدمی جنس عزیز تو نے ضائع کردی ؎

گفت فرماں بروں ایں شہ مرا	برتر از ماہے بود نامہ مرا
تو بسوئے جام افگندی نگاہ	من نیم جز بندہ فرمان شاہ

لیکن ہمکو یہ بھید نہیں کھلتا کہ نافرمان کون ہے اور فرماں بردار کون یُضِلُّ بِهٖ مَنْ تَشَآءُ وَيَهْدِيْ مَنْ تَشَآءُ ؎ نستعنی از طاعتش پشت کس ؛ نہ برحرف او جائے انگشت کس ؛

ایک روز ارشاد ہوا - کہ نواب لکھنؤ کا ایک دوست تھا جو اُنکی خدمت میں رہتا تھا ایکدن نواب نے کہا کہ اگر کوئی عہدۂ جلیلہ یا منصب چکلہ داری وغیرہ چاہے تو تم علی نقی خاں سے جاکر ملو کیونکہ اہل مناصب مراتب کے تقرر وغیرہ کا اختیار ہم نے اُنکو دے رکھا ہے وہ وزیر ہے اور اس قسم کے کام وزیر ہی سے تعلق رکھتے ہیں اور ہمارے پاس پڑے رہوگے تو خیر یہاں صرف دوستی ہی دوستی ہے اور کچھ فائدہ حاصل ہونا نامعلوم اُس شخص نے جواب دیا کہ حضور میں کوئی جاہ و منصب علی نقی خاں کی وساطت اور توسل سے نہیں چاہتا مجھکو وزیر اطاعت منظور نہیں آپکے دربار میں بیکار پڑا رہنا ہی منظور ہے کیونکہ آپ کا قرب اور آپکی صحبت پھر کہاں میسر ہوگی نواب نے فرمایا کہ اچھا تمہاری خوشی علی نقی خاں کو یہ بات ناگوار گذری اور چاہا کہ اُس شخص کو نواب کے دربار سے نکلوادے نواب بھی قرینہ سے وزیر کے تیور پہچان گیا - کہلا بھیجا کہ یہ تمہارا ماتحت نہیں تم سے کسی منصب مرتبہ کا طالب نہیں خاص ہماری صحبت کا آرزومند ہے یہ تمہارے نکالنے سے نہیں نکل سکتا تمہارے اختیارات ملازمانِ ملک پر ہیں ہمارے خاص آدمیوں کے معاملہ میں تمکو کیا دخل اگر اسکی نسبت پھر ایسا خیال کروگے تو تمہارے واسطے اچھا نہوگا

راقم سچ تو ہے جو جسکا ہوجاتا ہے وہ اُسکا ہو جاتا ہے کما قال اللہ تعالےٰ - وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ ؕ مَا عَلَيْكَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ وَّمَا مِنْ حِسَابِكَ عَلَيْهِمْ مِّنْ شَيْءٍ فَتَطْرُدَهُمْ فَتَكُوْنَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ؕ

ترجمہ اور مت ہانکدے اُن لوگوں کو کہ پکارتے ہیں پروردگار اپنے کو صبح اور شام چاہتے ہیں مُنہ اُسکا۔ نہیں اوپر تیرے حساب اُنکے ہے کچھ اور نہ حساب تیرے ہے اوپر اُنکے کچھ پس ہانکدے اُنکو پس ہو جائے تو ظالموں میں سے دانشمند آدمی اس میں سے بہت سے مقاصد و مطالب نکال سکتے ہیں حاجت بیان نہیں۔

ایک روز ارشاد ہوا۔ کہ کلکتہ کے نواح میں ایک بزرگ تھے بارہ بیگہ زمین اُنکی وجہ معاش تھی جبکہ بندوبست ارضی شروع ہوا۔ تو حاکم نے اُس زمین کی ضبطی کا حکم نافذ کیا فقیر صاحب نے بہت واویلہ کی مگر کسی نے نہ سُنی تب حاکم کے لئے بددعا کی وہ مرگیا دوسرا حاکم آیا تو اُسکے سامنے اپنا رونا رویا اُسنے بھی کچھ نہ سُنا جو حکم ہو چکا تھا وہی بحال رہا اور اسکے واسطے بھی تیر دعا لگایا وہ بھی مرگیا تیسرا حاکم آیا وہ بھی تیر بددعا کا پھر شکار ہوا، جب چوتھے حاکم کو کرسی حکومت ملی تو اُسنے فہم و فراست سے معلوم کیا کہ جو حاکم آتا ہے وہ مرجاتا ہے کچھ اسکا سبب ہے پوچھا تو کسی نے تمام حال فقیر کا سُنا دیا نے، حاکم نے فقیر کو بلایا اور کہا کہ سُنو صاحب جو کچھ ہونا تھا وہ تو ہو چکا میں اُس حکم ضبطی کو منسوخ نہیں کر سکتا لیکن تم صبر کرو میں پکا وعدہ کرتا ہوں کہ اتنے عرصے میں تمہارے لئے معافی زمین کی سند منگا دونگا اس وعدہ سے فقیر کی تسلی ہو گئی، حاکم نے حسب وعدہ منجانب سرکار سند بنام فقیر منگائی اور جاکر اُسکے حوالہ کی اور کہا اپنی زمین کی سند لیجئے لیکن مجھکو اس بات کا جواب دیجئے کہ یہ تین خون جو بارہ بیگہ زمین کے لئے آپنے کئے یہ کیسکے سر ہوئے گو عدالت ظاہری اسکا مواخذہ نکرے لیکن خدائے غیب داں کے سامنے تو اُسکی باز پرس ضرور ہو گی اور آپ تو فقیر خدا پرست ہیں خدا پر توکل نہ ہو سکا کیا اسی بارہ بیگہ زمین کو اپنا رزاق سمجھتے ہو جسکے واسطے مخلوق خدا میں سے تین آدمی کو غارت کر دیا اُسوقت فقیر کی آنکھیں کھلیں رونے لگا اور بولا کہ صاحب ہم سے بڑی خطا ہوئی کہ ہم نے خدا کو بھولکر اس زمین پر نظر رکھی اور درحقیقت تم تو ہمارے مرشد و رہنما ہی نکلے کہ ہمکو خواب غفلت سے بیدار کر دیا۔

ایک روز ارشاد ہوا - کہ دنیا بھی شیخ چلی کا گھر ہے، جب بوجھ سر سے پھینک دیا پھر پھر کچھ بھی نہیں - شیخ چلی سے ایک شخص نے کہا کہ یہ تیل کا مٹکا میرے گھر پہنچا دے تو میں تجھکو ایک ٹکہ دونگا اُسنے کہا کہ بہت اچھا مٹکا سر پر رکھا اور چلا راستہ میں خیال آیا کہ اس ٹکے کی مرغی لونگا وہ انڈے بچے دیگی انکو بیچکر ایک عمدہ نسل کی بکری لونگا جو ایکبار میں دو دو تین تین بچے دیگی چند روز میں بکریوں کا ایک ریوڑ میرے پاس ہو جاویگا اُسوقت بکریاں بیچکر ایک گائے نہایت اچھی خرید کرونگا جو بہت سا دودھ دیگی اور ہر سال بیاویگی کچھ عرصہ میں گائے بکریوں کی میرے گھر میں افراط ہو جاویگی اور میں ایک امیر اور خوشحال آدمی بن جاؤنگا اُسوقت شادی کرونگا پھر میرے بیٹا ہوگا، پھر وہ چلنے پھرنے اور بات چیت کرنے لگیگا - جب میں باہر سے آیا کرونگا تو وہ پکاریگا ابا جان ابا جان ہمارے لئے کیا لائے اُسوقت میں خفا ہو کر کہونگا دُور، یہ کہنا تھا کہ مٹکا سر پر سے گر کے ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا، اب شیخ چلی ہیں کہ رو رہے ہیں مٹکے کے مالک نے کہا ارے یہ کیا کیا میرا تیل کا مٹکا کیوں پھوڑا خفا ہو کر بولا کہ واہ صاحب تمکو اپنے مٹکے کی فکر ہے میرا تو سارا بنا بنایا گھر بگڑ گیا ؎ اے مصحفی میں روؤں کیا پھل صحبتوں کو ؎ بن بن کے کھیل ایسے لاکھوں بگڑ گئے ہیں ؎ اگر اس مثل میں غور کرو تو عرفان بھی ختم ہے، وہ یہ کہ شیخ چلی تمام خدا ہے جو تعلیم شیخ سے حاصل ہوتا ہے اسکی بدولت تمام انڈے بچے گائے بکری پیدا ہوتے ہیں یعنی سالک راہ خدا کو سارا مقامات اور کشف و کرامات ذکر و فکر ذوق و شوق سوز و گداز علم و انکشاف کیفیت و حالت یہ سب اُمور پیش آ ... بالجام کا جہاں مٹکا پھوٹا یہ سب بکھیڑا تمام ہوا -

... سب مالی ہوئی	لینا ایک نہ دینا دو گئی

ایک روز ... شام الدین کا خط آیا جس کا مضمون یہ تھا کہ میری طبیعت حسنات سے نفور اور ... طرف راغب ہے کچھ اسکا علاج فرمایا جاوے اس پر ارشاد ہوا کہ مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيٰنِ ... یکینھما برزخ لا یبغیان ؎ کبھی دریائے شیریں جوش جاوٹ ہے

مارتا ہے کبھی دریائے شور کی طغیانی تلاطم برپا کرتی ہے لیکن دونوں شانوں میں ظہور ایک ہی ذات پاک کا ہے تولِجُ الَّیۡلَ فِی النَّہَارِ وَتُولِجُ النَّہَارَ فِی الَّیۡلِ ۵ سیاہی سفیدی دونو رنگ سرکاری ہیں، جب دہلی میں فوجی قواعد کا کمپ مقرر ہوا تو نصف فوج کا نام باغی رکھا گیا اور نصف فوج کا نام سرکاری اور دونوں کی باہم جنگ پیکار ہوئی باغی فوج غالب آئی سرکاری فوج مصنوعی جنگ میں مغلوب ہوگئی باغیوں کی فتح سرکار کی شکست ہوئی لیکن درحقیقت ہر صورت میں سرکار ہی کی فتح تھی کیونکہ باغی کیا اور سرکاری کیا دونوں لشکر سرکار کے محکوم اور دونوں نوکروں کو سرکار ہی سے رسد و مدد پہنچتی تھی دونوں کے حال پر سرکاری الطاف و عنایت برابر تھی نہ باغی گروہ کے واسطے کچھ کمی تھی نہ سرکاری فریق کے لئے کچھ زیادتی ہر دو جانب یکساں معاملہ تھا کوئی جیتے کوئی ہارے نہ سرکار کو شکست کا غم نہ فتح کی خوشی سرکار ان دونوں باتوں سے پاک تھی اور دونوں طرف سرکاری کھیل تھا، بغاوت و اطاعت حسنات و سیئات خیر و شر دونوں کی تعمیل حکم سرکاری کے موافق ہو رہی تھی اور دونوں ملازم سرکار تھے۔

گر در عملند خلق و گر معزول اند	چوں در نگری جملہ بحق مشغول اند
در مذہب تست بہ گزینی کردن	اینجا کہ منم جملہ جہاں مقبول اند

حسنات و سیئات ہدایت و ضلالت ایک شان جمال ہے ایک شان جلال ہے خیرہ وشرہ مِنَ اللّٰہِ تعالےٰ سرکاری حکم کی تعمیل سے کوئی خارج نہیں مَا خَلَقۡتُ الۡجِنَّ وَالۡاِنۡسَ اِلَّا لِیَعۡبُدُوۡنِ یعنی پیدا کیا میں نے جن اور انسان کو مگر واسطے عبادت کے۔

ہر کہ آید در نظر از خیر و شر	جملہ ذاتِ حق بداں اے بیخبر

ایک روز حاضر خدمت ہوا جناب قبلہ نے زبان فیض ترجمان سے یہ اشعار ارشاد فرمائے

لَا اٰدَمَ فِی الۡکَوۡنِ وَلَا اِبۡلِیۡسُ	لَا مُلۡکَ سُلَیۡمَانَ وَلَا بِلۡقِیۡسُ
بڑی خطا ہے کلمۂ عبارۃ وَاَنۡتَ الۡمَعۡنٰی	یَا مَنۡ ھُوَ لِلۡقُلُوۡبِ مُقۡنَاطِیۡسُ
در سنہائی نکتے کرامات چوں یافت حکمے	کثرت ہمہ وحدت ست بے شبہ و شکے

چوں نقطۂ صفر شد نہاں از قسمت بنگر کہ دہ و صد و ہزار است یکے

ستّے ایک جو انگ انیک ہوا بہں بہں سب مں کا روپ ہے جی
بے مات کوئی سنگ مات لئے مس سب ہی میں تدروپ ہے جی
ایسے کہاں چرون چیدہ نند ہے میں چیدہ تند دیکھو سب ٹہوڑ ہے جی
کبیر ہیگ سے جان بجے نام روپ تو من کی دوڑ ہے جی

آپ لگانا آپ میں اور آپ ہی ڈہونڈن ہار	اور ہووے تو پائے یہ تو آپ ہی آپ

اس مرتبہ توحید میں عذاب و ثواب یا پاپ پن کچھ باقی نہیں رہتا۔

گیان دہیان سب اُٹھ گیو سبھا بھی سب سُن اوچ نیچ انتر نہیں نہیں پاپ نہیں پُن

ایک شخص نے اسوقت سوال کیا کہ حضرت جب عذاب و ثواب نہیں تو بہشت و دوزخ کیوں ہے فرمایا کہ ہے بھی اور نہیں بھی اگر غیریت ہے تو سب کچھ ہے ورنہ کچھ بھی نہیں جیسا سمجھو گے پیش آئیگا،

ایک روز ارشاد ہوا۔ کہ مجھکو والدہ ماجدہ نے خفا ہوکر فرمایا کہ جا یہاں سے کالا منہ کر میں نے کہا بہت اچھا اوس زمانہ میں میری دس برس کی عمر تہی، چپکے سے چلدیا وطن سے بیس کوس چلکر ایک مولوی صاحب کے پاس جو کہ ہمارے خاندان سے واقف تھے ٹھیر گیا یہاں تمام بستی میں تلاش ہوئی پتا نہ لگا مہینہ بھر کے بعد گھر والوں کو خبر ملی کہ فلاں مقام پر موجود ہے چچا صاحب تشریف لائے میں نے کہا کہ صاحب میں تو گھر نہیں جاتا یہیں پڑھونگا مولوی

---

۱ یہ نوم ہے جہان میں نہ شیطان نہ ملک سلیمان کا ہے نہ بلقیس کا ۱۲، ۲ پس تمام جہان عبارت ہے اور تو معنی ہے سارے جو شخص کو وہ واسطے ہول کے مقناطیس ہے ۱۲ ۳ یعنی سیاہی ایک ہے اور حروف مختلف اور ہر ایک کی صورت جدا جدا ہے ۴ کوئی حرف بغیر حرکت ہے اور کوئی حرکت والا لیکن سیاہی سب میں برابر ہے ۱۲

۵ اس چار طرح کی پیدائش میں یعنی اوّل انڈج جو بیضہ سے جانور پیدا ہوتے ہیں، دوم جرج جو شمیہ سے پیدا ہوتے ہیں سوم ابدج یعنی حشرات الارض، چہارم شوج یعنی جو پانی میں پیدا ہوتے ہیں ذات سب میں ایک ہے ۱۲

۶ اے کبیر عقل سے دریافت کر کہ یہ جو اختلاف صورت سے نام ہر شی کا جدا جدا مقرر ہوا ہے یہ فقط دل کی بناوٹ ہے ورنہ ذات الٰہی سب میں یکساں ہے اس میں کچھ کمی بیشی نہیں ۱۲

صاحب نے بھی کہا کہ کیا مضائقہ ہے یہ بھی گھر ہے وہ بھی گھر ہے، یہاں پڑے رہنے دیجئے غرض صاحب واپس چلے گئے، چند روز کے بعد والدہ صاحبہ نے ایک میراثی بھیجا اور پیغام دیا کہ اگر اپنی خیر چاہتے ہو تو بچہ چپکے سے چلے آؤ ورنہ میں خود آن کے تمام رستے جوتیاں مارتی لاؤں گی جب یہ پیغام وعید پہنچا تو چار ناچار اسکے ہمراہ ہوئے جب گھر پہونچے تو خوف کے مارے روبرو نہیں جاتے آخر قہر درویش برجان درویش جی سخت کر کے گئے اور جھٹ والدہ صاحبہ کے قدموں پر جا گرے، اب غصّہ تو بھول گئیں چھاتی سے لگا کر رونے لگیں اور بہت پیار کیا، غرض یہ ہے کہ جب محبت مجازی کی یہ نوبت ہو تو کیا خداوند حقیقی کو اتنی محبت بھی نہو گی، نہیں بلکہ کروڑوں درجہ والدین کی محبت سے زیادہ ہے کھلانا پلانا سُلانا۔ جگانا۔ اُٹھانا۔ بٹھانا۔ ہر طرح کی پرورش۔ ہر قسم کی خبر گیری۔ رنگا رنگ کی ناز برداری یہ ہر وقت کون کرتا ہے ؎

اے ترا باہر دلے رازے دگر		ہر گدارا بر درت نازے دگر	
در رباب عشق تارے بیش نیست		ہست ہر جا نغمہ سازے دگر	

جس وقت حضرت نوح علیہ السّلام نے کفار کے حق میں بد دعا کی کہ رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْأَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا اے پروردگار میرے مت چھوڑ یو زمیں پر کافروں میں سے بسنے والا تو اللہ تعالےٰ جل شانہٗ نے فرمایا کہ اچھا ایک کشتی بنا لے اور جو بیٹھے اوسکو بٹھا لے حضرت نوحؑ کا بیٹا کشتی میں سوار نہ ہوا اور ڈوب گیا، تو حضرت نے عرض کی الٰہی مجھسے تو تو نے وعدہ تھا کہ تیرے اہل کو نہیں ڈبواؤں گا ؎

وعدہ کردی مرمرا تو بارہا		کہ بیابد اہلت از طوفان رہا	
دل نہادم بر امیدت اے سلیم		پس چرا بر بود سیل از من کلیم	

حکم ہوا کہ اے نوح ہم نے تمہاری خاطر سے اپنی تمام مخلوق کو ڈبو دیا ہماری بندگی سے تو خارج نہ تھے، گو بُت پرستی کرتے تھے، ہمارا کیا حرج تھا، البتہ تمہارا کہنا نہیں مانتے تھے

سو ہم نے تمہاری قبول کی اور سب کو غرق کر دیا، تمکو ذرا بھی خیال نہوا۔ اپنے ایک بیٹے کے کے واسطے ایسا جی کڑھا کیا تمکو اپنی مخلوق کی جنکو پالا پرورش کیا اتنی بھی محبت نہ تھی اور ہمارا وعدہ ٹھیک ہی، کیونکہ وہ تمہاری اہل میں سے کب تھا،،

گفت او از اہل و خویشانت نبود		خود نہ دیدی تو سپیدی از کبود	

اِنَّہٗ لَیْسَ مِنْ اَھْلِکَ اِنَّہٗ عَمَلٌ غَیْرُ صَالِحٍ ۵ وہ نہیں تیرے گھر والوں میں سے اسکے کام ہیں ناکارے اور حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے قارون کے لئے بد دعا کی تو وہ زمین میں دھنسنے لگا مضطرب ہوکر تین بار پکارا کہ اے موسیٰ مجھکو بچاؤ کیونکہ حضرت موسیٰ صاحب جلال تھے ایک نہ سُنی اُسوقت بارگاہ خداوندی سے ارشاد ہوا کہ اے موسیٰ تم سے قارون نے اسقدر التجا کی اور تم نے کچھ رحم نہ کیا، اگر وہ ہمکو ایک بار بھی پکارتا تو ہم اوسکو فوراً بچا دیتے مخلوق کی قدر تم کیا جانتے ہو، نہ تم نے پیدا کیا نہ پالا یہ رتبہ ہمارے ہی واسطے زیبا ہے ع جہاندار داند جہان داشتن ؛ بس جسکو اپنی مخلوق کی محبت انبیا سے ماں باپ کروڑ ہا مرتبہ زیادہ ہو پھر ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ عذاب کریگا۔

حق جہاں را از محبت آفرید		ہر دو عالم از محبت شاد دید	

اور دوسری بات یہ ہے کہ ہر ایک اپنی شکل و حوصلہ کے موافق کام کرتا ہے، چنانچہ قرآن شریف میں وارد ہے قُلْ کُلٌّ یَّعْمَلُ عَلٰی شَاکِلَتِہٖ یعنے کہدے اے محمدؐ ہر ایک کام کرتا ہے،، اپنی شکل پر اور اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ سَبَقَتْ رَحْمَتِیْ عَلٰی غَضَبِیْ یعنی بڑھ گئی میری رحمت غضب سے اور اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ میرا نام ارحم الراحمین ہے پھر ہمکو کسطرح یقین آوے کہ اللہ تعالےٰ عذاب کریگا یہ بات اُسکی شان سے عیاں ہے لیکن شرع شریف کے موافق جو عذاب و ثواب ہو وہ ایک دوسرے کی نسبت اور اختلاف حالت کے اعتبار سے ہو۔ جسکو جس حالت میں رکھیگا اُسکا وجود بھی اُسی کے مناسب بنا دیگا۔ ایک کی حالت دوسرے کے لئے عذاب اور بجائے خود اپنی حالت ثواب ہوگی

بدریا نخواہد شدن بط غریق		سمندر چہ داند عذاب الحریق	

دریا والے خشکی سے ڈرتے ہیں اور خشکی والے دریا سے ہوائی آگ سے اور آتشی ہوا سے
چنانچہ سفر حج میں ہم نے خود دیکھا کہ ایک روز دریائے شور کی مچھلی کے منہ میں جہازوالوں نے میٹھا
پانی ڈالا وہ فوراً مر گئی ایسی ہی آب شیریں کی مچھلی دریائے شور کے اندر نہیں جی سکتی ایک کا دوزخ آب شیریں ہے
اور ایک کا دوزخ آب شور ایک بار جبریل علیہ السّلام خوف عظمت وجبروت الٰہی سے رونے لگے اور رو رو کے
کہ مبادا دوزخ میں مجھکو ڈالدے حکم ہوا جا دوزخ کے سامنے سے سیر کرتے ہوے گذر وہ گئے
اور دوزخ کے مقابل پہنچے تو دیکھا کہ مالک دوزخ بیٹھے ہوے زار زار رو رہے ہیں اور شان پیغمبری کی ہیبت طاری ہے حضرت
جبرائیل نے پوچھا بھائی مالک تم کیوں روتے ہو تمکو کس بات کا ڈر ہے دوزخ جو مقام
عذاب ہے اور وہاں تم خود رہتے ہو اس سے زیادہ خوف کی چیز اور کیا ہوگی، وہ بولے کہ
حضرت رونا تو یہ ہے کہ کہیں مجھکو دوزخ سے نکالکر خلد بریں میں نہ بھیجدے ورنہ دوزخ تو
ہمارا عشرت کدہ ہے سبحان اللہ ہر ایک کے دل میں کیا ڈر بٹھا رکھا ہے،

در حدیث آمد کہ مومن در دعا		چوں اماں خواہد ز دوزخ از خدا	
دوزخ از وے ہم اماں جوید بجاں		کہ خدایا دور دارم از فلاں	

ایک روز ارشاد ہوا۔ کہ سلطان محمود غزنوی غزائے ہندوستان میں ایک ہندو بچہ کو گرفتار
کرکے لیگیا اسکو نہایت شفقت ومحبت سے رکھا اور یہاں تک التفات اُسکے حال پر کیا
ایک حصّہ لشکر سلطانی کا اُسکے جلو میں مقرر ہوا اور وہ کسی مقام کا حاکم بنایا گیا اُسوقت
نہایت غمگین ہوکر رو پڑا سلطان نے دریافت کیا کہ موقع تہنیت وانبساط کا تھا
نہ گریہ وزاری کا کیا سبب ہے کہ تو روتا ہے وہ بولا جب میں بچہ تھا، اور گھر میں شوخی کیا
کرتا تو میری ماں مجھکو ڈرایا کرتی تھی کہ دیکھ تو جا ہنار تجھکو محمود بیجا دیگا، میں یہ نام سُنکر
سہم جاتا اور اپنے دل میں سوچتا کہ خدا جانے محمود کیا آفت اور کیسی بُری بلا ہے، جس سے
مجھکو ڈراتے ہیں، اب محمود سے کام پڑا تو معلوم ہوا کہ محمود تو ماں سے زیادہ

مشفق اور باپ سے زیادہ مہربان ہے، کاش اسوقت میری ماں ہوتی جو مجھکو ڈرایا کرتی تھی
اور وہ دیکھتی کہ محمود نے کیا کیا عنایتیں میرے حال پر کی ہیں وہ حالت جو میری ماں کے
نزدیک اسفل السافلین سے بدتر تھی اسوقت میرے واسطے اعلیٰ علیین سے بہتر ہے
الغرض بھلائی برائی کسی شی کی اپنی حالت کی مناسبت پر موقوف ہے پس حقیقت میں اپنی
حالت ہی بری یا بھلی ہے چنانچہ نقل ہے کہ ایک بزرگ نے اپنی مرید کو حکم دیا کہ جہنم بھر لاؤ
کہا کہ آگ نہیں پرے نے کہا جا دوزخ میں سے لے آ وہاں پہنچا تو دیکھا کہ ایک چٹیل میدان ہے،
آگ کا پتہ بھی نہیں۔ اس نے دوزخ سے پوچھا اس نے جواب دیا کہ
میاں یہاں تو کچھ بھی نہیں۔ جو کوئی آتا ہے اپنا دوزخ اپنے ساتھ
لاتا ہے۔ یعنی وہی اوسکی حالت اور اوسکے خیالات آتش دوزخ ہیں کیونکہ ہر
کی حالت چونکہ اس کے ساتھ مناسبت رکھتی ہے، اُسکے لئے موجب راحت ہے، اور دوسرے
کی حالت کے اعتبار سے باعث کلفت ہے، سرد خطہ کے رہنے والے گرم ملک کو دوزخ جانتے
ہیں، اور گرم ملک والے سرد خطوں کو بلائے جان سمجھتے ہیں، لیکن جو شخص گرمی و سردی کے
بکھیڑے سے پاک ہوا اُس کیلئے سب مقام برابر ہیں۔ اسی لئے توحید و یکرنگی کے عالم میں نہ
عذاب ہے نہ ثواب ہے، کیونکہ موحد نہ بخوف دوزخ طاعت و عبادت کرتے ہیں نہ بامید بہشت
جب تم یہ سمجھتے ہو، کہ خدا جبار و قہار بھی ہے اور غفور الرحیم بھی ہے، پس ان دونوں میں جس
طرف تمہارا خیال و وہم پختہ ہوگا وہی پیش آئیگا، اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِیْ چنانچہ دو بھائی تھے برہمن
اُنکے گھر میں ایک بت تھا ایک بھائی جو کہ متقی اور عابد تھا وہ ہمیشہ اس کی پوجا کرتا، دوسرا تھا رند مشرب
وہ ہر صبح کو اُس بت کے سر پر پانچ جوتیاں لگاتا ایک روز متقی برہمن نے سُنا وہ
کہ ٹھاکر جی کہتے ہیں کہ یا تو اپنے بھائی کو اس فعل سے روک ورنہ ہم تیری گردن
اُسنے کہا مہاراج میں تو آپکی پوجا کرتا ہوں میری گردن کیوں توڑتے ہو، اور
توڑو جو بے ادبی کرتا ہے، کہا کہ وہ تو ہمکو مانتا ہی نہیں اسکی گردن نہیں تو

فرماتا ہے، اس لیے تیری خبر ضرور لیں گے، حاصل یہ ہے کہ جس صفت کو کوئی شخص موجب نفع و نقصان خیال کرتا ہے وہ اس پر موثر ہوتی ہے، ماننو تو دیو نہیں تو پتھینت کالیو ایسے ہی مختلف مذاہب کے لوگ ایک دوسرے کے بزرگان دین کو بُرا کہتے اور ایک دوسرے کے تبرکات کی توہین کرتے ہیں کچھ کسی پر اثر نہیں ہوتا لیکن جنپر وہ یقین رکھتے ہیں اور جنکو وہ مانتے ہیں انکی شان میں گستاخی کریں تو ضرور اثر ہوتا ہے پس ہندو جو ہر ذرہ میں پرمیشور یعنی ہر ایک شان میں ذات کو واحد کو سمجھتے ہیں نہ غیر کو انکے لیے عذاب ہے نہ ثواب ہے خدائے الٰہی رحیم و رحمٰن پر بلا ہے

ایک روز ارشاد ہوا - ایک آنکھوں والا اندھے کو اپنے ساتھ باغ میں لیگیا اور اسکو کھڑا کر کے اس کے کندھے پر بٹھا خوب میوے توڑے خود بھی کھائے اور اسکو بھی کھلائے اتنے میں باغ کے مالک کو آتے دیکھا تو اس اندھے کو وہیں چھوڑ چھاڑ آنکھوں والا چمپت ہوگیا - اب ہم شرعی مسئلہ پوچھتے ہیں کہ آیا اس اندھے کا کچھ قصور ہے اور اسکو از روے شرع کچھ سزا ملنی چاہیے -

ایسے ہی روح کے اعمال و افعال کے سبب جسم کیا آتش دوزخ میں جلایا جائیگا -

ایک روز ارشاد ہوا - کہ چار مسافر سفر کو چلے ایک نجار ایک درزی ایک سُنار ایک فقیر چلتے چلتے جب رات ہوگئی تو جنگل میں قیام کیا - باہم صلاح ٹھیری کہ ہر ایک آدمی ایک ایک پہر رات کو پہرہ دے تاکہ کوئی صحرائی جانور چوٹ نکرے اور خیریت سے رات کٹجائے پہلا پہرہ نجار کا تھا تینوں یار سوگئے، وہ جاگتا رہا - سوچا کہ خالی سے بیگار بھلی کوئی شغل کرنا چاہیے - اپنے اوزار نکال ایک درخت کاٹا اور اسکی لکڑی سے ایک نہایت نازنین شکل عورت کی گھڑی دوسرا پہرہ درزی کا تھا اس نے پہلے یار کی کارگذاری دیکھکر اپنی صناعی شروع کی اور ایک عمدہ پوشاک کے اس نازنین بتصویر کو پہنادی اور تیسرے پہرہ پر سُنار کو جگا دیا اس نے دیکھا کہ پہلے دو ہمدوبازوں نے تو خوب کارستانی کی ہے مجھکو بھی کچھ کام کرنا چاہیے، سو اس نے کا بہت خوشنما زیور بنایا اور اس دلپذیر تصویر کو آراستہ کر دیا چوتھے پہرہ یفان سابق نے عجب فتنہ برپا کیا ہے سوچا اب میں کیا کروں کوئی ہنر

کوئی فن کوئی صنعت کوئی کرتب تو آتا نہیں۔ خیر کچھ تو کیا چاہیے وعنوکر کے قاضی الحاجات کی جناب میں التجا شروع کی کہ الٰہی ان تینوں یاروں نے اپنی اپنی ہنرمندی ظاہر کی مجھ بے ہنر کو رفیقوں کی نظر میں حقیر نکلا اور اس جسم بے جان میں اپنی قدرت کاملہ سے روح پھونکدے اسکی دعا مستجاب ہوئی صبح کو اُٹھکر سب یاروں نے دیکھا کہ ایک زن پری جمال حور تمثال آراستہ و پیراستہ بیٹھی ہے تیر غمزہ چاروں کے جگر سے پار ہوا۔ اور ہر ایک اسکا خریدار باہم بحث و تکرار ہونے لگی آخر یہ ٹھیری کہ عدالت میں چلو قاضی جو فیصلہ کردے اُسی پر سب راضی ہوجائیں عدالت میں پہونچے سب قصہ بیان کیا قاضی جی بھی اسکی صورت دیکھکر للچائے، بولے تم چاروں جھوٹ بولتے ہو یہ تو ہماری لونڈی تھی، چند روز ہوئے کہ گھر سے بھاگ گئی ہے اب یہ پانچوں مدعی بنکر بادشاہ کے روبرو گئے، بادشاہ کی نیت بھی اسکے حُسن و جمال کو دیکھکر بگڑی، کہا یہ تو ہماری حرم ہے تم پانچوں فریبی ہو ؎

ہمنے چاہا تھا کہ حاکم سے کریں گے فریاد	وہ بھی کم بخت تیرا چاہنے والا نکلا

ایک فقیر نے یہ حال سنا وہاں آیا اور کہا کہ تم سب ناحق جھگڑتے ہو یہاں سے قریب جنگل میں ایک درخت ہے جسکو شجرۃ الحکم کہتے ہیں اُس کے پاس چلو اور اپنا اپنا دعوے بیان کرو جو مستحق ہوگا اوسکو ملجائیگی، اس ہدایت کے بموجب چاروں مسافر اور بادشاہ اور قاضی سب جمع ہوکر معہ اُس عورت کے شجرۃ الحکم کے پاس پہنچے اور سب نے اپنا دعوی بیان کیا یک بیک وہ درخت پھٹا اور وہ نازنین اُس سما گئی ؎

صورت از بے صورتی آمد بروں	باز شد انا الیہ راجعون
صورتے از پردۂ آمد عیاں	باز اندر پردہ خواہد شد نہاں

یہی کیفیت انسان خاکی نژاد کی ہے کہ اس جہان میں قدم رکھتے ہی انواع و اقسام کے دعوے اُسکے کھڑے ہوجاتے ہیں، ماں باپ کا پرورش کا دعوے اُستاد کو تربیت کا پیر کو ہدایت کا آقا کو حق نمک کا حاکم کو حفاظت بیان دہقان کا رشتہ داروں کو قرابت کا دوستوں کو محبت

صاحب اُمّت کو ابلاغ رسالت کا منشا ہر مسلمان کو ضرور ہے کہ صبح و شام نبی علیہ السّلام پر درود بھیجے اور اُنکی آل و اصحاب کی خیر مناوے۔ اگر ہندو ہے تو رام کرشن کی آرتھی کرے، دیوتاؤں کے نام کی مالا جپے، لیکن ایک روز یہ تمام رشتے قطع اور جملہ حقوق باطل اور سب دعوے رد ہو جاتے ہیں اور کسی کو پتا نہیں لگتا کہ کہاں سے آیا تھا اور کدھر گیا اب فرمائیے کسکی تابعداری کریں یَوْمَ یَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِیْهِ وَاُمِّهٖ وَصَاحِبَتِهٖ لِکُلِّ امْرِءٍ مِنْهُمْ یَوْمَئِذٍ شَاْنٌ یُّغْنِیْهِ ۵

رہ عقل جز پیچ بر پیچ نیست	بر عارفاں جز خدا ہیچ نیست

ایک روز اتفاق ہوا کہ سات مسافر ہم سفر تھے راہ میں ایک ندی آئی جب پار ہو گئے تو سبکو خیال آیا کہ گنتی کر لینی چاہیے کوئی ہم میں سے گم تو نہیں ہوا، ایک شخص نے گنتی کی اپنے سوا باقیوں کو گنا تو چھ ہوئے، فکر ہوا کہ لو بھئی ایک کم ہو گیا دوسرے نے کہا میاں تمکو حساب نہیں آتا میں شمار کرتا ہوں اُسنے بھی اپنے کو نہ گنا تو وہی چھ ہوئے اسیطرح ہر ایک نے حساب کیا وہی چھ کے چھ جب تو یقین ہو گیا کہ بیشک ایک آدمی ندارد ہے ضرور غرق ہو گیا، سب جمع ہو کر لگے رونے اور ہو ہو کرنے اتنے میں ایک سوار آیا پوچھا ارے کمبختو تم پر کیا آفت نازل ہوئی، اُنھوں نے تمام قصہ بیان کیا سوار نے کہا اگر میں تمہارے سب آدمی جیتے پورے کر دوں تو بولو کیا دو گے کہا صاحب اگر ہم پورے سات ہو جائیں تو سات روپیہ آپکے نذر کریں گے، اُسنے کوڑا سنبھالا اور کہا کہ لو گنتے جاؤ ایک ایک کوڑا مارتا گیا اور الگ کھڑا کرتا گیا ساتوں پورے ہو گئے، بہت خوش ہوئے اور شکر گذاری کر کے نذرانہ پیش کیا اسیطرح ہر انسان کا حال ہے کہ اِدھر اُدھر خیال دوڑاتا اور جا بجا ٹٹولتا ہے در بدر مارا پھرتا ہے اور اپنے کو نہیں دیکھتا مَنْ عَرَفَ نَفْسَهٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهٗ۔

بید ہمارا بھید ہی سب بیدن کے ماہنہ	بھید بتا دے اور کو ہمیں بتاویں ناہنہ

جس روز کہ بھاگیں گے مرا بھائی اپنے سے اور باپ اپنے سے اور عورت اپنی سے اور فرزند اپنے سے ہر شخص کو انمیں سے ایک فکر لگا ہو جو اسکو بس ہے

لیکن یہ بات بہت مشکل ہے اس کے لئے بڑا جگرا اور حوصلہ درکار ہے کیونکہ یہ جہاد اکبر ہے،،

وجا بہ ترک کے سُن میں اور باجیں ہا ہند طور	تلمبہ ہے میدان میں اور پہونچیں گے کوئی سُور
پہونچیں گے[1] جد کہیں گے اور اب کچھ کہا نجائے	اس من کا بیورہ نہیں لڑے کہ بھاگا جائے
سہل شیرے دان کہ صعبہا بشکند	شیراں باشد کہ خود را بشکند
تلسی[2] رن میں جھوجنا گھڑی ایک کا کام	نت اُٹھ من سے جھوجنا بن کھانڈ دنگرام

ایک روز حاضر خدمت مبارک ہوا اُس وقت بے ثباتی دنیا کا مذکور تھا ارشاد ہوا کہ یہ دنیائے بے بقا ایک خواب وخیال ہے اس میں دل لگانا عقل سے بعید ہے ایک نقل یاد آئی کسی شہر میں ایک راجہ تھا، اُسنے اپنے کھانا پکانے والوں سے کہا کہ جلد کھانا تیار کرو بھوک لگی ہے، غرض کھانے کی تیاری ہونے لگی، اور راجہ کو نیند آگئی سپنے میں دیکھا کہ شکار کے لئے معہ لشکر کے جنگل کی طرف چلا ہے، ایک جانب سے ہرن نکلا راجہ نے اُسکے پیچھے گھوڑا ڈالا لشکر سے جُدا ہو گیا، بہت دور پہنچکر اُسکو شکار کیا۔ اور واپس چلا لیکن مارے پیاس کے بیتاب تھا اِدہر اُدہر پانی کی تلاش کی۔

ہر کجا دردے دوا آنجا رود	ہر کجا فقرے نوا آنجا رود
ہر کجا مشکل جواب آنجا رود	ہر کجا پستی ست آب آنجا رود
آب کم جو تشنگی آور بدست	تا کہ جوشد آبت از بالا و پست
تا نگرید طفلک نازک گلو	کے رواں گردد پستان شیر او
زرع جاں را کش چو ابر مضمر است	ابر رحمت پر ز آب کوثر است

[1] یعنی جس وقت اُس میدان میں پہنچ جاویں گے اُس وقت کہیں گے اب کچھ کہہ نہیں سکتے کیونکہ اس من کا کچھ اعتبار نہیں لڑے کہ بھاگ جائے

[2] یعنی اے تلسی میدان جنگ میں قتل ہو جانا کچھ بڑی بات نہیں ایک گھڑی کا کام ہے لیکن ہر روز نفس سے جنگ کرنا بہت مشکل اور سے تلوار کے مرنا ہے۔ ۱۲

تا مقامم رجہ بہم آید خطاب فہم کن والمد اعلم بالصواب

ناگہاں ایک گاؤں نظر آیا اور اس کے قریب ایک کنواں دیکھا ایک ناکتخدا لڑکی کسی بھنگی کے پانی بھر رہی تھی راجہ نے آتے ہی پانی مانگا لڑکی نے ادھر سے پلا دیا۔ جب پی چکا تو پوچھا کہ تو کس ذات کی ہے، بولی میں تو بھنگی کی لڑکی ہوں۔ راجہ کو بڑا افسوس ہوا اور کہا کہ ہائے میرا دھرم بھرشٹ ہو گیا وہ لڑکی اپنا گھڑا لیکر گھر کو چلی تو راجہ پیچھے ہو لیا۔ گھر والوں نے پوچھا مہاراج آپ کیسے تشریف لائے راجہ نے کہا میرا تو دھرم بھرشٹ ہو گیا اس کے ہاتھ کا پانی پی لیا اب بھی تم لوگوں میں رہونگا بھنگی نے تمام برادری جمع کی اور اسکو بھنگیوں میں داخل کر کے لڑکی کی شادی راجہ سے کر دی اب راجہ بھنگی بن گئے ٹوکرا اٹھانا اور جھاڑو دینا اختیار کیا اولاد بھی پیدا ہوئی بارہ برس تک اسی حال میں گذرے آخر بیمار پڑا ہر چند علاج کیا کچھ سود مند نہ ہوا اسی بیماری میں مر گیا یہاں خواب میں تو مرا اور وہاں آنکھ کھل گئی اب راجہ کو ایک جنون پیدا ہوا، اور چت بھنگ ہو گیا یعنی متحیر کہ یہ کیا معاملہ تھا، پوچھا کہ ہم کتنی دیر سوئے لوگوں نے جواب دیا مہاراج ابھی ابھی تو آپنے کھانے کی تیاری کا حکم دیا ہے کچھ یوں ہی آپکی آنکھ جھپک گئی ہو گی اب کھانا تیار ہوا چاہتا ہے، حکم دیا کہ خیر کھانا موقوف لشکر تیار ہو ہم شکار کو چلیں گے غرض اسی طرح جیسا کہ خواب میں دیکھا تھا شکار کے لئے روانہ ہوا۔ وہی صحرا وہی میدان وہی کنواں آیا اور اسی طور کی بستی دیکھی بھنگیوں کے محلہ میں پہنچا وہاں رونے کی آواز سنی جا کے دیکھا تو اسکی صورت کا ایک آدمی مرا پڑا ہے اور اس کی جورو بچے رو پیٹ رہے ہیں احوال دریافت کیا بھنگیوں نے بچھلی سرگذشت وہی بیان کی جس طور سے راجہ نے خواب میں دیکھا تھا یہ سنکر اور بھی حیرت بڑھی کہ یہ تمام کیفیت تو مجھ پر گذری اور میں ہنوز زندہ ہوں پھر میں کون ہوں اور یہ مردہ کون؟ بہت دیر تک سوچتا رہا آخر سمجھ میں آیا کہ دنیائے فانی ایک خواب و خیال ہے راج پاٹ چھوڑ کر فقر اختیار کیا اور باقی عمر گوشہ نشینی میں گذاری۔

ایں عمر کہ بیتاب بہ بینی آں را	نقشے است کہ بر آب بہ بینی آں را
دنیا خوابست و زندگانی دروے	خوابے است کہ در خواب بہ بینی آں را

مدرسہ یا دیر تھا یا کعبہ یا بتخانہ تھا	ہم سبھی مہمان تھے اک تو ہی صاحبخانہ تھا
وائے نادانی کہ بعد از مرگ یہ ثابت ہوا	خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا جو سُنا افسانہ تھا
سُپن یہ سنسار بھائی رے سُپن یہ سنسار	سپن ماتا سپن پتا سپن گرو دوار
سُپن گھوڑا سُپن ہاتھی سُپن ست اور نار	سُپن راجہ سُپن پرجا سُپن سب بیوپار
عالم دنیا کہ حُلم نائم است	خفتہ پندارد کہ ایں خود قائم است

ایک روز ارشاد ہوا - کہ اللہ تعالےٰ نے شیطان کی گردن میں طوق لعنت ڈالکر اپنا مقید کرلیا دوسرے کی اطاعت و فرماں برداری کے کام کا نہیں رکھا جیسے حضرت یوسف علیہ السّلام نے اپنے بھائی بن یامین کو سال بھر تک اپنے پاس رکھا تھا۔ حضرت یوسف کے بھائی بن یامین غلّہ خریدنے کے لئے کنعان سے مصر میں آئے چونکہ اُنکو بھائی کی محبت زیادہ تھی اس لئے چاہا کہ کسی ڈھب سے اُنکو جانے نہ دوں چنانچہ یہ تدبیر کی کہ بن یامین کے بار میں سرکاری پیمانہ پوشیدہ رکھوا دیا جب پیمانہ کی جستجو ہوئی تو اُن کے اسباب میں سے برآمد ہوا اور جُرم اُن پر ثابت ہوگیا اس لئے اُس زمانہ کے قانون شریعت کے موافق سال بھر اُنکو حضرت یوسف کی خدمت میں رہنا پڑا - اِسی طرح شیطان کو بھی سجدہ نکرنے کے جُرم میں اپنا قیدی بنالیا اور طوق لعنت اُسکے گلے میں ڈالدیا تاکہ لوگ اُس سے نفرت کریں جیسے خوبصورت بچہ کی پیشانی پر نظر بد کے لئے اُسکی ماں سیاہی کا ٹیکہ لگادیتی ہے۔

ایک روز ارشاد ہوا - کہ مولانا رومؒ نے اپنی مثنوی میں یہ قصّہ لکھا ہے کہ حضرت امیر معاویہؓ ایک دن ایسے سوئے کہ نماز صبح کا وقت تنگ ہوگیا شیطان نے اُنکو بیدار اور ہوشیار کیا امیر نے پوچھا کہ تیرا کام تو گمراہ کرنا ہے، نہ ہدایت، مجھکو کیوں بیدار کیا اُسنے جواب دیا کہ ایسا نہو آپکی نماز قضا ہوجائے آپنے فرمایا کہ ہرگز میں تیرا کہنا نہ مانونگا، سچ بتا شیطان نے کہا کہ پہلے تمہاری ایک نماز قضا ہوگئی تھی، اُس کے فوت سے تمکو ایسا سوز و گداز پیدا ہوا کہ

اللہ تعالیٰ نے اس کے عوض میں ستر مقبول نمازوں کا ثواب عطا کیا مجھکو یہ امر گوارا نہوا، اِس لئے میں تمکو جگاتا ہوں، پھر آپنے فرمایا تعجب ہے کہ مردود کو تو سب کا حال معلوم و منکشف ہوجائے اور مقبول کو اپنی بھی خبر نہ ہو۔

نقل ہے کہ حضرت سلطان بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں ایک بزرگ کامل تھے ان نے اپنے ایک خلیفہ سے ارشاد کیا کہ تم بایزید کی زیارت کو جاؤ کہ وہ مرد چپ ہورہا لیکن مرشد نے تین بار یہی اشارہ کیا تو وہ بولا کہ حضرت میں ذات کا دیکھنے والا ہوں، صفات کو کیا دیکھوں۔ شیخ نے فرمایا جب تم صفات کا جلوہ دیکھو گے تو حقیقت معلوم ہوگی، آخر بہ تعمیل حکم اُس غار پر پہنچا جہاں حضرت بایزید رہتے تھے وہ غار سے نکلے اور ایک نگاہ فوراً قلب پھٹگیا اور وہ مرگیا حاضرین میں سے ایک شخص نے پوچھا حضرت یہ کیا بات تھی کہ ذات کا دیکھنے والا صفات کا متحمل نہ ہوسکا آپنے فرمایا کہ اسکی ایسی مثال ہے کہ اگر آفتاب کو دیکھو تو دیکھ سکتے ہو۔ چنانچہ بعض آدمی شغل آفتابی کیا کرتے ہیں، لیکن شیشۂ آتشی میں اگر کوئی آفتاب کو دیکھے تو آنکھیں پٹ ہوجائیں۔ صفات کا متحمل ہونا ہر ایک کا کام نہیں اسمیں بڑے بڑے مرتاب ہوگئے ہیں عام کا تو کیا حوصلہ ہے۔

ایک روز کسی شخص نے اس آیت کے معنی دریافت کئے حَافِظُوْا عَلَی الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوۃِ الْوُسْطٰی اُسوقت ارشاد ہوا کہ بعض علماء نے تو ہر نماز کو وسطے کہا ہے مگر اکثر نے نماز عصر پر اتفاق کیا ہے اور فقراء کے نزدیک وسط مقام قلب ہے نہ یہ کہ قلب ایک پارہ گوشت ہے بلکہ ایک عالم ہے عوالم غیب سے۔

ایک روز حافظ عبدالرحمٰن نابینا حاضر خدمت ہوئے اور دو مولویوں کے مجادلہ اور مکابرہ کا ذکر کیا اور کہا کہ ایک دوسرے کا انکار کرتا ہے اور ایک دوسرے کی کتاب پر معترض ہیں

خبردار ہو نمازوں سے اور بیچ والی نماز سے ۱۲

اپنے فرمایا کہ قَالَتِ الْیَھُوْدُ لَیْسَتِ النَّصَارٰی عَلٰی شَیْءٍ وَّ قَالَتِ النَّصَارٰی لَیْسَتِ الْیَھُوْدُ عَلٰی شَیْءٍ وَّھُمْ یَتْلُوْنَ الْکِتَابَ ۵ اگر غور کرو تو دونو سچے بھی ہیں اور جھوٹے بھی اور بنظر تحقیق دیکھو گے تو نہ کوئی جھوٹا ہے نہ سچا ہے،،

ایک روز ارشاد ہوا۔ کہ رسول مقبول صلعم کی شان میں تو اللہ تعالےٰ یوں فرماتا ہے کہ اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا ۵ یعنی اللہ اور اُس کے فرشتے نبی پر درود بھیجتے ہیں اے مومنو تم بھی اُس پر درود اور سلام بھیجو اور شیطان لعین کے حق میں یوں ارشاد ہوا۔ اِنَّ عَلَیْکَ لَعْنَتِیْ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ ۵ یعنی تجھ پر میری ہی لعنت ہو قیامت تک یہاں کسی فرشتہ یا پیغمبر اور مومن کو اپنے ساتھ شامل نہیں کیا، اس میں یہ بھید ہے کہ ہم جو چاہیں سو کہیں لیکن ہمارے عاشق کو کوئی اور چھیڑنے نہ پاوے اگر دشمن ہوتا تو بھی اس کے پیچھے لگا دیتے صلوٰۃ اور لعنت دونو سرکاری خطاب ہیں ایک محبوب کے لئے ایک عاشق کے لئے۔

عشق را با کافرے نسبت بود	عاشقاں را اینچنیں قسمت بود
رحمت آنِ تست لعنت آنِ تو	من کیم فرماں ہمہ فرمانِ تو

ایک روز ارشاد ہوا۔ کہ دیکھو قسمت کے دھنی حضرت موسیٰ علیہ السلام گئے تھے آگ لینے ملگئی پیغمبری۔ قصہ یہ ہے کہ جب حضرت موسیٰ اپنی بیوی کو ساتھ لیکر وطن کو چلے اندھیری رات میں جنگل اور پہاڑ کے اندر راہ بھول گئے ناگاہ ایک پہاڑی پر آگ جلتی نظر آئی بیوی سے فرمایا کہ تم بیٹھو میں آگ لاتا ہوں جب قریب پہنچے تو ایک درخت روشن تھا اوسمیں سے آواز آئی یَا مُوْسٰی اِنِّیْ اَنَا رَبُّکَ فَاخْلَعْ نَعْلَیْکَ اِنَّکَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًی ۵ اے موسیٰ میں تیرا پروردگار ہوں پس اُتار ڈال اپنی دونو جوتیاں کہ تو وادی مقدس طوی میں ہے یہاں نعلین سے ظاہری جوتیاں مراد نہیں بلکہ نعلین عبارت ہے ادین و دنیا سے کیونکہ اکثر

سلہ اور یہود نے کہا نہیں نصاریٰ کچھ راہ پر اور نصاریٰ نے کہا یہود نہیں کچھ راہ پر اور وہ سب پڑھتے ہیں کتاب ۱۲

جوتی پیزار اہنی دو کے لئے ہوائی ہے اور وادی مقدس سے عشق و محبت کا میدان مراد ہے جس کے اندر دین و دنیا دونوں کو جوتیوں کی طرح اتار کر پھینکدینا واجب ہے یعنی اُس ذات پاک کی محبت میں دین و دنیا دونوں کو ترک کرنا چاہیے۔

ایک روز ارشاد ہوا۔ کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السّلام کو طور پر تجلّی الٰہی ہوئی اور بیہوشی سے ہوش میں آئے تو شیطان نے کہا کہ پھر ربّ ارنی فرمائیں حضرت نے کہا میں جل جاؤنگا اُسنے کہا کہ اپنے عاشق کو کوئی نہیں جلاتا اگر جلانا ہوتا تو پہلی ہی تجلّی میں جلا دیتے لیکن ہیبت الٰہی سے ڈر گئے اور دوبارہ درخواست نہ کی آخر یہ بھی تو حضرت آدم علیہ السّلام کی اولاد میں سے تھے اُنہوں نے بھی ربّنا ظلمنا انفسنا کہہ کے جان چھڑائی تھی یہ حوصلہ ہر ایک کا نہیں گستاخی تو شیطان لعین ہی پر ختم ہے یہ بات دوسرے کو کہاں نصیب ؎

ایک روز ارشاد ہوا۔ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جناب باری میں عرض کی کہ تیری بارگاہ میں میرا کونسا فعل پسند ہے تاکہ میں اُسکو زیادہ کروں۔ حکم ہوا کہ تمہارا فعل ہمکو بہت پسند آیا کہ زمانہ طفلی میں جب تمہاری ماں مارا کرتی تھی تو تم مار کھا کر بھی اُسی کی طرف دوڑتے تھے پس طالب خدا کو بھی لازم ہے کہ کیسی ہی مصیبت و سختی ذلت و خواری پیش آئے لیکن ہر حال میں خدا کی طرف متوجہ رہے۔

غم نہ کیجے غم کا اور شادی نہ کیجے عیش کی	دو نو حالت دیکھیے منہ سے نہ کچھ فرمائیے
قومے بہ تمنائے زر و مال خوش اند	قومے بہ تماشائے خط و خال خوش اند
ایں ہمہ اسباب خرابی دارند	خوش حال کسانیکہ بہر حال خوش اند

اور یہ بات تو شیطان ہی پر ختم ہے کہ اتنی ذلت و خواری اُٹھائی طوق لعنت پہن لیا مگر بھول کر بھی غیر کا نام نہیں لیتا۔

سرمد تو حدیث کعبہ و دیر مکن	در وادی شک چو گمراہاں سیر مکن

رو شیوۂ بندگی ز شیطاں آموز　　یک قبلہ گزین و سجدہ بر غیر مکن

ایک روز ارشاد ہوا - کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کوہ طور کو جاتے تھے راستہ میں شیطان ملا اور کہا کہ اے موسیٰ میری طرف سے بھی عرض کرنا کہ الٰہی سب لوگ گمراہی کا اتہام مجھپر لگاتے ہیں لیکن میں کسکا نام لوں کہ مجھکو کسنے گمراہ کیا ہے جب کلیم اللہ اپنی گذارش سے فارغ ہوئے تو پیام شیطان بھی عرض کیا حکم ہوا کہ وہ سڑی ہے اسکی بکواس پر خیال نکرو پھر جناب قبلہ نے فرمایا کہ ہاں یہ تو اپنے گھر کو لگتی تھی اسکا جواب ہی کیا دیتے -

کہتے ہو یوں کہ ہے وہی ہادی وہی مضل	تو راہ پر ہیں سب کوئی گمراہ ہی نہیں

ایک بروز ارشاد ہوا - کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو شیطان ملا آپنے فرمایا کہ او ابلیس تونے حکم کیوں نہیں مانا اور حضرت آدم کو سجدہ کیوں نہ کیا ؎

گفتا سخن تو حل کنم من　　خود قبلہ چرا بدل کنم من

یہ تو فرمائے کہ آدم کے سجدہ سے کیا حاصل ہوتا بہت ہوتا تو تم جیسا ہو جاتا فرمایا کیوں ہم کیسے ہیں دیکھہ تو ہمکو نبوت عطا ہوئی کہا کہ ہاں نبوت تو ہوئی لیکن فتوت تو آپکو چھو بھی نہیں گئی ورنہ پہاڑ کی طرف نہ دیکھتے - ؎

دعوائے تو کرتمام بودے	بر کہ نظرت حرام بودے
صد بار ندا برآمد آں دم	مائل نشدم بسوئے آدم

حضرت موسیٰ نے فرمایا تونے اپنی سرکشی کا مزہ بھی تو خوب چکھا وہ بولا کہ واہ حضرت جو بھید کی بات یاروں کو معلوم ہوئی اُسکی تو کسیکو ہوا بھی نہیں لگی میں تو جیسا تھا ویسا ہی ہوں لوگونکو دھوکے میں ڈالدیا ورنہ میرے نزدیک جہاں سے حکم تھا وہیں سے انکار و سرکشی بھی تھی ؎

[illegible] کہ رہ سپر دند	یک نکتہ از ریا [illegible] دند

پھر حضرت سے سوال کیا کہ کیا تو خدا کو اب بھی یاد کرتا ہے کہا کہ بھلا مجھ سے یہ

دھوم دھام اور شور وغل مچوایا ہے اُسکو کسی لحظہ اور کسی دم بھول سکتا ہوں ؎

اینجا نہ ملمع نہ علت آمد	نے مذہب وکیش وملت آمد
در راہِ حقیقی ومجازی	ایں ہست کمال عشقبازی
در فقر مزن دم اے مزلّق	این ست سواد وجہ مطلق
طاؤس تو پر بریزد انجام	سر چشمۂ کفر خیزد اینجا
اے رہ رو تیز گام چالاک	ایں مرتبہ ایست بس خطرناک

ایک روز ارشاد ہوا - کہ ایک مرد خدا تھا جذامی بے دست وپا اُسنے حضرت موسیٰ علیہ السّلام کو پیغام دیا کہ میری طرف سے جناب باری میں عرض کرنا کہ میں تو محض بیکار ہوں بھلا مجھکو کس لئے پیدا کیا - حضرت نے یہ بات عرض کی حکم ہوا کہ اُس سے کہدو کہ دوزخ کے درک اسفل میں ایک بدرو ہوگی جس سے تمام طبقات دوزخ کا پیپ اور خون جاری ہوگا اُس موری میں تجھکو ٹھونسیں گے اور اُسکی ڈاٹ بنائیں گے - حضرت موسیٰ نے یہ جواب سُنا دیا متعجب ہوکر بولا کہ او ہومیں ایسے بڑے کام کے لئے پیدا ہوا ہوں آہا میں تو بڑے کام کی چیز ہوں اُس خوشی اور مسرّت میں ایسا بیتاب ہوا لوٹنے لگا اور تڑپ تڑپ کے شادی مرگ ہوگیا ؎

چاشنی درد عشق قابل ہر سفلہ نیست	زہر زخوان شہاں ناموری را دہند
یکے پیش شوریدہ حالے نہشت	کہ دوزخ تمنا کنی یا بہشت
بگفتا بپرس از من ایں ماجرا	پسندیدم انچہ او پسند مرا

ایک روز - ایک امیر آدمی حاضر خدمت مبارک تھا اُسیوقت ایک بیچارہ غریب شکستہ حال بھی اُس امیر کے برابر آبیٹھا وہ امیر اپنے کپڑے سمیٹ کر علیحدہ ہوگیا حضرت نے یہ تماشا دیکھکر ارشاد فرمایا کہ مجھکو ایک نقل یاد آئی حضرت موسیٰ علیہ السّلام ایک مکان میں بیٹھے تھے اوپر سے کچھ قطرے حضرت کے کپڑوں پر گرے دیکھا تو چھپکلی تھی جناب باری

میں عرض کی کہ خدایا اسکو کیوں پیدا کیا یہ کس مرض کی دوا ہے اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ اے موسیٰ یہ چھپکلی بھی ہر روز یہی سوال کیا کرتی تھی کہ خدایا موسیٰ کو کیوں پیدا کیا اُس سے کیا فائدہ ہے ؎

نے ز آدم ہر گزت سودی رسد	نے ز ابلیست زیاں بودی رسد
نے ز ابراہیم[1] ہر گزت سودے رسد	نے ز نمرودت زیاں بودی رسد
نے ز موسیٰ ہر گزت سودی رسد	نے ز فرعونت زیاں بودی رسد
نے ز احمد ہر گزت سودی رسد	نے ز بوجہلت زیاں بودی رسد
مومن و کافر بخوں آغشتہ اند	با ہمہ سرگشتہ و برگشتہ اند
گر بخوانی ایں بود سرگشتگی	ور برانی ایں بود برگشتگی

ایک روز ارشاد ہوا - کہ ایک شخص نے شیطان سے دوستی پیدا کی اور پوچھا کہ یار تمکو لوگ کیوں بدنام کرتے ہیں، اُسنے کہا کہ میرا تو کچھ بھی قصور نہیں صرف دشمنی سے لوگ بُرا بھلا کہتے ہیں ؎

بر انداختم بیخ شاں از بہشت	کنونم بکیں مے نگارند زشت

اور میں تمکو ایک تماشا دکھاؤں مگر خاموش دیکھتے رہنا کچھ دم نہ مارنا ایک شہر میں لیگیا کہا کہ آج اُسکی بربادی کا حکم ہے اب دیکھو کیا ہوتا ہے حلوائی کی دوکان میں چاشنی پک رہی تھی شیطان نے اُسمیں سے ایک انگلی بھر کر دیوار پر لگادی فوراً مکھیوں کا جمگھٹ ہو گیا چھپکلی نے نکی ناک لگائی حلوائی کی بلی نے چھپکلی پر داؤں لگایا کہ جھپٹا مارے ناگہاں ایک فوج کا سپاہی ادھر سے گذرا اُس کے ساتھ نہایت تیز شکاری کتا اُسنے جو بلی بیٹھی دیکھی جھٹ اُسکو جا بوچا بلی چاشنی کے اندر گری اور پھنس گئی حلوائی کو غصہ آگیا کتے کے سر میں ایسا کفچہ مارا وہیں لوٹ ہو گیا پھر سپاہی کو کہاں تاب بگڑ گیا اور حلوائی کا مارتے مارتے خون کر دیا -

[1] مخفف ہے ابراہیم کا ۱۲

حلوائیوں نے جمع ہوکر سپاہی پر یورش کی وہ بھی وہیں کھیت رہا لشکر میں جو سپاہی کے قتل کی خبر پہنچی تو لگا کے توپخانہ تمام شہر کو اوڑا دیا جب یہ ماجرا گذر چکا تو شیطان اُس شخص کی طرف متوجہ ہوا کہ دوست تم ہی انصاف کرو اس میں میرا کیا قصور ہے صرف ایک انگلی چاشنی میں نے لگادی تھی باقی بکھیڑا کسنے کیا لیکن کرنے والے کا نام کوئی نہیں لیتا مجھ ہی کو نشانہ بنا رکھا ہے۔

آپ کرتے ہیں جہاں کا نام ہے	آپکے ہاتوں میں سارا کام ہے

مجھکو کچھ اختیار نہیں جو کام ہونیوالا ہوتا ہے اُسی کو میں کرتا ہوں ورنہ میری کیا مجال ہے ؎

او بہ صنعت آذرست و من صنم	آلتے کو سازدم من آں شوم
گر مرا ساغر کند ساغر شوم	ور مرا خنجر کند خنجر شوم
گر مرا چشمہ کند آنے دہم	ور مرا نارے کند تا بے دہم
گر مرا باراں کند خرمن دہم	ور مرا ناوک کند در تن جہم
گر مرا مارے کند زہرا فگنم	ور مرا یارے کند مہر آگنم
گر مرا شکر کند شیریں شوم	ور مرا حنظل کند پرکیں شوم
گر مرا شیطاں کند سرکش شوم	ور مرا سوزاں کند آتش شوم
من چو کلکم در بیان اصبعین	نیستم در صنعِ طاعت بیں بیں

جسکا سوائے اللہ کے کوئی کچھ نہیں کرسکتا ؎ وَمَا يَعْلَمُ جُنُودَ رَبِّكَ إِلَّا هُوَ

گرچہ تیر از کمان ہمی گذرد	از کماندار بیند اہل خرد

ایک روز ارشاد ہوا۔ کہ حضرت آدم علیہ السلام ایکدفعہ شیطان کو دیکھکر نظر حقارت ہنسے اُسنے رنجیدہ ہوکر جناب باری میں شکایت کی اُسوقت حضرت پر عتاب نازل ہوا کہ اے آدم ہمارے فعل پر ہنستا ہے۔

بانگ بردند غیرت حق را ہے صفی	تو ہنے دانی زاسرار خفی

پوستیں را باز گونہ گر کنم	کوہ را از بیخ و از بن بر کنم
پردہ صد آدم آں دم بر درم	صد بلیس نو مسلماں آورم
گفت آدم توبہ کردم زیں نظر	ایں چنیں گستاخی نندیشم دگر

شیطان بھی بڑا بہادر ہے ہر نبی ولی کے مقابلہ میں خم ٹھونک کر ڈٹا رہتا ہے اپنے فن میں بے ہمتا ہے بہتوں نے اس رتبہ کی خواہش کی مگر یہ منصب خاص کسیکو نصیب ہوا چنانچہ وقت آخر حضرت شبلی نے بھی بہت خاک اوڑائی اور روئے کہ افسوس لعنت کا خطاب ابلیس کو ہوا ہمکو نہ ہوا۔ ؎

وقت مردن بود شبلی بیقرار	چشم پوشیدہ وے پر انتظار
برمیاں زنار حیرت بستہ بود	بر سر خاکستر نشستہ بود
بر گرفتے اشک بر خاکستر او	گاہ خاکستر فشاندی بر سر او
سائلے گفتش چنیں وقتیکہ ہست	دیدہ کس را کہ او زنار بست
گفت میسوزم چہ سازم چوں کنم	جاں ز غیرت میگدازم چوں کنم
جاں من کز ہر دو عالم چشم دوخت	ایں زماں از غیرت ابلیس سوخت
چوں خطاب لعنتی او راست بس	زیں اضافت آید افسوسم بکس
ماند شبلی تشنہ و تفتہ جگر	او بدیگر کس دہد چیزے دگر

ایک روز ارشاد ہوا۔ کہ جب بارگاہ کبریائی سے فرشتوں کو حضرت آدم کے سجدہ کا حکم ہوا تو سب نے تعمیل کی مگر ابلیس نے نہ مانا اور غیر کو سجدہ کرنا شرک جانا اِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ طِیْنٍ ۝ فَاِذَا سَوَّیْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِیْنَ ۝ فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ اِلَّآ اِبْلِیْسَ ۝ اِسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِیْنَ ۝ اس خطاب پر ہوا اِنَّ عَلَیْكَ لَعْنَتِیْٓ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ ۝ کہتے ہیں اس مردود لرباکو سنتے ہی بیہوش ہو کر گر پڑا جب ہوش میں آیا تو پھر وہی خطاب گوش زد ہوا پھر ہوش جاتے رہے اور

چیخ مار کر گر پڑا تیسری دفعہ جو اس ٹھکانے ہوئے تو اسی آواز بجانواز پر کان لگائے کہ پھر سنائی دے اُسوقت حکم ہوا کہ تجھسے کام لینا ہے اگر تیسری بار سنے گا تو کام سے جاتا رہے گا۔

مست مے بیدار گردد نیم شب		مست ساقی روز محشر با مداد

نہیں معلوم کہ اُس آواز میں کیا کیفیت تھی کہ اپنے فعل پر نادم نہ ہوا بلکہ خوشی کے مارے بیہوش ہو گیا شاید کوئی راز ہو گا۔

میان عاشق و معشوق رمزیست		کراماً کاتبیں را ہم خبر نیست

اگر کچھ بری بات ہوتی تو حضرت آدم کی طرح چلاّ اُٹھتا کہ رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا اور اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ مالی کے لفظ سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ غایت رحمت و لعنت قیامت ہی ہے اُسکے بعد نہ لعنت نہ رحمت۔

نیست کس را از حقیقت آگہی		جملہ مے میرند با دست تہی
کس نپنداند دریں بحر عمیق		سنگریزہ قدر دارد یا عقیق

ایک روز ارشاد کیا۔ جب حضرت سلیمان علیہ السلام کو سریر سلطنت ملا اور جن وانس وحوش و طیور اُن کے تابع کئے گئے تو حضرت عزت میں عرض کی کہ شیطان کو بھی میرا مطیع کر دیجئے حکم ہوا کہ فتنۂ عالم ہے مناسب نہیں کہ اسکو اپنے پاس نہ بلاؤ ورنہ تمہاری مُلک داری میں خلل واقع ہو گا لیکن حضرت نے باصرار یہی التجا کی تو شیطان کو حکم ہوا کہ جا سلیمان کی فرماں برداری کر۔ ناچار حاضر ہوا اور پائے تخت کے پاس بیٹھکر لگا رونے حضرت نے پوچھا روتا کیوں ہے بولا کہ میں بھلا تھا یا بُرا ملعون تھا یا مرحوم مقبول تھا یا مردود جیسا تھا اوسی در کا بندہ تھا مگر اب فی الحقیقت میرے گلے میں طوق لعنت پڑ گیا اور سچ مچ کا مردود ہو گیا کیونکہ غیر کا تابع کیا گیا، حضرت نے تسلی دی کہ میرا تو یہ ارادہ تھا کہ قیامت کے دن بہشت میں تجھکو ہمراہ لیچلوں گا، بھلا شیطان اس لالچ میں کب آنیوالا تھا کہا کہ واہ حضرت ایسا بہشت کہ غیر کے توسل سے ملے ہزار دوزخ سے بڑھکر عذاب الیم ہے، اور جس دوزخ کے لئے خاص سرکاری حکم ہوا اُسپر ہزار نعیم بہشت قربان ہیں ؎

؎ جب کہا تیرے رب نے فرشتوں کو میں بناتا ہوں ایک انسان مٹی کا پھر بہت ٹھیک بنا چکوں اور پھونکوں اسمیں اپنی جان تو تم گر پڑو اُسکے آگے سجدہ میں پھر سجدہ کیا فرشتوں نے سارے ملکر ابلیس نے تکبر کیا اور تھا وہ منکروں میں سے

حقا کہ باعقوبت دوزخ برابر است		رفتن پائے مردی ہمسایہ در بہشت

تین دن تک شیطان روتا رہا آخر اوسکی گریہ وزاری اور آہ وبیقراری نے اثر دکھایا۔

زابر گریاں شاخ سبزو تر شود		زانکہ شمع از گریہ روشن تر شود
تانگرید ابر کے خندد چمن		تانگرید طفل کے جوشد لبن
کام تو موقوف زاری دل ست		بے تضرع کامیابی مشکل ست

حضرت سلیمان علیہ السلام کو حکم تھا کہ اپنی مزدوری سے قوت لایموت حاصل کریں چنانچہ زنبیل بافی کیا کرتے تھے ان تین دن کے عرصہ میں کوئی زنبیل نہ بکی اور حضرت کو روٹی میسر نہ ہوئی ناچار التجا کی کہ اب کیونکر بسر کروں خزانہ سے کھانے کا حکم نہیں اور زنبیل کے دام نہیں اوٹھتے حکم ہوا کہ زنبیل بکے تو کیونکر بکے دلال تو تمہارے پاس مقید ہے غرض کی کہ الٰہی تو اپنی بلا کو اپنے ہی پاس رکھ میں اسکی اطاعت سے باز آیا غرض چوتھے دن اس دلال اور پہلوان نے قید سے رہائی پائی اور اطراف جہان میں پھر وہی دھوم مچائی ؎

سر بدو تو حدیث کعبہ و دیر مکن		در وادی شک چو گمراہان سیر مکن
رو شیوہ بندگی ز شیطاں آموز		یک قبلہ گزیں و سجدہ بر غیر مکن
پریت تو کیجے ایک ہی جاسی جی میتا		ٹھور ٹھور کی ریت میں مت کلنک جی جائے

ایک روز ارشاد ہوا۔ کہ جب فرعون نے اَنَا رَبُّکُمُ الْاَعْلٰی کا دم بھرا تو ابلیس لعین نے مجسم ہوکر اس سے درخواست کی کہ مجھکو اپنا پیغمبر بنالے فرعون نے کہا کہ اچھا آج سے تو ہمارا پیغمبر ہے اتفاقاً خشک سالی ہوئی اور خلقت تنگ آگئی سب نے جمع ہوکر فرعون کے سامنے دہائی دی کہ تو تو خدا ہے مینھ کیوں نہیں برساتا اوسنے شیطان کو اشارہ کیا کہ ہاں پیغمبر کوئی ترکیب مینھ برسنے کی نکال ورنہ اس خدا فروشی اور پیغمبری کی قلعی کھلجائے گی اور مخلوق منحرف ہوجائیگی شیطان بولا اوہ یہ کیا بڑی بات ہے ان لوگوں سے کہدیجے کہ آج رات کو مینھ برساویں گے لوگ یہ مژدہ سنکر چلے گئے شیطان نے اپنی تمام ذرّیات کو

بلا کر حکم دیا کہ آج رات بھر اس شہر پر خوب پیشاب کرو اُنہوں نے ایسا ہی کیا صبح کو لوگ اُٹھے تو دیکھا کہ مینھ تو برسا ہے مگر مارے بدبو کے دماغ پھٹا جاتا ہے الٰہی یہ کیسا مینھ ہے!!! کھیتوں کو جا کر دیکھتے ہیں تو ری ہی کھیتی بھی جل گئی پھر لوگ دوڑے اور فرعون سے جا کر فریاد کی کہ صاحب یہ تو خوب مینھ برسا فرعون نے متعجب ہو کر شیطان سے پوچھا کہ اے پیغمبر یہ کیا کام کیا وہ بولا کہ اے احمق سمجھ تو سہی جہاں تجھسا نابکار خدا اور مجھ سا مردود پیغمبر ہوگا وہاں باران رحمت بھی ایسا ہی نازل ہوگا۔

وزیرے چنیں شہریارے چناں	جہاں چوں نگردد قرارے چناں

مجھکو شرم نہیں آتی اسی برتے پر خدائی کرتا ہے کہ پیغمبر سے مدد کا طالب ہوا۔ لعنت ہے تیری خدائی پر۔ اس کے بعد ارشاد ہوا کہ یہی حال ظاہری صوفیوں کا ہے کہ توحید میں دم مارتے ہیں انا الحق کہتے اور خدا بنے کو تیار ہیں لیکن خدمت مریدوں سے لیتے ہیں اور اُنکی امداد پر نظر رکھتے ہیں۔

ایک روز ارشاد ہوا۔ کہ فرعون کے گھر میں انار کا درخت تھا شیطان نے ایک انار توڑ کر اُسکی دو قاشیں کیں اور فرعون سے کہا کہ اگر تو سچا خدا ہے تو اس انار کو جیسا تھا ویسا ہی بنا دے اُس سے کیا ہو سکتا تھا اپنا سا منھ لیکر رہ گیا پھر شیطان نے انار کو بدستور شاخ میں لگا دیا اور کہا کہ اسی پر خدا بنا ہے کہ ٹوٹا ہوا انار بھی نہ جوڑ سکا بھلا یہ پیدا تو کیا کر سکیگا دیکھ مجھکو اتنی قدرت و طاقت ہے لیکن آجتک خدا بننے کا خیال بھی نہیں آیا ارے احمق تجھکو تو بندگی ہی زیب دیتی ہے نہ خدائی۔

ایک روز میں نے حسب عادت عرض کیا ؎ باز گو از نجد و از یاران نجد ؛ تا در و دیوار را آری بوجد ؛ اُسوقت آپ لیٹے ہوئے تھے اُٹھ بیٹھے اور فرمایا کہ ؎ ہر کسے را بہر کارے ساختند ؛ میل آں اندر دلش انداختند ؛ اللہ تعالےٰ بھی عجب معاملہ ہے کسی کے دل میں کچھ ڈالدیا کسی کے دماغ میں کچھ بسا دیا فرعون کو تو یہ سوجھائی

کہ انا ربکم الاعلےٰ پکار اُٹھا حضرت موسیٰ کو یوں راہ بتائی کہ جاؤ تم اُس مردود سے لڑو کیونکہ بندہ ہو کر خدائی دعوے کرتا ہے اُدھر حضرت موسیٰ کو فتح و نصرت کی بشارت دی اُدھر فرعون نے خفیہ آہ و زاری کی اُسکی دعا بھی رد نہ کی سبحان اللہ کیا شان کبریائی ہے ؎

کفر و ایماں عاشقِ آن کبریا	مس و نقرہ بندۂ آں کیمیا
روز موسیٰ پیش حق نالاں شدے	نیم شب فرعون ہم گریاں شدے
چونکہ بیرنگی اسیر رنگ شد	موسیٰ با موسیٰ در جنگ شد
چوں بہ بیرنگے رسی کاں داشتے	موسیٰ و فرعون دارند اشتے
ای عجب کایں رنگ از بیرنگ خاست	رنگ با بیرنگ چوں در جنگ خواست
چوں گل از خار است و خار از گل چرا	ہر دو در جنگ اندو اندر ماجرا
یا نہ جنگ ست ایں برائے حکمت ست	ہمچو جنگ خرفروشاں صنعت ست

حضرت آدم کو ابلیس سے حضرت نوح کو اُنکی قوم سے حضرت ابراہیم کو نمرود سے حضرت موسیٰ کو فرعون سے حضرت عیسیٰ کو یہود سے حضرت محمد مصطفےٰ کو قریش سے بھڑا دیا ؎

جب بیرنگی رنگ دکھایو	موسیٰ فرعوں لڑنے آیو

کسی کو مومن لقب عنایت کیا کسی کو کافر کا خطاب دیا دونو کو لڑا کر خوب تماشا دیکھا نہ مومن سے کچھ منفعت پائی نہ کافر سے کچھ مضرت اُٹھائی ؎ نے زموسیٰ ہرگز سود رسید نے ز فرعون زیاں بود رسید ۔ آخر کار نہ یہ رہے نہ وہ نہ مومن باقی نہ کافر موجود نہ مقبول رہے نہ مردود خدا کی شان میں کچھ فرق نہ پڑا الآن کما کان ۔

حق ز ایجادِ جہاں افزوں نشد	آنچہ اول آں ہنوز اکنوں نشد
در اثر افزوں شد و در ذات نے	ذات را افزونی و آفات نے

جب یہ جہان نہ تھا تب بھی خدا تھا اور جب جہان نہ ہوگا تب بھی خدا ہوگا ؎ نہ تھا کچھ تو خدا تھا کچھ نہ ہوتا تو خدا ہوتا ؎ ڈبویا مجھکو ہونے نے نہ ہوتا میں تو کیا ہوتا ؎ پس کل موجودات ایک تماشا

کٹھ پتلی کا سا ہے اپنے اپنے وقت پر تپلیاں آتی اور تماشا دکھا جاتی ہیں وقت معہود پر پردۂ عدم میں جا چھپتی ہیں ؎ مالعبتگانیم وفلک لعبتِ باز ✤ از روئے حقیقت ست نہ از روئے مجاز ✤ یکچند دریں سراچہ بازی کردیم ✤ رفتیم بصندوق عدم یک یک باز

بازیگر جو کام چاہتا ہے تپلیوں سے لیتا ہے ارادہ کے تار نے جو اشارہ کیا تپلی نے وہی کام دیا جو ناچ نچاتا ہے ناچتی ہیں پس سب کام منشائے ازلی سے ظہور پکڑتے ہیں لیکن یہ طرفہ ماجرا ہے کہ شیطان کا خوف ہر انسان کے دل میں بٹھا دیا ہے تمام انبیا علیہ السلام باواز بلند پکارتے چلے آئے کہ بچیو بچیو اس شیطان ملعون سے بچیو کہ انسان کے رگ و ریشہ میں ساری اور گمراہ کنندہ و ناری ہے پھر خود ہی جا بجا یوں ارشاد فرمایا کہ سوائے میرے ہادی اور مضل نہیں مَنْ یَّهْدِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ یُّضْلِلْ فَلَا هَادِیَ لَهٗ ؎ سمجھ ہی میں نہیں آتی ہے کوئی بات ذوق اوسکی ✤ کوئی جانے تو کیا جانے کوئی سمجھے تو کیا سمجھے ✤

عاجز ہے خیال اور تفکر حیراں	بے سود یقیں ہے اور بیہودہ گماں
کھلتا نہیں عقدہ کھولنے سے کوئی	بنتی نہیں بات کچھ بنائے سے یہاں

ہمکو تو یوں ارشاد ہوا کہ شیطان مردود ہے ملعون ہے گمراہ کنندہ ہے رہزن ہے اوسکی راہ پر مت چلو اوسکی پیروی ہرگز مت کرو اور موسیٰ علیہ السلام نے جب معلم کی درخواست کی تو حکم ہوا کہ رمز کی بات پوچھتے ہو تو جاؤ شیطان سے پوچھو بھلا جو ایسا معلم ہو کہ پیغمبر اسکے پاس بھیجے جائیں تو اسکی گمراہی بھی عجیب و غریب ہے جب حضرت موسیٰ اسکے پاس پہنچے تو کیسی برجستہ تعلیم توحید کی دی ہے چنانچہ شیخ عطار نے لکھا ہے ؎

من گونا تو ہم چو من نشوی	ایں سخن راز من بجاں طرار
یعنی اول چو من شوائے سرہ مرد	زخم اورا سپر بسینہ میار

؎ جسکو اللہ ہدایت دیتا ہے پس کوئی اسکا گمراہ کرنے والا نہیں اور جسکو گمراہ کرے کوئی اسکا ہادی نہیں ۱۲

گر شوی ہمچو من بروپس ازاں	ہر چہ خواہی بگو و باک مدار

شیطان کی تعلیم تو یہ اور نام گمراہ کرنے والا۔ بھلا اس غریب کو ناحق کیوں بدنام کیا۔ فاعل حقیقی تو ایک ہی نہ دو۔ وہی ہادی ہے وہی مضل **مثل** سچ کہوں تو ماں ماری جائے جھوٹ کہوں تو باپ کتا کہائے۔

رحمٰن و رحیم و رحمت اللہ مائیم	شیطان رجیم و لعنت اللہ مائیم
ہر نیک بدے کہ در جہاں میگذرد	باللہ مائیم و ثم باللہ مائیم

ایک روز ارشاد ہوا۔ کہ حضرت عیسےٰ علیہ السّلام جنگل میں کسی درخت کے تلے لیٹ گئے اور ایک اینٹ اُٹھا کر سر کے نیچے رکھ لی اتنے میں شیطان پہنچا اور کہا کہ اے ابن مریم! اب میرے مُلک میں بھی دخل دینے لگا۔

گفت اے ملعون چرا استادہ	گفت خشم زیر سر نہادہ
جملہ دنیا چو اقطاع منست	ہست این خشت آن من اے دشمنست
تو تصرف میکنی در مُلکِ من	خویشتن آوردہ در مُلکِ من

حضرت عیسیٰ علیہ السّلام نے فوراً وہ اینٹ اُٹھا کر پھینک دی شیطان بولا کہ بس اب پڑے رہو ہم سے تم سے کچھ واسطہ نہیں ؛

ایک روز ارشاد ہوا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام بڑے ترک و تجرید کی حالت میں رہے ہیں تمام عمر کہیں گھر نہیں بنایا ہمیشہ قلندر وار پھرتے رہے۔ **نقل** ہے کہ ایک روز آپ کہیں تشریف لیجاتے تھے اثنا راہ میں بارش ہونے لگی ناچار ایک درخت کی آڑ میں کھڑے ہو گئے اتنے میں دیکھتے کیا ہیں کہ ایک لومڑی دوڑ کر اپنے بھٹ میں گھس گئی آپکو خیال آیا کہ سبحان اللہ جانوروں کے لئے تو ٹھکانا اور میں خانہ بدوش خیال کے آتے ہی ایک مکان جواہر نگار نمودار ہوا۔ اور ندا آئی کہ اے دوست اگر مکاں درکار ہو تو یہ موجود ہی ہمارے پاس اس شے کی کمی نہیں لیکن تمہارے واسطے یہ رتبہ قلندری اس مکان سے

اعلےٰ ہے آپنے عرض کیا کہ الٰہی میں اسی حال میں خوش ہوں مجھکو اور کچھ درکار نہیں یہاں جناب قبلہ نے فرمایا کہ سرکار نے تو انکی تقدیر میں یوں ہی لکھدیا تھا۔ کہ ہمیشہ خانہ بدوش پھریں گے۔ پھر مکان کیونکر لیتے آخر انہیں کی زبان سے اقرار لے لیا کہ میں کچھ نہیں چاہتا غرض یہ ہے کہ مقدر سے زیادہ کسی کو کچھ نہیں ملتا +

ایک روز ارشاد ہوا۔ کہ جب حضرت نوحؑ کی دعا سے طوفان برپا ہوا اور وہ کشتی پر سوار ہوئے۔ تو شیطان بھی آموجود ہوا۔ اور بولا کہ آپنے خوب ہی کیا جو دعا مانگ کر خلقت کو غارت کرادیا۔ آپ ہدایت کرتے کرتے میں بہکاتے بہکاتے دق ہوگیا دونو خرابی میں مبتلا تھے اب خوب پاؤں پھیلا کے چین سے سوئیں گے۔ نہ ہدایت کا کٹھراگ رہا۔ نہ گمراہی کا بکھیڑا۔ یہ بات سُنکر حضرت نوحؑ تا زیست روتے رہے۔

جہاندار داند جہاں داشتن	یکے را بریدن یکے کاشتن
نہ با اینست مہرونہ با نست کیں ؛	تو دانا تری اے جہاں آفریں

ایک روز ارشاد ہوا۔ کہ شیطان نے تو یہ نافرمانی کی کہ حضرت آدم کو سجدہ نہ کیا اور حضرت آدم سے یہ تقصیر ہوئی کہ دانہ گندم باوجود ممانعت کھالیا۔ حکم سرکاری سے عدول حکمی کرنے میں دو مساوی تھے لیکن جب عتاب ہوا۔ تو شیطان نے بیدھڑک جواب دیا کہ فَبِمَآ اَغْوَيْتَنِيْ اور حضرت آدم نے شرما کر فریاد کی کہ رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ[1] اسوقت حضرت سے پوچھا گیا کہ تم نے یہ جھوٹ کیوں بولا کہ اس فعل کو اپنے نفس کی طرف منسوب کیا۔ آیا ہم فاعل حقیقی نہیں ہیں حضرت آدم نے عرض کیا کہ بار خدایا بلاشک میں تجھ ہی کو فاعل حقیقی جانتا ہوں لیکن معصیت کو تیری ذات پاک کی طرف نسبت کرنے سے مجھے شرم آئی اور مقتضائے ادب یہی معلوم ہوا

گناہ گرچہ بنود اختیار ما حافظ	تو در طریق ادب کوش و گناہ من بخش

[1] پس جیسا تو نے مجھے بدراہ کیا ہے ۱۲ اور اب ہمارے حق میں خراب کیا اپنی جان کو اور اگر تو نہ بخشے ہمکو اور ہم پر رحم نہ کرے تو ہم ہو جاویں نامراد ۱۲

یہ ادب اُنکا پسندیدۂ بارگاہ کبریائی ہوا مقبول ٹھیرے اور شیطان مردود - خیر رد و قبول یہ تو دوسری بات ہی مگر انکا جھوٹ اور اس کا سچ خدا پر دو نور روشن تھے -

ایک روز ارشاد ہوا - کہ جب رامپور میں مولوی **فضل حق** صاحب سے دوبارہ ملاقات ہوئی - تو فرمانے لگے کہ افسوس ہے تمہاری کتب درسیہ تھوڑی ناتمام رہ گئیں اگر چند سے یہ شغل اور رہتا تو تحصیل تمام ہو جاتی میں نے کہا خیر مولوی صاحب ایک نقل یاد آئی - ایک بار حضرت موسیٰ علیہ السلام کوہ طور کی جانب جاتے تھے - رستہ میں شیطان ملگیا آپنے اس سے کہا - سُن تو ابلیس اگر تو آدم کو سجدہ کر لیتا تو کیا اچھا ہوتا - اُسنے کہا کہ اچھا کیا خاک ہوتا بہت ہوتا تو آپ جیسا ہو جاتا - فرمایا کیوں ہم کیسے ہیں کہا کہ ہاں نبوت تو بیشک آپکو ہے لیکن نشان فتوت تو آپ میں ہے نہیں - ہم جب جانتے کہ دوبارہ رب ارنی کہتے - سو مولوی صاحب کتب درسیہ کی غایت تکمیل یہ تھی کہ آپ جیسا فاضل ہو جاتا یہ بات سُنکر مولوی صاحب آبدیدہ ہوئے اور فرمایا کہ میاں صاحب سچ ہے ہمکو تو علم حجاب الاکبر ہو گیا - **ایک بار** جناب قبلہ نے بدریعہ کرامت نامہ کے منشی **فضل رسول** صاحب کو یہ شعر قلندر صاحب کا تحریر فرمایا ؎ در گذر از گفتگو اے نامراد ؛ بے مرادی نامرادان را مراد ؛ بعد چندے جب منشی صاحب خدمت مبارک میں حاضر ہوئے تو عرض کیا کہ اس شعر میں جو مضمون قلندر صاحب نے بیان فرمایا ہے کیا یہ رتبہ اُنکو حاصل تھا - ارشاد ہوا کہ یہ رتبہ نامرادی تو ابلیس ہی پر ختم ہو گیا - جیسے آنحضرت صلعم پر نبوت ختم ہو گئی اب نہ کوئی ابلیس بنے گا نہ یہ رتبہ پائیگا - اور جیسا ابلیس شاد و خرم رہتا ہے ایسا نہ کوئی نبی خوش ہے نہ ولی - **رباعی**

رندے دیدم نشستہ بر خنک زمیں	نے کفر نہ اسلام نہ دنیا و نہ دین
نے حق نہ حقیقت نہ شریعت نہ یقیں	اندر دو جہاں کرا بود زہرہ ایں

ایک روز ارشاد ہوا - کہ **فرید الدین** عطار رحمۃ اللہ علیہ [illegible] کا مطالعہ طالبین کے حق میں نہایت مفید ہے - اور اپکو بھی یہ تمام قصیدہ [illegible] دل -

تاشا مبین اس سے بہرہ ور ہون۔

چشم بکشا کہ جلوۂ دلدار — متجلی است از در و دیوار
نحن اقرب الیہ آمدہ است — دور افتادۂ تو از پندار
کل شئ محیط مے بینم — آنچہ مے بینش بہ نقش و نگار
تو ز کوتاہ بینی اے احمق — مے سرائی بہ لحن موسیقار
تا بکے در صفات حیوانی — ہمچو یکمپند احمقی پر عار
او بہ پیش تو ایستادہ چو سرو — سر فرو بردۂ تو ز نرگس وار
سرمہ گر ز نور بے نیبصر — بکشے در دو دیدہ پرز لگار
ز اندرون و بروں نشیب و فراز — از پس و پیش و ز یمین و یسار
شاہد لا الہ الا ہو — پیش تو پردہ گیرد از رخسار
ثم وجہ اللہ آیت بہ نظر — وھو معکم نمایت دیدار
کاروان نفخت من روحی — بسرائے تو بر کشاید بار
ایں تماشا چو بنگری گوئی — لیس فی الدار غیرہ دیار
احد است او اگر تو بشماری — واحدیت رساندت بہزار
اسپ و فیل و پیادہ و فرزیں — بہ تن واحد آں سپہ سالار
مے نماید بہ چشم احول تو — شتر و اسپ و فیل و گاو و حمار
زاغ و طاؤس و مور و مار و مگس — بلبل و قمری و چکاوک و سار
کافر و گبر و مومن و ملحد — متقی و شقی و بد کردار
ورچہ مے بینی از جماد و نبات — از وحوش و طیور و ہر جاندار
ہمہ یک قطرہ ایست ایں دریا — ہمہ یک دانہ ایست ایں خروار
ایں ہمہ ذات پاک یزداں است — میکند جلوہا بر ایں اطوار

گر تو علم الیقین بدست آری — سوے عین الیقین بیابی بار
روے حق الیقین عیان بینی — شوی از کائنات برخوردار
بہمیں دیدہ بنگری ظاہر — صورت خویش را بصورت یار
گوئی آنگہ زخود کہ ایں ہمہ اوست — راحت و رنج و اندک و بسیار
پس بخود گوئی و زخود شنوی — لِمَنِ الْمُلْكُ وَاحِدُ الْقَهَّارِ
تو بدیں پایہ کے رسی ہیہات — کہ جرت بازماندہ از رفتار
چند خواہی نشست صمٌ بکمٌ — پابدامن چو صورت دیوار
قاطعانِ طریق در راہ اند — شترِ مست تو گسستہ مہار
منزل تو نہ دور نزدیک است — پاے مردی کن و قدم بردار
مَنْ طَلَبَنِي وَجَدَنِي آمدہ است — عاشقاں را بدوست ہست قرار
انا لیلے بگو تو مجنوں وار — ورنہ چوں ابلہاں سرت مینگار
بچہ معنے انانیت کفر است — ہیچ فہمیدی اے نکو کردار
خویشتن را مگو منم یعنے — من رآنی بگو پیمبر وار
مَنْ رَآنِي فَقَدْ رَاَى الْحَقَّ — زیں سبب گفت احمد مختار
مَنْ عَرَفَ نَفْسَهٗ نمی فرمود — گر نے دید حیدر کرار
قل ہوالله وصف احمد داں — از میانش ولیک بیم برار
رمز مَنْ كَانَ فِي هٰذِهٖ اَعْمٰى — بشنو اے خزانِ کودن سار
ہر کہ ایجا ندیدہ محروم است — در قیامت ز لذتِ دیدار
کار کن کار پیش از انکہ اجل — بدر آرد ز ہستیِ تو دمار
انت اعمیٰ عصائے تو دہم است — کہ ہمے آفتے از سرِ دیوار
ورنہ ہنگام رفتنت بزمیں — زیر پا آیدت ہماں مقدار

ایں سخن در تو کے کند تاثیر | دارد آئینۂ دلت زنگار
روزے از روزہا کلیم اللہ | خواست مرشد ز داورِ دادار
وحی آمد برائے او کہ برو | پیش ابلیس مفسداں سالار
راہ طے کرد و سر بحکم نہاد | رفت در پیش آں لعیں ناچار
گفت خواہم من از تو ارشادی | کاے تو در راہ عشق پاک عیار
یعنی ایزد ز بہر ارشادم | بر سرِ تو نہادہ تاج مدار
زیں سخن ہمچو شعلہ بر پیچید | جست از جا نشست ہمچو شرار
گفت من از ازل دارم | طوق لعنت بگردنِ ادبار
من کجا و طریق ایں احکام | من کجا و سبیل ایں اطوار
من پلنگم پلنگ عصمت خار | من نہنگم نہنگ دیں اوبار
راہ در سمِ ضلالت از من پرس | مفسداں را منم سپہ سالار
تو کلیم اللہی نداری ننگ | تو ندیم اللہی نداری عار
بزمان نیاز بازش گفت | کاے تو در راہ عشق خوش رفتار
درس کروبیاں ہمے گفتی | نکتۂ ہم ز بہر من بگمار
تا بکلم در آمد و بکشود | لب گوہر فشاں و شکر بار
گر ز من چشم داری ایں معنی | در بمن بر تو یے ایں طومار
من نگو گفت تا چو من نشوی | ایں سخن راز من بخاطر دار
یعنے اوّل چو من شوائے سر مرد | زخم اورا سپر بسینہ سپار
چوں شوی ہمچو من بروپس راں | ہر چہ خواہی بگو و باک مدار
چوں شنید ایں سخن از و موسیٰ | گفت از رو[illegible] کار
راست گفتی درست فہمیدم | ایں سخن از تو[illegible] ر

چند خواهی چو شاخ گل بالید — کایں مراد بر ست دکاں دلدار
زود باشد کہ بے منافق رہ — بینی از خویشتن شدہ بیزار
عین آبیم گرچہ در ظاہر — مے نمائیم لولوئے شہوار
عین آبیم ماو او بابا — بہم آمیختہ شکر کردار
نام خود را کنوں چو آب بریم — زانکہ ما شربتیم شکر وار
آب را تو تمام ژالہ نگر — ژالہ را عین آب مے پندار
تو بخوف و رجا ازیں درگاہ — باز میمانی اے خجستہ شعار
تا تو ہستی خدائے در خواب است — چوں بمیری تو او شود بیدار
گر بمیری تو پیشتر ز اجل — نکند بر تو تیر و خنجر کار
ملک الموت را شود بہ یقین — ہمچو سیماب کشتنت دشوار
فتمنو الموت ان کنتم — صادقین آمدہ است در اخبار
گر بدیں بال و پر کنی پرواز — شاہبازی تو جبرائیل شکار
صید عنقا کجا تواند کرد — بوالفضولے اگر رود بشکار
او ز تو کند خوردہ ہمچو خدنگ — تو دہن باز ماندہ چوں سوفار
از زبانت ہمی کند من و تو — جا من یک زمانکے ہشدار
عشق گر در دولت فروزد شمع — روز روشن نمایدت شب تار
ذوق و شوق آنچناں عیاں بینی — کہ شوی مثل من ز خود بیزار
محو گردی چناں تو از مستی — نشناسی کلاہ و از دستار
و وصفت سر زند از یں مستی — میطر ازم بصفحۂ اظہار
یا بکل اللسان شود خاموش — یا بہ طال اللسان کند اقرار
لیک طال اللسان ہلاک شود — سر و پا گم کند دہ دستار

وانکه کل السان بود چه شود | بسلامت بایستد هموار
کم نگردد ز کاکش یک موئے | گم نگردد ز خرقه اش یکتار
گاه طال السان شود خاموش | گاه کل السان کند گفتار
انکه او سر دهد ز هے سرمست | وانکه او سر بروز هے هشیار
چند ماضی و چند مستقبل | بذله سنجی کنی ز لب افگار
سال آینده را گذشته شمر | همچو پار ارسال یا چون پار
خویشتن را بایں همه عالم | مثل باد روان و خاک شمار
آسمان و زمین نشیب و فراز | از جبلیات و طبیعیات انگار
دین و دنیا و دوزخ و فردوس | نور ها کن بایں خزاں بسپار
تو اگر مرد ایں خجسته رهی | دامن خود ز کائنات فشار
میزند موج هم دریں معنی | مطلعے همچو مطلع الانوار

اوخرد شاں چو بلبلاں بهار
یا خموشاں چو طبله عطار

غیر او کیست کو سخن گوید | یا خمش بر نشیند اے دلدار
گفت انا احمد بلا میم | از زبان محمد مختار
لی مع الله و من رآنی گفت | هم خود از نطق سید الابرار
رب ارنی بگوش خود خود ریخت | خود بخود کرد حسرت دیدار
باز خود گفت لن ترانی را | بهر چه بهر گرمی بازار
حمد خود از زبان خود خود گفت | تا که بر خود شود پذیرفتار
خود پیمبر شد و پیام آورد | گشت خود معترف نمود قرار
خود انا الحق زد ار لب منصور | خود برآمد ز شوق بر سر دار

خود کند ساز ہر گناہ کہ ہست | خود کند با نیاب استغفار
خود شدہ طوطی و خود آئینہ | خود شدہ پیش طوطی آئینہ دار
ناظر خود خودست و خود منظور | خود تماشا و خود تماشاگار
از برائے فریب خود خود گشت | جلوہ در قدد در قدم رفتار
زنگ در آب و آب در یاقوت | بوئے در مشک و مشک در تاتار
تاب در زلف و زلف بر ابرو | سرمہ در چشم غازہ بر رخسار
عاشق خود خودست و خود معشوق | خود طبیب خودست و خود بیمار
ہست خود فعل و فاعل و مفعول | ہست خود قبض و بسط در ہر کار
ہست خود آں حیات صرف مدام | با ہمہ خیر و شر خود دوّار
من نیم او خودست قافیہ سنج | من نیم او خودست در گفتار
روز آدینہ بر سر منبر | گشت شبلیؒ ز بہر خطبہ سوار
کرد توحید ایزدی آغاز | کہ یک است و چہ دہ چہ صد چہ ہزار
گر انجا جنیدؒ حاضر بود | گفت اے پاکباز و نادر کار
آنچہ من با تو گفتہ ام بہ نہفت | تو عیانش ہمے کنی اظہار
گفت ہیہات اے یگانۂ عصر | سخن مشرکانہ را بگذار
قُمْ بِاِذْنِی وَ قُمْ بِاِذْنِ اللّٰہِ | ہر دو یک نغمہ است از لب یار
خواہ قرب فرائضش بر خواں | خواہ قربِ نوافلش بشمار
نیست جز نام فرق زیر و بم | زیر و بم میزند سر از یکتار
من ہمی گویم و ہمے شنوم | نیست کس غیر من بہر دو دیار
وانکہ غیر تو چیست ہستی تو | خویشتن را نماں بگیر کنار
لوح دل را ز نقش غیر بشوئے | خویشتن را خدائے خود انگار

نور چشم من از خودی بگذر — زانکہ باشد خودی ز جملہ خوار
ورنہ گر با خودی خدا گوئی — مشرکے باشی و خدا آزار
چونکہ لاشریک است حکم خدا — خویشتن را نہ شرک پاک برار
شرک دو ہست در خفی و جلی — ہر دو را پیش تو کنم اظہار
اے پسر لا الہ الا اللہ — ہست شرک خفی تو آئینہ وار
ہست شرک جلی رسول اللہ — خویشتن را ازین دو شرک برار
گر ز شرک جلی خلاص شوی — خویش را از خفی خلاص شمار
چوں ازیں شرک ہا خلاص شوی — شوی آں وقت صوفی شطار

یہاں حضرت فرمایا کرتے تھے سنو ہمارے بزرگ حضرت شبلی کیا فرماتے ہیں۔

آن یکے وقت نزع شبلی را — گفت اے قدوۂ صغار و کبار
ہاں بگو لا الہ الا اللہ — مغفرت خواہ ز ایزد غفار
بہ تبسم در آمد و بشگفت — ہمچو روے بہار و چہرۂ یار
گفت معشوق من ز استغنا — نکشاید ز روے رشوت کار
بعد ازیں ما و نغمۂ مطرب — بعد ازیں ما و خانۂ خمار
بعد ازیں ما و ساقی و لب جو — بعد ازیں ما و یار و بوس و کنار

یہاں ارشاد ہوتا تھا کہ چھوٹے میاں سو چھوٹے میاں نے سبحان اللہ اب سید الطائفہ حضرت جنید کا ارشاد سنو

سالکے مر جنید را پرسید — کائے ز سر تا قدم ہمہ اسرار
بتکلم در آکہ مشرک کیست — گفت اے ہرزہ گرد کودن سار
ہر کہ نادیدہ اسم او گوید — مشرک ست آں فضول ناہموار
ہر کہ منکر شود بود مشرک — من از و چوں خدائے او بیزار
ہر کہ از وے نزد انا الحق سر — ہست او از جماعتِ کفار

لیک اندر قمارخانهٔ عشق — به ز منصور کس نباخت قمار
دع نفساک تعال را بشنو — اے برادر ز گوش پنبه برار
خویشتن را تو درمیانه مبیں — سد اسکندر از میان بردار
چوں دوئی از میانه برداری — تو نمانی و او کند اقرار
شد جنابت تمام شرک و دوئی — غسل فرض است زاں بهر دیدار
غُسل چه بود بورطهٔ توحید — غوطه خوردن ستیامدن در کنار
جا من وقت آن غنیمت داں — که ابوالوقت خواندت احرار
دین احمدؐ گزیں مسلماں شو — بگذر از خویش و بگسل این زنار
ایں بت از بشکنی چو ابراهیمؑ — گردد آتش روی شود گلزار
شو بهر قول و فعل تبع سلف — غیر باطن بطاهرت بسیار
هفت و چار اند حاکم ظاهر — باطنت هست جمله را سردار
شو بباطن ربوبیت پرداز — کن بظاهر عبودیت اظهار
ظاهر خویش پاک کن بوضو — باطن خویش را نماز گذار
پس وضو چیست پاک کردن دل — پاکی دل چه شستن از اغیار
مسجد تو مقام تسلیم است — قبله گاه تو طاق ابروئے یار
در نماز آن نگار را دیدن — ظاهر و باطن اے پسر بشمار
در عبادت کسے شریک مکن — زانکه لاشریک است حکم نگار
روزه حفظ دل ست از خطرات — پس بود از مشاهده افطار
دل بود طعمه خور ز چار خطر — مرد باید که بگذرد زیں چار
ورنه گردد دل فرشته دشت — مائل هیچ یک ازیں هر چار
گر بود خاطر تو مائل حق — خطرهٔ آسمانیش بپذیر

ور بسوئے عبادتت بکشد | خطراتِ ملائکش بشمار
ایں عطا ہا زفیض جبروت است | جذب او میکشد ترا درکار
در بیابیش در تردد جاہ | کہ چنیں یا چناں برارم کار
یا فلاں را دہم کلاہ و کمر | یا فلاں را کنم سپہ سالار
یا کنم خواص آسماں پہنا | یا بکیواں برم سرِ دیوار
جانمن ایں خطر ز شیطاں است | ایں خطر از ورے است مردم خوار
ور بود ایں تنِ مائل خور | ہستیِ تو بدل شود بجمار
ایں کشاکش زنفس بدکیش است | اشترت را بدست اوست مہار
زیں خطر ہا اگر معطلے کردی | گرچہ ہستی زجعفر طیّار
زیں خطر ہا اگر بروں آئی | نہ خزاں ماندت نہ فصل بہار
ہستی خویش را زکوٰۃ بدہ | بر سرِ دوستی بکن ایثار
یعنے ایں ہستی عناصر خود | با علومش زجاں خویش برار
حج چہ باشد زخود سفر کردن | بکجا جانب ہدایت کار
ہست قربانیت پس از حجّت | قطع احکام ملبہا یکبار
یعنی ایں چار طبع را یک کن | تا نگردد مخالفت ہر چار
صفت طبہا چو نفی کنی | روئے حق بینی از در و دیوار
روئے بیگانہ کہ مے نگری | آشنا وانمایدت یکبار
تا نگاری یگانگی را تخم | کے دہد شاخ آسنائی بار
فرض یزداں گراں تر از کوہ است | کوہ بر گردن فرشتہ مدار
چیست تجرید گشتنت آزاد | از ہزاراں ہزار یار و دیار
بعد ازاں از برادر و خواہر | بعد ازاں از تمام خویش و تبار

غم اینها هیچ نوع مخور — بگذر از جمله و بحق بسپار
زانکه داریم ما خدا وندے — لطف او هست بر همه غمخوار
ماه و خورشید و زهره و برجیس — ابر نیسان و مهر و دے دوّار
همه بهر تو در مشقت و رنج — تو ز بهر چه مے کشی آزار
اے پسر در رهِ شریعت فرض — عشر ده یک بود بدین یادار
هر چه بے یاد او ببینی و زی — مار تست ار چه هست مهرهٔ مار
هر چه بے او بنوشی و بخوری — زهر تست ار چه هست نوش گوار
شهد و شکر مثال باشد پاک — گر چه در یاد او خوری مردار
در شریعت بود هر آنچه حلال — در طریقت بود همان مردار
در طریقت گذشتن از لذات — در حقیقت گذاشتن از افکار
چون حقیقت نقاب بر گیرد — هر دو یک گردد اے نکو کردار
بعد تجرید بایدت تفرید — یعنے از آخرت شدن بیزار
فارغ الدین تارک الدنیا — نکند فرق افسر از افسار
چیست توبه گذشتن از جمله — چه خدا و رسول و جنت و نار
نام این منزل است او ادنے — هست جائے شکیب و جائے قرار
لیک اینجا ستادنت مشکل — بلکه ز اینجا گذشتنت دشوار
هر که ز اینجا گذشت گشت فقیر — مال او راست دو ستد ار حصار
وانکه ز اینها گذشت مخلص شد — مال او راست بحر و بر حصار
یک شبے بایزید را در خواب — دید شخصے که بود از ابرار
گفت اے شاه باز عالم قدس — یعنے اے قدوهٔ الوالابصار
بگو از سر گذشت اوّل شب — که چه بشنیدی از یمین و یسار

گفت آمدند از عالم قدس	کہ چہ آوردہ بیا و بیار
گفتم آوردہ ام گناہ کہ ہست	نام تو ہم غفور و ہم غفار
لیک از من نرفتہ در توحید	شرک اے کردگار لیل و نہار

یہاں جناب قبلہ فرمایا کرتے تھے۔ کہ جب حضرت بایزید نے دعوی توحید کیا تو دودہ کی رات یاد دلائی گئی۔ یعنی ایک رات حضرت بایزید کے پیٹ میں درد ہوا تھا مریدوں نے دریافت کیا تو فرمایا کہ دودہ پینے سے درد ہوا۔ پس دعوے باعث گرفتاری ہوا۔

از کر اللیلۃ اللبن فرمود	خوردہ بودی و زود شدی بیزار
خوردہ بودم مگر شبے شیر	شکم زو گرفتہ بود آزار
گفتہ بودم خلاف عادت خویش	خوردم ایں شیر و زاں شدم بیمار
گفتم ایں بد خلاف در توحید	وقنا ربنا عذاب النار
ایکہ کردی چو نام من عاصی	رفتہ ام راہ معصیت بسپار
نام خود بر صحیفۂ لاریب	خود رقم کردہ انا الغفار
کیسۂ من پر از گناہان است	تو خریدار آمدی بازار
ہر چہ داری ز جنس بخشایش	توبہ ہل من مزید لطف بیار
ایں قصیدہ است وحی ہا تلقین	طبع والا پسند آئین دار
وحی چہ بود ہر آنچہ از دل تو	سر زند از نتائج اسرار
چیست الہام آنکہ خاطر تو	برود سوئے نیک از بدکار
باز و سواس دیو ہست کہ تو	بروی سوئے بد ز نیک شعار
ایں نہ شعر است بلکہ معجزہ است	گرچہ ماند بصورت اشعار
ہمہ عشق است اندریں مصحف	ہمہ وصل است اندریں گفتار
ہمہ ذوق است اندریں صفحہ	ہمہ ذوق است اندریں طومار

این کلام کلام مردان است	نه کلام مخنثِ بازار
قلم از راستی بدست آور	بر ورق های جان و دل بنگار
روز و شب ورد خویش کن این را	تا رهد جانت از همه آزار
بلکه باید که کار فرمائی	ورنه خون خوردنِ دلم بچه کار

این قدر بس بود نصائح و پند
در سلوک از زفرید دین عطار

ایک روز ارشاد ہوا۔ کہ حضرت سلطان نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت قلندر صاحب پانی پتی کی خدمت میں یہ سوال تحریر کیا۔ منکہ ہیچ بن ہیچ بن ہزاراں ہزار ہیچ من خود را ہیچ مے پندارم وحق میفرماید کہ من در توام و شریعت میگوید کہ ادب کن پس جواب ایں ہر سہ کلمہ قلمی فرمایند۔ قلندر صاحب نے جواب میں یہ رباعی ارسال فرمائی ؎

اسرار ازل را نہ تو دانی و نہ من	ایں حرف معما نہ تو خوانی و نہ من
ہست از پس پردہ گفتگوئے من و تو	چوں پردہ برافتد نہ تو مانی و نہ من

ایک روز ارشاد ہوا۔ کہ کسی شخص نے حضرت ابوبکر صدیقؓ سے معرفت خدا میں سوال کیا آپ نے فرمایا اَلْعَجْزُ عَنْ دَرْكِ الْاِدْرَاكِ اِدْرَاكٌ یعنی ادراک کا عاجز ہونا ادراک کے دریافت سے یہی معرفت ہے۔ ایک شخص نے حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے معرفت میں سوال کیا فرمایا کہ عَرَفْتُ رَبِّیْ بِفَسْخِ الْعَزَائِمِ یعنی میں نے خدا کو پہچان لیا بسبب ٹوٹ جانے ارادوں کے۔

ایک روز ارشاد ہوا۔ کہ حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ نے یہ رباعی حضرت شاہ شرف الدین بوعلی قلندر کی خدمت میں تحریر کی۔

اے راہبر خلق مرا راہ نما	ور مشکل ایں بیت جوابم فرما
گویند خدا بود و فلک ہیچ نہ بود	گر ہیچ نہ بود دست کجا بود خدا

قلندر صاحب نے اس کے جواب میں یہ رباعی رقم فرمائی ۔

در ملت و مذہب خبرے نیست مرا	میداں بہ یقیں کہ لامکانست خدا
خواہی کہ ترا کشف شود ایں معنی	جاں در تن خود بیں کہ کجا دارد جا

ایک روز ارشاد ہوا ۔ کہ دارا شکوہ نے میاں میر صاحب لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں یہ سوال تحریر کر کے بطلب جواب ارسال کیا ۔ **سوال** ہر روز ارادہ میکنم کہ بخدمت شریف برسم لیکن میسر نمی شود اگر من منم خلاف من چرا و اگر من نیستم چہ تقصیر یا وقتل امام حسین علیہ السلام اگر برحق است پس یزید پلید در میاں کیست و اگر خلاف مشیت است یَفْعَلُ اللّٰہُ مَا یَشَآءُ وَ یَحْکُمُ مَا یُرِیْدُ ۝ چیست احمد مختار علیہ التحیۃ والسلام در جنگ کفار رفت شکست بلشکر اسلام اُفتاد ۔ علماء ظاہر نے فرمایند کہ تعلیم صبر است و حدیث شریف ناطق است کہ کُنْتُ نَبِیًّا وَّ آدَمُ بَیْنَ الْمَآءِ وَ الطِّیْنِ ۝ میں نبی تھا ۔ اور آدم علیہ السلام در میان خمیر کے ۔ ایں رتبہ و آں شکست پس جواب ایں ہر سہ کلمہ قلمی میفرمایند ۔ میاں میر صاحب نے یہ جواب ارسال فرمایا **جواب** بچہ شیر خوارہ را حلوہ خوردن نباید اے شاہزادہ تا از شہزادگی بیروں نیائی ہرگز شاہ نشوی مالبقی مَنْ سَکَتَ سَلِمَ وَمَنْ سَلِمَ نَجَا ترجمہ جو شخص خاموش رہا اسکو سلامتی ملی ۔ اور جسکو سلامتی ملی اُسنے نجات پائی اس کے بعد جناب قبلہ نے فرمایا کہ میاں میر صاحب نے جان بچائی اور ٹال دیا ۔ کیونکہ جواب بہت مشکل تھا ۔

ایک روز ارشاد ہوا ۔ کہ عالمگیر بادشاہ نے سرمد رحمۃ اللہ علیہ سے یہ سوال کیا ۔

اے عارفِ رند بود و نابود کو	آتش زدہ بخویشتن و دود کو
دل دادی و جاں دادی و ایماں دادی	اینک ہمہ سود است بگو سود کو

حضرت سرمد نے اسکا جواب یوں ارشاد فرمایا ؎

نابود شدم بود نے دائم چیست	آخر گشتہ ام دود کہ نمیدانم چیست
دل دادم جاں دادم و ایماں دادم	سود است دگر سود نمیدانم چیست

ایک روز ارشاد ہوا۔ کہ جب کبیر نے یہ دوہا کہا۔

تن مٹکی من دہی سُرت بلوون ہار	کبیر اماکھن کھا گیو جھا چھ پے سنسار

یعنی کمال معرفت کبیر کو حاصل ہو گیا۔ اسکے جواب میں ابن کبیر نے ایک دوہا کہا۔ اور باپ کو ہوشیار کیا کہ یہ آپکا وہم ہے لطیفون کسی پر ختم نہیں ہو سکتا۔

مصری کا پربت بھیوا اور چیونٹی نکسی آئے	اُن مُکھ اپنا بھر لیو پربت کا کیا جائے

یہ بات سُنکر کبیر چونکا اور ہوش میں آیا کہ حقیقت میں دہوکا لگا کمال نے خوب سُجھائی قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمَاتِ رَبِّي لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ أَن تَنفَدَ كَلِمَاتُ رَبِّي وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهِ مَدَدًا ۝

علمہا از بحر علمش قطرہ ایست	آں چو خورشیدست ایہا ذرہ ایست
گر کسی در علم صد لقماں بود	پیش علم کاملش ناداں بود

ایک روز ارشاد ہوا۔ کہ کبیر بڑا مرد موحد تھا جب اسکی توحید کا شہرہ ریداس تک پہنچا تو اس نے یہ شعر لکھا کیونکہ ریداس سرگنی تھا یعنی اہل صفات اور کبیر نرگنی یعنی اہل ذات تھے

ماتر گنی باپ جو لہئے پوت بھئے برہم گیانی	اوانت کی جانے ناہیں اپنے من کی ٹھانی

جو لہئے نہیں نیں ہت موری رے

اس کے جواب میں اس طرح کبیر نے رقم کیا۔

برہم گیاں بن برہم تت بن کایا شد نہوئے	پورن برہم سکل کہٹ بیاپک دوجا اور نہ کوئی

چمری نہیں نیں ہت موری رے

آخر ایک روز اتفاق ملاقات ہوا۔ اور دونوں میں گیان چرچا کی ٹھہری کبیر نے کہا کہ میری بھگتی اچھی ہے ریداس نے دعویٰ کیا کہ میری۔ اب فیصلہ ہو تو کیونکر ہو۔ ریداس نے راجندر جی کو یاد کیا فوراً گھوڑے پر سوار ہو کر دھنش بان یعنی تیر کمان ہاتھ میں لئے ہوئے آموجود ہوئے اور کہا کہ کبیر ریداس کو کیوں نہیں مانتا۔ ایسی بھگتی اچھی ہے کبیر نے کہا مہاراج آپ سیتا جی کی چوکسی کریں اس

معاملہ میں دخل نہ دیجئے گفتگو میری اسکی ہے ہم دونوں بھگت لیں گے وہ چپ ہوکر دور کھڑے ہو گئے
تب ریداس نے کرشن جی کو یاد کیا وہ بھی گرڑ پر سوار سر پر مکٹ لگائے مکھ مرلی دھرے سامنے آگئے
اور کبیر کو سمجھایا اُسنے کہا مہاراج آپ گوپیوں سے کاول کیجئے میرا اسکا جھگڑا ہے چک جائیگا وہ
بھی الگ ہو گئے پھر اُسنے دیوجی کا دھیان کیا تو بیل پر سوار ترسول ہاتھ میں لئے فوراً آئے
اور درشن دئے کبیر نے اُنکا کہنا بھی نہ مانا اور جواب دیا کہ مہاراج تم پاربتی جی کے پاس
جاؤ اسکی خیر مناؤ اس بات سے آپکو کیا مطلب مہادیوجی کو غصہ آیا اور کبیر کے مارنے کو ترسول
اُٹھایا۔ کبیر رم یعنی لاکھکر غائب ہو گیا۔ اُسوقت ریداس کے تمام دیوتا بولے کہ اس دریائے
توحید بیگانگی میں جہاں کبیر نے غوطہ لگایا ہے ہم اور وہ سب برابر ہیں یہاں ہمارا بھی کچھ بس نہیں
چلتا ریداس نے کہا مہاراج میں نے اتنی مدت تمہاری سیوا اور پوجا کی اور اسوقت
کچھ نہ ہوسکا تو آیندہ آپ لوگوں سے کیا توقع رکھوں۔ بس میرا سلام ہے اس کے بعد
ریداس نے سبکو دھتا بتائی اور مسلک توحید اختیار کیا اور کبیر کا چیلہ ہو گیا۔

ٹھاکر تجھ مالا لکڑ۔ تیرتھ ہیں سب پانی	رامارکرشنا مر گئے دیکھے چاروں وید کہانی
رامامر گئے کرشنا مر گئے مر گئی لکھو بائی	اُسکو سادھو کیوں نہیں پوجو جسکو موت نہ آئی
دل گفت مرا علم لدنی ہوس است	تعلیمے کن اگر ترا او سترس است
گفتم کہ الف گفت و گر گفتم ہیچ	در خانہ اگر کس است یک حرف بس است

ایک روز ارشاد ہوا۔ کہ ہم نے ایک عالم سے یہ بات دریافت کی تھی کہ کلمہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ میں لائے جنس کا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اور بھی خدا ہیں جن میں سے

---

۱ کہدے اے محمدؐ اگر ہو جاوے پانی دریاؤں کا سیاہی واسطے لکھنے آیات اور انعام پروردگار میرے کے البتہ خشک ہو جائیگا دریا پہلے اس سے کہ کچھ لکھے میرے پروردگار کے علوم میں اور اگر آویں ایسے کروڑ ہا سمندر سیاہی کے ۲ یعنی ماں غیر قوم اور باپ جولاہا اور بیٹے ہوئے صاحب معرفت آگے تجھے کی خبر نہیں اپنی دل میں ٹھان لی کہ میں عارف ہوں اے جولاہے اگر تو میرے سامنے ہوتا تو میں تجھکو سمجھا دیتا ۳ یعنے بغیر معرفت خدا اور نفس کے جسم صاف نہیں ہوتا وہ ذات تمام شے میں سمائی ہوئی ہے سوائے اس کے دوسرا کچھ نہیں اے چمار اگر تو میرے سامنے ہوتا تو میں سمجھا دیتا ۱۲ ۴ ایک حصہ عورت کا نام ہے

ایک کو ہم نے مستثنےٰ کیا اوروں کو چھوڑ دیا اس میں تو بڑا ہی شرک بھرا ہوا ہے انہوں نے جواب دیا۔ اکثر لوگوں نے اور خدا بھی تو مان رکھے ہیں ہم نے کہا کہ حضرت پہلے تو یہ فرمائیے کہ قرآن شریف لوح محفوظ پر کب لکھا گیا تھا جبکہ یہ کلمہ اور قرآن لوح محفوظ پر کب لکھا گیا تھا جبکہ یہ کلمہ اور قرآن لوح پر لکھا گیا اسوقت تھا کون۔ جو دوسرا خدا مانتا۔ انھوں نے کہا تم وہابی معلوم ہوتے ہو ہم نے کہ درست ہے جب ہم نے سچی بات کہی اور آپ جواب نہ دے سکے تو ہم وہابی ہو گئے ؎ لَا وَاِلَّا ہر دو لفظے ساختند ✤ خلق را در دام وہم انداختند اس کے بعد فرمایا کہ خدا تعالےٰ نے روز ازل ہی سے یہ رنگ آمیزی کر رکھی ہے۔ اسکا بھید کسیکو نہ کھلا ہے اور نہ کھلے۔

ایک روز ارشاد ہوا۔ کہ جب حضرت مرتضیٰ علیؓ اور امیر معاویہؓ میں مجادلہ ہوتا تھا تو حضرت ابوہریرہؓ ایک ٹیلہ پر جا بیٹھے اور دونوں لشکروں کے جنگ و جدال کا تماشا دیکھتے اور فرماتے کہ بھائیو دونوں فریق حق پر ہیں اور جب کھانے کا وقت آتا تو امیر معاویہ کے دسترخوان پر جا شریک ہوتے۔ لیکن نماز ہمیشہ حضرت علیؓ کے پیچھے پڑھتے کسی نے اُن سے پوچھا کہ حضرت یہ کیا؟ کھانا وہاں اور نماز یہاں؟ فرمایا کہ میاں سچ تو یوں ہے کہ روٹی کا مزہ امیر معاویہ کے دسترخوان پر ہے اور لطف نماز حضرت علی کی امامت میں۔

ایک روز ارشاد ہوا۔ کہ جب ہم دہلی کی زینت المساجد میں مقیم تھے تو باقر شاہ نے مکبل پوش سے سوال کیا کہ تمہارے نزدیک کفر و اسلام میں کچھ فرق ہے یا نہیں جواب دیا کہ کچھ بھی نہیں دو شالیں سرکاری ہیں اندھیرے اوجالے کا سا حال ہے **شعر**

کفر و اسلام در رہش پویاں	وحدہٗ لا شریک لہٗ گویاں

پھر پوچھا کہ تم کس طریقہ میں ہو۔ کہا کہ کسی میں بھی نہیں سردی میں دھوپ بھلی معلوم ہوتی ہے اور گرمی میں چھاؤں۔ دن کو اجالا اچھا لگتا ہے۔ رات کو اندھیرا۔ پھر باقر شاہ ہماری

طرف متوجہ ہوئے۔ کہ تم کس طریقہ میں ہو۔ ہم نے کہا صاحب ظاہر میں تو ہم لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ میں شریک ہیں باطن کا حال معلوم نہیں کہ کیا ہیں۔ اور کون ہیں۔ اگر حال باطن معلوم ہوتا تو کچھ بیان کیا جاتا۔ کوئی کہتا ہے کہ اس کے اندر خدا ہے کوئی کہتا ہے کہ ایک نفس ایک شیطان بھی اس میں گھسا ہوا ہے۔ پس اگر اسمیں خدا ہے تو ان سب کا گذارہ کب ہو سکتا ہے۔ ہاں بطور خدمتگاروں کے رہیں تو مضائقہ نہیں ع

ہر جا کہ سلطان خیمہ زد غوغا نہ ماند عام را۔ یہہ بات سُنکر باقر شاہ خاموش ہو رہے۔

ایک روز ارشاد ہوا۔ کہ زینت المساجد میں ایک رفعہ کمبل پوش نے مولوی محبوب علی صاحب کی گفتگو ہونے لگی اس آیت کے معنی میں فَلْيَعْبُدُوْا رَبَّ هٰذَا الْبَيْتِ الَّذِيْ مولویصاحب تو کہتے تھے کہ بیت سے مراد کعبہ ہے اور کمبل پوش کا قول تھا کہ بیت سے عبارت قلب انسانی ہے۔ بہاتک بحث ہوئی کہ نوبت بجد وجدال پہنچی اتنے میں مولوی فضل حق صاحب تشریف لائے دونوں صاحبوں کی تقریر سُنی میری طرف متوجہ ہو کر فرمانے لگے۔ کہ صاحب آپ خاموش بیٹھے سُنتے ہیں۔ فیصلہ کیوں نہیں کر دیتے۔ میں نے کہا کہ مولوی صاحب مجھکو ایک نقل یاد آئی۔ میرٹھ میں لالہ بانکے رائے کے مکان پر میں مقیم تھا جہاں ایک چھوٹا سا پیپل کا درخت لگا ہوا تھا۔ اتفاقاً ایک روز گائے نے اس درخت پر مُنہ ڈالا۔ میں نے کہا۔ اسے ہٹا کیوں نہیں دیتے۔ تو لالہ بانکے رائے بولے کہ میاں چپکے رہو یہ دونوں ہمارے دیوتا ہیں آپسمیں خود ہی سمجھ لیں گے دونوں کے درمیان ہم کیوں دخل دیں۔ سو جناب عالی یہ دونوں صاحب ہمارے دیوتا ہیں اور انکا معاملہ خضر و موسیٰ علیہ السلام کا سا ہے شریعت و طریقت کی جنگ ہوا بھی هٰذَا فِرَاقُ بَيْنِيْ وَبَيْنِكَ کہہ اُٹھیں گے بھلا میں انکو کیا سمجھاؤں ؎ من ز قرآن مغز را برداشتم ۔ استخوان پیش سگاں انداختم ۔ آپ

تشریف رکھیے اور ان دونوں صاحبوں کو لڑانے دیجیے۔ یہ بات سُنکر دونو صاحب ہنس پڑے اور کہا کہ واہ صاحب آپنے ہم دونو کو کُتا بنایا۔

ایک روز ارشاد ہوا۔ کہ حضرت منظور کو سولی دینے کی وجہ یہ تھی کہ حق کے ساتھ انا لگا دیا ورنہ حق حق تمام دنیا پکارتی ہے۔ اور کوئی کسی پر معترض نہیں ہوتا۔ پھر کسی شخص نے عرض کیا کہ حضرت میں نے سنا ہے کہ اہل خدمت سوائے مسلمانوں کے اور کسی قوم میں نہیں ہوتے آپنے فرمایا کہ مسلمانوں کے نزدیک تو یہی بات ہے مگر اور قومیں کہتی ہیں کہ ہمارے [illegible] طریقہ میں ہوتے ہیں مسلمانوں میں نہیں اور اصل یہ ہے کہ سب قوموں میں ہوتے ہیں خدا کے کام کسی خاص قوم پر محدود نہیں ہیں۔ **ایک روز** کسی شخص نے سوال کیا کہ بلا واسطہ پیغمبر کے بھی کوئی صاحب معرفت ہو سکتا ہے۔ فرمایا کہ ہاں ہو سکتا ہے لیکن شاذ و نادر اور جو کوئی ایسا ہوا ہے اس نے خدا کے سوا کسی اور کو نہیں سمجھا یہ بات ایسی ہے کہ جب عطر کھینچتے ہیں تو زمین مثل دل کی ضرورت ہوتی ہے۔ پس انبیا اور اولیا زمین عطر ہیں جن کے واسطے سے عطر تیار ہوتا ہے۔ اگر بغیر کسی زمین کے عطر تیار کیا جائے تو ممکن ہے کہ سو ہا من پھول خراب ہوں تب تھوڑا سا عطر نکلے جیسے [illegible] علیہ السلام کہ ہزار بار خلقت تباہ ہوئی تو ایک رسول سربرآوردہ روزگار ہوا اور یہ عطر خالص ہے

صد ہزاراں سبزہ پوشید از غم سبوخت	تا کہ آدم را چراغے بر فروخت
صد ہزاراں جسم عالی شد ز روح	تا دریں حضرت ورد گردد نوح
صد ہزاراں پشہ و لشکر قتاد	تا براہیم از میان سر نہاد
صد ہزاراں خلق سر بریدہ گشت	تا کلیم اللہ صاحب دیدہ گشت
صد ہزاراں خلق در زنار شد	تا کہ عیسیٰ محرم اسرار شد
صد ہزاراں خلق [illegible]	تا محمد یک شبے معراج یافت

ایک روز ارشاد ہوا۔ کہ ایک کنجڑا ایک رند ایک حافظ ایک صوفی ایک برہمن

ہم دم وہمسفر تھے۔ جنگل میں سیاہ تیتر بولا۔ ایک شخص نے کہا کہ یار یہ تیتر کیا بولتا ہے کنجڑے نے کہا کہ یہی کہتا ہے پیاز لہسن ادرک۔ رند بولے نہیں صاحب یہ کہتا ہے قاضی تیری فطرت حافظ جی بولے اِذَا السَّمَاءُ انْفَطَرَتْ صوفی باصفا نے کہا سبحان تیری قدرت برہمن دیوتا بولے رام لچھمن جسرت غرضکہ ہر ایک نے اپنے مذاق اور اپنے خیال پر تیتر کی بولی کو محمول کیا۔ لیکن یہ نہ معلوم ہوا کہ تیتر درحقیقت کہتا کیا ہے۔؟

زاہد بہ نماز روزہ ضبطے دارد	عاشق نمے دوسالہ ربطے دارد
معلوم نہ شد کہ یار مشغول بہ کیست	ہر کس بخیال خویش ضبطے دارد

ایک روز ارشاد ہوا۔ کہ حضرت جبریل علیہ السلام پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس وحی لائے۔ حضرت نے فرمایا۔ جبریل تم جانتے ہو کہ وحی کہاں سے آتی ہے۔ اُنہوں نے عرض کیا کہ حضرت میری رسائی سدرۃ المنتہیٰ سے آگے نہیں۔ اس مقام معلوم ایک ندائے غیب وارد ہوتی ہے اسکو آپ تک پہنچا دینا میرا کام ہے اس سے زیادہ میں کچھ نہیں جانتا۔ اپنے فرمایا۔ اب کے بار اگر ندا وارد ہو تو اسی پر پرواز شروع کرو اور دیکھو کہ ندا کہاں سے آتی ہے حضرت جبرائیل نے ایسا ہی کیا اور ایک طول وطویل مسافت طے کرنے کے بعد دیکھا کہ آنحضرت صلعم وہ ندا، وحی کر رہے ہیں۔ پھر حضرت جبرئیل زمین کی طرف متوجہ ہوئے تو دیکھا کہ آنحضرت صلعم اپنی جگہ پر موجود ہیں اس کے بعد جناب قبلہ نے ارشاد کیا کہ اس بات کا یہ مطلب نہیں ہے کہ آنحضرت خدا تھے بلکہ اس سے یہ بات مترشح ہوتی ہے کہ ایک آن واحد کے اندر آنحضرت نے اپنے تئیں اس عالم اور اُس عالم میں دکھا دیا۔

حدیث از مطرب و مے گو و راز دہر کمتر جو	کہ کس نہ کشود و نکشاید بحکمت ایں معما را

ایک روز ارشاد ہوا۔ کہ ایک شہر اندھوں کا تھا۔ اس میں ہاتھی آیا چار پانچ اندھے بڑے شوق سے دوڑے ہوئے گئے کہ دیکھیں ہاتھی کیسا ہوتا ہے ٹٹولنا شروع کیا

کسی نے مکان کو ہاتھ لگایا کسی نے دم کو کسی نے پاؤں ٹٹولے کسی نے پشت کسی نے سونڈ
جب اپنی اپنی جگہ پر واپس آئے تو صاحبان فیل نے حقایق و معارف بیان کرنے شروع
کئے ایک نے کہا سبحان اللہ ہاتھی بعینہ چھاج ہے دوسرے نے بیان کیا کہ اللہ اکبر ہاتھی
تو ستون ہے تیسرے نے کہا کہ میں نے خوب تحقیق کیا بالکل دیوار ہے چوتھے نے کہا
کہ مجھکو منکشف ہوا کہ ہاتھی ایک لاٹھی ہے غرض سب نے اپنا اپنا علم و عرفان جو حسکو حاصل ہوا
تھا ظاہر کیا۔ اگرچہ سب کا مشاہدہ اور سب کی تحقیق بجائے خود درست تھی اور انکو درحقیقت ہی
منکشف ہوا تھا لیکن حقیقت فیل سے سب ناآشنا اور نابینا تھے پس معرفت خدا بھی اندھوں
کا ہاتھی ہے اسی لئے مخبر صادق سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ مَا عَرَفْنَاکَ
حَقَّ مَعْرِفَتِکَ یہ بات صرف اپنی ہی نسبت نہیں ارشاد کی بلکہ سب کو شامل کرلیا۔ کیونکہ عرفنا
میں ضمیر جمع کی ہے یعنے کسی نبی یا ولی کو معرفت کلی حاصل نہیں ہوئی ؎

اے برتر از خیال و قیاس و گمان و وہم	وز ہر چہ گفتہ اند و شنیدیم و خواندہ ایم
دفتر تمام گشت و بپایاں رسید عمر	ما ہمچناں در اوّل وصف تو ماندہ ایم

ایکروز۔ کسی شخص نے سوال کیا کہ حضرت مولانا روم شیخ فریدالدین عطار و شاہ بوعلی قلندر
کی توحید میں کیا فرق ہے اپنے ارشاد فرمایا کہ تین مسافر چلے جاتے تھے سر راہ کنواں نظر آیا
ایک عورت پانی بھرتی تھی مسافر نے کہا مائی صاحب پانی پلا دیجئے اسنے نہایت مہربانی
سے پلایا دوسرے مسافر نے کہا میرے باپ کی جورو پانی پلا دے وہ عورت گالیاں
دینے لگی لیکن پانی پلا دیا تیسرے مسافر نے بالکل صاف صاف کہدیا وہ اینٹ
پتھر لیکر اُسکے پیچھے دوڑی ہرچند کہ از روئے معنی مطلب تینوں شخصوں کا ایک تھا
مگر طرز بیان اور تاثیر الفاظ ہر ایک کی جدا تھی ایک میں پاس ادب تھا دوسرے میں بیحجابی
تیسرا بالکل بیحجاب تھا یہ ہی کیفیت مولانا روم اور شیخ عطار اور شاہ بوعلی قلندر کی توحید
کی ہے مطلب یہ ہے کہ حضرت مولانا روم کا کلام چونکہ مطابق شریعت ہے اس لئے اہل ظاہر کے

نزدیک بھی مقبول و مسلم ہے اور شیخ عطار کا کلام ایسا ہے کہ اہل ظاہر اُسکو دیکھکر چونکتے ہیں لیکن قلندر صاحب کا کلام تو توحید میں ایسا صاف صاف اور بے باکانہ ہے کہ اہل ظاہر اُس پر لاحول واستغفار پڑھتے ہیں۔ حقیقت میں سچ بات کہنا بہت مشکل کام الحق مُرّ ہے۔

نقل ہے کہ ایک لڑکا تھا اوسکو اکثر لوگ مارا پیٹا کرتے۔ ایکبار اوسکی ماں نے پوچھا بیٹا تمکو لوگ کیوں مارتے ہیں اُسنے جواب دیا کہ میں سچ بات کہدیتا ہوں اسلئے مجھکو لوگ چین لینے نہیں دیتے۔ ماں بولی بھلا سچ کہنے پر کوئی مارتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے اسنے کہا کہ اگر تمہارے سامنے بھی سچی بات کہدوں تو تم بھی مارنے لگوگی اوسنے کہا کہ ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا۔ لڑکا بولا اچھا میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ باپ تو میرا مدت ہوئی مرگیا۔ اب تم کنگھی پٹی کاجل سرمہ کسکے واسطے کرتی ہو۔ اُسنے لیکے جوتی خوب پیٹا کہا کہ دیکھ لو سچ بات کا نتیجہ یہہ ہوتا ہے۔

ایک روز ارشاد ہوا۔ کہ راجہ پرچیت ایکدن شکار کے لیے جنگل میں گیا جہاں سمیکھ رشی یادِ الٰہی میں مراقب بیٹھا تھا۔ راجہ نے ایک سانپ رشی کے گلمیں ڈالدیا وہ تو بیخبر تھا۔ مگر اسکے بیٹے سرنگی رشی نے اس حرکت سے خفا ہوکر سراپ دیا کہ یہی سانپ آٹھویں دن راجہ کو ڈسیگا راجہ یہ بات سُنکر ڈرا اور سمیکھ کی خدمت میں عذر تقصیر کے لیے حاضر ہوا اوسنے کہا اب کیا ہوسکتا ہے تیر نشانہ پر پہنچ گیا۔ پھر اپنے لڑکے کو بُلایا اور کہا کہ راجہ کو تو نے کیوں بددعا کی فقیروں کا یہ کام نہیں اسنے کہا کہ اب تو میری زبان سے نکل گیا۔ راجہ کو جیرکت کب زیبا تھی ؎

جاکی جیسی بھاوے جانے تہ تیسے	ہم نہ میٹھے ہو نیچے گڑ گھی سے
جیسی کرنی ویسو کو ویسی لُنیچے بدھ	ہون ہار ہر دے بسے بسر جائے سب سُدھ

---

۱ نام ہند و بقیہ کا ہے ۲ یعنی جیسی جسکی عادت ہے وہ ہرگز نہیں جاتی درخت نیم کا میٹھا نہیں ہوتا اگر ہمیشہ گڑ گھی سے پرورش پاوے ۳ یعنی جو کام اللہ کو کرنا ہوتا ہے انسان کی سمجھ میں بھی ویسی ہی کر دیتا ہے ہونے والا کام دل میں بس جاتا ہے اور ہوش وحواس سب سے رخصت ہوتے ہیں ۴ یعنی کمنڈل و مراد منزل توحید ذاتی جو شخص توحید میں قیام کرتا ہے تو اوسکو موت و حیات کا خوف نہیں رہتا ۵ یہ ہے مقام محمدی و احمدی میدان غیر محمدود مراد توحید ذاتی ہے سب لوگ مقام محمدودی میں رہتے اور سیر میدان توحید صرف اولوالعزم پہنچا ۶ یعنی جب منزل توحید میں آغاز سرقہ ہوتا ہے تو سب چوروں کی

سمیکھ رشی نے راجہ سے کہا کہ جو تقدیر میں تھا وہ ہوا۔ اب مناسب ہے کہ کتھا سُنو تاکہ تمکو گیان ہو جائے اور موت وحیات دونوں سے پاک ہو جاؤ۔

چوتھے کھنڈ پڑھکے جو باسا	مرن جیو کا رہے نہ سانسا
ہرہد کرتے سب گیو اور اہند گیو نہ کوئے	اہند کے میدان میں رہے کبیر اسوئے
اہند باجے باجن لاگے	چور نگر یا تج تج بھاگے

راجہ مایوس ہو کر اپنے مکان کو چلا آیا اور سکھدیو جی کو کتھا سنے کیواسطے بلایا راجہ کتھا سُننے بیٹھے اور دھنتر بید کے پاس ایک قاصد روانہ کیا کہ سُرنگی کی سزا کے موافق راجہ کو سانپ کاٹے گا تو چل اور اسکو اچھا کر دھنتر بید اپنے تین سو چیلے ہمراہ لیکر اچھا کرنے کو چلا مگر اپنی خبر تھی راہ میں وہ سانپ آدمی کی صورت بنکر دھنتر کے سامنے آیا اور پوچھا کہ مہاراج تم کہاں جاتے ہو جواب دیا کہ میں راجہ پریچھت کو اچھا کرنے جاتا ہوں اُسنے کہا کہ مہاراج تم کیونکر اچھا کرو گے دھنتر بولا میری نظر کو خدائیتعالے نے یہ تاثیر دی ہے کہ مار گزیدہ کے زخم پر پڑی اور وہ اچھا ہوا۔ آدمی نے کہا میں سانپ بنکر اس درخت میں کاٹتا ہوں تم نظر ڈالو۔ دھنتر نے کہا اچھا تب وہ سانپ بنگیا اور درخت کو کاٹا فوراً اُس درخت میں آگ لگ اوٹھی اور جلکر خاک ہو گیا۔ اُسوقت دھنتر بید نے نظر ڈالی بدستور اپنی ہیئت اصلی پر آگیا۔ وہ سانپ پھر آدمی کی صورت میں آیا اور کہا کہ جہاں آپکی نظر نہ پہونچے وہاں کیا کر سکتے ہو۔ اُسنے کہا کہ پھر ہم سے کچھ نہیں ہو سکتا یہ بات چیت کر کے وہ آدمی جو اصل میں سانپ تھا چلدیا اور آگے جاکر ایک اچھی سی ہرا گون یعنی چمدار لکڑی بنکے راہ میں پڑ گیا۔ اسکو اس چیلے گروجی کے پاس اُٹھا لایا اُنہوں نے پسند کی اور اپنے کندھے پر رکھ لی وہ فوراً سانپ بنگئی اور دھنتر کے دونوں شانوں کے درمیان کاٹ کھایا اُسوقت دھنتر نے معلوم کیا کہ یہ وہی سانپ ہے اب میں نہیں بچونگا۔ کیونکہ اسنے ایسا موقع تاکا ہے جہاں نظر نہیں پہونچ سکتی چیلوں کو جمع کیا کیونکہ اسنے ایسا موقع تاکا ہے جہاں نظر نہیں پہونچ سکتی چیلوں کو جمع کیا اور کہا کہ

جس وقت میں مرجاؤں تو مجھکو کاٹ پکا کر کھا جانا تم سب دھنتر بن جاؤ گے پھر تم نظر ڈالو گے تو راجہ اچھا ہوجائیگا ایک بستی کے قریب پہونچکر دھنتر نے انتقال کیا چیلوں نے حسب وصیت اسکا گوشت کاٹکر پکانا شروع کیا وہی سانپ آدمی بن کے گاؤں میں گیا اور لوگوں کو کہا کہ تمہاری بستی کے پاس آدم خور آگئے ہیں اور ایک آدمی کو کاٹ کر پکا رہے ہیں دوڑو اور جلد اُن کی خبر لو گاؤں والے لٹھ لیکر چڑھ آئے اور سب کو مار پیٹ کے وہاں سے نکالدیا اور وہ گوشت دریا میں بہادیا دھنتر بید اجل رسیدہ راجہ کو بچانے چلے تھے خود طعمہ اجل ہوگئے

شد غلامیکہ آب جو آرد	آبجو آمد و غلام ببرد
مرغکے اندر شکارے کرم بود	گربہ آمد ناگہاں اورا ربود

اب راجہ پریچھت کا حال سنو کہ سات شبانہ روز سکھدیو جی نے کتھا سُنائی لیکن راجہ کی سمجھ میں کچھ نہ آئی ؎ فائدہ کیا کرے صحبت جو نہو استعداد ؛ باغ میں جاکے کبھی زاغ خوش الحاں نہوا آٹھویں دن سکھدیو جی نے پوچھا کہ راجہ جی کچھ سمجھے۔ کہا کہ مہاراج میری سمجھ میں تو کچھ بھی نہیں آیا اتنے میں سکھدیو جی قضائے حاجت کے لئے گئے اور وہاں سے بہت دیر کے بعد آئے راجہ نے دیر کا سبب دریافت کیا تو کہا کہ میں ایک عجیب تماشا دیکھ رہا تھا گوہ میں ایک کیڑا تھا۔ ہرچند میں نے اسکو وہاں سے جُدا کیا۔ مگر وہ پھر پھرا کے جب جاتا تھا گوہ ہی میں جاتا تھا اُسوقت راجہ نے کہا کہ مہاراج اب میں سمجھ گیا اور موت وحیات مجھکو برابر ہوگئی اسکے بعد جناب قبلہ نے ارشاد فرمایا کہ اسی لئے رسولخدا صلعم نے فرمایا ہے ۔ کَلِّمُوا النَّاسَ عَلٰی قَدْرِ عُقُوْلِھِمْ ہر ایک شخص سے اسکی سمجھ اور حوصلہ کے موافق گفتگو کرنی چاہیئے تاکہ وہ سمجھے اور مستفید ہو۔ چنانچہ راجہ پر کتھا کے مضامین کا تو کچھ اثر نہ ہوا۔ اور سمجھے تو ایسے سڑیل مثال سے سمجھے چونکہ دنیا دار تھا۔ عالی مضامین کی طرف طبیعت نے صعود نہ کیا۔ اسفل کی جانب گری اور اس مثال سے تسلی ہوئی ؎ مشیت ہرکس بود

نوع دگر :: گرگساں رامردہ طوطی راشکر - نقل ہے ایک بادشاہی خاکروب کی قرابت گاؤں میں تھی اسکا داماد گاؤں سے آیا اور اپنی سسرال میں رہا اسکی بیوی نے کہا کہ جاؤ بادشاہی پاخانہ صاف کرو وہاں جو گیا تو پاخانہ اقسام عطریات اور خوشبویوں سے معطر ہو رہا تھا اس کا دماغ خوشبو کا متحمل نہوا فوراً بیہوش ہو کر گر پڑا - اسکی بیوی نہایت ہوشیار تھی وجہ غشی سمجھ گئی اور کتے کا گوہ لاکر جھٹ پٹ اسکو سونگھایا - تھوڑی دیر میں ہوش آگیا - اب دیکھو کہ بھنگی عطر کی خوشبو سے تو بیہوش ہو گیا اور کتے کے گوہ سے ہوشیار - پس ہر ایک کی طبیعت پس ہر ایک کی طبیعت لطافت و کثافت میں مختلف ہے آخر الامر راجہ کو سانپ نے کاٹا اور وہ موافق سراپے کے مر گیا +

ایک روز ارشاد ہوا - کہ سکھدیو جی نے اپنے باپ بیدا بیاس سے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ مجھکو گیان حاصل ہو جاوے اور جیون مکت کا مرتبہ میسر ہو باپ نے ہدایت کی کہ تم راجہ جنک کے پاس جاؤ چونکہ طالب صادق تھا طے منازل کر کے راجہ کے دروازہ پر پہنچا اور دربانوں سے کہا کہ راجہ صاحب کو میرے آنیکی خبر کرو چنانچہ اطلاع ہوئی کہ سکھدیو جی بیدا بیاس کا پتر آیا ہے راجہ نے کہا کہ اچھا کہ اچھا کھڑا رہے تو سات روز کے بعد پھر اطلاع کی تو کہا اچھا دوسرے دروازہ پر لاؤ وہاں بھی سات روز کھڑا رہا - تیسری بار کہا کہ آنے دو سکھدیو اندر گیا تو دیکھا تو تمام ٹھاٹ دنیاداری کا موجود ہے - دل میں خیال کیا کہ یہ تو خود جگت بیوپاری ہے مجھکو کیا تعلیم کرے گا

عالم کہ کامرانی دتن پروری کند	او خویشتن گم است کرا

راجہ کو یہ وسوسہ منکشف ہو گیا - اسکو ٹھیرایا اور دوسرے دن شہر کے تمام کوچوں میں ناچ رنگ کرا دیا پھر سکھدیو جی کو طلب کیا اور ایک کٹورہ ہاتھ پر رکھا اور کہا کہ جاؤ شہر جنک پوری کی پرکرما کرو مگر خبردار دودھ نہ گرے شمشیر برہنہ اسکے ہمراہ کی کہ اگر ایک قطرہ بھی اس میں سے گرے اوڑا دو اسی طرح سے جیسا حکم ہوا تھا وہ دونوں سوکل سکھدیو کو شہ

راجہ نے پوچھا کہ دودہ تو نہیں گرا سپاہیوں نے عرض کیا کہ حضور ایسا ہوتا - تو یہ آپکے پاس سلامت کیسے پہنچتے - پھر راجہ سکھدیو جی کی جانب متوجہ ہوئے - اور دریافت کیا کہ آج تم نے تماشہ تو خوب دیکھا ہوگا - جا بجا ناچ کی دھوم دھام تھی - اسنے جواب دیا کہ مہاراج مجھکو تو اس کٹوری کی حفاظت ہائے جان ہو رہی تھی خوف تھا کہ دودہ گرا تو مارا پڑا بھلا اس حالت میں تماشہ کیا خاک دیکھتا مجھکو تو بجز اسکے اور کوئی شے نظر نہیں آئی - اسوقت راجہ نے فرمایا کہ جسطرح تمپر ایک ساعت گذری ہے ہمارا ہر وقت یہی حال رہتا ہے اس دولت وحشمت کی طمطراق اور مال وجاہ کی کروفر ہماری نگاہوں میں سب ہیچ ہے ہماری توجہ کیکی طرف نہیں

چیست دنیا از خدا غافل بُدن		نے قماش و نقرہ و فرزند و زن

تم نے ظاہری سلطنت وحکومت اور دولت وثروت دیکھکر ہماری حالت کو قیاس کیا

حال پاکاں را قیاس از خود مگیر		گرچہ ماند در نوشتن شیر و شیر

اے سکھدو اسی واقعہ سے جو تم پر گذرا سمجھ لو کہ سپاہی ملک الموت ہے دن کٹورا اور اس میں دودہ راگ رنگ جو راہ میں ہو رہا تھا وہ دنیائے فانی کا سیر و تماشہ تھا اسیطرح ہم بھی دنیا کے دھندے میں مشغول نہیں ہوتے کہ ایسا نہو دودھ گر جائے یعنی دل یاد الٰہی سے چوکے اور مارا جائے -

کوئی ایسے من کو لگاوے		من کے لگاؤں سے ہر پاوے
ن بہرت کو پے چلکر چھوڑ مشکاوے		اپنا پریم سکھی سو بالکی سُرتی گگریں لاوے
ت بانس پرنڈا دھول بجاوے		اپنا ہار نول مہیا کا سرتی بانس پہ لاوے

مدا - کاؤں عورت کو پے کنواں جل پانی کو ہاتھ پریم محبت سکھی سہیلی بالکی بیان کرے سرتی خیال گگ پانی کا بھرا ہوا سر پر رکھکر ہاتھ چھوڑے ہوئے اپنی سہیلی سے شوق کی باتیں کرتی جاتی ہو اونٹنی ہوتا ہے اور منی کا خیال بانس میں ہوتا ہو اسیطرح خدا کیطرف دل لگاوے یعنی ہر وقت یاد دل میں

اس کے بعد راجہ جنک نے سکھدیو جی کو اُس حوصلہ کے موافق تعلیم کر کے رخصت کیا۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ جب راجہ جنک کے دل میں درد طلب پیدا ہوا تو تمام فقرا کو جمع کیا اور کہا کہ کوئی ایسا ہے جو مجھکو تعلیم کرے لیکن شرط یہ ہے کہ اسی وقت گیان ہو جائے سب نے انکار کیا اور کہا کہ یہ قدرت ہم میں نہیں البتہ جو طریقہ سلوک کا ہے وہ ہم تعلیم کر سکتے ہیں یہ ماجرا بکری نے سُنا اور راجہ سے کہا کہ میں تمہو تعلیم کرونگا بشرطیکہ جو چیز میں تم سے طلب کروں مجھکو دیدو راجہ نے یہ شرط منظور کی اوّل اشٹاوکر نے کہا کہ جتنا تمہارا راج پاٹ ہے سب مجھکو دیدو راجہ نے کہا کہ میں نے دیا پھر کہا کہ جسقدر تمہارا مال و اسباب و گھر بار ہے سب میرے حوالہ کرو راجہ بولا کہ یہ بھی لو پھر اشٹاوکر نے کہا کہ اچھا اپنی جورو بچے بھی میری نذر کرو راجہ نے کہا بہت خوب حاضر ہیں پھر اشٹاوکر نے فرمایا کہ اپنا جسم اور اپنی جان بھی مجھکو دیڈالو راجہ نے کہا کہ یہ بھی لیجئے پھر اشٹاوکر نے تین بار یہی اقرار راجہ سے کرایا کہ یہ سب چیزیں میں آپکو دیچکا اُسوقت اشٹاوکر نے کہا کہ اے راجہ جنک جب تمہاری کوئی چیز نہ رہی یہانتک کہ جسم و جان بھی تو سوچو کہ اب تم کون ہو اور تمہارا کیا ہے راجہ نے غور کیا اور سمجھا کہ درحقیقت میرا تو نہ کچھ پہلے تھا نہ اب ہے صرف ایک جھوٹا دعوے تھا سو اوٹھایا اور بولا کہ (جنک جنک اپنے) یعنے نہ جنک ہے نہ جنک کا کچھ ہے اور اگر ہے تو جنک ہی سب کچھ ہے۔

سراگیج است اندرول گدائی خوش نمے آید	شہنشاہ جہانرا پادشاہی خوش نمے آید
خودی را ازمیاں برداشتم خود گشتہ ام لیکن	خدا خود راچہ گویم خودنمائی خوش نمے آید
گنہا داری چرائی بے نوا	پادشاہی ازچہ میمانی گدا
عین آبی آب می جوئی عجب	نقد خود رانسیہ میگوئی عجب

ع

بھولتوں بھولتوں بھول ایسی پڑی اپنا روپ میں نیک جانا — گیان بچارنیک بن ہو لیاں سنگھ کا روپ لے بہیڑ مانا
سنگھ ہو سنگھ جب سنگھ سنگر ملے تیر کی ایی رنگٹ آنا — ویکھہ تو بوجھہ تو روپ ہی اپنا کونسی آنکی نینہ ٹھانا

ع

ہندو فقیر کا نام ہے اور اُسکے جسم میں آٹھوم تھے اسواسطے نام اسکا اشٹاوکر ہوا اور اشٹ کہتے ہیں آٹھ کو ع یہ اشعار قصہ طلب ہیں کسی چرواہے نے ایک بچہ شیر کا بہیڑوں میں پالا جب وہ بڑا ہو گیا تو بہیڑوں کے ہمراہ رہا کرتا تھا اُسنے سمجھ لیا کہ میں بھی بہیڑ ہوں ایکروز جنگل میں شیر نر آیا اور بہیڑوں میں شیر بچہ کو دیکھکر اسنے معلوم کیا کہ اس نے اپنے آپکو بھیڑ مان رکھا ہے جنگل سے جھٹ پٹ ایک بھیڑ

کو پکڑ کر لے چلا اور بہیڑ بچہ کو ساتھ لیکر دریا کے کنارے پہنچا اور دریا میں پانی پیتے ہوئے دونوں کے عکس دکھائے اور کہا کہ دیکھ تو میں شیر ہوں اور تو بھی شیر ہے اور بہیڑوں کی طرح نہیں ہے اور بہیڑوں کی طرح نہیں ہے اور بہیڑوں کی طرح نہیں

جیوی برہم ہی برہم سے جیوی نیرا اور چہرے ملا چھانا	کہے کبیر گر گیان بن بہلیاں دار کو چین اور پار جانا

ایک روز ارشاد ہوا- ہم نے سنبھل میں یہ معاملہ دیکھا کہ ایک ہندو عورت آٹے کا ٹھاکر بنا کر پوجا کرتی تھی کتا آیا اور ٹھاکر جی کو اٹھا کر چینپٹ ہوا عورت ہائے ہائے کرتی رہگئی ناچار ہوئی تو کیا کہتی ہے کہ ای مہاراج ٹھاکر جی تم تو بڑے ہی دیاوان ہو جو کتے کو بھی نہ دھتکارا غرض یہ ہے کہ ہر شخص اپنے خیال میں خوش ہے۔

كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُونَ ۝

ایک روز ارشاد ہوا- کہ ہم مراد آباد سے سنبھل کو آتے تھے۔ راہ میں دو کہار ملے اُن کے پاس کچھ بوجھ نہ تھا اس لئے چلنا دوبھر ہوا ہم سے کہا کہ میاں صاحب اپنا اسباب اس بہنگی میں رکھدو۔ ہم نے سوچا کہ اگر یہ لوگ ہمارا اسباب لیکر اُڑ گئے۔ تو کہاں ان کے پیچھے دوڑتے پھریں گے انکا اعتبار کیا ہے ہم نے کہا لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى میں بوجھ دوسرے پر نہیں رکھتا ناچار اوہنوں نے چند اینٹ پتھر بہنگی میں رکھے اور اُسی تیزی سے چلنے لگے جیسی اُنکی عادت تھی یہی کیفیت سالکان حرالفقیت کی ہے۔ کہ جبتک زہد و ریاضت اور مشقت و عبادت بارگراں بنصیب وقت نہ ہو عمر بسر کرنی دشوار معلوم ہوتی ہے تمام جہان کسی نہ کسی قید میں مقید ہے غرض وہی کہار دوپہر کے وقت رستہ میں کنواں اور درخت کا سایہ دیکھکر ٹھیر گئے اور روٹیاں پکانی شروع کیں۔ ہمارے پاس روٹیاں موجود تھیں۔ کھا پیکر ایک درخت کے سایہ میں لیٹ گئے۔ جب کہار روٹی پکا چکے تو ایک کہار جو بھگت تھا۔ سالگرام کی پوجا میں مشغول ہوا اور دوسرا قضائے حاجت کے لئے گیا کتا موقع پاکر سب روٹیاں لیگیا اور وہ بھگت پوجا کے سبب بول نہ سکا جب یہ فارغ ہوا اور دوسرا ساتھی پاخانہ سے واپس آیا تو دونوں میں جنگ شروع ہوئی ایک تو کہتا تھا کہ میں تو رفع حاجت کے لئے گیا تھا تو نے کُتے کو کیوں نہ مارا دوسرا کہتا تھا کہ میں مارتا کیسے میں تو سالگرام کی (...) کر رہا تھا ہم نے کہا کہ میاں تو نے ہم سے کہدیا ہوتا اور باطمینان سالگرام کی (...) خدمت کی ہوتی یہ سُنکر وہ ہنس پڑا۔

بتے میگفت روزے با برہمن	خدائے من تو ئی اے بندۂ من

مرا بر صورتِ خود آفریدی	ولیکن نو شتین را خود ندیدی

ایک روز ارشاد ہوا۔ کہ ایک مجذوب تھے تنکے مادر زاد دو چار دنیادار معتقد ہو گئے۔ خدمت کرنے لگے چند روز کے بعد اُن سے کہا کہ میاں صاحب برہنہ رہنا خلاف شرع شریف ہے لنگوٹی باندھ لو خیر اُنہوں نے حسب درخواست لنگوٹی باندھ لی اتفاقاً ایک دن لنگوٹی سُن گئی چوہے جو آئے تو لنگوٹی کتر ڈالی اور جسم کو زخمی کیا۔ صبح کو معتقدین آئے میاں صاحب کا حال دیکھا کہ حضرت بہتر یہ ہے کہ بلی پالنی چاہیئے تاکہ موذی چوہوں کو کھا جائے غرض ایک بلی لائے دو چار روز اوسکے واسطے دودھ لاتے رہے ایکدن عرض کیا کہ میاں صاحب اس روز کے بکھیڑے سے تو یہی بہتر ہے کہ ایک بکری لے آویں اوس کے دودھ سے بلی پلتی رہیگی غرض بکری بھی لا باندھی چند روز تو بکری کے واسطے چارہ لاتے رہے پھر اپنے اپنے دھندے میں لگے رہے ہر روز کی خدمت کون کرتا ہے۔ کیونکہ دنیاداروں کا اعتقاد ایسا ہی ہوتا ہے ابھی تو اتنا بڑا اور ذرا دیر میں بالکل غائب قہر درویش برجان درویش اب میاں صاحب خود جاتے اور جنگل سے بکری کا چارہ لاتے ایکروز درخت پر چڑھ گئے کہ پتے توڑیں پانوں جو پھسلا دھم سے نیچے گرے ایسی چوٹ لگی کہ بازو ٹوٹ گیا مکان پر پہنچکر مرہم پٹی کی مریدان سُست اعتقاد بھی جمع ہو کر عیادت کے لئے آئے پوچھا کہ حضرت یہ کیا ہوا اس کے جواب میں مجذوب نے کھول لنگوٹی اُن کے موہنہ پر ماری کہ سارا اسی کا فساد ہے خبردار جو آیندہ تم میرے پاس آئے

ایک روز ارشاد ہوا۔ کہ ایک گرو تھا ایک چیلہ شہر بیدار نگری میں پہونچا [illegible] خوردنی کا بھاؤ ٹکے سیر تھا گرو نے چیلے سے کہا کہ میاں یہاں سے بھاگو۔ کیونکہ یہاں حفظ مراتب کا کچھ لحاظ نہیں چیلا بولا حضور یہاں تو سب چیزیں ارزاں ہیں بڑے چین سے بسر ہوگی۔ گرو نے کہا کہ خیر تمہاری خوشی ہمارا کام تو رہنمائی ہے وَمَا عَلَیْنَا اِلَّا الْبَلَاغ چیلے کو جو ٹکے سیر حلوا پوری ملا چند روز میں کھا پی کے خوب موٹا تازہ ہو گیا اتفاقاً اس شہر میں ایک مجرم بجرم قتل ماخوذ ہوا راجہ نے حکم دیا کہ اسکو سولی دیدو وزیر بولا کہ مہاراج یہ دُبلا [illegible] راجہ نے بھی راجہ نے بھی ملاحظہ

کیا اور کہا کہ فی الحقیقت یہ بہت ضعیف و ناتواں ہے اچھا اور کسی موٹے تازے آدمی کو پکڑ لاؤ اور اس کے عوض میں سولی پر چڑھا دو چونکہ چیلا اُن دنوں خوب ہٹا کٹا اور چکنا چپڑا بنا ہوا تھا راجہ کے سپاہی پکڑ کر لے گئے راجہ نے بھی پسند کیا۔ اور کہا کہ ہاں یہ شخص پھانسی کے قابل ہے۔ چیلے نے دہائی دی کہ صاحب میرا قصور کیا ہے راجہ نے کہا۔ کہ قصور تو کچھ بھی نہیں لیکن تو خوب موٹا ہے۔ اُسوقت گرو پہنچے اور چیلے سے آہستہ کہا کہ اور کھا ٹکے سیر کا حلوہ پوری اب تجھے کہا نہ تھا کہ یہ شہر ہیداونگری ہے یہاں سے بھاگ تو نے نہ مانا اب اپنے کئے کو بھگت

آنچہ در تو آئینہ بینی عیاں	پیر اندرخشت بیند پیش ازاں

چیلے نے عاجزی کی کہ بس اب میری توبہ ہے آئندہ کبھی خلاف مرضی مبارک نکرونگا۔ +

ما نبودیم و تقاضا ما نبود	لطف تو بے گفتہ ما می شنود

گرو نے فرمایا کہ خیر اب میں یہ کہونگا کہ پہلے مجھکو پھانسی دیدو تو کہنا نہیں پہلے مجھکو دیدو دونوں نے یہ مشورہ کر کے راجہ کے روبرو اپنا اشتیاق پھانسی کے لئے ظاہر کیا راجہ نے متعجب ہو کر پوچھا کہ لوگ تو پھانسی کے نام سے ڈرتے ہیں یہ کیا بات ہے کہ تم اسکی تمنا کرتے ہو۔ گرو جی نے کہا کہ خوش قسمتی سے آج وہ ساعت آئی ہے کہ اس میں جو کوئی پھانسی پائیگا سیدھا بیکنٹھ کو چلا جاویگا راجہ نے یہ سُنکر کہا کہ یہ بات ہے تو پہلے مجھکو پھانسی دیدو چنانچہ راجہ کو پھانسی لگی اور یہ دونوں بھاگ نکلے۔ غرضکہ حفظ مراتب کا چھوڑنا اور بے قیدی کے ترلقموں سے خواہشوں کو تر و تازہ کرنا موجب ہلاکت ہے۔ پس ہمیشہ مرشد کامل کی ہدایت و رہنمائی کے موافق کاربند ہونا چاہیے

گفت پیغمبر علی را کاے علی	شیر خفتہ پہلوانے پُر دلی	لیک بر شیری مکن ہم اعتماد
اندر آور سایہ نخل امید	ہر کسی گر طاعتی پیش آورند	ہر قرب حضرت بیچوں چند
تو تقرب جو بعقل و سر خویش	نے چو ایشاں بر کمال و بر خویش	اندر آور سایہ آن عاقلے
کس نتاند بردن از رہ ناقلے	پس تقرب جوید او سوئے الٰہ	سر بپیچ از طاعت او ہیچ گاہ
زانکہ او ہر غار را گلشن کند	دیدہ ہر کور را روشن کند	ظل او اندلد میں چوں کوہ قاف

روح او سیمرغ بس عالی طواف | دستگیر بندۂ مخلص اله | طالبان را مے بردا ز پیشگاه
گر بگویم تا قیامت نعت او | ہیچ آں را نہایت و مقطع مجو | یا علی از جملۂ طاعات راہ
ہرگز ایں تو سایۂ خاص اله | ہر کسے در طاعتے تگ میزنند | خویشتن را مخلصے انگیختند
تو برو در سایۂ عاقل گریز | تا رہی زاں دشمن پنہاں ستیز | چوں گرفتی پیر ہیں تسلیم شو
ہمچو موسیٰ زیر حکم خضر رو | صبر کن بر کار خضرائے بے نفاق | تا نگوید خضر رو ہذا فراق
گرچہ کشتی بشکند تو دم مزن | گرچہ طفلے را کشد تو مو مکن | دست او را حق چو دست خویش خواند
قیل اللہ فوق ایدیہم بر اند | دست حق میراندش زندش کند | زندہ چہ بود جان پایندش کند

ایک روز ایک پورے دنیا دار حاضر خدمت ہوئے اور جناب قبلہ سے گفتگوئے معرفت شروع کی اُس وقت آپنے یہ اشعار کبیر کے ارشاد فرمائے ؎

علمی ہو کے دہرے وہیان | گرہی ہو کے کہتے گیان
جوگی ہو کے کوٹے بھنگ | کہیں کبیر یہ تینوں ٹھگ

ایک روز ارشاد ہوا کہ جب تیمور صاحبقران نے خواجہ حافظ علیہ الرحمۃ کا یہ شعر سنا

اگر آں ترک شیرازی بدست آرد دل ما را | بخال ہندوش بخشم سمرقند و بخارا را

تو خواجہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ میں نے تو سمرقند و بخارا کو سخت جنگ اور خوں ریزی کے بعد حاصل کیا ہے آپنے ایک خال پر نثار کر دیا خواجہ حافظ نے فرمایا کہ اسی دریا دلی اور بخشش نے تو ہمیں ایسا مفلس بنا دیا کہ تن پر کپڑا بھی نہیں رہا یہ کہکر خواجہ صاحب نے امیر کی بڑی تعظیم و تکریم کی وہ عذر و معذرت کرنے لگا کہ میں اس قابل نہیں آپ بڑے بزرگ و تارک ہیں اُنہوں نے فرمایا کہ نہیں صاحب ہم سے بڑھکر آپ تارک ہیں امیر بولا حضرت! میں نے کیا ترک کیا ہے اپنے تو دنیا کے تمام تعلقات و مکروہات کو ترک کر کے آزاد ہو بیٹھے خواجہ نے کہا یہی تو فرق ہے کہ ہم ایک دنیائے دوں کو جس کی کچھ اصل و حقیقت نہیں بخمائے عقبےٰ کے عوض چھوڑ [illegible] لیکن تم ہم سے بڑھکر تارک ہو کہ دنیا کے واسطے عقبیٰ جیسی اعلیٰ چیز کو ترک کیا پس تم قابل تعظیم

اس بات نے امیر کے دل پر ایسا اثر کیا کہ وہ سب جاہ وحشم سے الگ ہوا ایک پہاڑ کی کھوہ میں جا بیٹھا۔ تیسرے روز جناب علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہ کو خواب میں دیکھا کہ فرماتے ہیں تیمور اُٹھ اور تلوار باندھ ملکوں کو فتح کر اللہ تعالےٰ نے تجھکو اسی کام مامور کیا ہے اس دیوانہ کی بات کچھ خیال نہ کر۔

ہر کسے را بہر کارے ساختند	میل آن اندر دلش انداختند

چونکہ مشیت ایزدی میں تیمور کے لئے لشکر کشی اور ملک گیری تھی نہ کہ گوشہ نشینی اور فقیری اسی واسطے اسکو ایسی ہی ہدایت کی گئی اور جس کام کے واسطے پیدا کیا گیا تھا اسی کی طرف راغب کیا گیا

ایک روز ارشاد ہوا - کہ ایک شخص بلارہا ہے تھے پہلے تو ان کا نام صبغۃ اللہ تھا پھر اُنہوں نے پیشانی پر قشقہ لگایا اور گلیمیں زنار ڈالا پنڈتوں کی سی وضع بنائی اور رنگیں رام نام رکھا ایکدن ایک شخص شیخ کریم الدین دہریہ بڑہانوی کے مریدوں میں سے اُنکی ملاقات کو آیا اور پوچھا کہ آپکا نام کیا ہے بولے کہ صبغت کے معنی ہیں رنگ اور اللہ کے بجائے ہم نے رام بدل دیا ہے۔ یعنی رنگیں رام ہمارا نام ہے اُسنے سُنکر یہ شعر پڑھا ؎ کسلئے قشقہ لگایا جبیں پر زنار نہیں + کفر اور اسلام کیا ایک فرق ہی فہمید کا + پھر اُسنے رنگیں رام کے مُنہ پر تھوک دیا اور کہا کہ تو نے کفر و اسلام میں کیا فرق دیکھا جو ایک قید سے نکلکر دوسری قید میں جا پھنسا ع آخر چہ بدی شد ز خدا و ز رسول۔ اگر نکلنا تھا تو دونوں سے نکلا ہوتا ہم تو سمجھے تھے موحد ہوگا۔ تو ابھی کفر اسلام ہی کی قید میں مبتلا ہے یہ کہکر چلدئے اور اُسکے پاس نہ ٹھیرے۔

ایک روز ارشاد ہوا - کہ ایک دہمی آدمی نے پہچان کے لئے اپنی گلیمیں سُرخ دہجی ڈال لی تاکہ لوگوں میں گم نہ ہو جائے۔ ایک کواسکا یہ خبط معلوم ہوگیا اس نے بوقت خواب وہ دہجی اس کے گلے سے نکال اپنے گلیمیں ڈال لی اور اُس کے سامنے بیٹھگیا جب وہ نیند سے

لہ علی شہ بازگرے و دنیا دار گیان معرفت خوگی آزاد قلندر بہگ ستر عورت یعنی جوشہ باز ہو کر فقر کرے اور دنیا دار ہو کر معرفت میں گفتگو کرے اور آزاد قلندر ہو کے عورت سے ہم صحبت ہو کبیر کہتا ہے یہ تینوں ٹھگ ہیں - ۱۲

چونکا اور آنکھ کھلی تو دیکھا کہ علامت شناخت دوسرے کے گلمیں ہے اُس سے کہا کہ میاں تو میں ہے تو میں کون ہوں یا میں تو ہوں اور تو میں ہے یا تو تو ہے اور میں میں ہوں بتا میں کون ہوں سو یہی حال عارف کا ہے کہ جب منزل عرفان میں پہنچتا ہے تو متحیر ہو کے کہتا ہے کہ میں کون ہوں۔؟

ایک روز ارشاد ہوا۔ کہ شہر لکھنؤ میں ایک سُنّی حضرات شیعہ کی محفل میں جا پہنچا اور کہا کہ رات میں نے عجیب و غریب خواب دیکھا ہے کہ زبان کو یارا ئے بیان نہیں تمام اہل محفل مشتاق ہوئے کہ قبلہ کچھ تو ارشاد کیجئے۔ اُسنے کہا رات میں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک سواری نہایت شان و تجمل اور دھوم دھام سے چلی آتی ہے۔ ایک رزق و برق لشکر ہمراہ ہے ہاتھی گھوڑے اونٹ ہر طرح کے ساز و سامان سے آراستہ و پیراستہ ہیں لشکر کے جھنڈوں پر زر دوزی پھریرے اُڑتے ہیں میں نے دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ حضرت امام حسین علیہ السّلام سید الشہدا شہید کربلا کی سواری ہے۔ اس کے بعد ایک اور سواری نمودار ہوئی ساز و سامان تو سب کچھ تھا۔ مگر پہلی سواری کی سی کروفر اور زینت و آرایش نہ تھی معلوم ہوا کہ یہ سواری حضرت امام حسن کی ہے اس کے بعد ایک تیسری سواری نمودار ہوئی صرف اور کوئی بات شان و شوکت کی نہ تھی سنا کہ یہ حضرت علی مرتضیٰ شیر خدا تشریف لئے جاتے ہیں اس کے پیچھے ایک اور گرد اُٹھی اس میں سے ایک اور بزرگ معہ چند سواروں کے ظاہر ہوئے جن کے گھوڑے بے سر و سامان اور دُبلے پتلے تھے۔ سنا یہ کہ حضرت محمد مصطفےٰ رسولخدا ہیں یہ کیفیت دیکھ ہی رہا تھا کہ دور سے ایک ٹٹو نظر آیا اسپر ایک پیر کہن سال سر جھکائے بڑی افسردگی کی حالت میں بیٹھے ہیں نہ تو ٹٹو کا چارجامہ درست نہ پوزی و پچی سلامت ایک رکاب اونچی ایک نیچی قدم رکھتا کہیں ہے پڑتا کہیں ہے بڑے سیال کے کپڑے بھی میلے کچیلے پانوں میں پھٹی جوتیاں نہ کوئی خدمتگار ہے نہ سائیس میں نے بعد آداب اُن سے پوچھا کہ حضرت آپ کون ہیں اُنہوں نے فرمایا کہ اے میرے بندے خالق موجودات موجد کائنات میں ہی تو ہوں۔ تم لوگ نہ میری خبر لیتے ہو نہ مدد [illegible]

کوڑی دیتے ہو۔ رسول کی فاتحہ بھی سال بھر میں ایکبار کہیں کہیں ہو جاتی ہے علی کے نام پر بھی محبان علی کسیقدر خیرات کرتے ہیں حسن کی محفلیں بھی کم و بیش ہوتی ہیں حسین کے تو بڑے بڑے امام بارڑے اور لنگر خانے جاری ہیں ان سب کے پاس ساز و سامان بہت کچھ ہیں ہمارے ہمارے پاس کیا خاک ہو ہمکو تو کوئی بھی نہیں پوچھتا اتنے میں آنکھ کھل گئی یہ بات شیعہ لوگ سنکر بہت خفا ہوئے اور کہا کہ میاں تم کیسے بہتان باندھتے ہو۔ اور جھوٹے خواب بیان کرتے ہو۔ اُسنے کہا کہ حضرات آپکے نزدیک تو امام حسین کے مقابلہ میں خدا کچھ چیز ہی نہیں۔ آپ صاحبوں کو کبھی خدا کا نام لیتے نہ سُنا سو یہی حال ہے تمام جہان کا کہ خدا کو تو کوئی پوچھتا نہیں ہر ایک نے اپنے اپنے مقاصد و مطالب کو معبود بنا رکھا ہے۔

ایک روز ارشاد ہوا۔ کہ خلیفہ ہارون رشید نے ایکبار جشن شاہانہ کیا ہر قسم کی اشیائے بیش بہا جمع کیں اور حکم دیا کہ جو شخص جس چیز کو ہاتھ لگاوے وہ اوسی کو ملیگی۔ اس حکم کے سُنتے ہی ہر شخص اپنی پسند کے موافق چیزوں کی لوٹ پر جھک پڑا ایک کنیز بھی اُسنے پھر پوچھا کہ حضور جو ہمکو ہاتھ لگاوے وہ اُسکے لئے ہے کہا ہاں۔ اسنے فوراً خلیفہ وقت پر ہاتھ رکھدیا اور کہا کہ اصل کو چھوڑ کر فرع کی طرف کیوں جاؤں۔ خلیفہ نے کہا کہ تو نے ہمکو اختیار کیا تو اب تمام سلطنت تیری ہے۔ واہ ری کنیز ہزاروں مردوں پر فوق لیگئی اس ہمت اور سمجھ پر قربان جائے ؎ نہ ہر زن زنست و نہ ہر مرد مرد ۔ خدا بخشے انگست یکسان نکرد ۔ حقیقت میں یہ بڑے بلند ہمت اور جواں مرد کا کام ہے کہ فرع کو چھوڑ کر اصل کی طرف دوڑے۔

من غلام آن مس ہمت پرست	کو بغیر کیمیا آرد شکست
سب سے بیگانہ ہے اے یار شناسا تیرا	جو ترا آنکھ نہ ڈالے کبھی شیدا تیرا

ایک روز ارشاد ہوا۔ کہ لکھنؤ میں ایک ہندو سالدار تھا فضول خرچی کیوجہ سے مدیون ہو گیا۔ نالش کی نوبت پہنچی۔ عدالت سے حکم گرفتاری جاری ہوا۔ جب یہہ

یہ خبر لی تو بھاگ کر نواب صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا کہ حضور میں مومن ہوتا ہوں نواب صاحب بہت خوش ہوئے اور اسکا تمام قرض جیب خاص سے ادا کر دیا۔ خیر مومن تو ہو گیا مگر دیوالی دسہرہ شب برات محرم گیارہویں سب کچھ کرتا سنیوں کے وعظ میں شیعوں کی مجالس میں ہندوں کی کتھا میں پیراگیوں کی سبھا میں سب جگہ شریک ہوتا یہاں تک کہ بہنگیوں کے لال گرو کی نذر و نیاز بھی دیتا کسی غماز نے نواب صاحب کو خبر دی کہ حضور یہ رسالدار تو لامذہب ہو گیا ہے سارے کرم کرتا ہے نواب صاحب نے بلا کر کہا کہ مومن ہو کر یہہ پاکھنڈ کیسے کرتے ہو ؎

دو رنگی چھوڑ کر یک رنگ ہو جا		سراسر موم ہو یا سنگ ہو جا

اُسنے جواب دیا حضور آپ ہی کے مذہب کا یہ مسئلہ ہے کہ انجام کار خاتمہ پر موقوف ہے بالفرض اگر آپکے مذہب کے موافق میرا انجام بخیر نہ ہوا۔ تو لامحالا کسی دوسرے فریق میں شامل کیا جاؤں گا اسواسطے سب کی نذر بھیٹ ادا کرتا ہوں کہ جسطرف جاؤنگا دہیں میری خاطر ہوگی ورنہ سب مذہبوں کے رہنما میرے کیا رشتہ دار ہیں جن کے واسطے بلاوجہ اتنا صرف گوارا کرتا ہوں غرض یہ ہے کہ جس آدمی کو یکسوئی حاصل نہیں ہوتی۔ وہ اسیطرح ہر طرف سہارا ڈھونڈتا ہے اور مارا مارا پھرتا ہے کوئی تو میری مدد کریگا۔ حالانکہ سوائے خدا کے کوئی کسی کے کام نہیں آتا۔

گہہ جانب کعبہ میدوانی مارا		گہہ بر درِ دیر مے نشانی مارا
ایں ہر دو صفت لازمۂ ہستی ہاست		آں بہ کہ زخویش وارہانی مارا

ایک روز ارشاد ہوا۔ کہ ہم نے مولوی مظفر حسین صاحب سے پوچھا کہ حضرت نے ایک غریب کے بچہ کو قتل کیا اور انگریزوں نے غدر میں اکثر آدمی پھانسی دیئے ان نوں سے موخذہ ہوگا یا نہیں مولوی صاحب نے جواب دیا کہ حضرت خضرؑ سے مواخذہ نہ ہوگا کیونکہ اونہوں نے بحکم خدا مارا تھا لیکن انگریزوں سے باز پرس ہوگی ہم نے کہا یہ تو فرمائیے کہ انگریزوں نے کسکے حکم سے مارا تھا اسکے جواب میں مولوی صاحب نے کہا کہ اس باب میں ہم زیادہ گفتگو نہیں کر سکتے

ایک روز ارشاد ہوا۔ کہ ایک مولوی صاحب کتاب لوائح میں جو مولانا جامی علیہ الرحمتہ

کی تصنیف ہے اپنے طالب کو یہ سبق پڑھا رہے تھے کہ انسان جوہر لطیف است بہر چہ دری آرد رنگ آں گیرد و باہر کہ نشیند خوئی آن پذیرد ؎

گر در دل تو گل گذرد گل باشی	در بلبل بے قرار بلبل باشی
تو جزوی و حق کل است گر روز یکچند	اندیشۂ کل پیش نہی کل باشی

ہم نے عرض کیا کہ مولوی صاحب یہ جزو کل اور کل و بلبل بنانا تو اپنا ہی تصور ہے جو چاہا سو بن گئے پس کیوں اس بکھیڑے میں پڑے اصل میں جو کچھ ہے وہی کیوں نہ بنا رہے یہ بات سُنکر مولوی صاحب چپ ہو رہے کچھ جواب نہ دیا :-

ایک روز ارشاد ہوا - کہ شاہ ابوسعید صاحب دہلوی جب کسی کی زبان سے کلمات توحید سُنتے تو خاموش رہتے اور کچھ نہ کہتے مگر میاں غلام علیشاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے روبرو اگر کوئی ذکر توحید کرتا تو اسکو اپنی خانقاہ سے نکلوا دیا کرتے اور فرماتے کہ اس مقام میں آدمی گمراہ ہو جاتا ہے

ایک روز ارشاد ہوا - کہ حضرت دانیال علیہ السلام بسبب عدم اتباع اُمت خفا ہو کر پہاڑ پر جا بیٹھے ملک میں قحط سالی ہو گئی لوگوں نے انکو تلاش کیا مگر کہیں پتہ نہ لگا پیغمبر خدا کو دو روٹی صبح و شام فرشتے پہنچا جاتے اور مخلوق ہلاک ہوئی جاتی تھی لوگوں نے نہایت عجز و انکسار سے دعا مانگی کچھ اثر نہ ہوا کیونکہ بارش کا ہونا پیغمبر خدا کی دعا پر منحصر تھا تب اللہ تعالےٰ نے اونکی روٹی موقوف کر دی دو چار روز صبر و ثبات سے بیٹھے رہے آخر پہاڑ سے اُتر کسی بستی میں گئے اور ایک عورت سے روٹی مانگی اُسنے جواب دیا کہ ہمارے گھر میں جتنے آدمی ہیں ہر ایک کے حصہ کی ایک ہلکی چپاتی رکھی ہے اگر تمکو دیجائے تو ہم مر جائیں گے۔ معاف فرمائے اُنہوں نے بہت اصرار کیا ناچار اُس عورت نے ہر ایک کی روٹی میں سے ایک ایک ٹکڑہ توڑ کر حضرت کو دیدیا اسکا چھوٹا لڑکا جو آیا۔ تو دیکھا کہ میری روٹی توڑ کر اس فقیر کو دیدی وہ رونے لگا اور پیٹ پیٹ کے مر گیا اسکی ماں رونے لگی حضرت پیغمبر صاحب بھی گھبرائے اُن لوگوں سے کہا

کہ اچھا میں دعا کرتا ہوں آپنے دعا کی تو وہ لڑکا زندہ ہو گیا۔ لوگ جان گئے۔ کہ یہی پیغمبر وقت ہیں جو روپوش ہو گئے تھے فوراً پکڑ لیا اور کہا کہ تم بارش کیواسطے دعا کرو اُنہوں نے انکار کیا لوگوں نے ایک کوٹھری میں بند کر کے بھُس کی دھونی کر دی جب دھوئیں کے مارے بہت دم گھبرایا تو فرمایا کہ اچھا مجھکو چھوڑ دو اب میں دعا کرونگا لوگوں نے نہ مانا اور کہا کہ پہلے دعا کرو اسوقت رہائی ہو گی آخر تنگ آکر دعا فرمائی بارش ہونے لگی اُسوقت لوگوں نے اپنا قصور معاف کرایا اسی پر منشی فضل رسول صاحب نے سوال کیا کہ حضرت یہ کیا بات تھی اوسی کی مخلوق اوسی کی بارش رسول کا واسطہ کیا ضرور تھا۔ ارشاد ہوا کہ رسول کی عظمت اور مرتبت منظور تھی ورنہ اسکا فعل کسی واسطہ پر موقوف نہیں۔

ایک روز ارشاد ہوا۔ کہ ابتدا میں حضرت بایزید بسطامی نے ایک دیگ کھانے کی پکائی اور صلائے عام دیا کہ جسکو جو کھانا مرغوب و مطلوب ہو اس میں سے نکالے اور کھالے چنانچہ تمام شہری اور مسافر لوگ ٹوٹ پڑے اور کھانے لگے لیکن دیگ تمام نہ ہوتی تھی۔ اتفاقاً اُسی روز ایک مسافر سرائے میں وارد ہوا حضرت نے مرید کو بھیجکر اوسکی دعوت کی ہر چند اصرار کیا مگر اُسنے انکار کر دیا اور کہا کہ میں یہ کھانا ہرگز نہ کھاؤنگا یہانتک کہ خود حضرت تشریف لے گئے اور کھانے کی تواضع کی اُسنے کہا اچھا میں تو آدمی کا گوشت کھاؤنگا یہ بات سُنکر حضرت بایزید چکرائے اور فرمایا خیر میرا گوشت جہاں سے چاہو کاٹ لو اور نوش کرو مسافر بولا کہ واہ آپ بھی آدمی بنگئے ذرا اپنی طرف غور تو کیجئے اُنہوں نے بنظر ربطون اپنی شکل کو ملاحظہ کیا تو دیکھا کہ بصورت طاؤس ہیں۔ اُسوقت مسافر نے کہا کہ ابھی تو خدا خدا کر کے مور کی صورت بنے ہو جب آدمی کی صورت نصیب ہو گی اُسوقت دعوے کرنا ابھی سے کس برتے پر مخلوق خدا کو کھانا کھلاتے ہو یہ بات کہکر غائب ہو گیا۔ حضرت بایزید روئے اور فوراً دیگ توڑ پھوڑ کر پھینک دی غرض مردان خدا کے نزدیک کرامت بھی غایت کمال نہیں ہے

اے برادر بے نہایت در گہیست ہر چہ در دوے میرسی بردی مایست

ایک روز ارشاد ہوا - کہ راجہ کیتھل کو تعصب مذہبی بہت تھا ایکدفعہ اُسنے وہاں کے شاہ مخدوم سیّد ابراہیم کیتھلی کی قبر کے اوپر چوکی لگاکر اُستان کیا اُسیوقت مادہ فالج گرا بہت گھبرایا اور نواب کنج پورہ کو چونکہ رسم دوستی تھی پیام بھیجا کہ آپکے شہر میں مسمی رام سینہی ایک گرو کیمیاگر رہتا ہے اس سے چاول بھر اکسیر لیکر بھجوائے تاکہ میں اس مرض سے نجات پاؤں نواب نے بصد مشکل اس فقیر سے قدرے اکسیر لیکر بھجوائی راجہ کو وہم پیدا ہوا کہ نہیں معلوم یہ اکسیر اصلی ہے یا نہیں پہلے امتحان کرنا چاہیئے چنانچہ تانبہ پر وہ مقدار اکسیر موافق ترکیب ڈالی گئی تو سونا ہنگیا تب اوسکو یقین ہوا اور دوبارہ نواب سے درخواست کی یہاں کیمیاگر کو عالم خواب میں مخدوم صاحب نے متنبہ کیا کہ راجہ کو سزائے بے ادبی ملی ہے تم ہرگز اکسیر نہ دینا نواب صاحب نے اس فقیر سے پھر سوال کیا اُسنے کہا کہ راجہ غضب الٰہی میں مبتلا ہے میں اسکو ہرگز دوا نہ دونگا - اگر آپکو اپنی زمین کا گھمنڈ ہو تو میں آج ہی یہاں سے جاتا ہوں - نواب نے اوسکی تسلی کی اور کہا کہ اگر یہ بات ہے تو نہ دو ہمکو کیا غرض راجہ ہے تو اپنے گھر کا ہے - اُس کے بعد جناب قبلہ نے فرمایا کہ حضرت امام حسین علیہ السّلام پر کیسے کیسے ظلم ہوئے - لیکن لشکر یزید کو کچھ سزا نہ دی اور مخدوم صاحب نے ~~اور مخدوم صاحب نے~~ راجہ کو فوراً گستاخی کا مزہ چکھا دیا کیا یہ اُن سے کیا یہ اُن سے کامل تھے پھر فرمایا کہ نہیں حضرت امام مرد میدانِ رضا اور تسلیم تر قضا تھے اور یہ بزرگ رضا و تسلیم میں ناقص :-

دریائے فراواں نشود تیرہ بسنگ		عارف کہ بر نجد تنگ آب است ہنوز

ایک روز ارشاد ہوا - کہ حضرت سلیمان علیہ السّلام کا لشکر ایک راہ سے گذرا کسی غریب ماہی گیر کی لڑکی جو نہایت بدشکل و بدقوارہ تھی بڑی ہی شوق اور اُمنگ سے اس لشکر کی سیر دیکھنے کو دوڑی اسکی ہمجولیوں نے اُسے چھیڑا کہ یہ تو لوز بھری صورت

اور یہ اشتیاق تو تو ایسی گھبرا کر لپکی کہ گویا سلیمان کی بیوی ہی بن جاویگی۔ اس غریب نے کچھ نہ کہا اور جل بھن کے چپ ہو گئی خدا کی قدرت کچھ دنوں بعد وہ انگشتری کہ جسپر اسم اعظم کندہ تھا حضرت سلیمان کے پاس سے دیو نے چرالی اور سلطنت ان کے قبض تصرف سے نکل گئی اتفاقاً اُسی ماہی گیر کے گھر میں آکر رہے جس کی وہ لڑکی تھی اور ماہی گیر کا پیشہ اُس کے ساتھ میں یہ بھی کرنے لگے وہ ہر روز ایک مچھلی انکو دیا کرتا۔ انکی حفاظت ماہی گیر کو ایسی پسند آئی کہ اپنی لڑکی کا نکاح ان سے کر دیا ایکدن اس ماہی گیر کے جال میں تین مچھلیاں لگیں اپنی لڑکی کو صاف کرنے کے واسطے دیں اس نے مچھلی کا پیٹ چاک کیا تو اسمیں سے ایک انگشتری نکلی۔ سوچی کہ باپ کو دوں یا شوہر کو آخر سوچ بچار کر شوہر کی نذر کی حضرت نے اسکو لے لیا اور کہا الحمد للہ پھر وہی سلطنت تھی اور وہی کارخانہ اور وہ دختر ماہی گیر جسکو ہجولیوں نے طعنہ دیا تھا مشیت ایزدی سے سلیمان علیہ السلام کی بیوی بن گئی اب چھیڑنے والیاں شرمندہ ہوئیں اور اپنا قصور معاف کرایا۔

کسے در عمر خود نشنید ازیں سنجیدہ تر سخنے	کہ در میخانہ گفتے رند بیخود بے سروپائے
بزن جام و مرنجاں ہیچ چیزے را مشو منکر	کہ ہر موری سلیمان است ہر چندیست عنقائے

کہتے ہیں کہ جسوقت حضرت سلیمان کی خاتم گم ہو گئی تھی تو اسوقت بھی انہوں نے الحمد للہ کہا تھا کسیںنے دریافت کیا کہ گم ہونے پر بھی الحمد للہ اور پانی پر بھی الحمد للہ اس میں کیا حکمت تھی اپنے فرمایا کہ جب انگشتری گم ہوئی اور سلطنت جاتی رہی تو ہم نے اپنے دل کی جانب غور کیا کچھ اندوہ و قلق نہ پایا اس لئے شکر ادا کیا اور جسوقت انگشتری ملی تو ہمنے دل کی حالت پر نظر کی کچھ خوشی اور مسرت نہ دیکھی ہم نے شکر ادا کیا کہ اس کھونے اور پانے کا کچھ اثر نہوا اور استقلال میں فرق نہ آیا۔

نہ شادی داد سامانے نہ غم آورد نقصانے	نہ پیش ہمت ماہر کہ آمد بود مہمانے
غم نہ کیجے در شادی نہ کیجے عیش کی	دونو حالت دیکھیئے منہ سے نہ کچھ فرمائے

ایکروز ارشاد ہوا۔ کہ کماتا ہے کوئی اور کھاتا ہے کوئی جس کے مقدر میں جو کچھ ہوتا ہے اُسیکو ملتا ہے ایک پیرجی کو مہوسی کی دہت تھی ہزاروں نسخے جمع کئے اور مدتوں پھونکا پھانکی کرتے رہے اکسیر نہ بنی اتفاقاً ایک نئے مرید نے پیر سے استدعا کی کہ کوئی ترکیب کیمیا کی ارشاد ہوجائے اُنہوں بے تکلف اپنی بیاض اُسکے سامنے رکھدی کہ جس نسخے کو تیرا جی چاہے نقل کرلے اُسنے ایک نسخہ انتخاب کرلیا اور اسکو آزمایا تو ٹھیک نکلا سونا بناکر پیرجی کو دکھلایا اور اُن کے کمال کا نہایت اعتقاد اس کے دل میں پیدا ہوا سونا دیکھکر پیرجی کی آنکھیں کھل گئیں مرید سے پوچھا کہ یہ کون سا نسخہ تھا اسنے بجز اس بات کے کچھ نہ بتایا کہ آپ ہی کی کتاب کا نسخہ ہے پیرجی نے بہت التجا کی لیکن پتہ نہ بتایا۔

کیمیا گر بغصہ مردہ برج	ابلہ اندر خرابہ یافتہ گنج

ایک روز ارشاد ہوا۔ کہ ایک گرو نے اپنے چیلہ سے بعد تعلیم کے کہا کہ فلاں پہاڑ میں ایک تالاب ہے اُس کے اندر سے ایک رنگین ہاتھ کسی معشوقہ حور تمثال کا چیت کے مہینے پہلی تاریخ نکلتا ہے اسکی ہتیلی پر ایک زمردیں انگور رکھا ہوتا ہے اگر وہ کسی کے ہاتھ لگجاوے تو کیا کہنے اسکی خاصیت یہ ہے کہ اسکو کھاکر جہاں چاہے اُڑتا پھرے روئے زمین کے تمام خزانے اسپر عیاں ہوجاتے ہیں اور دل مثل آفتاب منور ہوجاتا ہے لیکن اسکا ہاتھ آنا نہایت مشکل ہے جب اسکو کوئی لینا چاہے تو وہ نازنین لینے والیکا ہاتھ اس زور سے پکڑتی ہے کہ پھر چھوٹ نہیں سکتا پانی میں کھینچکر اس شخص کو لیجاتی ہے مگر ہاں کوئی صاحب ہمت ہو تو کچھ دشوار نہیں ہمت مرداں مدد خدا اَلْمَدَدُ اِسْمُ اَعْظَمِ جب اُس گرو کا انتقال ہوگیا۔ تو وہ شخص اس جستجو میں تالاب پر پہنچا وہ وقت مقررہ پر وہ ہاتھ جو گرو نے بتایا تھا نکلا۔ لیکن اُٹھانے کی ہمت نہ بندہی سوچا کہ کسی پہلوان کو لاؤں چنانچہ ایک بڑا شہزور پہلوان نوکر رکھا سال بھر تک خوب اوسکو کھلایا پلایا جب وہ وقت معینہ قریب آیا تو اوسکو تالاب کے کنارے لیگیا ایک شخص تماشائی بھی اس کے ساتھ ہولیا۔ جب ہاتھ نکلا تو پہلوان سے کہا کہ اسی کام کے لئے تجھکو نوکر رکھا ہے

یہ انگور جسطرح بنے اُٹھلے پہلوان نے ہاتھ ڈالا جھٹ اوس معشوقہ کے ہاتھ نے پہلوان کا ہاتھ پکڑلیا بہت دیرتک زور آمائی ہوتی رہی آخر وہ معشوقہ پہلوان کو کھینچتی ہوئی تہ کو لیگئی یہ دونوں کف افسوس ملتے رہ گئے تماشائی نے فقیر سے اس انگور کے اوصاف دریافت کئے غرض فقیر تو مایوس ہوکر چلدیا مگر تماشائی دھونی رماکر وہیں بیٹھ گیا۔ جب وہ تاریخ آئی تو ہاتھ برآمد ہوا یہ شخص کنارہ پر آیا اور کہا کہ یہ ایک طلسم ہے دور سے انگور نظر آتا ہے اگر سچ ہے تو ہمارے قریب لاؤ تاکہ خوب دیکھ بھال کر اسکے اُٹھانے کو ہاتھ ڈالیں وہ ہاتھ قریب تر آگیا اس شخص نے خوب دیکھ بھال کے اور تاک لگاکے اس معشوقہ کے ہاتھ کے نیچے اپنا ہاتھ لیجاکر ایسی تھپکی دی کہ انگو اُچھلکر باہر آپڑا اور جھٹ دوڑکر اُٹھالیا اور تالاب کے اندر سے آواز آئی او دغاباز تو نے بڑا فریب کیا اب میرے ہاتھ سے بچ کے کہاں جائیگا او سنتے فوراً وہ انگور کھالیا اور اُڑکر چلدیا غرض یہ کہ جن کی قسمت میں نہ تھا وہ ڈوبکے مرگئے اور جس کے نصیب میں تھا اوسنے ایسی آسانی سے حاصل کیا ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَآءُ :۔

ایک روز ارشاد ہوا۔ کہ سات مسافر چلے جاتے تھے یکایک گھٹا اُمڈھی اور آسمان پر چھاگئی بجلی کوندنے لگی بادل گرجنے لگا ترشح شروع ہوگیا۔ ناچار مسافروں نے پہاڑ کی کھوہ میں پناہ لی لیکن بجلی دمبدم اس غار میں آتی اور واپس چلی جاتی تھی سب نے خیال کیا کہ بھائی ہم میں سے کسی نہ کسی کی قضا آئی ہے۔ ایسا نہو کہ ایک کے بدلے سب ہلاک ہوجائیں مناسب ہے کہ ایک ایک آدمی غار سے باہر نکلے جسکی قضا ہے اوسکو بجلی مار لیگی چنانچہ ایک نکلا دوسرا نکلا غرض یہ چھے آدمی غار سے باہر گئے اور ساتویں کو غار کے اندر ہی بجلی نے جلا دیا غرض ہے کہ جو کچھ ہونیوالا ہے وہ تو بہرحال ہوکر ہی رہتا ہے ؎

لاکھ سیان پت کو ڑھ بدھ کرد یکھے سب کوئی ان ہونی ہونی نہیں ہونی ہو سو ہو رہتی ہے

؎ یعنی ہمت اسم اعظم ہے۔

؎ دوزخ کے کا

دو چیز محال عقل است خوردن بیش از رزق مقسوم و مردن پیش از وقت معلوم فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا یَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا یَسْتَقْدِمُوْنَ ۝

ایک روز ارشاد ہوا۔ کہ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا بڑا لنگر خانہ تھا انواع و اقسام کے کھانے پکتے اور غربا و مساکین کھاتے ایکدن ایک مہمان آپکے دسترخوان پر کھانا کھا کر مسجد میں گیا وہاں دیکھا کہ ایک مرد خدا خوش صورت و خوش سیرت جو کے ستو سے روزہ افطار کر رہے تھے اس شخص نے کہا کہ حضرت یہاں ایک امیر کا لنگر خانہ جاری ہے مسافرین کے لئے صلائے عام ہے آپ بھی چلئے اور کھانا تناول فرمائے اُنہوں نے جواب دیا کہ میاں ہماری قسمت میں تو یہی ستو لکھے ہیں۔ پھر وہ مہمان حضرت امام حسن علیہ السّلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور مسافر مسجد کا حال سُنایا اور کہا کہ آپ اُن بزرگ کے لئے مسجد میں کھانا بھجوا دیں حضرت امام آبدیدہ ہوئے اور فرمایا کہ وہ میرے والد ماجد ہیں یہ سب اُن کے ہی دم قدم کی برکت ہے لیکن وہ سلطان تسلیم و رضا اور مرد میدان فقر و فنا ہیں دنیا کا عیش اُنکی نظر میں ہیچ ہے۔

عجبیں مشو کہ دولت شد شد نہ شد	ایں پنج روزہ حشمت شد شد نہ شد
ہمت بلند گرداں اقبال دین بکن	دنیا برائے شوکت شد شد نہ شد

حضرت امام حسن علیہ السّلام ہاں تو یہ فراخی اور وسعت تھی اور حضرت امام حسین علیہ السّلام کے یہاں ہمیشہ فقر و فاقہ اور تنگدستی رہتی تھی لیکن حضرت علی مرتضیٰ علیہ السّلام نے کبھی انکو وسعتِ لباس و طعام کی ممانعت فرمائی اور اُنکو ناز و نعم کی رغبت دلائی کیونکہ آپ پہنچے مرضی الٰہی سے آگاہ تھے اُن کے لئے تقدیر ازلی میں بھی یہی ہے کہ عیش و عشرت سے بسر کریں اور ان کے حق میں منشاء الٰہی یوں ہے کہ تنگی و عسرت کے عالم میں صبر و شکر رہیں۔ پلایا جب فروز ارشاد ہوا۔ کہ حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کو لوگوں نے جس نہج پر لیا دیا اس کے ساتھ پھر جب پہنچا اُن کا وعدہ نہ دیر کریں گے ہم ایک گھڑی اور نہ جلدی ۔ ۱۲

اگر آنحضرت کے زمانہ میں تزلزل واقع ہوتا تو لوگوں کے سینے معرفت سے پھاڑ کر دیتے ایک شخص مکان کا قبالہ لکھانے آیا تو اپنے یوں تحریر فرمایا هٰذَا مَا اشْتَرَى مَيِّتٌ مِنْ مَيِّتٍ دَارًا فِي بَلْدَةِ الْمَوْتِ مِنْ سَكَنَةِ الْغَافِلِينَ الْحَدُّ الْأَوَّلُ مِنْهَا مُنْتَهٰى إِلَى الْمَوْتِ وَالثَّانِي إِلَى الْقَبْرِ وَالثَّالِثُ إِلَى الْحِسَابِ وَالرَّابِعُ إِمَّا إِلَى الْجَنَّةِ وَإِمَّا إِلَى النَّارِ بھلا جب یہ سمجھ ہو تو سلطنت کا کام کیسے چلے اور سلطنت کے لئے رعب و سطوت بھی امر ضروری ہے آپکے دل میں تو شان رحم غالب تھی اسی وجہ سے سلطنت میں فتور پڑا جب جانتے کہ امیر معاویہؓ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں کانپ جاتے ایکبار حضرت عمرؓ نے تکلف و تزئین کی باز پرس کے واسطے انکو طلب کیا تھا خوف کے مارے تھرا گئے بدن کانپنے لگا عذر و معذرت کر کے جان بچائی ورنہ زبیر و بن تک اکھاڑ ڈالتے حضرت علی مرتضیٰ کی یہ کیفیت تھی کہ جب امیر معاویہؓ نے آپ سے جنگ کی اور کنارہ دریا پر قبضہ کیا تو آپکے لشکریوں کا پانی بند کر دیا لشکر والوں نے حملہ کیا اور اس مقام سے غنیم کو ہٹا دیا آپنے اپنے لشکر سے ارشاد کیا کہ جیسے تم پر پانی بند کیا تھا تم اُن کا پانی نہ بند کرو اِخْوَانَنَا بَغَوْا عَلَيْنَا لِيَكْسِرُوا بِكِبْرِيَاءِ وَلَا بِفَسَقَةٍ کسی شخص نے حضرت علی مرتضیٰ سے سوال کیا کہ کیا سبب ہے خلفاء ثلاثہ کے زمانہ میں نظم و نسق بخوبی رہا اور آپکے عہد میں یہہ تزلزل واقع ہوا۔ آپنے جواب دیا کہ اسکی وجہ یہہ ہے کہ اُن کے مشیر ہم تھے اور ہمارے مشیر تم ہو۔

ایک روز ارشاد ہوا۔ کہ ایک شیعہ تھے کہنے لگے کہ حضرت رسول صلعم کے پاس جبرائیل علیہ السلام ایکبار آتے تھے تو حضرت علیؓ کے پاس دو بار آتے تھے میں نے کہا کہ ہاں درست ہے خود رسول نے فرمایا ہے اَنَا مَدِيْنَةُ الْعِلْمِ وَعَلِيٌّ بَابُهَا جبکہ شہر میں کوئی ایکبار آئیگا تو ضرور دروازہ سے دو بار گذرے گا۔ لیکن اس سے دروازہ کو شہر پر کچھ فضیلت نہیں ہمارے بھائی ہیں بغاوت کی ہم پر نہ وہ کافر ہیں نہ فاسق ۱۲

[1] یہ خریدنے والا میت ہے میت سے ایک مکان کہ وہ مذنبین اور غافلین کے شہر میں حد اول اسکی موت تک دوسری حد اسکے قبر تک اور تیسری حد حساب تک اور چوتھی حد اسکی جنت کہ یا دوزخ تک ۱۲

ہوسکتی یہ بات سُنکر وہ خاموش رہے۔

ایک روز ارشاد ہوا - کہ جس زمانہ میں شجاع الدولہ ایران سے چلکر دہلی میں پہنچا ہے تو اس کے پاس سوائے ایک خنجر کے اور کچھ نہ تھا چوک کے بازار میں چلا جاتا تھا کہ ایک دیوانہ سا فقیر بولا ایک ٹکے میں وزارت اور دو ٹکے میں بادشاہی بکتی ہے۔ جسکو لینی ہے لیلو شجاع الدولہ یہہ صدا سُنکر اپنا خنجر ایک بنئے کے پاس لیگیا اور کہا کہ ایک ٹکہ میں گرو رکھہ لے اُس نے کہا کہ صاحب میں ایسی بیش قیمت چیز ایک ٹکہ میں نہیں رکھہ سکتا آپ یوں ہی لیجائے۔ ایک ٹکہ اُٹھاکر حوالہ کیا اُسنے لاکر فقیر کو دیدیا وہ بولا کہ وزارت مبارک مبارک یہاں سے جاتے ہی شاہی ملازمت میں داخل ہوا اور کچھ عرصہ کے بعد منصب وزارت پر پہنچ گیا اس کے بعد ارشاد ہوا کہ بھلا ہم پوچھتے ہیں اس فقیر نے سوائے شجاع الدولہ کے اور کوئی دس بارہ آدمی بھی وزیر یا بادشاہ بناوے اصل بات یہ ہے کہ جس کے مقدر میں وزارت تھی اس کے واسطے فقیر کی زبان بھی ہلی اگر کسی دوسرے کے لئے دعا کرتے بھی تو کیا ہوتا ابوجہل کی قسمت میں کفر تھا ہر چند کوشش ہوئی لیکن استدعائے رسول بھی مقرون باجابت نہوئی ؎ چاک کو تقدیر کے ممکن نہیں کرنا رفو + سوزن تدبیر گو ساری عمر سیتی رہے +

ایک روز ارشاد ہوا - کہ ایک خواجہ سرا بادشاہ دہلی کی طرف سے پانی پت کا عامل مقرر ہوا۔ کسی وجہ سے اسنے مبارز خاں کو جو کہ قلندر صاحب کے محبوب تھے ظلمانچہ مالا را یہہ خبر صاحب کو پہونچی آپنے ناراض ہوکر شاہ دہلی کو یہ رقعہ لکھا شحنہ دہلی را اعلام آنکہ پس در بریدہ ناحق ظلمانچہ بر روے درویش کشیدہ چنانچہ فریادش باسمان رسیدہ یا بجایش دیگرے بفرست ورنہ بجائے تو دیگرے رسیدہ بادشاہ یہ رقعہ پڑھکر ڈر گیا اور فوراً اُسکے بجائے دوسرا عامل تبدیل کردیا لیکن جو مرضی الٰہی ہوتی ہے اسمیں کوئی پیر یا پیغمبر دم نہیں مار سکتا جب بادشاہ وارد پانی پت ہوا تو اُسنے سُنا کہ قلندر صاحب کے مزار پر کئی من چاندی کا کٹھڑا

لہ ہمارے بھائی ہیں بغاوت کی ہمپر نہ وہ کافر ہیں نہ فاسق ۱۲

زیارت کے بہانہ سے آیا اور کٹھرا اکھڑوا کر لیگیا اسکو گمان گذرا کہ شاید قبر شریف بھی چاندی کی ہے
ایک ہاتھ تلوار کا مارا غلاف کٹ گیا قبر پر خط پڑا چنانچہ ابتک نشان موجود ہے اس غارتگری کے
بعد نادر شاہ نے کہا کہ قلندر پہلے تو قلندر نہ تھا۔ مگر اب بینے قلندر بنا دیا اسبات کو سُنکر
حاضرین مجلس میں سے ایک شخص بولا کہ حضرت اس گستاخی کی سزا قلندر صاحب نے نادر شاہ کو
کچھ ندی آپنے فرمایا کہ خلاف مشیت ایزدی کوئی کچھ نہیں کرسکتا دیکھو کربلا میں کیا معرکہ گذرا پیغمبر
خدا صلعم اور علی مرتضیٰ کے نورچشم لخت جگر کا گلا کاٹا گیا مگر تقدیر الٰہی میں کچھ دخل نہ دے سکے
پھر قلندر صاحب کون تھے جو نادر شاہ کو سزا دیتے حکم الٰہی اسی طور سے صادر ہو چکا تھا اگر مرضی
خدا نہ ہوتی تو جس بادشاہ کے نام رقعہ لکھا تھا اس کے حق میں بھی کچھ نکر سکتے یَفْعَلُ اللّٰہُ
مَا یَشَآءُ وَیَحْکُمُ مَا یُرِیْدُ ؎ اوست مر ہر پادشہ را پادشا + حکم اورا یفعل اللہ ما یشاء

ایک روز ارشاد ہوا۔ کہ کسی مقام میں ایک درخت پیپل کا تھا اکثر لوگ اسکی پرستش
کیا کرتے تھے ایک مرد متقی کو بُرا معلوم ہوا رات کے وقت کلہاڑا لیکر کاٹنے کو جا چڑھا۔ ہنز
ایک دو ہاتھ مارے تھے ایک خوبصورت عورت نظر آئی۔ اور کہا کہ تو یہ خیال چھوڑ دے
اور ایک اشرفی روز لے لیا کرو وہ متقی دام طمع میں پھنس گیا اور ایک اشرفی گرہ میں باندھ
وہاں سے چلدیا دوسرے دن اشرفی لینے آیا تو وہاں کچھ نہ پایا پھر کلہاڑا سنبھالا اور کاٹنے
کا ارادہ کیا تو آواز آئی کہ خبردار تیری گردن توڑ دیجائیگی اگر پتہ بھی توڑا پوچھا کیوں کہا کہ جب تک
تیری نیت خالصاً لِلّٰہ تھی اور اب اشرفی کے لالچ سے تونے یہ ارادہ کرا ہے جا اپنی راہ لے
ورنہ مارا جائیگا ؎ طمع راسہ حرف است و ہر سہ تہی + ازاں نیست مر مطمعاں را بہی۔

ایک روز ارشاد ہوا۔ کہ لاہور میں ایک مسلمان راجہ رنجیت سنگھ کا ملازم تھا وہ حضرت
غوث الاعظم کی گیارہویں کیا کرتا تھا ایک سال ایسا اتفاق ہوا کہ اسکو کچھ میسر نہ آیا ناچار گائے
جو اسنے پال رکھی تھی ذبح کر ڈالی اور فاتحہ کے لئے کھانا پکایا ایک ہمسایہ برہمن چیل کوؤں کا
ہجوم دیکھکر تاڑ گیا۔ اور اسکو آکر دھمکایا کہ تونے گائے ذبح کی ہے۔ راجہ کو خبر دیتا ہوں

اس نے بہت منت وسماجت کی کہ میں نے عالم مجبوری میں یہ کام کیا ہے اور خیر اب تو مجھ سے خطا ہوگئی تو معاف کر۔ آخر تیرا ہمسایہ ہوں جو میں مارا گیا تو تیرے کیا ہاتھ آئے گا اس برہمن نے ایک نہ سُنی اور کہا کہ میں تجھکو سزا دلاؤنگا۔ اب دربار میں جاکر دہائی دیتا ہوں جب اس نے دیکھا کہ دشمن کسیطرح نرم ہوتا ہی نہیں بقول شخصے مرتا کیا نکرتا کسی بہانہ سے اُسکو الگ لیگیا اور ایک ہاتھ تلوار کا ایسا چھوڑا کہ برہمن کے دو ٹکڑے ہوگئے جب آدھی رات ڈھلی تو اسکی نعش کو گٹھڑی میں باندھ دریائے راوی میں پھینکنے کیلئے چلا اتفاق سے رات بڑی تھی دروازہ شہر پر پہرہ والوں نے روکا کہ کون جاتا ہے جواب دیا کہ دھوبی ہوں انکو شک ہوا گٹھڑی ٹٹولی تو آدمی کی نعش معلوم ہوئی فوراً گرفتار کرلیا اور صبح کو راجہ کے سامنے پیش کیا اظہار کے وقت راجہ نے کہا کہ ہمکو سچ پسند ہے جو سچی بات ہو بیان کردی اسنے کہا کہ صاحب جو ہو سو ہو میں بھی سچ سچ کہے دیتا ہوں آیندہ آپکو اختیار ہے جو سزا چاہئے دیجئے یہ کہکر تمام ماجرا راست راست بیان کردیا راجہ بولا کہ اس کیفیت کے سُننے سے ہمارے دلکو یقین حاصل ہوگیا اور حقیقت میں تیرا اظہار ٹھیک ہے تو نے سچ بات ظاہر کردی اور ہم بھی سچ ہی کے طالب ہیں جا تیرا قصور معاف کیا برہمن اسی قابل تھا کیونکہ اس نے حق ہمسایہ کی اور تیری منت وعاجزی کا کچھ پاس و لحاظ نہ کیا اَلصِّدْقُ یُنْجِیْ وَالْکِذْبُ یُھْلِکُ۔

ایکروز ارشاد ہوا۔ کہ ایک سیّد صاحب راجہ بہرتپور کے ہاں سواروں میں نوکر تھے عید الضحےٰ کے روز سیّد نے گائے قربانی کی کسی مخبر نے راجہ کو خبر دی پکڑے گئے حکم ہوا کہ کل صبح کو توپ سے باندھکر اوڑا دو غریب سیّد نے حوالات میں دیوان حافظ منگا کر فال دیکھی تو یہ مصرع نکلا ع مرد ے از غیب برول آید و کارے بکند خیال کیا کہ ایسا کون غیب سے آئیگا جو مجھکو موت کے پنجہ سے چھڑائیگا۔ خدا کی شان نصف شب کے بعد راجہ کے گھر لڑکا پیدا ہوا صبح دم سیّد کے قتل کی خبر مشہور ہوئی شدہ شدہ رانی کے کان میں بھی اسکی بھنک پڑی اُسنے جلدی سے راجہ صاحب کو بُلوا کر کہا کہ خدا نے اپنے فضل وکرم سے یہ ایسا مبارک دن ہمکو دکھایا ہے کہ جسکا

شکریہ ہم سے ادا نہیں ہوسکتا اگر آج تمام خزانہ خالی کردیں اور سارے قیدیوں کی اس خوشی میں رہائی کردیں تو بھی کم ہے لیکن بڑے حیف کی بات ہے کہ آج کے دن آدمی کی ہتیا اور اشرف المخلوقات ایک حیوان کے بدلے میں مارا جائے یہ بدشگونی اور ناشکری تو ہرگز مناسب نہیں راجہ نے اُسید کو بلاکر فرمایش کی کہ جاؤ پھر ایسا کام نکرنا جب اگلے برس عید الضحےٰ آئی تو سید صاحب نے پھر گائے ذبح کی پکڑے گئے اور مثل سابق حکم قتل صادر ہوا پھر فال دیکھی وہی مصرعہ برامد ہوا اب سید کو انتظار ہوا کہ دیکھئے ابکی دفعہ کون آتا ہے اور ہمکو رہائی دلاتا ہے قدرت خدا اُسی صبح کو نواب لکھنؤ بہرتپور میں داخل ہوئے یہ ماجرا سُنا اور راجہ سے کہلا بھیجا کہ یہ بات مناسب نہیں کہ حیوان کے بدلے انسان کا قتل ہو خیر تمہارے سواروں میں ایک گستاخ بھی سہی مگر یہ شخص بڑا بہادر معلوم ہوتا ہے اسکی قدر کرو شاید کسی وقت کام آوے اور اسکے جوہر کھلیں راجہ نے خون معاف کیا اور سید سے کہا جاؤ تمکو عید کے دن کی قربانی معاف ہے پھر جو عید آئی تو سید صاحب نے گائے کی قربانی نہ کی راجہ نے بلاکر سبب پوچھا تو کہا کہ جب آپنے نفسانیت اور ضد چھوڑدی تو میں نے بھی انسانیت اختیار کرلی یہ بات راجہ کو پسند آئی اسکو اپنے محلات کا داروغہ مقرر کیا۔ اور معتمدین میں داخل فرمایا جب بہرتپور پر جنگ ہوئی تو سید بھی ایک حصہ لشکر کا سردار تھا نہایت جوانمردی سے لڑا اور جبتک زندہ رہا بھرتپور کو فتح نہونے دیا آخرکار جب توپ کے گولے سے اُڑگیا تو قلعہ بھی فتح ہوگیا۔ حقیقت میں بڑا بہادر آدمی تھا۔

ایکروز کسی شخص نے خدمت مبارک میں عرض کیا کہ حضرت جب یہ قاعدہ مسلم ٹھیرا کہ ہر امر وابستہ بہ تقدیر الٰہی ہے تو پیر و مرشد کی کیا ضرورت ہے اور وہ معاملات مقدر میں کیا تصرف کرسکتا ہے اُسوقت ارشاد ہوا کہ یہ تو سچا اور درست ہے کہ پیر تقدیر میں کچھ تغیر نہیں کرسکتا لیکن پیر باخبر کی تدبیر بھی موافق تقدیر ہوتی ہے اور طالب کو غایت تقدیر تک پہنچادیتی ہے۔ چنانچہ نقل ہے کہ کسی شہر میں ایک بڑا امیر کبیر تھا اس کے مکان پر ایک بزرگ رہا کرتے تھے امیر کے ہاں

ایک لڑکا پیدا ہوا اُس بزرگ نے فرشتہ تقدیر سے اس لڑکے کا مقدر دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ ایک گھوڑا ہمیشہ اس کے تھان پر رہا کریگا۔ پھر اس امیر کے گھر دوسرا لڑکا پیدا ہوا تو معلوم ہوا کہ یہ چڑیمار ہوگا۔ پھر اسکے گھر ایک لڑکی پیدا ہوئی۔ اُسکا حال منکشف ہوا کہ یہ بیسوا ہوگی بازار میں بیٹھے گی اور ہر شب ایک مرد اس کے پاس رہا کریگا وہ فقیر وہاں سے چلا گیا اور ایک مدّت کے بعد اس شہر میں آیا اور اس امیر کا حال دریافت کیا معلوم ہوا کہ میر کا سب کارخانہ درہم و برہم ہو گیا ہے ایک لڑکا تو سواروں میں پانچ روپیہ کا نوکر ہے۔ دوسرا لڑکا چڑیمار کا پیشہ کرتا ہے اور اسکی لڑکی بازار میں بیٹھ گئی ہے وہ فقیر یہ حال سُنکر بڑے لڑکے کے پاس گیا اگرچہ خود محتاج تھا مگر فقیر کی خدمت نان خشک سے کرتا رہا چند روز کے بعد فقیر نے ہدایت کی کہ نوکری چھوڑ دے اور گھوڑا اپنا بیچڈال اسکو طرح طرح کے خیال پیدا ہوئے لیکن فقیر کا معتقد ہو گیا تھا ایسا ہی کیا گھوڑا اچھے داموں کو بکا اگلے دن درویش کے کہنے سے ایک کم قیمت ٹٹو خریدا اور بیچڈالا یہی کام کرتا رہا چند روز میں مالا مال ہو گیا فقیر نے کہا بس تم یہی کام کیا کرو تمہارا گھوڑے سے خالی نہ رہیگا روز خریدو اور بیچو۔ اب ہم جاتے ہیں۔ پھر دوسرے لڑکے یعنی چڑیمار کے گھر گیا اُسکی کیفیت دریافت کی اور کہا کہ جب شکار کے لئے جاؤ ہمکو ساتھ لیچلو۔ دوسرے روز دونوں جنگل میں پہنچے اور جال لگا دیا۔ فقیر نے کہا جبتک شاہباز تیرے جال میں نہ پھنسے جال نہ کھینچنا وہ بولا حضرت بھلا میری تقدیر ایسی کہاں دو آنے روز بھی ملجائیں تو غنیمت ہے فقیر نے سمجھایا کہ خیر تو دیکھ تو سہی غرض بہت سے جانور آئے اور نکل گئے وہ چُپ بیٹھا رہا آخر شام کیوقت ایک شہباز جال میں آ پھنسا چڑیمار نہایت ہی خوش ہوا۔ اور سو روپیہ کو وہ جانور جا پہنچا فقیر نے کہا کہ میری یہ بات یاد رکھ جبتک شاہباز تیرے جال میں نہ پھنسے دوسرے جانور کو نہ پکڑنا چند روز میں وہ بھی اس طریقہ سے خوشحال اور دولتمند ہو گیا۔ اس کے بعد وہ فقیر بیسوا عورت کے پاس گیا اور اُس سے کہا کہ آج یہ کام کر کہ جبتک کوئی سو روپیہ ایک شب کے تجھکو نہ دے اُس کے پاس مت جائیو وہ بولی میاں صاحب میری [illegible] کی اوقات

چھوٹا مونہ بڑی بات بھلا مجھکو سو روپیہ والا کیوں پوچھے گا۔ فقیر نے کہا کہ خیر اسکا تجربہ کر دیکھ اُسنے تعمیل حکم کی اور بوخواہشمند آیا اُس سے سو روپیہ مانگے لوگوں نے کہا کہ تیری عقل ماری گئی ہے آخر آدھی رات کے قریب کوئی امیر آنکھوں کا اندھا گانٹھ کا پورا آہی پھنسا ہے :-

مرد مفلس را خدا زر مے دہد	قحبہ زن را ہر شبے نر مید ہد
بے مگس ہرگز نماند عنکبوت	رزق را روزی رساں برمید ہد

چند روز میں وہ عورت بھی مالدار ہوگئی فقیر نے وصیت کی کہ سو روپیہ سے کم قبول نہ کیا کر تجھکو کوئی نہ کوئی مل ہی جایا کریگا۔ وہ بولی آپ تو بزرگ آدمی ہیں۔ کچھ ایسی ہمت اور دعا کیوں نہیں فرماتے کہ میں ان افعال شنیعہ کی علت سے پاک ہو جاؤں۔ اُنہوں نے جواب دیا کہ سنو صاحب ہم تقدیر شکن نہیں ہیں یہ تو جو کچھ ہو رہا ہے مٹ نہیں سکتا اگر خدا کی طرف توجہ ہے تو اسی حال میں وہ بھی سہی یہ کہکر رخصت ہو گئے الغرض پیر باخبر نے ہر ایک کو تحصیل دولت مال کی ہدایت اسی راہ سے کی جو اس کے لئے مقدر تھا پس تقدیر کا بدل دینا پیر کا کام نہیں بلکہ پیر دانا طالب کو اسی راہ سے منزل مقصود کی رہنمائی کرتا ہے جو اسکے لئے مقدور و مقسوم ہے

ایک روز۔ راقم حاضر خدمت تھا آزادی اور بے تکلفی کا تذکرہ ہونے لگا آپنے فرمایا۔

حیات خوش محمات خوش کسے راست	کہ دنیا را بدنیا دار بسپرد
تکلف گر نباشد خوش تواں زیست	تعلق گر نباشد خوش تواں مرد
بے تعلق زیستن خود زیستن	با تعلق زیستن نگریستن
بگیر رسم تعلق ولا چو مرغابی	بود در آب چو برخاست خشک پر برخاست
گیرم کہ سیرت از بلور و پشم است	سنگش داند ہر آنکہ او را چشم است
این سند قاسم و سمور و سنجاب	در دیدہ بوریا نشینان پشم است

میاں سرمد صاحب اور ہرے بھرے صاحب دونو ایک جگہ بیٹھے تھے سرمد صاحب نے یہ شعر پڑھا

بود در دہر برنا بر سرما افسرا ✤ شد کلاہ ندی صندل در سرما۔ اس کے جواب میں میاں ہرے بھرے صاحب

نے فرمایا ؎ کے کشد بار کلاہ خمدی را سرما ٭ ہست موئے سر ما بر سر ما افسر ما + سچ ہے جو لوگ بے تعلق ہوتے ہیں بڑے مزے سے زندگی بسر کرتے ہیں ؎

زیر بار ند درختان کہ تعلق دارند	اے خوشا سرد کہ از بار غم آزاد آمد

ایک روز راقم حاضر خدمت ہوا جناب قبلہ نے یہ قطعہ ارشاد کیا۔

کسے در غم خود نشیند ازیں سنجیدہ تر سخنے	کہ در میخانہ گفتی زند بے خود بے سر و پائے
بزن جام و مرنجاں ہیچ چیزے را مشو منکر	کہ ہر موئے سلیمان ہست در چشم ہست عنقائے

پھر فرمایا کہ ہم اجمیر شریف میں عرس دیکھنے کو گئے تو بانوؤں کا گروہ ہا ہی مراتب لیکر نکلا انکی گفتگو ہمکو بہت پسند آئی ایک عجیب کیفیت تھی سر گروہ کے آگے پیچھے دائیں بائیں چار آدمی ہیں پچھلا آدمی کہتا ہے ؎ دل بدست آور کہ حج اکبر است ٭ از ہزاراں کعبہ یک دل بہتر است ٭ اگلا آدمی بولتا ہے ؎ کعبہ بنگاہ خلیل آذر است ٭ دل گذر گاہ جلیل اکبر است ٭ بائیں طرف والا آواز لگاتا ہے کعبہ ہر چندے کہ خانہ بر اوست ٭ دل گرایں نیز خانہ تر اوست ٭ داہنی طرف والا ندا کرتا ہے تا بکرد آن خانہ را دروے نرفت ٭ واندریں خانہ بجز آں ہی نرفت ۔ سب کے بعد سر گروہ صاحب فرماتے ہیں ؎ گر ہمہ دانی کہ در ہر دل خداست ٭ پس ترا تعظیم ہر دل مدعاست

ایکروز حافظ سعد اکبر صاحب مخدوم زادہ پانی پتی نے خدمت مبارک میں عرض کیا کہ حضور دہلی میں دربار قیصری منعقد ہوا ہے کہ ایک مجمع کثیر اور تماشائے بینظیر ہوگا بہت لوگ جاتے ہیں میرا بھی ارادہ ہے کہ جاؤں کیا حضور کا جی اس سیر کو نہیں چاہتا ۔ اس بات کے جواب میں ارشاد ہوا کہ میاں سعد اکبر آپنے دربار قیصری کا تماشا بڑا سمجھا ہوگا ذرا دربار الٰہی کا جلسہ تو دیکھو کیا ہو رہا ہے قولہ تعالےٰ تُولِجُ اللَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَتُولِجُ النَّهَارَ فِي اللَّيْلِ وَتُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَتُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَتَرْزُقُ مَنْ تَشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝ اگر یہ تماشا کم ہو تو وہاں چلیں ؎ عمر بسر دشت میں گر صحرا نوردی کی تو کیا ٭ سیر کے قابل جو تھا دل کا بیابان رہ گیا وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُّبِينٍ ۝ کتاب مبین سے مراد جسم انسان ہے اللہ تعالےٰ

نے جسم انسان میں دونوں جہان پیدا کردے ہیں یہ کیا کم ہے جو دوسری جگہ جاویں۔
ایک روز کسی شخص نے صحبت فقرا کا انکار کیا۔ جناب قبلہ نے فرمایا کہ ہاں سچ ہے۔

فائدہ کیا کرے صحبت جو نہو استعداد　　باغ میں جاکے کبھی زاغ خوش الحاں نہو

مگر صحبت کی تاثیر بھی ضرور ہوتی ہے ؎

پسر نوح با بداں بنشست	خاندان بنوتش گم شد
صحبت صالح ترا صالح کند	صحبت طالح ترا طالح کند

وَمَنْ اَرَادَ اَنْ یَّجْلِسَ مَعَ اللّٰہِ فَلْیَجْلِسْ مَعَ الْفُقَرَاءِ یعنی صحبت فقرا عین مجلس الٰہی ہے۔ ہم نے بابری میں دیکھا کہ ایک کتے کو ٹرک ابھری مالکنے آم کے درخت سے باندھ دیا جب ٹرک کا روز ہوا تو درخت کو جھنجھوڑتا آخر تیں دن میں کتا مرگیا اور مہینہ بھر کے بعد وہ درخت بھی خشک ہوگیا اُس شخص نے درخت کاٹا اور جلانے کے لیے گھر لے آیا جسکو اُس لکڑی کا دھواں لگا اُسکو بھی ٹرک ابھری بھلا جب باولے کتے کی یہ تاثیر ہے تو کیا فقیروں میں اتنا بھی اثر نہیں پیر کامل کی تعلیم کبھی ضائع نہیں جاتی کبھی نہ کبھی اُسکا ظہور ہوتا ہے ؎ مردان خدا خدا نباشند لیکن ز خدا جدا نباشند ؎

ایکروز کسی شخص نے آنکر عرض کیا کہ حضرت میرے نزدیک تو دنیا میں کوئی کامل اور مرد خدا نہیں ہے۔ اُسوقت ارشاد ہوا کہ ہاں تم سچ کہتے ہو اگر کوئی ہندوستان کا باشندہ کہے کہ دُنیا میں کوئی مسلمان بادشاہ نہیں تو وہ سچا ہے اسلئے کہ اُسنے اپنے ملک میں کبھی نہیں دیکھا۔ لیکن جو لوگ کہ ملک روم میں رہتے ہیں اور سلطان روم کو دیکھتے ہیں بھلا وہ اس بات کو کب تسلیم کریں گے کہ کوئی مسلمان بادشاہ نہیں ہے۔

لہ تو لاوے رات کو دن میں اور تو لاوے دن کو رات میں اور تو نکالے جیتا مردے اور تو نکالے مردہ جیتے سے اور تو رزق دے جسکو چاہے بیشمار ۱۲ ؎ ہرانہ سوکھا جو کھلی کتاب میں نہیں ۱۲

ایک روز کسی شخص نے کہا اولیا اللہ سے کچھ فیض نہیں ہو سکتا۔ بعد مردن مثل جماد ہو جاتے ہیں اُسوقت ارشاد ہوا کہ ہمکو ایک نقل یاد آئی دکن میں ایک فاحشہ عورت مر گئی تھی جنگل میں دفن کی گئی۔ اُس جانب کو جو شخص تنہا جاتا وہ چھلاوہ بنکر خواہش پوری کراتی تعجب ہی کہ ایک فاحشہ عورت تو اپنے فحش میں ایسی کامل ہو اور اولیا اللہ سے کچھ بھی فیض نہو عظیم آباد پٹنہ میں پن ڈبوں کا جرا مشہور و معروف ہی۔ یعنی پن ڈبی مثل بھوت مشہور ہیں اور دریائے گنگ میں مردے بھلس کر بہائے جاتے ہیں اور وہ بھوت بن جاتے ہیں اُنکا وتیرہ یہ ہی کہ اگر رات کے وقت کوئی شخص تنہا کنارہ دریا پر چلا جاتا ہے تو وہ پن ڈبے اسکو زبردستی دریا میں کھینچ لے جاتے ہیں اور آپ جیسا بنا لیتے ہیں جس زمانہ میں ہم شاہ عبد العزیز صاحب سے پڑھتے تھے تو ایک طالب علم تھا نہایت پاکیزہ صورت اُس کے پاس ایک چڑیل خوبصورت عورت بنکر آیا کرتی اور دو روپیہ ہر شب کو دیجاتی اور تمام رات اُسکے پاس رہتی ایک رات دونوں ایک چارپائی پر سوتے اور چراغ دس گز کے فاصلہ پر جل رہا تھا طالب علم نے اس سے کہا کہ جا چراغ گل کر دے اُسنے وہیں سے ہاتھ بڑھا کر چراغ بجھا دیا یہ کیفیت دیکھکر طالب علم سہم گیا۔ عورت بھی تاڑ گئی بہت کچھ اسکی تسلی و تشفی کی اور کہا کہ میں تجھپر عاشق ہوں تو کسیکا اندیشہ نہ کر خیر بصد مشکل رات بسر کی اور صبح کو یہ ماجرا شاہ صاحب کی خدمت میں عرض کیا حضرت نے ایک تعویذ لکھکر اُس کے بازو پر بندہ دیا رات ہوئی تو وہ عورت حسب عادت آئی مگر دور کھڑی رہی اور اُس سے کہا کہ میں نے تیرے ساتھ کیا برائی کی تھی جو تو ایسا ظلم مجھپر کرتا ہی یہ تعویذ کھول ڈال اب میں چار روپیہ روز دیا کرونگی لیکن اسنے تعویذ نہ کھولا آخر وہ چلی گئی۔ بھلا جب بھوت چڑیلوں کو ایسی طاقت ہوتی ہے تو کیا اولیا اللہ ان سے بھی گئے گذرے ہیں کہ وہ بعد مردن جماد ہو جاویں۔

ایک روز ارشاد ہوا۔ کہ سید حسن رسول نما علیہ الرحمۃ کی بی بی صاحبہ نے ایک روز کہا کہ لوگوں کو

لہ اور جس نے ارادہ کیا کہ بیٹھے اللہ کے ساتھ پس وہ بیٹھے ساتھ فقروں کے ۔

حضرت رسولخدا صلے اللہ علیہ وسلم کی زیارت تم کرا دیتے ہوں چاہتی ہوں کہ یہ سعادت مجھکو بھی نصیب ہو۔ فرمایا کہ آج تم نہاؤ اور اچھی پوشاک پہن کر دلہن کی طرح خوب بناؤ سنگار کرو انھوں نے حسب ایما تعمیل کی اتنے میں اس نیکبخت بی بی کے بھائی تشریف لائے سید حسن صاحب نے کہا کہ میاں ذرا اپنی بہن کو سمجھاؤ دیکھو بڑھاپے میں کیا بناؤ سنگار کیا ہے میں تو بڈھا ہوگیا اب کیا دوسرا خصم کریگی وہ جاکر دیکھتے ہیں تو فی الحقیقت نہایت سج دھج سے دلہن بنی بیٹھی ہیں کہا اے بہن تمہیں کیا بھوت پڑ گئے۔ یہ کیا سوانگ بنایا ہے بھائی سچ مچ فرماتے ہیں کیا تمکو اس بڑھاپے میں دوسرے خاوند کی ہوس ہے یہ بات سنتے ہی اوس نیکبخت بی بی نے چوڑیاں توڑ دیں کپڑے پھاڑ ڈالے اور رو رو کے اپنا بُرا حال کیا اس بڈھے نے تجھسے تو کیا کہا اور بھائی سے کیا کہدیا۔ اس رونے پیٹنے اور غم و غصہ کی حالت میں آنکھ لگ گئی آنحضرت صلعم کی زیارت سے مشرف ہوئیں اُٹھیں تو نہایت ہشاش و بشاش اُٹھیں سید صاحب سے پوچھا یہ کیا بھید تھا آپنے فرمایا کہ تیرے دل میں غرور تھا تو مجھکو حقیر سمجھتی تھی جب وہ جاتا رہا اور سوز و گداز تیرے دل میں پیدا ہوا تو زیارت ہوگئی۔ غرض یہ ہے کہ طالب جبتک انانیت سے نہیں گذرتا واصل مطلوب نہیں ہوتا۔

نیست از خود شو کہ تا یابی نجات	چوں تو بر خیزی نشیند حق بجات

ایک روز ارشاد ہوا۔ کہ حضرت ابوبکر شبلی علیہ الرحمۃ کی خدمت میں دو شخص بارادہ بیعت حاضر ہوئے ان میں سے ایک کو فرمایا کہ کہو لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ شبلی رَّسُوْلُ اللّٰہِ اُسنے کہا کہ اجی لاحول وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ آپنے بھی یہی کلمہ پڑھا اسنے پوچھا کہ اپنے لاحول کیوں پڑھی اُسنے انکار کیا کہ تم نے کیوں پڑھی بولا کہ میں نے اسواسطے پڑھی کہ ایسے بے شرع کے پاس مرید ہونے آیا۔ آپنے فرمایا کہ ہم نے اس لئے پڑھی کہ ایسے جاہل کے سامنے راز کی بات کہدی۔ اس کے بعد دوسرے شخص کو بلایا اور وہی فرمایا کہ کہو لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ شبلی رَّسُوْلُ اللّٰہِ اس نے جواب دیا کہ حضرت میں تو آپکو کچھ اور ہی سمجھکے آیا تھا آپ تو رے ہی

گرپڑے رسالت ہی پر قناعت کی آپنے ہنسکر فرمایا کہ اچھا تمکو تعلیم کریں گے پس ہر شخص کا فہم و حوصلہ جُدا ہوتا ہے ورنہ بات ایک ہی تھی جو ایک کے دل میں نہ سمائی اور انکار پیدا کیا دوسرے کا حوصلہ اس سے اعلیٰ تھا حضرت شبلی کا یہ مطلب نہ تھا جو شخص ظاہر بین نے سمجھا بات یہ تھی کہ جو شخص تعلیم و تلقین اور ہدایت و ارشاد کرتا ہے طالب کے لئے وہی رسول ہے اور رسالت الٰہی کا کام انجام دیتا ہے۔

ایک روز یہ شعر حضرت خواجہ نقشبند علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہوا ؎

اوّل ما آخر ہر ہستی	آخر ما جیب تمناہی

راقم نے یہ شعر سنکر کہا کہ اگر حضور قصور معاف ہو تو کچھ عرض کروں۔ فرمایا اچھا کہو میں نے عرض کیا کہ یہہ تو خواجہ نقشبند رح نے حضور ہی کی شان میں پیشین گوئی فرمائی ہے۔ کیونکہ یہاں ابتدا ہی سے طالب کو تعلیم توحید ہوتی ہے اب آگے بجز جیب تمناہی اور کیا ہے جو تمام سیر سلوک کا مرکز و منتہا ہے وہ یہاں کی ابتدا ہے فرمایا کہ ہمکو ایک بات یاد آئی بمقام پران کلیر مخدوم صاحب کے مزار پر ہم مقیم تھے ایک دفعہ نماز مغرب کے وقت چند آدمی جمع ہوئے حسب اتفاق ایک خانصاحب نے ایک جولاہہ کو جو بڑا سا عمامہ باندھے کھڑا تھا امام بنا دیا اس کے اوسان کچھ ایسے خطا ہوئے کہ بغیر قرأت فاتحہ اوّل ہی سے قُلْ ھُوَ اللّٰہ شروع کردی مٹھائی کو جو غصہ آیا تو نیت توڑکر بولے کہ ابے جولاہے قل ہواللہ تو تو نے پہلے ہی پڑھ دی اب آگے اپنی (ایسی تیسی) ضم کریگا۔ جبکہ ابتدا ہی سے تعلیم توحید ہوئی تو اب [illegible] ہی کیا دھرا ہی جسکو سالک طے کرے نہ کوئی منزل ہے نہ مقام نہ کشف و کرامت [illegible] اطوار نہ ذکر نہ فکر توحید ہے یا فنا اگرچہ طالب کے لئے توحید زہر ہے مگر ہمکو تو اور [illegible] معلوم ہوتا ہے ہرچہ بر خود نہ پسندی بر دیگراں مپسند۔ غرض تو ہر ہستی و بندگی کی [illegible] الْقَلْبِ عن مَا سِوَی اللّٰہ ہے پھر کیا ضرورت ہے کہ پس پشت ہاتھ گھما کر [illegible] سے ناک کو بتائے۔ سیدھا ناک ہی پر ہاتھ کیوں نہ رکھے اور مقام توحید اصطلاح صوفیہ میں

وہ ویران (اجاڑ گاؤں) کہلاتا ہے چنانچہ مولانا روم فرماتے ہیں ؎

عاشقاں را ہر نفس سوزیدنی است　　بر دہ ویراں خراج و عشر نیست

پس کوئی برا مسافر ہوتا ہے جو اُجاڑ گاؤں میں ٹھیرے ورنہ یہاں کسکا جی لگتا ہے ہر چند کہ بحسب تفاوت مراتب تمام کاملین پر حالت توحید گذری ہے۔ مگر ایسے بہت کم ہیں جنھوں نے یہاں جھونپڑی ڈالدی ہو۔ ؎

سب سے بیگانہ ہے اے یار شناسا تیرا　　جو پر آنکھ نہ ڈالے کبھی شیدا تیرا

ایک روز۔ ارشاد ہوا کہ آدمی جس خیال میں مریگا اوسی خیال میں قیامت کے روز اُٹھیگا۔

سپندرا نیکہ مہرت از دل عاشق رود ہر گز　　چو میرد مبتلا میرد چو خیزد مبتلا خیزد

چو بعد از مرگ من بینی گمیہ بر گور من رستہ　　نوشتہ نام آنجانان بہر برگ گیا خیزد

ایک بہروپیا ہمیشہ نیا بہروپ بناکر بادشاہ کے روبرو جاتا کہ دھوکہ دیکر انعام لے لیکن بادشاہ کبھی اس کے داؤں میں نہ آتا ؎ بہر رنگے کہ خواہی جامہ در پوش + من از رفتار پایت مے شناسم نا چار ہوکر بہروپیا ایک جوگی کے پاس گیا اور کپالی چڑھانی سیکھی یعنی جوگ کی پھر جوگی بنکر اپنے شہر کے سواد میں آنکر ٹھیرا ایک مختصر سا گنبد بنایا اور چند چیلے جمع کئے اور حسب معمول جوگیہ جیس دم کرکے بیٹھ گیا گنبد کا دروازہ تیغہ کرادیا اس خیال سے کہ بادشاہ وقت یہ خبر سُنکر کہ ایک فقیر اتنی مدت سے ایک مکان میں بند ہے یہاں آئیگا اور مکان کھلوائیگا تو میں پھر زندہ ہوجاؤنگا۔ اور اُس سے انعام لونگا خدا کی قدرت چند روز میں ایک انقلاب عظیم واقع ہوا نہ وہ بادشاہ رہا نہ وہ سلطنت شہر بھی تاراج و برباد ہوگیا جوگی کے چیلے بھی بھاگ گئے اور گنبد ویسا ہی در بند پڑا رہا دو صدی کے بعد جب اس شہر میں پھر رونق اور آبادی ہوئی تو کسی شخص نے اس گنبد کو مسمار کرایا۔ دیکھا کہ ایک آدمی صحیح و سالم مراقب بیٹھا ہے لوگوں کا ہجوم ہوگیا۔ اتنے میں ایک جوگی آگیا اُسنے پہچان لیا اور اپنے قاعدہ کے موافق اسکا

ل پاک کرنا دل کا ہے غیر اللہ سے ۱۲

علاج کیا۔ روح نے تمام بدن میں سرایت کی ہوش وحواش درست ہو گئے اُٹھ بیٹھا اور بولا لاؤ میرا گھوڑا جوڑا لوگ متحیر ہوئے کہ الٰہی اس شخص کو یہ ہذیان ہے یا خفقان ہے خدا جانے کیا بکتا ہے۔ اُس سے کیفیت دریافت کی تو تمام ماجرا اپنا بیان کیا کہ صرف گھوڑے جوڑے کی غرض سے میں نے یہ عمل فلاں بادشاہ کے عہد میں کیا تھا اب بیدار اور ہوشیار ہوا تو وہی خیال رہا کہ بادشاہ نے مجھکو اُٹھایا ہے۔ غرض یہ ہے کہ جو اعمال وافعال وردووظائف یا ریاضت و محنت طالب سالک کرتا ہے اسکا اثر بیشک مترتب ہوتا ہے۔ لیکن جبتک تصفیہ ماسوی اللہ نہیں سب بے سود ہیں کیونکہ ان آثار واطوار میں بھی وہی سوجھیگا جو دل میں بسا ہوا ہے۔ گناہوں کے خوف زدہ نجات طلب کریں گے اور ثواب کے امیدوار بہشت کا دم بھریں گے غرض جو جسکا خیال ہے وہی رہیگا سب خواہش نفس اور معبود باطلہ میں گرفتار ہیں۔ خدا کا طالب کوئی برلا ہی نکلیگا۔

مرد عاشق را نباشد ملتے	عاشقاں را مذہبے نے ملتے
مذہب عشق از ہمہ دینہا جداست	عاشقاں را مذہب و ملت خداست

ایک روز ارشاد ہوا۔ ایک بادشاہ نے نقاشان چین ومصوران روم جمع کئے اور حکم دیا کہ ایوان شاہی میں وہ نقاشی کرے جو زیادہ صناع ہو دونوں گروہوں نے اپنی ہنر مندی کا دعوے کیا آخر یوں ٹھیری کہ مکان کے اندر ایک دیوار پر چینی کام کریں اور دوسری پر رومی اور ایک پردہ دونوں کے درمیان حائل رہے تاکہ پردہ اُٹھانے کے بعد دونوں کی صنعت کا مقابلہ کیا جاویگا غرض چینیوں نے طرحطرح کی گلکاری اور رنگ آمیزی کی اور رومیوں نے اپنی دیوار کو مصالحہ دیکر ایسا صاف وشفاف بنایا کہ آئینہ ہوگئی آخر کار پردہ اُٹھایا کیا تو دونوں جانب یکساں بہار تھی اور مانی چین کی نقاشی آئینہ سکندر میں جلوہ گر۔ دونوں فریق اپنے اپنے کمال میں یکتا نکلے۔ لیکن رومیوں کی صفائی فوقیت رکھتی تھی کیونکہ چونکہ یا گلکاری اُسکے مقابل آئے گی وہ بالضرور اُس کے اندر جلوہ گر ہوگی اور اگر سامنے سے اُٹھالیا جائے تو صاف آئینہ ہی

اے مانی نقاش چیں روصورت یار م ببیں یا نقش کن بر این چنیں یا ترک کن صورت گری

اسی طرح فقراء کے دو فرقے ہیں۔ ایک رنگ صفات میں اپنا کمال ظاہر کرتے دوسرا بیرنگی ذات میں اپنا کمال ظاہر کرتا ہے۔

ایک روز ارشاد ہوا۔ کہ حضرت یوسف علیہ السلام کا ایک دوست تھا لڑکپن کے زمانہ کا وہ کنعان سے مصر میں آیا حضرت سے ملاقات ہوئی فرمایا کہ یار ہمارے واسطے کیا تحفہ لایا ہے اُسنے جواب دیا کہ حضرت تمہارے لایق تو کوئی چیز مجھکو میسر نہ آئی کہ تحفہ لاتا مگر ہاں آپکی نذر کیلئے آپ ہی کو لایا ہوں یہ کہکر آئینہ پیش کیا۔

آئینہ آوردمت اے روشنی	تا چو بینی روئے خود یادم کنی
آئینہ بیروں کشید او از بغل	خوب را آئینہ باشد مشتغل

اسی طرح اللہ جل شانہ بروز قیامت ہر ایک سے تحفہ طلب کریگا۔ پس جو شخص تطہیر القلب عن ما سوی اللہ کا آئینہ یعنی قلب سلیم زنگار دوئی سے صاف و شفاف کیا ہوا پیش کریگا وہی پسند و مقبول ہوگا ورنہ شرمساری اُٹھائیگا یوم لا ینفع مال ولا بنون الا من اتی اللہ بقلب سلیم۔

دل چہ باشد مطلع انوار حق	دل چہ باشد منبع اسرار حق
در حقیقت داں کہ دل شد جام جم	مے نماید اندرو ہر بیش و کم
دل بود مرآت وجہ ذوالجلال	در دل صافی نماید حق تعال
پیش سالک عرش رحمٰن است دل	جملہ عالم چوں تن و جان است دل
دل مقام استوائے کبریاست	دل نباشد آنکہ با کبر و ریاست

ایک روز کشف و کرامت کا ذکر آیا۔ اُسوقت ارشاد ہوا کہ حضرت محی الدین کا قول ہے کہ الکشف حیض الرجال والکرامۃ نفاس الرجال۔ یعنی کشف و کرامت مردوں کا حیض و نفاس ہے اس کے معنی لوگوں نے یہ لگائے ہیں کہ کشف و کرامت نکمی چیز ہے

لیکن ہماری سمجھ میں تو یہ بات آتی ہے کہ جیسے حیض عورتوں کے لئے نشان بلوغ ہے اسی طرح کشف سالک کیلئے علامت بلوغ ہے۔ اور جیسے نفاس بعد ولادت فرزند ظاہر ہوتا ہے۔ اسی طرح کرامت بعد حصول یقین ظہور پکڑتی ہے یعنی جیسے حیض و نفاس کے درمیاں ایک نتیجہ ہے ایسا ہی کشف و کرامت کے درمیاں یقین ہے اور بغیر یقین کامل کے کمال ایمان و اطمینان قلب نہیں ہوتا اسی واسطے مردان خدا نتیجہ کو اصل سمجھتے ہیں نہ اس کے اطراف یعنی کشف و کرامت راہ سلوک میں دو مقام ہیں نہ اصل مقصود۔ اور اولیاء اللہ ہمیشہ راہ الوا میں قدم رکھتے ہیں اور حصول معرفت میں ھَلْ مِنْ مَزِیْد کا دم بھرتے ہیں۔

ہر کشف براں چہرہ نقاب دگرست	ہر بحر دریں راہ سرابے دگرست
از رفع حجاب خویش مغرور مباش	کایں رفع حجاب ہم حجابی دگرست

ایک روز ارشاد ہوا - کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جناب الٰہی میں عرض کیا کہ وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِیْمُ رَبِّ اَرِنِیْ كَیْفَ تُحْیِ الْمَوْتٰى قَالَ اَوَلَمْ تُؤْمِنْ قَالَ بَلٰى وَلٰكِنْ لِّیَطْمَىِٕنَّ قَلْبِیْ قَالَ فَخُذْ اَرْبَعَةً مِّنَ الطَّیْرِ فَصُرْهُنَّ اِلَیْكَ ثُمَّ اجْعَلْ عَلٰى كُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا ثُمَّ ادْعُهُنَّ یَاْتِیْنَكَ سَعْیًا ؕ یعنی جسوقت کہا ابراہیم علیہ السلام نے کہ الٰہی دکھا مجھکو کیونکر زندہ کریگا تو مردے کو حکم ہوا کہ کیا تو ایماں نہیں لایا عرض کیا کہ میں ایمان تو لایا ہوں۔ لیکن اسواسطے کہ اطمینان ہو میرے قلب کو فرمایا تو پکڑ چار جانور اُڑتے پھر اُن کو ملا اپنے ساتھ پھر ڈال ہر پہاڑ پر اُنکا ٹکڑا ایک ایک پھر اُن کو پکار کہ آویں تیرے پاس دوڑتے جب یہ سب کچھ دیکھ بھال تو خاموش ہوکر بیٹھے۔ اب فرمائے خود پیغمبر تو اس طرح اطمینان کریں اور ہمکو ایمان بالغیب کی ہدایت کو یہ عجیب بات ہے ؎ گہہ چنیں نماید گہہ چناں ۔ جز کہ حیرانی نباشد کار دیں ۔

ایک روز حاضر خدمت ہوکر میں نے عرض کیا ؎

باز گو از بخدو از یاراں بخد ۔ تا درود دیوار ہا آرد ی بوجد ۔ اُسوقت ارشاد ہوا۔

؎ جس دن نہ کام آوے کوئی مال اور نہ اولاد مگر جو کوئی آیا اللہ پاس لے کر دل چنگا۔

بو کی طرح سے غنچہ و گل میں سمائے	فصل بہار آئی ہے کچھ رنگ لائے
زلفِ دوتائے یار میں دل کو پھنسائے	جس رنگ میں ہو یار وہی رنگ لائے

جب حضرت بایزید بسطامی کو فقر میں عروج حاصل ہوا۔ تو عرش پر پہنچے عرشیوں سے سوال کیا کہ خدا کہاں ہے۔ اُنھوں نے جواب دیا کہ صاحب ہم تو سنا کرتے ہیں کہ خدا زمین پر ہے تعجب ہے کہ آپ یہاں ڈنڈے آئے۔ واہ سبحان اللہ تعالےٰ شانہٗ عَمَّا یَصِفُوْنَ ۝

یہاں بیت الصنم خالی وہاں بیت الحرم خالی	پتا لگتا نہیں اسکا عجب خالی عجم خالی

ہست ہر ذرہ یعقوبے دگر	یوسف گم گشتہ را پرسد خبر
ایں طرفہ کہ از محمل لیلےٰ خبرے نیست	بر داشت زجا بادیہ را شور جرسہا
نہیں ملتا ترے ناقہ کا پتہ اے لیلےٰ	چھان مارے تیری مجنوں نے بیاباں کتنے

مجنوں سے مراد عارف ہے اور بیابان ہفت وادی فقر ہیں یعنی اول طلب دوم عشق سوم عرفان چہارم توحید پنجم استغنا ششم فنا ہفتم بقا۔

ایک روز عرفان حق شناسی کا ذکر آگیا۔ اُسوقت ارشاد ہوا کہ نہ یہ کسی گناہ سے زائل ہونیوالی ہے مٹے نہ زنا سے گھٹے ہاں جو اُمور کسبی ہیں یا داخل مراتب ہیں البتہ جاتے بھی ہیں دیکھو شیطان ملعون و مردود ہوگیا اپنے رتبہ سے خارج کیا گیا لیکن عرفان حق شناسی جو کچھ اسکو حاصل تھا اب بھی ہے اس میں کچھ فرق نہیں آیا مثلاً کسیکو قل ہو اللہ یاد ہو کسی حالت میں بھول نہیں سکتا۔

ایک روز ارشاد ہوا۔ خوشتر آں باشد کہ سر دلبراں ✤ گفتہ آید در حدیث دیگراں ✤

سلطان محمود غزنوی کی اکثر یہ حالت تھی کہ رات کو لباس تبدیل کر کے شہر میں پھرا کرتا ایک شب ایسا اتفاق ہوا کہ ایک ویرانہ میں چار آدمی نظر پڑے بادشاہ نے پوچھا کہ تم کون ہو اونہوں نے جواب دیا کہ ہم چور ہیں اُسنے کہا میں بھی تمہارا ہم مشرب ہوں صلاح یہ ہے کہ چلو آج بادشاہی محل میں چوری کریں سلطان نے کہا کہ پہلے اپنے اپنے اوصاف بیان کرو ایک چور بولا کہ میں جانوروں کی بولی سمجھتا ہوں کہ میں قوت شامہ سے خزانہ کی جگہ کو معلوم کر لیتا ہوں تیسرے نے کہا کہ میں

بغیر کنجی قفل کھول لیتا ہوں چوتھے نے کہا کہ میں جس شخص کو شب تار میں دیکھوں تو لاکھوں میں پہچان سکتا ہوں اب سلطان کی باری آئی یہ بولے کہ مجھ میں یہ کمال ہے کہ اگر مجرم کو پھانسی ملتی ہو اور میں ذرا سر ہلا دوں تو فوراً رہائی ہو جائے چور اس بات سے نہایت خوش ہوئے اور کہا کہ بھائی تیرا کمال سب سے بڑھکر ہے جب تو ہمارے ساتھ ہے تو پھر ہمکو کیا خوف ہے۔ پانچوں آدمی شاہی محل کی طرف چلے راہ میں ایک کتا بولا بادشاہ نے پوچھا یہ کتا کیا کہتا ہے پہلا شخص بولا کہ کتا یوں کہتا ہے کہ تم میں ایک بادشاہ ہے۔ بادشاہ نے پوچھا کہ بھلا ہم میں سے کسکو بادشاہ بناتا ہے اُسنے کہا کہ بس اتنا ہی کہکر چپ ہو گیا۔ پھر محل کے اندر پہنچے ایک نے خزانہ پہچانا ایک نے بغیر کنجی قفل کھولا مال لیکر اپنے گھر کو جانے لگے اُس وقت بادشاہ نے نام و نشان سب کا پوچھ لیا صبح کو شور و غل ہوا کہ بادشاہی خزانہ میں چوری ہو گئی بادشاہ نے اُن چاروں چوروں کو گرفتار کرا منگایا اور حکم دیا کہ ہمارے سامنے مت لاؤ سولی دینے کے لئے لے جاؤ۔ مگر جبتک ہم حکم نہ دیں سولی نہ دینا۔ جب وہ چور زیردار پہنچے تو اُس میں کہا کہ ہمارا پانچواں یار کہاں ہے ایک بولا کہ میاں رات کتے نے خبر دی تھی شاید وہ بادشاہ ہو چوتھے نے کہا کہ اگر رات بادشاہ تھا تو میں اس وقت ضرور پہچان لونگا۔ یہ گفتگو کر کے سرہنگان شاہی سے کہا کہ سولی تو ہمارے واسطے تیار ہے ایکدفعہ ہمکو بادشاہ کے روبرو لیچلو یہ اطلاع حضور سلطان میں کی گئی حکم دیا کہ اچھا بلاؤ جب سامنے گئے تو جس چور میں شناخت کا کمال تھا وہ بولا کہ حضور ہم چاروں کے اوصاف تو ظاہر ہو چکے اب آپکا سر کسوقت ہلیگا کہ یہ چار مجرم سزائے دار سے رہائی پاویں ؎ جو کچھ کیا سو میں کیا اور میں نے کیا کچھ نائے ٭ تجھ بن میں نے کیا کیا تو بھی کہہ

آپکے ہاتھوں میں سارا کام ہے ہاں آپ کرتے ہیں جہاں کا نام ہے

اسوقت بادشاہ کو ہنسی آگئی اور سب چوروں کو کر دیا۔ مطلب یہ ہے کہ جبتک عرفان سلطان نہ تھا سب مجرم تھے جب یہ عرفان حاصل ہوا کہ ہمارا فعل عین فعل سلطان تھا پھر جرم کیسا اور پھانسی کسکو یہ سب بکھیڑا تو دوئی اور خودبینی میں ہے ٭

مرد عارف کیست بیباک از ہمہ　　آب صافی چیست او پاک از ہمہ

ایک روز ارشاد ہوا۔ کہ کروڑوں میں کسی ایک کو فقر حاصل ہوتا ہے اور جب حاصل ہو گیا تو پھر کسی طور سے زائل نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ نقل ہے۔ کہ غوث بہاؤالحق زکریا ملتانی رحمتہ اللہ علیہ ایک روز بالاخانہ پر تشریف رکھتے تھے۔ زیر دیوار شور و غل مچا۔ معلوم ہوا کہ کوئی آدمی کنوئیں میں گر پڑا ہے۔ آپنے غرفہ میں سے ہاتھ بڑھا کر اُس غریق کو تہ چاہ سے نکال کر باہر کھڑا کر دیا۔ ایک فقیر شکستہ حال جو مردان خدا میں سے تھا اس طرف آنکلا کیفیت صدور کرامت ملاحظہ کی اور کہا کہ صاحبزادہ یہہ تو بازیچہ اطفال ہے۔ اگر سیکھنا ہے تو فقیر سے سیکھو آپ بام خانہ سے اُترے اور فقیر صاحب سے جا ملے پوچھا کہ فقر کیا چیز ہے اُسنے جواب دیا کہ صاحبزادہ فقر وہ شے ہے کہ نہ حرام سے جائے نہ زنا سے بگڑے نہ شراب سے خراب ہو نہ چوری سے زائل کوئی اسکو مٹا نہیں سکتا وہ بے زوال اور پائیدار چیز ہے آپ خاموش ہو کر چلے گئے اور خیال کیا کہ اس شخص کا امتحان کرنا چاہیئے کہ اپنے کام میں پکا اور بات کا پورا ہے یا نہیں اور اسکا قول مطابق فعل ہے یا صرف دعویٰ ہی دعویٰ ہے۔ یہ سوچکر ایک پلا کتے کا ذبح کیا۔ اسکا تو پلاؤ دم کرایا اور اپنی کنیز کو لباس فاخرہ پہنا کر سمجھایا کہ تو کچھ انکار نکرنا اور ایک بوتل شراب کی دی اور کہا جا فلاں مقام پر ایک فقیر صاحب ہیں اُن سے کہو کہ یہ سامان دعوت آپکی خدمت میں ارسال کیا ہے۔ وہ تو جانتے ہی تھے یہ امتحانی ضیافت ہے پہلے تو شراب نوش کی پھر اس کنیز کی بانکی دیکھی پھر پلاؤ چٹ کیا اور کہلا بھیجا کہ ان ڈھکوسلوں سے یہاں کیا ہوتا ہے۔

اُن سنتوں کے وارے جن کے پورن مہنت　　بھگت بیچ پلٹی نہیں جی جگ جائیں انت

بیچ اوتم پرکرت سے کیا کرے کسنگ　　بکہہ چندن لاگی نہیں جو لپٹی رہے بھونگ

کنیز نے گھر جاکر ساری کیفیت بیان کی جب تو حیرت میں آئے اگلے دن گھوڑے پر سوار ہو کر اُنکی ملاقات کو چلے راہ میں ایک ندی تھی جب بیچ دھار میں پہنچے تو گھوڑے نے لید کی اور پیشاب کیا اُس کنارہ سے فقیر ہمہ نوش للکارا کہ دیکھو صاحبزادہ کیوں دریا کو ناپاک کرتے ہو یہ بولے واہ حضرت

بھلا کہیں لید و پیشاب سے دریا ناپاک ہوتا ہے۔ شاید آپ مسائل فقہ سے بھی ناواقف ہیں۔ مرد فقیر ہنسا اور کہا کہ سبحان اللہ آپ بھی خوب فقیہ ہیں کہ ذرا سی ندی تو لید و پیشاب سے گندی ہو اور معرفت الٰہی کا بحر ناپیدا کنار جسکی ابتدا نہ انتہا پلے کے پلاؤ اور شراب کنیزک سے ناپاک ہو جاوے حضرت بہاؤالحق سمجھ گئے کہ حقیقت میں کشف اور کرامت اور چیز ہے اور فقر دوسری شے ہے ؎

فقر حق است دہ خلق ازوے جدا ٭ فقر لایحتاج باشد از خدا ٭ ارزوئے ارادت فقیر کے خدمت میں حاضر ہوئے انھوں نے فرمایا کہ یہ چلے اور چلی جو مدت العمر سے آپ کیا کرتے ہیں ان کو ترک کیجئے اور مردان خدا کا طریقہ اختیار فرمائیے اتنی بات کہکر چلدیئے پس فقیری کا حاصل کرنا اور فقیر بننا آسان بات نہیں ہے بلکہ جبتک تمام مقاصد دین و دنیا اور مراتب و مدارج اور کشف و کرامت کو ترک نہ کرے اور نامرادی و ناکامی کے میدان میں قدم نہ رکھے فقر کی ہوا بھی نہیں لگتی:۔

تا ایماں کفر و ایماں نہ شود	یک بندۂ خاص حق مسلماں نہ شود
تا مدرسہ و منارہ ویراں نشود	یک کار قلندرے بسامان نہ شود

بڑے بڑے ہوشیار اور علمائے فضیلت شعار اور زاہدان پرہیزگار مراتب و مدارج اور منازل و مقامات اور کشف و کرامات پر فریفتہ ہو کر فقر سے رہ جاتے ہیں۔ اور اسی کو معراج کمال سمجھکر بیٹھ رہتے ہیں۔

جلیں گڑیں بڑیں اوڑ جائیں	پرکایا پرویش کرائیں
اور پرائے من کے جانے	چل کر جائیں تھان من مانے
بھولیں چھاں چھپر اور گیاتی	انکو بتے بھگت تن جانی

۱؎ یعنی ان مردوں کے قربان جائے کہ جن کے قالب سلیم میں ہیچ فقر کا سر گزر نہیں ہوتا اگر جہان اولٹ پلٹ ہو جاوے ۱۲

۲؎ یعنی بُرا آدمی نیکوں سے کچھ برائی نہیں کر سکتا جیسے درخت صندل کو زہر کچھ اثر نہیں کرتا۔ باوجود یکہ سانپ لپٹے رہتے ہیں ۱۲

اور اس زمانہ میں تو فقیری مرید ہونے ہی حاصل ہو جاتی ہے جہاں رنگیں کپڑے پہنے اور حال کھیلنے لگے پھر تو کچھ شک و شبہ ہی باقی نہیں رہتا۔ پورے قطب الاقطاب اور غوث اعظم اور شیخ المشائخ بنکر اَنَا خَیْرٌ مِّنْ کُلِّ مَوْجُوْدَاتِ کا دم بھرنے لگتے ہیں۔

معرفت کا رنگ جسکو نہ ہوا	گیروے کپڑے کئے تو کیا ہوا
در قزا گند مرد باید بود	بر منحنث صلاح جنگ چہ سود
سر مدعم عشق بوالہوس را ندہند	سوز دل پروانہ مگس را ندہند
عمرے باید کہ یار آید بکنار	ایں دولت سرمد ہمہ کس را ندہند

نقل ہے۔ کہ حضرت شبلی رح نے جنگل میں ایک کھوپری پڑی پائی اُسپر بخط سبز تحریر تھا۔ خَیْرُ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ جو شخص اسکو دیکھتا ٹھوکر مارتا کہ حول ولا قوۃ کوئی بڑا ہی مردود ازلی ہے جسکی پیشانی پر داغ شقاوت لگایا گیا ہے۔ حضرت نے اسکو نہایت ادب اور تعظیم سے اُٹھایا اور بڑے اُنس و محبت سے اُس پر بوسہ دیا لوگوں کو حیرت دامنگیر ہوئی پوچھا کہ آپنے اسکی تعظیم و تکریم کیوں کی فرمایا کہ میاں کسی مرد کامل کی ہے کیونکہ جسکو خسران دنیا و آخرت کا مرتبہ حاصل ہو وہی واصل بحق ہوتا ہے اَلْفَقْرُ سَوَادُ الْوَجْہِ فِی الدَّارَیْنِ[۲]

چاشنی درد عشق قابل ہر سفلہ نیست	زہر زخوان شہان ناموری را ند ہند
اسرار محبت را ہر دل نبود قابل	دُر نیست بہر دریا زر نیست بہر کانے

ایک روز ارشاد ہوا۔ ایک جوہری تھا جب مرنے لگا تو اپنے فرزند کو وصیت کی کہ میں تیرے واسطے ایک صندوق چھوڑتا ہوں اسمیں ایک تو جوہر بیش بہا ہے اور ایک پتھر ہے تو کسی جوہر شناس کو دکھا لینا وہ بتا دیگا۔ جب باپ کا انتقال ہو گیا تو جوہری بچہ ایک جوہری کے پاس اپنا جوہر اور

[۱] یعنی یہاں جلے اور جگہ ظاہر ہو گئے اور یہاں دفن ہوئے اور جگہ موجود ہو گئے یہاں غرق ہوئے دوسری جگہ نکل آئے اور یہاں سے اُڑکر دوسرے شہر میں پہنچ گئے یا دوسرے کے جسم میں چلے گئے یا دوسرے کے دل کا حال معلوم کر لیا یہ تمام ایسا ہے کہ بڑے بڑے ہوشیار مراتب میں رہجاتے ہیں جبتک انکو ترک نکرے فقر محال ہی

[۲] فقر دونوں جہان میں روسیاہی ہے۔

پہنچ لیگیا اور شناخت کی درخواست کی اُسنے کہا کہ تو پانچ برس تک میری ملازمت اختیار کر تب بتاؤنگا وہ راضی ہوگیا اور پانچ سال تک جوہری دوکان پر کام کرتا رہا۔ اس عرصہ میں اقسام و انواع کے جواہرات اسکی نظر سے گذرے یہاں تک کہ اسکو ایک بصیرت اور ملکہ جواہرات کی شناخت کا حاصل ہوگیا۔ بعد مدت موعود کے سوال کیا کہ صاحب اب وعدہ پورا کیجئے اُسنے کہا کہ اچھا اب اپنے جواہر لاؤ لایا تو پوچھا کہ اب تو خود پہچان کہ اس میں جوہر کونسا ہے اُسنے فوراً پہچان لیا اُسوقت جوہری نے کہا کہ میری غرض اس تامل سے یہی تھی کہ تو خود عارف جوہر ہو جائے اگر اول روز میں بتا دیتا تو نہیں معلوم تجھکو یقین آتا یا نہ آتا۔ اور تو کس قیمت پر اسکو دے ڈالتا اب کہ تجھکو عرفان حاصل ہوگیا اور تو واقف و شناسا ہوگیا۔ اختیار ہے جو چاہے سو کر کیسکا دھوکا نہیں کھا سکتا۔

علم آموزی طریقش قولی است	عرفت آموزی طریقش فعلی است
فقر خواہی آں بصحبت قائم است	نے زبانت کار می آید نہ دست

دانش اینرا است در جان رجال — نے زراہِ دفتر و نے قیل و قال

ایک روز ارشاد ہوا۔ ایک مقام پر کوئی انگریز خیمہ زن تھا۔ جنگل میں دیکھا کہ سپیروں کا مجمع ہے حال دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ اس مقام پر ایک سوراخ میں کالی ناس سانپ رہتا ہے جس کا یہ خاصہ ہے اگر ایک شخص کو کاٹے تو اوسکا تمام خاندان کا ناس ہو جاوے۔ اور اسکی پھنکار سے درخت تک جل جاتے ہیں کوئی سپیرا یہاں ایسا نہیں کہ اُسکو پکڑ سکے اسواسطے بڑے بڑے افسوں گر گرو بنگالے سے بلائے گئے ہیں۔ اُن کے انتظار میں یہ لوگ پڑے ہیں صاحب نے اُن سے کہا کہ کچھ پرواہ نہیں تم لوگ اُس کے سوراخ کے گرداگرد لکڑیوں کا ڈھیر لگا دو اور میں بجاؤ کہ وہ نکلے ایسا ہی کیا گیا سانپ نکلا اور پھنکار ماری تو لکڑیوں میں آگ لگ گئی آگ سے ڈر کر ہر جانب دوڑنے اور پھنکار مارنے لگا اسی سمت آگ لگ گئی آخر اسی آگ میں جل بھنکر خاک ہو گیا اُسی کی آگ تھی جسنے لکڑیوں میں سرایت کی اور بھڑک اٹھی اور وہ اپنی ہی آگ سے خوف کرنے لگا یہاں تک جل مرا

ایک روز ارشاد ہوا۔ کہ ہمارے دوست مولوی محبوب علیصاحب جب زیارت بیت اللہ شریف سے مشرف ہوکر واپس آئے تو اُنہوں نے کہا کہ ہم بمبئی سے چلکر ایک بستی میں آئے وہاں چند روز رہنے کا اتفاق ہوا رات کو نماز تہجد کے لئے مسجد میں گئے تو دیکھا کہ موذن ذکر میں مشغول ہے جب لا کھینچتا ہے تو غائب ہوجاتا ہے اور الا اللہ کہتا ہے تو موجود یہ دیکھکر مجھکو حیرت ہوئی بعد نماز فجر مسجد سے باہر نکلا تو دیکھا کہ قریب مسجد کے ایک کنجنی کا مکان ہے اور اُسکے دروازہ پر ایک فقیر لنگوٹ بند بیٹھا ہے مجھکو دیکھتے ہی بولا کہ مولوی صاحب آپکو تو بڑا ہی تعجب ہوا خیر کل ہم بھی تماشا دکھائیں گے دوسرے دن میں بوقت تہجد مسجد میں آیا تو فقیر بھی آموجود ہوا غسل کیا اور میری چادر باندھ لی پھر نفی اثبات کرنے لگا جب لا کو کھینچتا تھا تو اُسوقت میں اور وہ فقیر اور مسجد سب نفی ہوجاتی تھی۔ بلکہ میرا علم مفقود ہوجاتا تھا۔ اسیطرح دس بارہ ضربیں لگائیں پھر لنگوٹ باندھ چلدئے اور کہا کہ مولوی صاحب اسکو فقیری نہیں کہتے۔ یہ تو ایک شعبدہ ہے فقیری کچھ اور ہی چیز ہے جو زبان پر نہیں آسکتی ع نکتہ داں را کنگ باید شد زحرف + صبح کو میں نے تو وہ فقیر صاحب ہڈیوں کے چانٹے اور جوتیاں کھا رہے ہیں میں نے پوچھا کہ حضرت یہ کیا۔ فرمایا کہ ہمارے واسطے یہی حکم ہے کہ حرام کے لقمہ کھانا اور جوتیوں کی مار سہنا نہ روزہ ہے نہ نماز نہ حج ہے نہ زکوٰۃ اس کے بعد جناب قبلہ نے ارشاد فرمایا اگر نفی واثبات میں کمال ہوجائے تو کیا ہے خدا کا پتہ تو اس صورت میں بھی نہیں لگتا ؎ بروایں دام بر مرغ دگرنہ + کہ عنقا البلندست آشیانہ

ایک روز ارشاد ہوا۔ کہ نصرانی کے گلیمیں صلیب تھی دیکھا تو ندارد نہایت تشویش ہوئی جابجا ڈھونڈا تلاش کیا کہیں پتہ نہ ملا ایک شخص نے اُسکو پریشان حال دیکھکر کیفیت دریافت کی کہا کہ میرے گلیمیں صلیب تھی وہ گم ہوگئی ہے وہ ہنسا اور کہا کہ تم ناحق تردد میں مبتلا ہو صلیب گم نہیں ہوئی ہم تلاش کردینگے۔ جب اسکو بہت اضطراب اور بیقراری ہوئی تو اس نے گردن کے نیچے سے اُٹھاکر سامنے کردی اور کہا تیرے ہی گلیمیں پڑی ہے یہ تمام فکر تردد اس وہم کا ہے جو دل میں بیٹھ گیا ہے۔

دوست نزدیک تر از من بمن است ۔۔۔ ویں عجب تر کہ من از وے دورم

پس ہادی و مرشد صرف تعلیم کر دیتا ہے۔ ورنہ جو بات ہی عالم و جاہل سب کے لئے برابر ہی اور ہر ایک کی ذات میں موجود ہے نحن اقرب الیہ من حبل الورید سمجھ اپنی اپنی جدا ہے کسی کو علم ہوتا ہے کسیکو نہیں کوئی جلد سمجھتا ہے کوئی بدیر جیسے تہ زمین میں پانی سب جگہ موجود ہوتا ہے کہیں دور نکلتا ہی کہیں پاس

تو فگندی تیر فکرت را بعید ۔۔۔ اوست اقرب نحن من حبل الورید

ایک روز ارشاد ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ایک عورت تھی جسکو اپنے شوہر سے بدرجۂ غایت محبت تھی لیکن شوہر کو نہایت نفرت۔ ہر طرح کی تدبیریں کیں۔ کوئی کارگر نہیں ہوئی اسنے سنا کہ مدینہ منورہ میں ایک عورت بڑی ساحرہ ہے ناچار اُس کے پاس گئی اور اپنا درد دل ظاہر کیا۔ اُسنے کہا اچھا میں تجھکو سلطان ساحرین کے پاس لے چلتی ہوں وہ کچھ علاج معقول کر دیگا رات کے وقت دونوں مدینہ طیبہ سے باہر نکلیں دیکھا کہ دو جانور سیاہ رنگ (گدھے کے برابر) کھڑے ہیں دونوں سوار ہو کر روانہ ہوئیں آناً فاناً میں ملک عراق کے اندر چاہ بابل کے کنارے جا اُتریں۔ جہاں **ہاروت ماروت** آویختہ ہیں وہ ساحرہ کنویں کے اندر گئی اور اپنے ساتھ والی کی سفارش کی وہ دونوں سیدھی ہو کر بیٹھ گئے اور کہا کہ بلاؤ عورت گئی اور اپنا تمام ماجرا بیان کیا پہلے تو اُسے سمجھایا کہ تو جادو نہ سیکھ۔ اہل اسلام کو یہ باتیں سزا نہیں۔ مگر اس عورت نے اصرار کیا۔ ہاروت و ماروت نے کہا کہ خیر تری خشتی باہر ایک تنور ہے جا اور اُسمیں پیشاب کر وہ عورت گئی اور یونہی بیٹھکر چلی آئی پیشاب نہ کیا واپس آئی تو پوچھا کہ کیا دیکھتا ہے اُسنے کہا کچھ بھی نہیں اُنہوں نے کہا کہ معلوم ہوتا ہے تو نے پیشاب نہیں کیا۔ پھر جا اور پیشاب کر اوسنے دوسری بار بھی ایسا ہی کیا

لہ ہم قریب تر ہیں طرف بندے کے گردن کی شہ رگ سے ۱۲ ۲ اس قصہ کو تفسیر بحر الرائق و کشف البیان نے آیۃ فیتعلمون منہما ما یفرقون بہ میں المرء و زوجہ کی تفسیر میں بروایت ہشام از پدر خود از عائشہ صدیقہ بیان کیا ہے ۱۲

تفسیر بحر الرائق

میں دو جانور بصورت کبش سیاہ اور کشف البیان میں دو جانور بصورت سگ سیاہ لکھا ہے۔ ۱۲

ہی کیا تب فرشتوں نے کہا کہ جبتک پیشاب نکریگی مطلب حاصل نہوگا تا چار تسری بار اسنے پیشاب کیا اور دیکھا کہ سفید چیز جسم کے اندر سے نکلی اور ایک سیاہ چیز داخل ہوگئی۔ ان سے یہ کیفیت بیان کی۔ کہا کہ جاب تو پوری ساحرہ ہوگئی۔ جسطرح گئیں تھیں دونوں رخصت ہوکر واپس چلیں۔ لیکن اس عورت کا تردد نہ گیا پہلی ساحرہ نے پوچھا کہ اب کسلئے پریشان ہے اسنے کہا مجھکو تو تشفی و اطمینان کیا خاک ہو نہ کوئی جنتر نہ منتر نہ پڑھنت نہ تعلیم نہ تلقین میں تو جیسی تھی ویسی ہی اب بھی ہوں۔ اس نے جواب دیا کہ یہاں پڑھنے پڑھانے کی کچھ حاجت نہیں شاید تجھکو اپنی سحر آموزی پر یقین نہیں ہوا۔ ذرا اس درخت کی طرف جو سامنے ہے بنظر غضب دیکھ اس نے جو دیکھا تو درخت فی الفور خشک ہوگیا پھر کہا کہ اب بنظر رحمت دیکھ رحمت کی نظر ڈالی تو معاً ہی سرسبز ہوگیا کہا اب بھی تجھکو یقین آیا یا نہیں بس تیرے ارادہ پر موقوف ہے جو چاہیگی وہ ہو جائیگا تب اس عورت کو اطمینان ہوگیا گھر میں آئی شوہر کو بنظر محبت دیکھا۔ اوسیوقت مطیع فرمان ہوگیا ایکدن اظہار محبت کے لئے اپنے شوہر سے یہ تمام ماجرا کہدیا کہ تمہارے واسطے ایسی مشقت اُٹھائی جادو سیکھکر تمکو بس میں کیا اور طرح طرح کے مزے دیئے اور طلسم اُسکو دکھائے۔ وہ شخص نہایت حیران و پریشان ہوا جب صبح ہوئی۔ تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں اسکو لیگیا اور تمام حال اس کا بیان کیا آپنے غسل کا حکم دیا پھر فرمایا کہ اب کلمہ شہادت پڑھ اس نے کلمہ توحید پڑھا کچھ معلوم نہوا آپنے فرمایا کہ نہیں کلمہ شہادت پڑھ غرض تیسری مرتبہ اس نے کلمہ شہادت پڑھا اُس وقت ایک سیاہ چیز جسم کے اندر سے نکلی اور ایک سفید چیز داخل ہوئی۔ جناب قبلہ نے فرمایا کہ سبحان اللہ کیا ایمان اور کیا کفر ہے کبھی خارج ہوا اور کبھی داخل مگر جاننے والے خوب جانتے ہیں اس میں عجیب باریک اسرار ہیں۔

اگر در خانہ کس است حرفی بس است

ایک روز ارشاد ہوا۔ کہ حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا کو کسی شخص نے زنڈی کے ہاتھ فروخت کر دیا چونکہ آپ نہایت حسینہ و جمیلہ تھیں زیور و لباس سے خوب آراستہ

کو جلا دیکر انکو بالاخانہ پر بٹھا دیا مشتاقوں کا ہجوم ہونے لگا مگر بوقت شب جس شخص کو نائکہ ان کے پاس بھیجتی اُس سے کہتیں کہ اوّل وضو کر کے دو گانہ پڑھلو جہاں دو گانہ پڑھا اور حضرت رابعہ نے ہمت باطنی مبذول کی پھر تو اُس شخص کی آنکھیں کھلجاتی تھیں اور صبح کو چپ چاپ چلا جاتا تھا۔

نازم بچشم خود کہ جمال تو دیدہ است	رفتم بپائے خود کہ بکویت رسیدہ است
ہر روز بوسہ ہا زنم ایں دست خویش را	کو دامنت گرفتہ بسویم کشیدہ است

سال بھر تک اسی طور سے فیض جاری رہا کہ جو شخص بکرات ان کے پاس رہا وہ پھر نہ آیا۔

قد غنی ہے کہ اس کوچہ میں کوئی آنے نپاوے	گر بے خبر آجائے تو پھر جانے نپاوے

نائکہ نے خیال کیا کہ یہ کیا بات ہے۔ جو شخص ایکدفعہ آتا ہے دوبارہ صورت نہیں دکھاتا اسکے حُسن و جمال اور ناز و ادا اور صورت و سیرت میں کسی طرح کی کسر نہیں لیکن مصرع

کچھ تو ہے جسکی پردہ داری ہے

ایک رات پوشیدہ ہو کر نائکہ نے تمام کیفیت دیکھ لی صبح کو ان کے قدموں پر گر پڑی کہ میرا قصور معاف کرو مجھکو حال معلوم نہ تھا آج سے میں نے تمکو آزاد کیا فرمایا کہ اری احمق تو نے مجھکو کیا آزاد کیا۔ فیض بر باد کیا خیر مرضی خدا یہیں تک تھی۔

ایک روز ارشاد کیا۔ کہ امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ ایکدوز نماز فجر کے لئے مسجد میں تشریف لیگئے دیکھا کہ ایک شخص قبلہ رو پہلوئے راست پر سو رہا ہے خیال کیا کہ شاید نماز پڑھ کے سوگیا ہے پھر ظہر کے وقت گئے تب بھی اسی کروٹ سے سوتے پایا پھر عصر و مغرب کے اوقات میں بھی وہی کیفیت دیکھی جب وقت مغرب تنگ ہونے لگا۔ تو اُسکو جگایا اور فرمایا کہ نماز قضا ہوئی جاتی ہے وہ شخص جاگا اور وضو کر کے اول نماز فجر کی نیت کی تو دیکھتے ہیں کہ ٹھیک صبح کا وقت اور نور کا تڑکا ہے پھر اُسنے ظہر کی نیت کی تو وقت ظہر معلوم ہونے لگا اور جب عصر کی نیت کی تو وقت عصر موجود تھا اور مغرب کی نیت کی مغرب کا پھر مجدد صاحب سے اُسنے کہا کہ نماز کے لئے تو آپنے جگا دیا مگر میرا حال نہ پہچانا کہ کیا ہے بھلا اس حالت کے روبرو نماز کیا شئی ہے لیکن اس سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ نماز کچھ شے نہیں بلکہ ایسی حالت کے فقیر ہر وقت نماز ہی میں رہتے ہیں۔

روز ارشاد ہوا ۔ ایک درویش کو از راہ کشف معلوم ہوا کہ ایک آدمی مسجد کے اندر
تنیغ کر رہا ہے چونکہ بیانیا عرفان حاصل ہوا تھا درویش کے دل میں جوش غضب پیدا ہوا
ہمت باطن سے مسجد اُلٹ دی اس کے مرشد کو خبر ہوئی کہا ہیں یہ کیا کیا مرید نے جواب دیا
حرمت خانۂ خدا اور ایسا فعل مجھکو تحمل نہ ہو سکا مرشد نے کہا کہ ابے احمق تو کون تھا۔ جس گھر میں
ل ہو رہا تھا کیا اسکا مالک علیم و بصیر و خبیر نہ تھا تو نے کیوں دخل دیا ؎ بر نقش خود است
تہ نقاش ؎ کس نیست دریں میان تو خوش باش ؎ غرض یہ ہے کہ فقیر اللہ تعالے کے کاموں میں
خل نہیں دیتے نہ کسی کے لئے دعا کرتے ہیں نہ کسی کے واسطے بد دعا ۔

یک روز ارشاد ہوا ۔ کسی شخص نے سوال کیا کہ حضرت معرفت اور وصول الی اللہ کے کیا
عنی ہیں۔ آپنے فرمایا کہ مجھکو ایک نقل یاد آئی ۔ ایک راجہ تھا وہ ہر دوار میں آیا اور منادی کرائی
فلاں تاریخ گنگا کے کنارے بڑا بھاری دان کرونگا ۔ جسکو لوٹنا ہو آوے اور لوٹے تاریخ معینہ
لمقت جمع ہو گئی راجہ نے کنارہ دریا پر قسم قسم کے میووں اور طرح طرح کے کھانوں اور عمدہ
عمدہ پوشاکوں اور آرایش کی چیزوں کے ڈھیر لگا دئے اور ایک چھوٹی سی کشتی مرصع
رنگین تمام ساز و سامان سے آراستہ کرائی اسپر فانوس روشن کئے گئے اور بیچ میں ایک گھڑا
سرنبھر رکھوایا جسپر عجیب و غریب نقاشی اور طلائی کام ہو رہا تھا وہ کشتی منجھدار میں چھوڑی
گئی اور حکم عام دیا گیا کہ جسکا جی چاہے لوٹ لے لوگ ٹوٹ پڑے اور اپنی خواہش کے
مطابق لوٹنے لگے وہ کشتی جو اس شان و شوکت سے دیکھی سمجھے کہ بڑی دولت اور بیش بہا
چیز ضرور اس کشتی میں ہوں گے اس طمع میں ہزاروں آدمی دریا کے اندر کود پڑے کوئی
کنارہ پر ڈوبا کوئی دو قدم چل کر کوئی چار قدم چل کر غرض بہت سی جانیں تو کشتی کی آرزو ہی میں گئیں
بیکر جو چند آدمی ہاتھ پاؤں پیٹ کر کشتی تک جا پہونچے اور بڑے ذوق و شوق کے ساتھ اس
گھڑے کو کھولا دیکھا تو بالکل خالی بس اسی پر تم اپنے سوال کا جواب قیاس کر لو ۔ اگر در خانہ کس است
رسے بس است ؎

ایک روز ارشاد ہوا۔ کہ فقیری میں صحبت کو بڑا اثر ہے اور مردانِ خدا نے اسی کو جزِ اعظم سمجھا ہے ؎ یک زمانہ صحبتے با اولیا ؛ بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا ؛ جو باتیں بچپن سے سمائی ہیں وہ کانوں کی راہ سے آئی ہیں وہ کانوں ہی کے راستہ سے نکلیں گی ؎

بھو بھاگت بھاگت بھاگے		رنگ لاگت لاگت لاگے
بہت دنوں کا سویا منوا		جاگت جاگت جاگے

یعنی رفع اوہام وشکوک کے لئے ایک مدت چاہیے ع عمرے باید کہ یار آید بکنار مگر اس زمانہ کے لوگوں کا یہ حال ہے کہ آج مرید ہوئے وظیفہ پوچھکر گئے دوسرے ہی دن آکر شکایت کرتے ہیں کہ کچھ اثر نہیں ہوا یہ نہیں سوچتے کہ عمر بھر کی کثافت کو ایکدن کا وظیفہ کیا دور کرسکتا ہے اور مرشد کو ایسی کیا غرض پڑی ہے کہ صفائے وقت کو چھوڑ کر دوسرے کے حال پر متوجہ ہو اور بالفرض ایسا کرے بھی تو مرید کا تمام عمر کا علم مٹانا اور اسکی بجائے اپنے علم کو جمانا کوئی ہتھیلی کی سرسوں نہیں ہے ہاں رفتہ رفتہ عرصہ دراز کی صحبت میں اصلاح حال خوب ہوتی ہے اگر دفعۃً نظر ڈالی جائے تو مرید سے تحمل کب ہوسکتا ہے جیسے میاں جعفر شاہ پٹیالوی نے ہمارے ہم سبق کو مار ہی دیا تھا۔ طریقہ تعلیم کا بتدریج ہے جسطرح لوہار لوہے کو گرم کرتا ہے پھر چوٹ لگا کر بڑھاتا ہے یا سنار آہستہ آہستہ کوٹ پیٹ کر تار کو بار بار جنتری میں نکالتا ہے تب وہ درستی کے ساتھ طیار ہوتا ہے اگر بیڈھنگے طور پر زور لگاویں تو کیا ہوگا۔ فوراً چیز ٹوٹ پھوٹ کر خراب وضائع ہوجائیگی پس ہر کام میں صبر ضرور ہے ؎

در بلا صبرے بباید مرد را		صبر خود کے باشد اہل ورد را

ایک صاحب نے اپنے دوست کو لکھا کہ تمہارے بعد جناب قبلہ نے مجھکو سلسلۂ نقشبندیہ میں داخل فرمایا چند روز میں اسقدر فیض وفائدہ حاصل ہوا کہ قابلِ تحریر نہیں۔ یہ خط پڑھکر اُن کے دل میں خیال گذرا کہ افسوس چند روزہ مرید تو اپنے مطلب کو پہنچ جاوے اور میں محروم جب یہ صاحب حاضر خدمت ہوئے تو اثنائے گفتگو میں حضرت —

ارشاد فرمایا کہ ہمکو ایک نقل یاد آئی ہے۔ کسی چیلے نے اپنے گرو سے شکایت کی کہ گرو جی مجھے چار سال ہو گئے۔ ابتک کچھ اثر مترتب نہیں ہوا ہنوز روز اوّل ہے۔ کہا اچھا دیکھا جائے گا دوسرے روز گرو جی نے بہنگ گھوٹ کر خود بھی پی اور اس چیلہ کو بھی پلا دی۔ تھوڑی دیر کے بعد پوچھا کہ کہو چیلہ جی کیا حال ہے کہا گرو جی کچھ نہ پوچھو ایک دھوندھو کال ہے اور کچھ نظر نہیں آتا گرو جی نے کہا کہ یہاں دھوندھو کال کے سوا اور کچھ نظر نہیں آویگا۔ بس اسی دھوندھو کال میں سب چلے گئے ہیں تو بھی چلا جا۔ سو صاحب یہاں سوائے توحید کے اور کیا رکھا ہے جو نظر آوے اور اگر کسی نے کچھ دیکھا ہے۔ تو اس کے تخیلات اور وہمیات پر محمول ہے ان شعبدات کا کیا اعتبار اللہ تعالے ان سب سے منزہ و مبرّا ہے۔ پس ما سوائے اللہ سب ہیچ ہے ؎

مے صرف وحدت کسے نوش کرد — کہ دنیا و عقبیٰ فراموش کرد

ایکروز کسی شخص نے توحید کے بارہ میں سوال کیا اُسوقت ارشاد ہوا ؎

سالکے پرسید از شبلی سوال	گفت ما التوحید ای صاحب خصال
گفت شبلی ہر کہ بدہد ایں جواب	ثابت است الحاد اورا ہم عذاب
چوں کسے ثابت شود توحید او	مشرک است در عالم سرّ نکو
ہر کہ بشناسد بتوحیدش خدا	کافر است آن مرد در ہر دو سرا
سوئے توحیدش اشارت ہر کہ کرد	بت پرست اورا بداں ای نیک مرد
گر کسے دارد ز توحیدش سوال	جاہل است آں مرد بنود اہل حال
دم مزن ایں جا شاید دم زون	ہر چہ گوئی نیست حق وہم است زن
صورت از بے صورتی گردد عیاں	ہمچناں صورت شود بے جسم و جان
روح پنہاں است و صورت شد عیاں	فہم از معنی بود صورت بیاں
لفظ بے حرف است و حرف از لفظ شد	معنی و صورت یکے باشد بخود
عارفاں ہستند اینجا بے نشاں	بے بصر بے سمع بے حس بے زباں

عقل اینجا ہست سرگردانِ خام　　نیست مدرک در معانی فہم عام

ایک روز۔ ایک طالب کی استدعا کے جواب میں ارشاد ہوا کہ ایک رنگریز تھا۔ جب کوئی شخص اس کے پاس کپڑا رنگنے کے واسطے لاتا اور کہتا کہ فلاں قسم کا رنگ مطلوب ہو تو وہ کہتا۔ کہ میاں صاحب یوں تو ہر قسم کا رنگ مجھکو رنگنا آتا ہے لیکن میرے نزدیک تو سیاہ بھدّا سب سے بہتر ہے پس اگر تم سے پوچھو تو توحید کے سامنے سب مدارج و مراتب ہیچ ہیں۔ لیکن یہ ایسی بات نہیں کہ تمکو زبانی بتلادیں نہ اسکی کوئی کتاب ہے کہ سبق پڑھادیں کیونکہ یہ امر حال و وجدان ہے نہ قال و بیان عبارت و اشارت میں اسکی گنجایش نہیں دیکھو اس حجرہ کو اگر کہا جائے کہ یہ عین درگاہ قلندر صاحب ہے تو یہ بھی غلط اور اسکا عکس بھی غلط اور دونوں صحیح بھی ہیں مصرعہ

سمجھنے کی بات کہنا نہیں

ایک روز ارشاد ہوا۔ کہ مدارج دینی و دنیوی جنابِ پروردگار نہ عطا فرمائے اپنی کوشش سے حاصل نہیں ہوتے ہزارہا اولیا اللہ گذرے اور صدہا غوث و قطب گذرے لیکن مرتبہ محبوبیت سبحانی۔ غوث الاعظم شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی قدس سرہ کو عطا فرمایا۔ اور مرتبہ محبوب الٰہی سلطان المشائخ نظام الدین چشتی بدایونی قدس سرہ کو عطا فرمایا ع جاکو پیا چاہے وہی سہاگن ہووے یہ مرتبہ محبوبیت سوائے ان دو بزرگوار کے اور کسی ولی کو اللہ جل شانہ نے مرحمت نہیں فرمایا۔

ایک روز ارشاد ہوا۔ کسی شخص نے سوال کیا کہ علامت فقر کیا ہے۔ اس کے جواب میں فرمایا کہ خاکستر ہونا یعنی جس طرح خاکستر خوشبو اور بدبو دونوں کو ڈھانپ لیتی ہے۔ اسیطرح فقیر بھی لوگوں کے عیب و صواب اور نیک و بد پر نظر نہیں کرتا ؎ گرچہ تیر از کماں ہمی گذرد　از کماندار بیند اہل خرد

از خداداں خلاف دشمن دوست	کہ دل ہر دو در تصرف اوست

ایک روز ارشاد ہوا۔ کہ یقین کی تین قسمیں ہیں ایک علم الیقین دوسری عین الیقین حق الیقین۔ دیکھو یہ گھڑا جو سامنے دھرا ہے تم اسکی صورت دیکھکر جان سکتے ہو کہ اس کے اندر پانی ضرور موجود ہے جو صاف و سفید و سیال ہے اور جو تشنگی کو رفع کرتا ہے۔ پس یہ یقین علم الیقین ہے

لیکن جب تم اس گھڑے کا ڈھکنا اُٹھاکر آنکھ سے دیکھ لو کہ بیشک اس کے اندر پانی ہے اور وہ ان تمام صفات سے موصوف ہی تو یہ یقین عین الیقین ہے - پھر تم گھڑے میں سے پانی اُنڈیل کر پی لو تو اُس وقت پانی کی حقیقت ایسی منکشف اور عیاں ہو جائیگی کہ علم اور عین دونوں پانی پھر جائے گا - تم میں اور پانی میں کوئی واسطہ اور حجاب باقی نہ رہے گا - بلکہ تمہاری اور اُسکی حقیقت واحد ہو جائیگی - یہ حق الیقین ہے -

ایکروز ارشاد ہوا - کہ طے سلوک تک پیر کا واسطہ رہتا ہے - مگر منزل عرفان کے بعد جو قرب مرید کو حاصل ہوتا ہے - اسکی خبر پیر کو بھی نہیں ہوتی جیسے دولہا دولہن کے ہر کام کے کفیل اُنکے ماں باپ ہوتے ہیں - مگر پردۂ خلوت کے اندر جو کیفیت پیش آتی ہے اُسکو ان دونوں کے سوائے کوئی غیر نہیں جان سکتا ع حال خلوت شاہ داند یا عروس +

ایکروز ارشاد ہوا - کہ خاندان نقشبندیہ میں تو صفائی اور معلومات مبتدی کا دل بہلاتی اور ہمت بڑھاتی ہے - ایسے ہی خاندان چشتیہ میں ذوق وشوق کی چاٹ طبیعت کو اُچاٹ نہیں ہونے دیتی - مگر خاندان قادریہ میں مبتدی کو بجز بے حاصلی کے اور کچھ حاصل نہیں ہوتا - اسلئے بعض طالب مایوس ہوکر کر ہمت کھول دیتے ہیں - البتہ مدت دراز میں اور مجاہدہ کثیر کے بعد آخر میں یہ کیفیت ہوتی ہے کہ گویا دفعۃً صور پھونکدیا یا جیسے کنواں کھودتے کھودتے یکبارگی بم پھٹ گئی - پھر تو سبحان اللہ سب کیفیتیں اس کے سامنے گرد ہیں اور اگر طالب کو کچھ حاصل نہ ہوا اور اس کی راہ میں کھیت رہا تو یہ ہزار مردوں سے بہتر ہے - کیونکہ راہ خدا میں حاصل وحصول کیا جو قدم اس طرف اُٹھا وہی نقد وقت ہے +

ایک روز - ایک صاحب جن کو خدمت مبارک میں شرف ارادت حاصل تھا - حاضر ہوئے اور اپنے دل میں سوچنے لگے کہ افسوس ہم بہ سبب بُعد مسافت اور شغل ملازمت کبھی کبھی زیارت سے مشرف ہو جاتے ہیں - بڑے خوش نصیب ہیں یہ لوگ جن کو ہر روز دولت حضوری اور فیض صحبت حاصل ہوتا ہے اسوقت ارشاد ہوا کہ لطفہ قرار پانی کو تو ایک ہی صحبت بس ہے

ورنہ ہزار میں بھی کچھ نہیں ہو سکتا۔

ایک روز ارشاد ہوا - کہ ریاضت و مجاہدہ بھی ایک امر ضروری ہے دیکھو جب کہ ہاکی قوت دھیمی پڑ جاتی ہے - تو رگڑنے سے پھر تیز ہو جاتی ہے اسیطرح طالب کا قلب مجاہدہ سے تر و تازہ رہتا ہے۔

ایک روز کسی صاحب نے عرض کی کہ حضرت مخدوم علاوالدین صابر قدس سرہٗ کو اسقدر جلال تھا کہ جو شخص یا جو چیز آپکے سامنے آتی سوختہ ہو جاتی اسپر ارشاد ہوا کہ مخدوم صاحب کو تجلی ذات و مشاہدۂ ذات دوامی تھا اور ایسا مشاہدہ جلال چندہی اولیا کو ہوا ہے۔

ایک روز ارشاد ہوا - کہ ایک بزرگ نے جناب الٰہی میں عرض کیا کہ جب غلام بوڑھا اور بیکار ہو جاتا ہے تو دستور ہے کہ اُسکو خدمت سے آزاد کر دیتے ہیں - پس میں چاہتا ہوں - کہ آیندہ تجھکو بھی بندگی سے آزادی ملے حکم ہوا کہ جو چاہو مانگ لو - مگر آزادی طلب نہ کرو اس بزرگ نے پھر یہی درخواست کی ہاں قبول ہو گئی - اس کے بعد کسی نے ان سے پوچھا کہ کہو اب کیا حال ہے جواب دیا کہ ؎

بندگی تست محو آزادی ہمانا ذرہ در دل غم و شادی نماند

بے صفت گشتم نگشتم بے صفت ✦ عارفم اما نہ عارف معرفت ✦ غرض یہ ہے کہ بیکاری شغلہ کے نظف زندگی نہیں - آدمی کو کچھ دھندا ضرور چاہیئے۔

ایک روز ارشاد ہوا - کہ اس مصرع کے معنی بیان کرو ع بجسم پاک پیغمبر نہ نشست و نہ نشیند جب حاضرین میں سے کسی نے جواب نہ دیا تو فرمایا کہ نہ نشست کے معنی تو ظاہر ہیں اور نہ نشیند سے یہ مراد ہے کہ جو لوگ فنافی الرسول ہو جاتے ہیں اُن کے جسم پر بھی مکھی نہیں بیٹھتی ✦

ایک روز ارشاد ہوا - کہ منشا سرکاری یہ ہے کہ انسان اپنے آپکو نہ دیکھے جیسے آنکھ تمام جہان کو دیکھتی ہے لیکن اپنے آپکو نہیں دیکھ سکتی ؎ چشم بیند ہر کرم و ہر بیش را ✦ لیکہ نتواند کہ بیند خویش را ✦ اسیطرح ناک ہر شے کی خوشبو و بدبو سونگھتی ہے الا اپنے پیٹ کی بدبو کے محض بخشش ان اگر فضل خدا شامل حال ہوا اور کوئی مرد خدا اپنے وجود کی سیر کرا دے تو سبحان اللہ

وہ ہے پاس میرے مری بدگمانی لئے پھرتی مجھکو کہیں سے کہیں ہے

ایک روز ارشاد ہوا۔ کہ حضرت ابرہیم ادہم کا ایک صحرا میں گذر ہوا دیکھا کہ چند اولیائے خدا مرد میدان تسلیم و رضا اپنے حال میں مستغرق اور مراقبہ میں مصروف ہیں یہ اُنکی صحبت کو غنیمت سمجھکر بیٹھ گئے اور مشغول مراقبہ ہوئے اُسوقت حضرت ابراہیم ادہم کو ازراہ باطن منکشف ہوا کہ ایک جہاز سمندر کے اندر مبتلائے طوفان ہے اور باد مخالف کی سخت جھوکے ایسے لگتے ہیں کہ جہاز قریب غرق ہے اور اہل جہاز غایت عجز و نیاز اور خضوع و خشوع اور گریہ زاری کرتے ہیں اُنکی فریاد و واویلا سے شور قیامت برپا ہے یہ کیفیت مشاہدہ کرکے براہ ترحم انکا جی بھرآیا اور ازراہ باطن جہاز کی مدد کی اور اُسکو صحیح سلامت طوفان سے نکالدیا اولیا بزرگ باہم بولے کہ دیکھو یہ فضولی ہم میں سے کسنے کی تب انکار کیا حضرت ابراہیم بولے کہ صاحبو مجھکو ایسا رحم آیا کہ زیادہ صبر نہو سکا میں نے یہ کام کیا ہے۔ اُنہوں نے کہا کہ سُنو صاحب سرکار کو تو خود اس بچانا منظور رہتا اگر ڈبونا ہوتا تو تمہاری ہمت سے کیا ہو سکتا تھا۔ تم نے دخل دیکر مفت اپنے ذمہ ایک الزام لیلیا ہماری تمہاری صحبت راس نہ آئیگی۔ یہ کہکر سب غایب ہو گئے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ زمانہ حضرت ابراہیم ادہم کا ابتدائی تھا ورنہ دعا نکرتے اور یہ بھی لکھا کہ حضرت ابراہیم ادہم نے انکو یہ جواب دیا کہ جہاز کا بچانا بھی تو تقدیر الہی میں میری دعا پر موقوف تھا جو میں نے دعا کی ورنہ میں دعا کب کرتا۔

ایک روز ارشاد ہوا۔ ریداس اپنے مکان کے دروازے پر کھڑے تھے ایک برہمن جو گنگا کے اشنان کے لئے جاتا تھا پوچھا کہ مہاراج کہاں جاتے ہو کہا گنگا جی کے اشنان کو ریداس نے اسکو ایک ٹکہ دیا اور کہا کہ جب تو ہر کی پیڑی پر پہنچے اور اشنان کر چکے تو اوّل میرا سلام کہنا اگر گنگا جی اپنا ہاتھ پانی سے نکالیں تو پھر یہ ٹکا اُن کے ہاتھ پر رکھ دینا ورنہ واپس لے آنا اس برہمن نے بعد اشنان کے ایسا ہی کیا ایک نازنین ہاتھ برآمد ہوا ٹکہ اسپر رکھدیا۔ گنگا جی نے ایک کنگن نہایت عجیب و غریب مرصع و بیش بہا اس برہمن کو دیا کہ لے ریداس کو

بعد سلام کے یہ کنگن دے دینا برہمن واپس آیا اور کنگن اُنکو حوالہ کیا ریداس نے اوسی برہمن کو دیدیا اُسنے راجہ کی نذر کیا راجہ نے رانی کو دیدیا رانی نے فرمائش کی کہ اسکی جوڑی کا دوسرا کنگن پیدا کرو راجہ نے برہمن سے کہا اس نے ریداس سے عرض کیا کہ صاحب یوں معاملہ ہے اب دوسرا کنگن بھی دلوائیے ورنہ میں مارا جاؤنگا۔ ریداس ایک ٹکہ لیکے اپنے کٹھوت کے کنارہ کھڑا ہوا اور کہا کہ من چینگا تو کٹھوت ھی میں گنگا۔ اتنا کہنا تھا کہ وہی ہاتھ کٹھوت کے پانی سے برامد ہوا ٹکہ دیدیا اور کنگن لے آیا۔ غرض اس بیان سے یہ ہے کہ آدمی کا قلب سلیم ہونا چاہئے پھر جو چاہے موجود ہے کچھ حاجت کہیں آنے جانے کی نہیں اور یہ بجز توحید کے نہیں ہو سکتا۔

چوں از و گشتی ہمہ چیز از تو گشت	چوں از و گشتی ہمہ چیز از تو گشت

ایک روز ارشاد ہوا۔ کہ حضرت نجم الدین کبریٰ رحمۃ اللہ علیہ کا ایک عزیز خلیفہ تھا جو خلیفہ بغداد کا پیر تھا ایکروز مجمع عام میں اُنہوں نے کہا کہ پیر کامل مرغی کی مانند ہوتا ہے۔ یعنی مرغی کے تلے جس قسم کے انڈے رکھدو گے اُن کو سے کر بچے نکال دیگی تیتر کے بچے جنگل میں جا اُڑیں گے مرغی کے خاک میں لوٹیں گے بط کے دریا میں تیریں گے ہم بھی مثل بچہ بط کے دریائے توحید میں شناوری کرتے ہیں ؎ بچۂ بط اگر نشیمنہ بود ۔ اب دریا اش تا بسینہ بود یہ ماجرا کسی شخص نے حضرت نجم الدین کبریٰ کے سامنے عرض کیا کہ آپکے خلیفہ آپکو مرغی سے تشبیہ دیتے ہیں اور ایسا کہتے ہیں یہ سنکر فرمایا کہ وہ نالائق دریا میں ڈوبے گا۔ وہ خلیفہ صاحب چونکہ بادشاہ کے پیر تھے اس لئے محلات شاہی میں اُن سے کچھ پردہ نہ تھا بے تکلف چلے جایا کرتے تھے اتفاقاً ایکدن تشریف لائے تو بادشاہ گھر میں نہ تھا یہ اس کے پلنگ پر سو رہے ذرا دیر بعد بیگم آئی اور بادشاہ کے خیال میں اُن کی برابر لیٹ کر سو گئی کچھ دیر بعد بادشاہ آیا اور یہ تماشا دیکھا چپ چاپ واپس چلا گیا اور دل میں بدگمانی پیدا ہوئی جب میاں صاحب کی آنکھ کھلی تو بیگم کو پاس دیکھکر وہاں سے چلدئے بادشاہ سے ملاقات ہوئی اُسنے ملاحوں کو حکم دیا کہ آج حضرت پیر و مرشد کو سیر دریا کراؤ اور

اور اُنکو اشارہ کردیا کہ کشتی کو منجدھار میں لیجاکر ڈبو دینا ملاحوں نے حکم کے بموجب عمل کیا جب بادشاہ رات کے وقت محل میں آیا تو بیگم نے دن کا قصہ سنایا اور تمام حال بیان کیا یہ قصہ سُنکر بادشاہ کو نہایت ملال ہوا کہ میں نے بڑا ظلم کیا اور پیر و مرشد کو ناحق ڈبو دیا اب یا تو قصاص لازم ہے یا خوں بہا یہہ خیال کرکے بہت سا روپیہ لیکر حضرت نجم الدین کبریٰ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض حال کے بعد روپیہ اور شمشیر برہنہ سامنے رکھدی کہ خوں بہا بھی حاضر ہے اور سر بھی موجود ہے جیسا حکم ہو۔ ؎ اُسوقت حضرت جذب میں تھے فرمایا کہ ہاں میرے عزیز مرید کو مار کر اب روپیہ اور سر لیکر آیا ہے گیا اُسکی اتنی ہی قدر و منزلت تھی نہیں اُسکے خون بہا میں اوّل میرا سر پھر تیرا سر اور جتنے اس زمانہ کے اولیاء اللہ ہیں اور سادات عظام و علماء کرام اور امراء ذوی الاحتشام ایک ایک کا نام لینا شروع کیا یہانتک کہ فریدالدین عطار کا سر وغیرہ وغیرہ بغداد کا نام شروع کیا اور لفظ بغ زبان سے نکلا تھا کہ ایک مرید نے اِنکا منہ بند کرلیا کہ یہ تو ہمارے پیروں کا مکان ہے پھر چپ ہوگئے چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ چنگیز خاں نے تاتار سے خروج کیا پہلے حضرت کا سر کاٹا پھر اس بادشاہ کا اور مُلک خراسان اور ایران کو بھی تہ تیغ کردیا اور نصف بغداد کو بھی قتل غارت کیا جب لشکر مغل نیشاپور کے قریب پہنچا تو حضرت فریدالدین عطار نے اپنا پیالہ چوبیں اوندھا کردیا تھا تمام شہر لشکر کی نگاہ سے پوشیدہ ہوگیا فوج حیران ہوکر اپنے خیمہ گاہ پر آپڑی اگلے روز چنگیز خاں نے پھر لشکر روانہ کیا شام کو ٹکریں کھاکر لشکر واپس آیا اور شہر کا پتہ نہ چلا چنگیز خان نے کہا کہ معلوم ہوتا ہے کہ اس شہر میں کوئی مرد کامل ہے خیر کل کو خود لشکر کا رہنما بنونگا اور شہر پر تاخت کرونگا یا وہ نہیں یا میں نہیں چنانچہ اگلے روز اسنے نیشاپور کا قصد کیا اُدھر حضرت عطار نے اپنا پیالہ الٹنا چاہا کہ حضرت خضر علیہ السلام پہنچے اور عطار کا ہاتھ پکڑلیا کہ بس رہنے دو حکم سرکاری تمہارے قتل کیواسطے جاری ہوچکا ہے۔ بولے کیا قصور خضرؑ نے کہا قصور کچھ نہیں بلکہ اختیار ؎ جہاندار دانا جہان داشتی

یکے را بُریدن یکے کاشتن ÷ اور تم موحد ہو کر غیریت سمجھتے ہو وہ شان جمالی تھی یہہ شان جلالی ہے یہ کیا کہ میٹھا میٹھا ہپ اور کڑوا کڑوا تھو ؎ وہ بھی دیکھا یہ بھی دیکھ ÷ ان نین کا یہی پریکھ ÷ اور اگر آپ پیالہ اُلٹو گے تو کچھ بھی نہیں ہونے کا - بس اب کرامت اپنی رہنے دو ناچار شیخ عطار نے سر جھکا لیا اور قتل کر گئی اسکے بعد جناب قبلہ نے فرمایا کہ میاں ہم تو یہی کہتے ہیں -

خواہی زفراق در فغان دارمرا	خواہی زوصال شادماں دارمرا
زاں ساں کہ دل تست چناں دارمرا	اگر ہم دعا بھی مانگیں یہہ مانگیں تو یہ مانگیں
من با تو نگویم کہ چساں دارمرا	ندارم زوق رندی نے خیال پاکدامانی

ایک روز ارشاد ہوا - کہ بخت نصر بادشاہ ابتداء میں نہایت نیکبخت و صالح تھا حضرت ذکریا و یحییٰ علیہما السلام کی نہایت اطاعت کرتا تھا اتفاقاً اُسنے ایک عورت سے نکاح کیا جس کے ہمراہ ایک لڑکی نہایت حسینہ و جمیلہ پہلے شوہر سے تھی جب وہ لڑکی سن بلوغ کو پہنچی تو بادشاہ حسن کی بہار دیکھ کر فریفتہ اور دیوانہ ہو گیا اسکی ماں کو پیام دیا بہت خوش ہوئی مگر دل میں اندیشہ کیا کہ بادشاہ پیغمبروں کا مطیع فرمان ہے اور یہ نکاح پیغمبراں خدا کی شریعت کے خلاف ہے وہ کاہے کو اس کام کی اجازت دیں گے اسلئے بادشاہ سے کہا کہ تم اسکا مہر ادا نکر سکو گے اس نے دریافت کیا کہ ایسا کتنا مہر ہے جو کچھ کہو گے میں دونگا عورت نے کہا کہ اس کا مہر تمہارے دونوں پیغمبروں کا سر ہے اگر تم یہ مہر ادا کر سکو تو لڑکی حاضر ہے ورنہ اسکا نام مت لو بادشاہ نے کہا کہ یہ بیچارے دو مسکین خدا کے دوست بیت المقدس کے مجاور ہیں کسی کام میں دخل نہیں دیتے بلکہ تمہارے خیر خواہ و دعا گو ہیں انکو بے جرم و گناہ قتل کرنا ظلم عظیم ہے اسکے سوا جو کچھ مانگو جو مہر کہو مجھ کو منظور ہے - اسنے کہا کہ اس کے سوا اور کوئی مہر نہیں ہے بادشاہ نے ہوائے نفسانی سے مغلوب ہو کر فوج کو حکم دیا کہ دونوں بیگناہوں کا سر کاٹ لاؤ حکم کے موجب سپاہیوں نے جا کر اول حضرت یحییٰ علیہ السلام کو بیت المقدس میں قتل کیا اور حضرت ذکریا یہ حال دیکھکر جنگل کی طرف بھاگ نکلے فوج پیچھے ہوئی اور شیطان نے

لہ یعنی بغداد کہنا چاہتے تھے مرید نے سُنہ پر پڑھا مقدر لکھدیا جو نصف بغداد یعنی سُنہ سو نکل چکا تھا نصف بغداد ہی قتل ہوا

اِن کی رہنمائی کی جب سپاہیوں نے آدبایا اور گھیر لیا تو حضرت زکریا نے ایک درخت سے التجا کی کہ تو مجھکو اسوقت پناہ دے وہ درخت پھٹگیا یہ اُس کے اندر سما گئے وہ پھر بند ہوگیا۔ لیکن قدرے کپڑا باہر رہگیا فوج متحیر ہوئی کہ کہاں غائب ہوگئے شیطان نے نشان دیا کہ اس درخت کے اندر ہیں اور یہ کپڑا اُن کے ہونے کی علامت ہے۔ پھر شیطان نے آرہ کی ترکیب بتلائی درخت چیرا گیا جب نوبت آرہ کی سر تک پہنچی تو حضرت نے سسکی بھری حکم الٰہی نازل ہوا کہ اگر اُف کروگے تو پیغمبری سے خارج کردئے جاؤگے تم نے غیر سے کیوں پناہ مانگی اگر ہم سے التجا کرتے تو کیا ہم پناہ نہیں دیسکتے تھے اب اسکا مزہ چکھو اور چپ چاپ سر پر آرہ چلنے دو غرضکہ سر سے پاؤں تک جسم چیرا گیا اور حضرت ذکریا نے دم نہ مارا ۵

سرّے است در حقوق محبت برائے ما — عشاق از دو دیدہ کشد ابتلائے ما
ما آدم از بہشت پئے این کشیدہ ایم — تا قدر تم بہ بینند اندر سرائے ما
ما نوح را ز طوفان گشتہ کردہ ایم — موسیٰ بغیب یافتہ قوت عصائے ما
انگشتری سلیماں با دیو دادہ ایم — یعقوب خود نگاہ کند در قضائے ما
گاہے در افگنیم بآتش خلیل را — قرباں کند اگرچہ پسر در رضائے ما
گہہ آرہ را تبارک سر ذکریا کشیم — یحییٰ کشیم دم نزند در قضائے ما
دندان مصطفیٰ را اے دوست بشکنیم — ایوب صابر آمدہ از کرم ہائے ما
گہہ چاشنی زہر بحلق حسن کنیم — گہہ تیغ بر حسین کشد کربلائے ما
بیگانہ را چہ کار بود در بلائے غم — آنرا رسد کہ خاص بود آشنائے ما
فرعون را ندادیم اے دوست دردسر — زیرا کہ او نداشت سر دردہائے ما
شداد را بہ نعمت چنداں رساندہ ایم — ہشتم بہشت آورد اندر سرائے ما
ما پروریم دشمن و مامی کشیم دوست — کس را مجال نیست بچون وچرائے ما
حافظ ہمیشہ نالہ کند در بلائے غم — باشد کہ خود علاج کند دردہائے ما

غرض اس بیان سے یہ ہے کہ بجز اللہ تعالےٰ کے کسی سے استعانت نہ چاہیے بلکہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی طرح خدا سے بھی کچھ طلب نکرے ع کہ خواجہ خود روش بندہ پروری داند ؎ بن مانگے موتی ملیں مانگے ملے نہ بھیک ع اسکی رضا پہ چھوڑ دو ہر خدا جو ہو سو ہو۔ جب دونو پیغمبر اس طرح بیدردی سے قتل کئے گئے۔ تو غضب الٰہی نازل ہوا دن تاریک ہوگیا ایک بادشاہ فوج خونخوار لیکر چڑھا اور اس شہر کے باشندوں کو گرفتار کر لیا حضرت یحیٰی علیہ السلام کا خون بند نہوتا تھا جب قبر میں کہتے تھے تو قبر خون سے لبریز ہوجاتی تھی بادشاہ لشکر کش نے قسم کھائی کہ جبتک خون بند نہو گا میں قتل سے باز نہ رہوں گا ہزار ہا آدمی تہ تیغ کردئے لیکن خون بند نہ ہوا۔ اُسوقت ایک شخص حضرت یحیٰی کی لاش پر آیا اور کہا کہ تم پیغمبر ہو یا ظالم ایک خون کے بدلے میں ہزار ہا آدمی قتل ہو چکے اب کیا سارے جہان کو قتل کراؤ گے اتنا کہنا تھا کہ اُنکا خون بند ہوگیا۔ جامع دمشق میں حضرت کی قبر ہے۔

بڑے بھئے دکھ بہت ہی چھوٹے سے دکھ دور	تارے سب نیارے رہیں گہیں چاند اور سور
خوب پرکھ کی دیکھہ کبیر یہ مردوں کا گاؤں	اسمیں جگ بھر کوئی نہ جیا کس کا لیجے ناؤں
پیر پیغمبر مر گئے مر گئے جنگم جوگی	راجا کرتا راجہ مر گئے مر گئے بید اور روگی
چندا مرے سورج مرے مرے برہمانڈ کا ساہا	چودہ دیپ پانی میں ڈوبے ان کی چھوڑو آسا
رام مر گئے کرشن مر گئے مر گئی لکھو بائی	اسکو سادھو کیوں نہ پوجو جسکو موت نہ آئی
ایک سمرلی الکھ نرنجن جن پر جگ اپجایا	کہیں کبیر اسنورے سادھو جھوٹی جگ پر مایا

اس شعر پر حضرت نے فرمایا یہاں کبیر بھی چوک گیا۔ اس جہاں کو جھوٹا کہنا کمال نادانی ہے۔ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ؎

پس گو کاین جملہ دنیا باطل اند	باطلاں در بوئے حق دائم دل اند
پس گو جملہ خیال ست و ضلال	بی حقیقت نیست در عالم خیال
وانکہ گوید جملہ حق است احمقی ست	وانکہ گوید جملہ باطل او شقیست

ایک روز شاد ہوا۔ کہ سلطان محمود غزنوی حضرت ابوالحسن خرقانی کی زیارت کے لئے خرقان میں پہنچے پہلے پیام بھیجا کہ میں آپکی زیارت کیواسطے غزنین سے یہاں تک آیا آپ خانقاہ سے خیمہ تک قدم رنجہ فرمائے اور قاصد کو سکھا دیا کہ اگر وہ انکار کریں تو یہ آیۃ پڑھنا اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ حضرت نے جواب دیا کہ ہمکو معذور سمجھو اس نے آیۃ پڑھی تو فرمایا۔ کہ در اطیعوا اللہ چناں مستغرق ام کہ از اطیعوا الرسول خجالتہا دارم۔ تا بہ اولی الامر چہ رسد قاصد نے آنکر محمود کو یہ جواب سُنا دیا۔ محمود نے اپنی پوشاک ایاز کو پہنا کر سلطان بنایا اور دس کنیزوں کو مردانہ لباس پہنا کر غلام اور خود ہتھیار باندھکر اُسکی اردلی میں چلا اور حضرت کے حجرہ پر پہنچا حضرت نے تعظیم نہ دی محمود نے کہا کہ آپنے سلطان کی کچھ توقیر نہ کی فرمایا کہ تم نے جال لگایا ہے محمود نے کہا کہ بیشک جال تو لگایا تھا۔ مگر آپ اس جال کی چڑیا کاہے کو ہیں۔ پھر محمود بولا کہ کچھ ارشاد فرمائے کہا کہ ان نامحرموں کو باہر کردو۔ پھر محمود نے دعا کی درخواست کی اور ایک بھتیلی اشرفیوں کی پیش کی۔ آپنے ایک سوکھی روٹی جو کی نکالکر سامنے رکھدی محمود نے کھائی مگر مگر نوالہ گلے میں اٹکتا تھا۔ فرمایا کہ ایسی ہی تمہاری اشرفیاں ہمارے حلق سے نہیں اُترینگی بس اُٹھاؤ ہم اسکو طلاق دیچکے ہیں پھر محمود نے عرض کی کہ کچھ یادگار اپنا عنایت فرمائے شیخ نے ایک کپڑا اپنا دیا اور فرمایا کہ اگر تمکو کہیں بڑی مشکل درپیش آوے جس کی عقدہ کشائی دشوار ہو تو اس کے ذریعہ سے دعا کرنا اللہ تعالےٰ قبول فرماوے گا۔ جب محمود رخصت ہونے لگا تو اُسوقت تعظیم کے لئے حضرت کھڑے ہوگئے اس نے پوچھا کہ آتے وقت کچھ نہ تھا تو اب جاتے وقت تعظیم کیسی جواب دیا کہ اے محمود تو باشاہی کے گھمنڈ میں امتحان کے لئے آیا تھا مگر اب تو فقیری اور انکساری کی دولت لیچلا ہے بس میں تیری شاہی کی تعظیم کے لئے نہیں اُٹھا

۱؎ یعنی ایک تو اختیار کر ایسا ایک جو نظر نہیں آتا اور سب گھٹیں سمایا ہوا ہے جسنے جہان کو پیدا کیا۔ کبیر کہتا ہے سنو یار یہ جھوٹے جگ میں پھر کوئی آیا ہے ۱۲ ۲؎ اے پروردگار ہمارے نہیں پیدا کیا تو نے یہ جہاں بے فائدہ ۳؎ یعنی فرماں برداری کرو اللہ اور اُسکے رسول کی اور حاکم کی جو تم میں سے ہو ۱۲

بلکہ فقیری کی تکریم کیواسطے کھڑا ہوا ہوں محمود واپس ہوا۔ کہ وہان سے آنکر سومنات پر حملہ کیا جب بھر کہ سخت پیش آیا اور تردد پیش ہوا تو اس لباس کو لیکر دعائے فتح مانگی اور منت مانی کہ جو کچھ غنیمت ہاتھ آویگی درویشوں کو نذر کرونگا چنانچہ اُسی روز محمود کا لشکر فتحیاب ہوگیا۔ اور رات محمود نے خواب میں دیکھا کہ حضرت ابوالحسن خرقانی فرماتے ہیں کہ تو نے ہمارے خرقہ کی بھی آبرو رکھوئی اگر تو دعا کرتا تو تمام کفار کو خدا تعالےٰ اسلام نصیب کرتا اس فتح سومنات میں مال کثیر سلطان کے ہاتھ آیا مولویوں سے دریافت کیا کہ یہ غنیمت کسکو دینی چاہیے کہا کہ علماء کو تاکہ علم دین کی ترقی ہو۔ پھر غازیوں اور امیروں اور لشکریوں سے یہی سوال کیا ہر ایک نے اپنے مطلب کی کہی سب کے بعد ایک مجذوب سے پوچھا جو لشکر میں رہتا تھا اس نے جواب دیا کہ سُن محمود اگر خدا سے آیندہ کچھ مطلب ہے تو موجب اقرار کے فقراء پر تقسیم کردو ورنہ جو مقصد تھا وہ ہو ہی چکا۔ آیندہ خدا سے کچھ توقع نہ رکھو اور مال غنیمت کو اپنے خرچ میں لاؤ بادشاہ نے یہ جواب سُنکر حسب وعدہ مال غرباکو لٹا دیا۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ جب بابا فرید شکر گنج رحمۃ اللہ علیہ اور خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بارادہ بیعت حاضر ہوئے تو اُسوقت خواجہ صاحب ایک درخت سے ٹیکیہ لگائے بیٹھے تھے باباصاحب کو خیال آیا کہ تعجب ہے کہ جس درخت کو خواجہ صاحب نے کمر لگائی۔ وہ خشک رہے ایک نظر جو ڈالی تو درخت سرسبز ہوگیا خواجہ صاحب نے نگاہ کی تو پھر خشک ہوگیا غرض دوبار اسیطرح اُلٹ پلٹ ہوئی۔ خواجہ صاحب نے فرمایا کہ میاں فرید تم فقیری کرنے آئے ہو یا خدا سے لڑنے مرضی الٰہی یوں ہی ہے۔ کہ درخت خشک رہے اور تم اسے ہرا بھرا کیا چاہتے ہو۔ جاؤ قطب الدین کے پاس وہ ذرا تمہاری خبر لیگا۔ اور وہیں تمہارا حصہ ہے حسب ارشاد پورانی دلّی میں آئے اور قطب الدین صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ان کی عمر کم تھی بچوں کے کھیل کود کا تماشا دیکھ رہے تھے بابا فرید کے دل میں خیال آیا کہ یہ تو ملا مگر لڑکا ہے۔ ان کو یہ ضمیر منکشف ہوئی۔ فوراً حجرہ کے اندر گئے اور بوڑھے بنکر نکل آئے فرمایا لو اب تو میں تمہاری پیری کے قابل ہوگیا۔ بابا صاحب بیعت ہوئے۔ اور حضرت کے وضو کرانیکی خدمت اختیار کی

ایکدفعہ موسم سرما میں آدھی رات کے بعد پانی گرم کرنے کے لئے آگ کی ضرورت ہوئی۔ تمام شہر میں تلاش کی کہیں نہ ملی بہت گھبرائے آخر ہراردقت ایک بڈھیا کے گھر پتہ لگا اسنے کہا کہ آگ کے بدلے اپنی آنکھ کے نکال دے تو آگ دیتی ہوں۔ یہ راضی ہوگئے۔ انکھ دیکر آگ لائے اور جھٹ پٹ گرم پانی حضرت کے لئے طیار کیا وقت پر وضو کرایا صبح کو آنکھ پر پٹی باندھے قطب صاحب کے روبرو آئے پوچھا کہ یہ کیا ہوا عرض کیا کہ حضور آنکھ آئی ہے قطب صاحب نے فرمایا کہ آئی ہو تو سوائی ہو پٹی کھولی تو پہلے سے سوائی آنکھ تھی اس کے بعد خرقۂ خلافت عنایت فرمایا اور رخصت کردیا اسوقت سے بابا صاحب کی اولاد میں ایک آنکھ بڑی ہوتی ہے۔

ایک روز ارشاد ہوا۔ کہ جسوقت بابا فرید شکر گنج رحمتہ اللہ علیہ نے حضرت مخدوم علی احمد صابر اپنے ہمشیرہ زادہ کو تعلیم کیا تو ان پر ایک ایسی حالت طاری ہوئی کہ حضرت کا طواف کرتے تھے۔ اور یہ شعر ورد زبان تھا ؎

کعبہ خوانم یا پیمبر مصحف است ایں یا خدا اصطلاح شوق بسیار ست دمن دیوانہ ام	

بعد مدت کے مخدوم صاحب نے عرض کیا کہ میرا ارادہ دہلی کا ہے بابا صاحب نے فرمایا کہ میری مہر قطب جمال ہانسوی کے پاس ہے تم اپنی سند لیجاؤ اگر مہر کردیں تو چلے جانا۔ آپ سند لیکر ہانسی میں پہنچے مغرب کا وقت ہوگیا تھا۔ بعد ملاقات کہا کہ بھائی صاحب اس عرضی پر مہر کردو۔ اُنہوں نے فرمایا کہ ابھی آپ تھکے ہوئے تشریف لائے ہیں انشاء اللہ فجر کے وقت مہر ہوجائیگی خاطر جمع فرمالے مخدوم صاحب نے کہا کہ نہیں حضرت ابھی مہر کردیجئے قطب صاحب نے فرمایا۔ کہ صاحبزادے اسوقت چراغ موجود نہیں۔ صبح تک صبر کیجئے۔ ایسی کیا جلدی ہے۔ حضرت علی احمد صاحب نے اپنی انگلیوں پر پھونک ماری فوراً پانچوں انگلیاں روشن ہوگئیں۔ قطب صاحب نے فرمایا کیا تم اپنی کرامت دکھاتے ہو یہ کہکر سند کو چاک کردیا حضرت علی احمد صاحب نے ان جا نماز لیکر پھاڑ ڈالی۔ اور کہا تم نے ہماری سند ولایت پھاڑی ہم نے تمہاری قطبیت قطع کردی

قطب صاحب نے پوچھا کہ ماضی کی یا استقبال کی آپ نے فرمایا کہ استقبال کی کہا کہ الحمد للہ بھلا پچھلی تو بچی آخر مخدوم علی احمد صاحب وہاں سے روانہ ہوکر بمقام کلیر کہ شہر عظیم اور نہایت آباد تھا پہنچے اور وہاں رہنا اختیار کیا جمعہ کے روز مسجد میں نماز کے لئے اوّل وقت پہونچے اور پہلی صف میں مقابل مصلائے امام جا بیٹھے چونکہ آپکی صورت فقیرانہ اور کپڑے پھٹے پرانے تھے جو شخص آتا انکو اُٹھاکر خود بیٹھ جاتا حتّٰی کہ صفِ نعال میں جا پہنچے آپکو غصہ آیا جب نمازی سجدہ میں گئے تو فرمایا کہ اے مسجد تو کیوں کھڑی ہے ذرا جھکجا مسجد نمازیوں پر گر پڑی اور سارے آدمی دبکر مرگئے۔ یہاں تک کہ تمام شہر برباد ہوگیا۔ صرف اُس بڑھیا کا لڑکا بچا جو آپکی خدمت کرتی تھی چنانچہ اب تک وہ شہر ویران پڑا ہے۔ آخر کار آپکو حیرت نے گھیر لیا ایک گولر کی شاخ پکڑ کے کھڑے ہوگئے کئی برس تک اسی طرح کھڑے رہے۔ جب بابا فرید کو معلوم ہوا کہ صابر عالم حیرت میں متحیر کھڑا ہے تو اپنے مریدوں کو جمع کرکے فرمایا کہ کوئی ایسا ہے کہ ہمارے صابر کو جاکر بٹھادے ہم اوسکو انعام دیں گے۔ حضرت خواجہ شمس الدین ترک پانی پتی نے کہ جوان خوش طلعت و خوش آواز تھے دست بستہ عرض کی کہ ارشاد ہو تو میں جاؤں آپنے فرمایا۔ اچھا لیکن سامنے کھڑے نہ ہونا خواجہ صاحب رخصت ہوکر کلیر میں پہنچے۔ دیکھا کہ جناب علی احمد صابر صاحب بصورت تصویر سکتہ کا سا عالم آنکھیں کھلی ہوئیں نظر بطرف آسمان متھام حیرت میں مستغرق کھڑے ہیں خواجہ صاحب بجانب چپ کھڑے ہوکر غزل گانے لگے۔ مخدوم صاحب کی طبیعت عروج سے مائل بہ نزول ہوئی۔ تھوڑی دیر کے بعد ہوش میں آگئے۔ اور اور فرمایا کہ شمس الدین بیٹھ جا آپنے عرض کیا کہ غلام بیٹھے اور مولا کھڑا رہے یہ تو کمال بے ادبی ہے فرمایا۔ کہ اچھا ہمکو بٹھادو چونکہ مدّت مدید سے کھڑے کھڑے پاؤں اکڑ گئے تھے۔ اسلئے بیٹھ نہ سکے۔ لٹادیا۔ پھر آپنے پوچھا کہ شیخ اچھے تھے۔ کہا کہ فضل الٰہی ہے۔ تھوڑی دیر میں آپکو نیند آگئی اَلنَّوْمُ رَاحَۃُ الْبَدَنِ وَزِیَادَۃُ الْعَقْلِ بدن کو آرام ملا عقل کو زیادتی ہوئی۔ جب بیدار ہوئے تو فرمایا کہ اچھا رخصت وہاں سے رخصت ہوکر حضرت بابا صاحب کی خدمت میں

پہنچے - تمام حال عرض کیا - فرمایا کہ بھلا ہمکو بھی پوچھتے تھے جواب دیا کہ حضرت ہاں - ایکدفعہ پوچھا تھا کہ شیخ اچھے تھے یہ لفظ سُنکر آپکو ایک حالت وجد تاری ہوئی - اس وجد میں فرماتے تھے - کہ آج ہم شیخ ہوے - بعد فرو ہونے حالت کے خواجہ صاحب نے انعام موعود کی درخواست کی آپنے فرمایا کہ جاؤ علی احمد صابر تمکو انعام میں دیا خواجہ صاحب پھر وہاں سے چلے اور مخدوم صاحب کی خدمت میں رہنا اختیار کیا چند روز کے بعد تعلیم فرماکر خواجہ صاحب کو حکم دیا کہ جاؤ - سواروں میں جاکر نوکری کرو - جس روز تم سے کوئی کرامت صادر ہوگی وہ روز ہمارے انتقال کا ہوگا رخصت ہوے اور بادشاہی سواروں میں نوکری کرلی جب سلطان علاالدین خلجی چیتوڑگڈھ کو سر کرنے گیا اور مدت محاصرہ کیا - مگر قلعہ فتح نہوا - تو فقراء کی طرف رجوع کی ایک فقیر نے کہا کہ تم کیوں جا بجا پھرتے ہو خود تمہارے لشکر میں ایک ایسا کامل ہے اگر وہ دعا کرے تو ابھی قلعہ فتح ہوجاوے - اور اللہ تعالےٰ نے یہ فتح اُسی کی زباں پر منحصر کی ہے اور علامت شناخت یہ ہے کہ آج آدھی رات کو آندھی آویگی سب کے چراغ گل ہوجائیں گے مگر اُنکا چراغ جلتا رہیگا بادشاہ خوش ہوا اور وقت کا انتظار کرنے لگا - جب نصف شب ہوئی تو آندھی آئی تمام لشکر کے چراغ پٹ ہوگئے - صرف ایک چراغ روشن تھا -

اگر گیتی سراپا باد گیرد	چراغ عاشقاں ہرگز نمیرد

بادشاہ وہاں پہنچے اور درِ خیمہ پر دست بکھڑے رہے آپ اُسدم تلاوت قرآن مجید میں مشغول تھے ذرا دیر میں نظر اُٹھائی تو دیکھتے ہیں کہ بادشاہ کھڑا ہے سمجھے کہ آج خیر نہیں آپنے قرآن شریف کو بند کیا اور کھڑے ہوکر بادشاہ سے پوچھا کہ حضور آپ اسوقت کیوں تشریف لائے عرض کیا حضرت میرا قصور معاف ہو مجھکو آپکی قدر و منزلت معلوم نہ تھی دعا کیجئے کہ یہ قلعہ فتح ہوجاوے جواب دیا کہ حضور میں تو آپکا ایک ملازم ہوں کسی نے آپکو بھکا دیا ہے - بھلا میں اس قابل کہاں بادشاہ نے بادشاہ نے کہا - کہ کوئی عذر میں نہ مانوں گا آپکو دعا کرنی ہی پڑیگی - فرمایا کہ خیر لیکن شرط یہہ ہے کہ میرا استعفا منظور ہو اور تنخواہ ملجائے یہاں سے تین کوس پر جاکر دعا کرونگا آپ صبحدم دھاوا کریں انشاءاللہ تعالےٰ قلعہ فتح ہوجاویگا بس معلوم ہوا کہ آج ہمارے پیر کا انتقال ہوگیا - بادشاہ نے

بادشاہ نے اُسیوقت تنخواہ دیدی اور رخصت کیا۔ آپنے تین کوس پر جاکر دعا کی قلعہ اُسی دم فتح ہوگیا آپ وہاں سے چلکر منزل بمنزل پران کلیر پہونچے دیکھا کہ فی الحقیقت حضرت نے انتقال فرمایا ہے اور نعش مبارک کے گرد شیر بھیڑیے درندو چرند حلقہ کئے بیٹھے ہیں۔ جب خواجہ صاحب پہنچے۔ تو سب جانور چلے گئے۔ تجہیز و تکفین کرکے سپرد خدا کیا۔ تین روز کے بعد حکم ہوا کہ پانی پت جاؤ حسب الارشاد پانی پت میں پہنچے۔ یہاں مخدوم جلال الدین کبیر الاولیا رحمۃ اللہ علیہ حضرت شاہ شرف الدین بوعلی قلندر رحمۃ اللہ علیہ سے ہمیشہ استدعائے بیعت کیا کرتے تھے اور قلندر صاحب ہمیشہ یہ جواب دیتے کہ تمہارا پیر آنیوالا ہے ابھی صبر کرو ہم بتادیں گے جب حضرت خواجہ شمس الدین صاحب وارد پانی پت ہوئے تو قلندر صاحب نے مخدوم صاحب سے فرمایا کہ جاؤ تمہارے پیر آتے ہیں۔ اُنکا استقبال کرو آپ گھوڑے پر سوار شہر کے باہر نکلے۔ دیکھا کہ ایک فقیر چلے آتے ہیں بعد سلام علیک کے خواجہ صاحب نے فرمایا کہ ارے میاں بانکے جوان ذرا اپنے گھوڑے کی چال تو دکھاؤ۔ آپنے چاق چوبند کرکے گھوڑے کی باگ اُٹھائی اور خوب چلت پھرت اسکی دکھائی۔ خواجہ صاحب بہت خوش ہوئے اور فرمایا ہے اسپ و زہے سوار مخدوم صاحب چاروں خانے چت گرے جو کچھ دینا تھا اُسی وقت دیدیا اور بیعت کرکے خلافت عطا فرمائی۔

ہر تمازیست پانی پت میں مقیم رہے۔ چنانچہ مزار بھی ان تینوں صاحبوں کے پانی پت میں مشہور و معروف ہیں مخدوم جلال الدین صاحب کو مطالعہ تو قلندر صاحب کو کرا چکے تھے۔ لیکن تعلیم خواجہ شمس الدین صاحب پر منحصر و موقوف تھی۔

ایکروز ارشاد ہوا۔ کہ جب حضرت نظام الدین سلطان الاولیا، بابا فرید صاحب کی خدمت میں پہنچے تو دیکھتے ہی آپنے فرمایا ؎

اے آتش فراقت دلہا کباب کردہ	سیلاب اشتیاقت جاں ہا خراب کردہ

بات یہ تھی کہ خاندان چشتیہ میں بزرگان متقدمین نے یہ بشارت دی تھی۔ کہ ایک محبوب الٰہی اس خاندان میں پیدا ہوگا۔ اور ایک دوسرے کو وصیت کرتے چلے آئے تھے۔ کہ جسکو اس

محبوب کی ملاقات میسر ہو۔ ہمارا سلام کہدے۔ غرضکہ بابا فرید صاحب کو ملاقات میسر ہوئی اسلئے آپنے یہ شعر زبان مبارک سے فرمایا کہ اگلے بزرگ تمہارے اشتیاق میں چلے گئے۔ اور اسی زمانہ میں بابا صاحب نے ایک خواب دیکھا تھا کہ ہم نے جال لگایا ہے۔ اس میں صدہا چڑیاں آنکر پھنسیں ہیں۔ لیکن ایک شاہباز بھی آپھنسا ہے۔ اور اس سے مراد حضرت سلطان نظام الدین تھے۔ بابا صاحب نے اُسیوقت ایک لوٹا اور ایک بوریا عنایت فرمایا آپ رات بھر اس کا طواف کرتے رہے لوگوں نے بابا صاحب کو خبر دی کہ اُنکا یہ حال ہوا اپنے فرمایا کہ ہو ہنار برون کے چکنے چکنے پات جب مقصود کو پہنچ گئے تو بابا صاحب نے فرمایا کہ تم دلی جاؤ اور قطب جمال ہانسوی سے ہماری مہر اپنی سند پر کرالینا۔ آپ بموجب فرمان قطب صاحب کی خدمت میں پہنچے قطب صاحب نے مزاج پرسی کے بعد ایک حجرہ قیام کے لئے دیا آپ رہنے لگے دو مہینے کے بعد قطب صاحب نے پوچھا کہ بھائی صاحبجی آپ کیوں تشریف لائے ہیں۔ سلطان جی نے کہا کہ آپکو معلوم ہو تو عرض کروں۔ قطب صاحب خاموش ہو گئے۔ دو مہینہ بعد پھر یہی سوال کیا آپنے وہی جواب دیا۔ فرمایا کہ اچھا لائے اپنی سند قطب صاحب نے اسپر تحریر فرمایا کہ ؎ ہزاراں درود و ہزاراں سپاس ؛ کہ گوہر سپردم بگوہر شناس ؛ وہاں سے رخصت ہو کر دہلی میں پہونچے قیام فرمایا دہلی میں ایک ہندو فقیر تھا سلب مرض میں بہت بڑا کمال رکھتا تھا۔ اتفاقاً ایکبار سلطان جی سخت بیمار ہوئے اپنے مرید کو فرمایا کہ مجھکو اُس کافر کے پاس لیجا نا جب مرض کا غلبہ ہوا اور حضرت بیہوش ہو گئے تو مرید گھبرائے ناچار اس کے پاس حضرت کو لیگئے اُسنے فوراً مرض سلب کر لیا۔ آپ ہوش میں آئے۔ اور دیکھا کہ اُس فقیر نے سلب مرض کیا ہے۔ تو ارادہ کیا۔ کہ اسکو کچھ انعام دینا چاہیئے۔ فرمایا کہ تمکو یہ کمال کسطرح حاصل ہوا۔ اُسنے کہا کہ نفس کے خلاف کرنے سے۔ آپنے فرمایا کہ بھلا تمہارا نفس اسلام کو قبول کرتا ہے اُس نے کہا کہ نہیں۔ فرمایا کہ پھر یہ بھی تو خلافِ نفس کرو وہ اول تو خاموش ہوا پھر اسلام لایا اور حضرت نے اوسکو تعلیم فرمایا۔

جناب سلطان جی نے حضرت امیر خسرو کو قلندر صاحب پانی پتی و مخدوم علی احمد صابر کی خدمت میں بھی بھیجا تھا۔ مگر جو خدا کو منظور تھا وہی ہوا۔ یعنی خلافت حضرت نصیر الدین چراغ دہلی کو عطا ہوئی اور حضرت سلطان جی کا لقب اولیا اس واسطے ہوا کہ اولیا جمع ولی کی اور حضرت مرتبہ میں مجموعہ اولیاء اللہ تھے۔

ایک روز ارشاد ہوا۔ کہ جب طالب سالک کو مرشداں کامل تعلیم کرتے ہیں تو کان میں ایک بات پھونک دیتے ہیں چنانچہ بابا فرید شکر گنج رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت سلطان غاری کے کان میں وہ پھونک ماری تو چھ مہینے تک بیخود و سرمست رہے اور اسی پھونک کی تاثیر سے حضرت مخدوم علی احمد صابر آخر دم تک ہوش میں نہ آئے۔ لیکن بعض جو صلے اور ظرف اللہ تعالے نے ایسے بنائے ہیں کہ انکو پھونک بھی جگہ سے نہیں ہلا سکتی جیسے حضرت نظام الدین اولیا جب ان کے کان میں بابا صاحب نے پھونک ماری تو کچھ اثر نہوا تین بار پھونک ماری اور یہہ اپنی حالت پر قائم رہے۔ اوسوقت بابا صاحب کو الہام ہوا کہ ان سے اگر ہزار یہ بات کہو گے تب بھی کچھ اثر نہوگا۔

ایک روز ارشاد ہوا۔ کہ جناب میاں شاہ فدا حسین صاحب رسول شاہی اگرچہ عالم جید اور ہمارے پیر و مرشد تھے۔ لیکن طریقہ ان کا بالکل خلاف شرع شریف تھا۔ اسی لئے حضرات نقشبندیہ ان کے منکر تھے بلکہ یوں فرماتے تھے کہ ان کے کوچہ میں گذرنے سے قلب پر تاریکی چھا جاتی ہے۔ چنانچہ جناب و قبلہ شاہ غلام علی شاہ صاحب نے ایکبار انکی نسبت فرمایا کہ وہ انسان پر سحر کر دیتے ہیں میاں شاہ فدا حسین صاحب نے جواب میں کہلا بھیجا کہ آپ ایک مرید اپنا جسکو کامل اور خوب پختہ سمجھتے ہوں میرے پاس بھیجئے۔ اور میں اپنا ایک مرید آپ کی خدمت میں بھیجتا ہوں پھر دیکھیے کسکی تاثیر پڑتی ہے۔ غرض انکا مرید وہاں گیا اور انکا یہاں آیا چار مہینے کے بعد شاہ صاحب کے مرید نے تو رسول شاہی طریقہ اختیار کر لیا۔ چار ابرو کا صفایا کرایا جام و صراحی میں شریک ہو گیا مگر فدا حسین صاحب کا رند مشرب مرید جیسا تھا ویسا ہی

رہا شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت بابرکت کا اثر اُسپر کچھ نہوا جب یہ قصہ جناب قبلہ نے بیان فرمایا تو ہمارے برادران طریق میں سے ایک بزرگوار کے دل میں ایک ایک مشکل وارد ہوئی اسوقت حضرت قبلہ نے ارشاد کیا کہ اس معاملہ کو یوں قیاس کرنا چاہیے کہ ایک عورت کا شوہر نہایت شکیل وجمیل تھا مگر اس عورت نے ایک زبردست ریچھ کو دوڑپر لگا رکھا تھا۔ اتفاقاً شوہر نے ایکبار دیکھ لیا۔ اور اُس سے کہا کہ بھلا میری شکل وصورت اور کارگذاری ومحنت میں کیا کسر تھی جو تو نے اس حیوان پر آنکھ ڈالی چونکہ راز فاش ہوگیا تھا اُسنے بھی صاف صاف کہدیا کہ میاں سُنو شکل وصورت ڈیل ڈول رنگ وروپ یہ تو سب خوبیاں تم میں ہیں لیکن ریچھ کی سیہ مستی میں جو کیفیت ہے اسکی تم میں بو بھی نہیں ؎

بہ بیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا	صلاح کار کجا و منِ خراب کجا

ایک روز ارشاد ہوا - کہ میاں فدا حسین شاہ صاحب کی مجلس میں جام شراب کا دور معمول تھا اتفاق سے ایکدن ہم حاضر تھے کہ پیالہ گردش میں آیا میاں توکل حسین شاہ صاحب ساقی تھے میری نسبت میاں صاحب سے استمزاج کیا تو آپنے اُنکو منع فرمادیا کہ انکی تواضع نکرنا مگر وہ رہ نہ سکے اور میرے سامنے بھی پیالہ پیش کیا میں نے کہا۔ بہت اچھا مجھکو تو کچھ انکار نہیں بشرطیکہ آپ وعدہ کریں کہ جو نشہ اسوقت چڑھے پھر حشر تک نہ اُترے گا۔ یہ کلمات سُنکر میاں صاحب ان پر خفا ہوئے کہ ہم نے تمکو پہلے ہی سمجھادیا تھا کہ ان سے نہ بولنا لو اب پلاؤ اگر کچھ ہمت ہی بھلا تم کیا پلاؤ گے یہ طاقت تو تمکو بھی حاصل نہیں کہ جو نشہ چڑھ جائے پھر نہ اُترے۔

ایک روز جناب قبلہ کے روبرو ذکر آیا کہ انسان کو وقت مرگ نہایت رنج ہوتا ہے اسوقت ارشاد ہوا کہ رنج کیوں نہو اگر آدمی کسی جگہ دو چار سال بھی رہتا ہے تو وہاں سے نقل کرنا دشوار گذرتا ہے جسم بھی ایک مکان ہے اور ساری عمر انسان کی اس میں بسر ہوتی ہے اسکا چھوڑنا بُرا کیوں نہ معلوم ہو ہم نے پرشاد گر ہندو فقیر سے یہ بات پوچھی تھی کہ تمکو بھی مرنے کا رنج ہوگا یا نہیں۔ کیونکہ وہ ایک قالب سے

دوسرے میں نقل روح کر جاتے تھے۔ جواب دیا کہ ہاں رنج تو مجھکو بھی ہوگا۔ اسواسطے کہ بخوشی خاطر کسی جگہ سے نکلنا اور بات ہے اور زبردستی نکالا جانا اور بات ہی دونوں کا فرق ظاہر ہے +

ایک روز ارشاد ہوا۔ کہ مولانا فخر صاحب رحمتہ اللہ علیہ سے کسی نے شاہ ولایت دہلی کا پتہ دریافت کیا آپنے بتادیا۔ کہ فلاں ترہ فروش ہی اور ایسا مستغرق ہے کہ ہر چیز پکے دھڑی لگادی ہی اس لئے انتظام سلطنت بھی خراب ہی دیکھا تو فی الحقیقت ایسا ہی پایا۔ ترہ فروش کا انتقال ہوگیا تو اُس شخص نے پھر پوچھا کہ حضرت اب کون ہے۔ فرمایا کہ اب سقہ ہے چاندنی چوک میں پانی پلایا کرتا ہے نہایت ہوشیار اور بیدار آدمی ہے اسواسطے انتظام سلطنت بھی درست ہے وہ شخص ان کی زیارت کو گیا پانی مانگا تو دو کٹوری لیکر ایک کٹورہ بھر دیا اسنے قصداً پانی پھینک کر کہا کہ یہ صاف نہ تھا اور دیجئے سقے صاحب نے کہا کہ دو کوڑی دو اور پانی لو یہاں ٹکے دھڑی کا بھاؤ نہیں ہی اور خبردار اس بڈھے سے کہدینا کہ ذرا اپنی حد میں رہو تم اپنا کام کرو ہم اپنا کام کرتے ہیں راز فاش کرنا اچھا کام نہیں ہے اس شخص نے حضرت سے یہ حال عرض کیا فرمایا کہ یہاں ہم نہ کہتے تھے۔ کہ وہ بہت ہوشیار ہے بھائی آیندہ اس کے پاس نہ جانا حاکم وقت ہی نہیں معلوم کیا کر بیٹھے +

ایک روز ارشاد ہوا۔ کہ مولانا فخر صاحب کے زمانہ میں ایک جوان کمبل پوش وارد ہوئے۔ اور اُس مسجد میں ٹھیرے جہاں ایک حافظ مرید حضرت کا رہا کرتا تھا جب حافظ مسجد سے باہر جانے لگا تو فقیر نے پوچھا کہ تم کہاں جاتے ہو اُسنے بیان کیا کہ میں دن میں دو وقت مولانا کی مجلس میں حاضر ہوتا ہوں۔ فجر کو درس حدیث ہوتا ہے اور عصر کے وقت مثنوی۔ معنوی۔ فقیر بولا بھلا حدیث تو کیا لیکن مثنوی سمجھ بھی لیتے ہیں حافظ چونکا مرید تھا۔ اسکو یہ بات بُری معلوم ہوئی۔ حضرت سے یہ حال گذارش کیا حضرت مولانا فخر صاحب نے فرمایا کہ واقع میں وہ بزرگ سچ کہتا ہے۔ چونکہ منعطف مزاج اور صاحب کمال تھے خود اُسکے پاس تشریف لائے اور درخواست کی کہ آپکی زبان مبارک سے حدیث و مثنوی سُنا چاہتا ہوں کمبل پوش نے کہا کہ حدیث تو آپ سمجھینگے لیکن کچھ مثنوی کے اشعار سناتا ہوں یہ کہکر اوّل تو ایسے معنی بیان کئے کہ عام فہم تھے دوبارہ ایسے معنی بیان کئے کہ صرف

صرف مولانا صاحب سمجھے۔ تیسری بار شرح کی تو حضرت بھی نہ سمجھ سکے تمام مجلس بیخود ہو گئی اور وہ شخص خیلد یافی الحقیقت مردان خدا کے حالات باطن کو کوئی تمیز نہیں کر سکتا ؎

قال مرداں را نہ فہمی تو نیز	
حال مرداں را کجا داری تمیز	

درگاہ

ایکروز ارشاد ہوا۔ کہ ارے میاں ایکروز شیخ کریم الدین دہریہ نے تو بڑا ہی غضب کیا تھا اگر مجاور ان دیکھ پاتے تو مار ہی ڈالتے پیران کلیر شریف کا ذکر ہے۔ کہ وہ ہمارے پاس آیا۔ اور کہنے لگا۔ کہ مرد آدمی تو ہمیشہ بت پرستی اور قبر پرستی میں مصروف رہا۔ کبھی رجوع الی اللہ نہ ہوا۔ آ۔ میں تجھکو ایک تماشا دکھاؤں دیکھوں تو تیرا خدا جسپہ بہت بھروسہ کیے بیٹھا ہے میرا کیا کریگا یہ کہکر کمبخت شہدے نے حضرت مخدوم علاؤالدین صابر صاحب قبلہ کے مزار متبرکہ پر گستاخی کی میں نے اُس خبیث کو بہت للکارا اور مار پیٹ کے باہر نکال دیا۔ پھر طاق کہا میں رجوع الی اللہ کرتا ہوں۔ دیکھ لو یہ صرف مٹی کے ڈھیر ہیں۔ ان سے کچھ کسیکا بُرا بھلا نہیں ہو سکتا۔ لیکن یہ کریم الدین دہریہ بڑا پختہ کار آدمی تھا اور کسی کا اعتقاد نہیں رکھتا تھا اگر کچھ خوف اس کے دل میں ہوتا تو بیشک ظہور پکڑتا ؎ ؎ بہ زیارت مقابر + عمرے گذرانی اے فرزند یک گربہ زندہ پیش عارف + بہتر ز ہزار شیر مردہ +

ایک روز ارشاد ہوا۔ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پیٹ میں درد ہو گیا۔ جناب باری میں التجا کی۔ حکم ہوا۔ کہ سونف کھاؤ سونف کھائی درد جاتا رہا۔ ایک بار پھر درد ہوا تو پھر التجا کی۔ اسوقت حکم ہوا کہ جالینوس حکیم کے پاس جاؤ حسب الحکم اُسکے پاس گئے اُس نے تجویز کی نیم بریاں کی ہوئی سونف کھاؤ چنانچہ اسکے کھانے سے صحت ہو گئی حضرت موسیٰ نے جناب باری میں عرض کی۔ الٰہی اس کے پاس جو تو نے بھیجا۔ تو نے ہی یہ نسخہ کیوں نہ بتا دیا حکم ہوا کہ طب کا پیغمبر وہی ہے۔ مقتضائے حکمت یہہ ہے کہ جو کام جس کسی کے سپرد ہے اُسی کی معرفت ہو۔

ایک روز ارشاد ہوا۔ کہ کبیر صاحب ایکدن اپنا تانا سنوار رہے تھے کسی شخص نے پوچھا کہ مہاراج کیا کرتے ہو جواب دیا کہ ادھر سے توڑتا ہوں اور ادھر جوڑتا ہوں۔ پھر پوچھا کہ آپکے

سر پر کیا ہے۔ کہا کہ کوچ۔ سچ یہ ہے۔ کہ جبتک کہ انسان کے سر پر کوچ سوار نہیں ہوتا۔ اِدھر سے توڑنا اور اُدھر جوڑنا نہایت مشکل ہے

ایک روز ارشاد ہوا کہ ہمارے پیر و مرشد حضرت میر اعظم علیشاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے۔ کہ قصبہ مہم سے دہلی کو واپس آتے ہوئے اثنائے راہ میں ایک عجیب معاملہ پیش آیا۔ دوپہر کے وقت ایک درخت کے سایہ میں گاڑی ٹھیرادی تاکہ ذرا آرام لیکر اور نماز ظہر پڑھکر بعد فرو ہونے تمازت آفتاب کے آگے کو چلیں۔ تھوڑی دیر بعد ایک فقیر صاحب وارد ہوے۔ ہم نے روٹی پانی کی تواضع کی کھا پیکر وہ بھی سو گئے اور ہم بھی جب آنکھ کھلی تو کیا دیکھتے ہیں کہ ہماری گاڑی ایک سرائے میں کھڑی ہے بیل گھاس کھا رہے ہیں بھٹیاری کھانا پکا رہی اور فقیر صاحب پڑے سوتے ہیں ہماری حالت سکتہ کی سی ہو گئی کہ الٰہی یہ کیسی سرائے اور کونسا شہر ہے۔ اور ہم یہاں کیونکر پہونچے ہم نے بھٹیاری سے دریافت کر اس شہر کا نام کیا ہے۔ کہا کہ حیرت افزا ری نیکبخت یہ سرائے کسکی ہے کہا انہیں فقیر صاحب کی اور جتنے روز تم یہاں ٹھیرو گے سب خرچ بھی اِن کے ذمہ ہے آٹھ روز تک ہم اسی شہر میں رہے نہ اسکی ابتدا معلوم ہوئی نہ انتہا حقیقت میں وہ شہر حیرت افزا تھا۔ آدمی وہاں کے نیک سیرت پاکیزہ صورت مرفہ حال مکانات خوش قطع اور مصفا اشیائے رنگارنگ موجود بازار نہایت مکلف و پر بہار جدہر جاتے صورت تصویر بنجاتے جامع مسجد میں جمعہ کی نماز پڑھی اسلام کا زور و شور پایا ہر شخص کو یاد خدا میں مشغول دیکھا قَالَ اللّٰہُ وَقَالَ رَسُوْل کے سوا کچھ ذکر نہ تھا غرض آٹھویں رات کو جب ہم سو کر اُٹھے تو گاڑی اوسی درخت کے تلے کھڑی ہے اور وہی وقت ہے فقیر صاحب بھی سوتے ہیں ہم نماز ظہر پڑھکر روانہ ہوئے فقیر صاحب بھی ہمارے ساتھ ہوئے راستہ میں جس شخص سے پوچھا وہی تاریخ وہی دن وہی مہینہ بتایا ہمکو حیرت ہوئی۔ کہ یہ آٹھ دن کہاں گئے۔ آخر بہادر گڈھ پہنچے وہاں ایک سرائے میں ٹھیرے فقیر صاحب نے فرمایا کہ بعد نماز عشاء ہماری روٹی اس مسجد میں لے آنا ہم روٹی لیکر مسجد میں پہنچے تو دیکھا کہ میاں صاحب ایک گدھی سے مصروف ہیں میں نے منہ پھیر لیا۔ پھر جو دیکھا۔ تو نماز

پڑہتے ہیں۔ بعد فراغت کھانا کھایا باتیں کرنے لگے جب آدھی رات گئی۔ تو فرمایا کہ شہر کے دھوبی کپڑے دھو رہے ہیں جاؤ۔ جاؤ ہمارا لنگوٹ دھلوا لاؤ۔ میں نے کہا کہ حضرت آدھی رات ادھر آدھی رات ادھر ہے بھلا اسوقت کون کپڑے دھوتا ہوگا فرمایا کہ ذرا تم لے تو جاؤ میں چلا اور شہر کے دروازہ سے باہر نکلا تو دیکھتا کیا ہوں کہ دو گھڑی دن چڑھا ہے اور دھوبی کپڑے دھو رہے ہیں۔ جب دروازہ کے اندر آتا ہوں تو نصف شب معلوم ہوتی ہے اور جب باہر جاتا ہوں تو وہی دو گھڑی دن چڑھا ہوا نظر آتا ہے غرض دھوبیوں کے پاس پہنچا۔ ایک دھوبی نے کہا کہ لاؤ میاں صاحب کا لنگوٹ میں دھو دوں اُسنے دھویا۔ صاف کیا دھوپ میں سُکھا کر حوالہ کیا میاں صاحب کی خدمت میں لے آیا مجھکو ان باتوں کا نہایت تعجب تھا۔ فرمایا کہ تعجب نکرو یہ جہان متی کا سوانگ ہے اور ایسے شعبدے ہم بہت دکھا سکتے ہیں لیکن فقیری کچھ اور شے ہے ان باتوں کا خیال مت کرو صبح کے وقت ہم دہلی کو روانہ ہوئے اور فقیر صاحب غائب ہو گئے۔ جب دہلی پہنچے تو ہم نے یہ حال مولانا شاہ **عبد العزیز** صاحب سے بیان کیا اُنہوں نے فرمایا کہ وہ شخص خضر وقت یا ابوالوقت تھے۔

ایک روز کسی شخص نے جناب قبلہ سے تعلیم کی درخواست کی ارشاد ہوا کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کا ایک دوست تھا مگر نادان اس نے حضرت سے درخواست کی کہ مجھکو اسم اعظم سکھا دیجئے۔ ہر چند انکار کیا اور سمجھایا کہ تو اس قابل نہیں ہے اس نے نہ مانا اور نہایت اصرار کیا ناچار بتا دیا اور امتحان بھی کرا دیا۔ لیکن منع فرمایا کہ آیندہ تو اسکو کام میں نہ لانا۔ ورنہ اچھا نہ ہوگا۔ یہ فرما کر چلدئے اسکے دل میں خیال آیا کہ بھلا اسکو دیکھوں۔ اسم اعظم تاثیر کرتا ہے یا نہیں کچھ ہڈیاں نظر آئیں۔ ان پر اسم اعظم پڑھا فوراً ایک شیر خونخوار زندہ ہو کر غرایا۔ اور اسکو پھاڑ کھایا جب حضرت اس راہ سے واپس آئے تو دیکھا کہ وہ مرا ہوا پڑا ہے اور شیر کھا رہا ہے۔ شیر سے پوچھا تو نے اسکو کیوں مارا۔ جواب دیا کہ یہ شخص میرا خالق تو بنا تھا مگر رزق کی فکر نہ کی اس لئے میں نے اسکو کھا لیا۔

ایک روز میر عباس علی لدھیانوی کو ارشاد ہوا۔ کہ جاؤ حضرت بوعلی قلندر کے مزار پر اس طریق سے مراقبہ کرو۔ جب میر صاحب بعد انجام مراقبہ حاضر خدمت مبارک ہوئے تو کیفیت دریافت فرمائی۔ انہوں نے

عرض کیا کہ حضور مجھکو کچھ معلوم نہیں ہوا میں از خود رفتہ ہوگیا تھا اسوقت فرمایا۔ کہ ایک نقل یاد آئی۔
جب بیجو باورہ کا کمال فن موسیقی میں مشہور آفاق ہوا تو اکبر بادشاہ نے اپنی مجلس میں اُسکو طلب کیا اُسنے
اُسنے بتعمیل حکم شاہی اپنا راگ شروع کیا۔ چونکہ اہل محفل کی طبائع اسکی متحمل نہو سکی ایسی حالت ہوئی
کہ کچھ حظ و لطف اور حُسن و قبح راگ کا محسوس نہ ہوا اور کسی نے اس کے کمال کی تعریف نہ کی جبکہ
اسیطور سے ایک ہفتہ تک اسکا راگ سُنتے رہے۔ نوسامعین کو ان نغمات کی برداشت ہوگئی
اُسوقت سب نے کیفیت سماع اُٹھائی اور کہا کہ اب خوب گاتا ہے یہی حال دربار قلندری کا ہے
کہ جب طبیعت متحمل ہوجائے تو کیفیت مراقبہ منکشف ہو۔

ایک روز جناب قبلہ نے راقم کو شغل سرمدی تعلیم فرمایا اور ارشاد ہوا کہ ہندی میں اسکو انہد کہتے ہیں
چنانچہ امیر خسرو نے اسکی کیفیت نظم ہندی میں اسطرح بیان کی ہے۔

ایکی بھنور گجاری دوجے گہر گہر ہوئے	تیجے شبد سنکھ کا چوتھے گھنٹہ ہوئے
چوتھے گھنٹہ ہوئے پانچویں تال جو باجے	چھٹے سومر لی ناتھ ساتویں بہیر جو گاجے
آٹھویں شبد مردنگ کا نویں نفیری نال	دسویں گرجیں سندہ ساسن خسرو یہ تال
دس پرکار انہد بجیں جت جوگی ہو لیں	اندری کھکے خسرو نے کہدیں
انہد باجے باجن لاگے	چونگ یہ تج تج بھاگے
گرو نجام[1] کی بھئی دوہائی	خسرو نے انتر لولائی

ایک روز۔ ایک حاکم ظالم جو معزول ہوگیا تھا خدمت مبارک میں حاضر ہوا اور نہایت عجز و
انکسار کیساتھ دعا کی درخواست کی خیر مدت کے بعد قدرت خدا سے وہ اپنے عہدہ پر بحال ہوگیا
لیکن وہی ظلم و ستم کا طریقہ جو پہلے تھا پھر اختیار کیا تو جناب قبلہ نے اوسکو یہ رباعی
تحریر فرمائی۔

[1] یعنی سلطان نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ ۱۲ ۱۲ ۱۲ ۱۲ ۱۲ ۱۲ ۱۲ ۱۲

[2] عالمان در زمان معزولی ہمہ شبلی و بایزید بودند۔ باز چوں قائم و بحال شوند شمر ذی الجوشن و یزید شوند ۱۲ طالب ث

اہل کاراں بوقت معزولی	شیخ شبلی و بایزید شوند
چوں بیایند باز بر سرِ کار	شمر ذی الجوشن و یزید شوند

ایک روز میاں غلام محمد صاحب کنجوری نے عرض کیا کہ حضرت میرا ارادہ میزان جی ٹھسکے کا ہے تاکہ بھیکھ صاحب کی زیارت کروں۔ اسوقت ارشاد ہوا کہ ہمکو حضرت نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کی رباعی یاد آئی ؎

تا کے بہ زیارتِ مقابر	عمرے گذرانی اے فسردہ
یک گربۂ زندہ بہ پیش عارف	بہتر زہزار شیر مردہ

میاں کہیں ایک جگہ قناعت کر کے بیٹھ رہو۔ خدا مالک ہے ؎

اے دل تو دمے صحبت دانا بنشیں	باصدق و صفا
یا با صنم لطیف ورعنا بنشیں	با علم و حیا
این ہر دو ترا گر میسر نشود	ترک ترک ارطالع خویش
اوقات مکن ضائع و تنہا بہ نشیں	با یاد خدا

اگر تم محبت الٰہی میں پھرتے ہو تو کسی مرد خدا سے ملو ؎

در راہ منیاز ہر دے را در یاب	در کوئے حضور مقبلے را دریاب
صد کعبۂ آب و گل بہ یک دل نرسد	کعبہ چہ روئے ہر دلے را دریاب

ایک روز۔ فقر و حق پرستی کا ذکر تھا۔ اسوقت یہ غزل حضرت شاہ نیاز احمد صاحب بریلوی کی ارشاد ہوئی۔

نستی ہستی ہے یارو اور ہستی کچھ نہیں	بیخودی مستی ہے یارو اور مستی کچھ نہیں
لامکاں کی منزلت پاتا ہے لب کون مکاں	ہو کے ویرانے کے آگے کی بستی کچھ نہیں
کچھ نہیں ہے یارو اور سب کچھ کچھ نہیں	غیر اس کے معنی رمز استی کچھ نہیں
یہ جو کچھ ہونا جسے کہتے ہیں ہستی ہے میاں	فقر میں پستی یہی ہے اور پستی کچھ نہیں

بندگی اور حق پرستی کچھ نہ ہونا ہی نیاز کچھ نہ ہونے کے سوا اور حق پرستی کچھ نہیں

ایک روز یہ غزل خواجہ حافظ کی زبان فیض ترجمان سے ارشاد ہوئی اُسوقت عجب کیفیت اہل مجلس کی تھی کہ جو تحریر میں نہیں آسکتی ؎

حسب حال ننوشتی شدہ ایامے چند	قاصدکو کہ فرستم بتو پیغامے چند
مابداں منزل اعلیٰ نتوانیم رسید	ہاں مگر لطف شما پیش نہد گامے چند
چوں می ارخم لبسورفت وگل افگند نقاب	فرصت عیش نگہدار و بزن جامے چند
قند آمیختہ باگل نہ علاج دل ماست	بوسہ چند بیامیز بدشنامے چند
اے گدایان خرابات خدا یار شماست	چشم انعام مدارید ز انعامے چند
زاہد از کوچہ رنداں بسلامت بگذرد	تا خرابت نکند صحبت بدنامے چند
عیب مے جملہ بگفتی ہنرش نیز بگو	نفی حکمت مکن از بہر دل عامے چند
پیر میخانہ چہ خوش گفت بدردی کش خویش	کہ مگو حال دل سوختہ باخامے چند

ایک روز - کہ دو پتلیاں تھیں ایک دانشمند سے پوچھا گیا کہ ان میں سے کونسی عمدہ اور بہتر ہے اس نے دونوں کے کان میں ایک ایک تنکا ڈالا ایک کے حلق میں سے نکل آیا دوسرے کے پیٹ میں تنکا اُتر گیا وہی بہتر ہے - ایسے ہی جو آدمی بات کو سُنکر ضبط اور ہضم کرسکے وہی آدمی ہے -

ایک روز کسی شخص نے تصور شیخ کے بارہ میں سوال کیا آپ نے فرمایا ہمارے نزدیک تو شرک ہی اور ابتدائے بت پرستی بھی اسی سے ہوئی ہے چنانچہ **نقل** ہے کہ جسوقت حضرت ادریس علیہ السلام اپنی امت سے ناراض ہوکر بہشت میں چلے گئے تو بعد میں امت کو بڑا قلق ہوا آپ کے فراق میں بیچین رہنے لگے اس وقت شیطان بصورت انسان متمثل ہوکر لوگوں کے پاس آیا کہ تم گھبراؤ مت ایسا طریقہ تمکو بتلاتا ہوں کہ جب چاہو اپنے نبی کو دیکھ لیا کرو تمام امت خوش ہوکر اس کے گرویدہ ہوگئی - تب اسنے طریقہ [illegible] تعلیم کیا

اس طور پر عمل کرنے سے وہ لوگ حضرت کی زیارت سے مستفیض و مشرف ہونے لگے۔ جب وہ لوگ مر گئے تو ان کی اولاد نے حضرت اویس کی تصویر بنا کر مشق تصور کی اُنکی ذرّیات نے سنگین تصویریں تیار کرلیں ع ہر کہ آمد بر اں مزید نمود رفتہ رفتہ علانیہ بت پرستی ہونے لگی۔ اسی واسطے ہم کسیکو تصور نہیں بتلاتے۔ نہ دوسروں کو بتلانے سے منع کرتے ہیں۔ لیکن اس میں کچھ شک نہیں کہ تصور شیخ سے طالب پر علم شیخ وارد ہوجاتا ہے۔ اور اس طالب سے اور ونکو فیض و فائدہ بہت پہنچتا ہے۔ کیونکہ نسبت اسکی متعدی ہوتی ہے اور اگر طالب خود اپنا تصور کرے تو اسکی ذات کے لئے بہت فائیدہ مند ہے لیکن دوسرونکو فیض و فائدہ نہیں پہنچا سکتا۔

ایک روز ارشاد ہوا۔ کہ زینت المساجد میں کمبل پوش نے ایکدن یہ اشعار پڑھے ؎

ملکِ خدا میں یار وا باد ہیں تو ہم ہیں	تعمیر دو جہاں کی بنیاد ہیں تو ہم ہیں
دیکھا پرکھ پرکھ کے آخر نظر پڑا یہ	گر نقد ہیں تو ہم ہیں نقاد ہیں تو ہم ہیں

ہم نے کمبل پوش سے دریافت کیا (نظر پڑا یہ) سے کیا مراد ہے کہا کہ انسان ہم نے کہا نہیں یہ سے قلب مراد ہے کہا کہ بیشک اس کے یہی معنی ہیں۔ اور اب خوب سمجھ میں آگئے

ایک روز۔ میر محمد تقی صاحب نے عرض کیا۔ کہ حضرت ابتدائے حال میں شاہ سلیمان صاحب نے تونسوی رحمۃ اللہ علیہ حال بہت کھیلا کرتے تھے۔ لیکن آخر زمانہ میں انکو حال نہیں آتا تھا۔ اُسوقت ارشاد ہوا۔ کہ جنبک کوئلہ دھک نہیں جاتا چٹختا ہی رہتا ہے اور دھواں بھی دیتا ہے۔ مگر جب آگ اس کے اندر بخوبی سرایت کرجاتی ہے اور وہ ہمرنگ آتش ہوجاتا ہے تو پھر نہ دھواں رہتا ہے نہ آواز۔ چنانچہ کہا گیا ہے اَلْوَجْدُ فِی الْاَوَّلِ مَحْمُوْدٌ وَفِی الْاَوْسَطِ مَسْرُوْرًا فِی الْاٰخِرِ مَذْمُوْمٌ۔ ایک روز کسی شخص نے جناب قبلہ سے سوال کیا کہ قلندر صاحب کو کس بزرگ سے بیعت تھی ارشاد ہوا کہ اس باب میں اقوال مشائخ مختلف ہیں بعض نے فرمایا ہے۔ کہ خواجہ قطب الدین بختیار کاکی چشتی رحمۃ اللہ علیہ سے تھی اور بعض کا قول ہے

کہ حضرت عاشقان عاشق خلیفہ خواجہ قطب الدین صاحب سے تھے۔ لیکن صحیح قول یہ ہے کہ وہ صدر صاحب علما مشاہیر سے تھے اور شہر دہلی میں درس و تدریس کیا کرتے تھے اُس زمانہ میں بادشاہ وقت نے ایک عورت سے نکاح کیا۔ جب اُس کے پاس جاتا تو قادر نہ ہوتا۔ لیکن اور حرموں کے ساتھ یہ کیفیت نہ تھی بادشاہ کو نہایت تشویش ہوئی تمام علما کو جمع کر کے کشف راز چاہا چونکہ یہ کتابی مسئلہ نہ تھا تمام علما متحیر ہوئے کوئی جواب شافی نہ دیسکا۔ بادشاہ نے غضبناک ہو کر حکم دیا کہ کل تک جواب باصواب نہ دوگے تو سب کو دار پر کھینچ دونگا۔ یہ سنکر سب کے ہوش اُڑ گئے۔ بارگاہ الٰہی میں دست بدعا ہوئے اُس روز ایک مجذوب یعنی حضرت عاشقان عاشق خلیفہ خواجہ قطب الدین بختیار کاکی چشتی رحمۃ اللہ علیہ قلندر صاحب کے مدرسہ میں تشریف لائے اور طلبا سے دریافت کیا کہ تمہارے اُستاد کہاں ہیں۔ جواب دیا۔ کہ بادشاہ نے کسی امر اہم کے لئے طلب فرمایا ہے۔ فرمایا کہ خیر اُنکی کوئی کتاب لاؤ۔ طالب علموں نے کتاب دی اُنہوں نے بادشاہ کے سوال کا جواب مفصل تحریر فرمایا۔ اور کہدیا کہ جسوقت تمہارے استاد آئیں تو یہ کتاب دیدینا اور ہمارے آنے کا حال کہنا قلندر صاحب واپس تشریف لائے تو یہ کیفیت سُنی۔ فوراً کتاب دیکھی۔ اس میں لکھا تھا کہ بادشاہ نے جس نوجوان خوبرو عورت سے نکاح کیا ہے یہ اسکی بیٹی ہے اتنا عرصہ ہوا کہ بادشاہ نے ناراض ہو کر ایک بیگم کو جنگل میں نکلوا دیا تھا۔ اُس حیوت زدہ نے ایک دھوبی کے گھر پناہ لی۔ وہاں یہ لڑکی پیدا ہوئی سات برس کے بعد بیگم نے انتقال فرمایا اور دھوبی نے چونکہ لاولد تھا اس لڑکی کو مثل اولاد پرورش کیا جب یہ بڑی ہوگئی اور حُسن و جمال کا شہرہ دور دور پہنچا تو حرم شاہی میں داخل ہوئی۔ چونکہ بادشاہ حاکم اسلام اور نائب رسول خدا تعالےٰ نے اس گناہ سے محفوظ رکھا۔ اگر بادشاہ کو کچھ شک ہو تو دھوبی کو بلوا کر پوچھ لے کیونکہ مرتے وقت بیگم نے اپنی سرگذشت دھوبی سے بیان کر دی تھی قلندر صاحب یہ قصہ پڑھکر بہت خوش ہوئے اگلے روز بادشاہ کے حضور میں سب حال بیان کیا بادشاہ نے دھوبی کو طلب کیا اوسنے بھی تصدیق کی اُسوقت تمام علما

کو رہائی ملی - اور جان میں جان آئی قلندر صاحب بھی اپنے مکان پر واپس آئے اور آتے ہی کتب خانہ دریا برد کر دیا پھر ان مجذوب صاحب کی تلاش میں نکلے تیسرے روز ملاقات ہوئی قلندر صاحب نے بیعت کی درخواست کی انہوں نے انکار کیا اور فرمایا کہ مجھکو یہ طاقت نہیں کہ تمکو تعلیم کروں لیکن تمکو تمہارے پیر و مرشد کے پاس پہنچا دیتا ہوں یہہ کہکر حضرت قلندر صاحب کا ہاتھ حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے ہاتھ میں دیدیا حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے ہاتھ میں دیدیا حضرت علیؑ مرتضیٰ نے تعلیم فرمایا اُسیدم مجذوب ہو گئے اور بوعلی قلندر انکا لقب ہوا ورنہ اصلی نام شرف الدین تھا پس قلندر صاحب کا مرشد سوائے حضرت علیؑ مرتضےٰ کے اور کوئی اور یہ بات کچھ تعجب کی نہیں ہے بعض بزرگوں کو اسی طور سے فیض ہوا ہے چنانچہ حضرت ابوالحسن خرقانی کو بایزید بسطامی سے فیض ہوا - حالانکہ ان کے انتقال کو سو برس گذر چکے تھے ایک روز کسی شخص نے سوال کیا کہ حضرت قلندر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا مزار تین جگہ مشہور ہے پانی پت - کرنال - اور بڈھا کھیڑہ - نہیں معلوم کہ حقیقت حال کیا ہے - اسوقت ارشاد ہوا کہ ارباب صفا ہر جگہ سے فیض اُٹھا سکتے ہیں لیکن حضرت کے مزار شریف کی کیفیت یہ ہے - کہ حضرت سبارز خاں صاحب کی وفات کے بعد اپنے اُستاد حضرت حافظ سراج الدین علی کو وصیت کی کہ جب فقیر کا انتقال ہو جائے تو اس فرزند کے پاس مزار دفن کرنا چند روز کے بعد آپکی طبیعت ایسی اُچاٹ ہوئی کہ کرنال تشریف لے گئے اور ایک گوشۂ صحرا میں درخت کی شاخ پکڑ کر شغل ہوائی شروع کیا اسی حالت میں کھڑے کھڑے آپنے انتقال فرمایا جب لوگوں کو معلوم ہوا تو آپکو کرنال ہی میں دفن کیا - بوقت شب جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سراج الدین علی کو جو قلندر صاحب کے اُستاد تھے ارشاد فرمایا کہ شرف الدین نے بمقام کرنال انتقال کیا ہے - تم جاؤ اور یہاں لاکر دفن کرو - چنانچہ وہ حسب ارشاد گئے اور چاہا کہ قلندر صاحب کی نعش کو پانی پت لے آویں مگر اہل کرنال بالغ ہوئے بہت کچھ شور و فساد برپا ہوا آخر میاں سراج الدین صاحب ایک مصنوعی جنازہ بناکر اوسمیں قلندر صاحب کے

مزار کی ایک اینٹ رکھکر لے چلے اور خیال کیا کہ اگر کامل ہیں تو خود اس جنازہ میں آجائینگے جب قریب پانی پت کے پہونچے ایک امیر تفریحاً سیر کو نکلا تھا۔ اُسنے پوچھا یہ جنازہ کسکا ہے معلوم ہوا کہ حضرت قلندر صاحب کا جنازہ ہے اُسنے زیارت کی تمنا کی اور چادر اُٹھاکر روئے مبارک دیکھا تو فی الحقیقت آپکا جسم موجود تھا تب لوگوں نے یہاں لاکر حسب وصیت آپکو دفن کیا۔

ایک روز۔ کسی صاحب نے عرض کیا کہ بعض بزرگوں نے کہا ہے کہ ایک فقیر دوسرے سے نعمت باطن چھین سکتا ہے۔ اس کے کیا معنی ہیں۔ اُسوقت ارشاد ہوا کہ البتہ مراتب کم ہوجاتے ہیں لیکن قرب یا جو بات کسب سے حاصل ہوئی ہو اُسکو کوئی نہیں چھین سکتا ہم نے سورہ الحمد و قل ہوا للہ پڑھی ہے اور ہمکو یاد ہے بھلا کوئی چھین تو لے بلکہ فسق و فجور سے بھی اسکو زوال نہیں۔ پھر عرض کیا گیا کہ بعض آدمی کہتے ہیں کہ حضرت نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ کی ولایت بو علی قلندر نے سلب کر لی تھی اس کی کیا اصل ہے ارشاد ہوا کہ یہ بات غلط ہے حضرت نظام الدین بھی بڑے صاحب کمال تھے یہ مرتبہ معشوقی میں تھے اور قلندر صاحب مرتبہ عاشقی میں۔ پھر آپنے فرمایا کہ ایک دفعہ حضرت امیر خسرو صاحب قلندر صاحب کی خدمت میں آئے قلندر صاحب نے فرمایا کہ کچھ پڑھو چنانچہ امیر خسرو صاحب نے اپنا کلام پڑھا پھر قلندر صاحب نے اپنی ایک غزل پڑھی تو امیر خسرو رونے لگے قلندر صاحب نے پوچھا۔ کہ تم ہمارا کلام سمجھ گئے جو روتے ہو اُنہوں نے عرض کیا کہ حضرت اسی لئے روتا ہوں کہ کچھ سمجھ میں نہیں آیا اُسپر حضرت قلندر صاحب بہت خوش ہوئے فرمایا کہ لو میں کچھ دیتا ہوں جب دینا چاہا تو دو ہاتھ غیب سے پیدا ہوئے اور اس فیضان کو لے گئے۔ یہی معاملہ دو یا تین بار واقع ہوا۔ آخر قلندر صاحب نے فرمایا کہ تمہارے مقسوم کی نہ تھی۔ جب امیر خسرو حضرت نظام الدین کی خدمت میں حاضر ہوئے تو فرمایا کہ ہمکو قلندر صاحب آپ جیسا بنانا چاہتے تھے لیکن تم متحمل نہ ہو سکتے اسواسطے اس فیض کو ہم نے لیلیا تھا اب بعد موت کے

نمود یا جائیگا۔ اس کے بعد جناب قبلہ نے فرمایا کہ بزرگان کامل طالب صادق کے لئے مثل اور اس کی ہمت و حوصلہ اور استعداد قابلیت کو خوب تشخیص کر لیتے ہیں۔ اور جیسا مناسب حال ہوتا ہے تعلیم کرتے ہیں۔ مثلاً خوشبو پھول سب کو بھلا معلوم ہوتا ہے اور سب اس کے طالب ہوتے ہیں۔ لیکن کسی کے دماغ کو بوئے گل فرحت وانبساط بخشتی ہے اور کوئی متحمل نہیں ہو سکتا۔ اسکو نزلہ وزکام درد سر پیدا کرتی ہے اور جو کمال وہبی ہوتا ہے وہ کسبی سے افضل ہے اور کمال وہبی کے واسطے کچھ حاجت مجاہدہ وغیرہ کی نہیں ہے۔ لیکن جو کمال کسبی صاحب کمال سے پہونچے وہ بھی مثل وہبی ہو جاتا ہے۔

ایک روز۔ ایک روز کسی صاحب نے عرض کیا کہ فقرائے ہنود مثل بزرگان اسلام کے فیضرسانی کر سکتے ہیں یا نہیں۔ ارشاد ہوا کہ ہاں کر سکتے ہیں اور جیسے کہ لطائف ستہ صوفیہ اسلام متعارف ہیں۔ ایسے فقرائے ہنود میں بھی ہیں اور ہر ایک لطیفہ کا ہندی نام زبان مبارک سے دیا پھر فرمایا کہ میان دونوں میں فرق صرف حفظ مراتب کا ہے جیسے آب پاک و پیشاب کہ عکس آفتاب دونوں میں مساوی ہے اور دیکھنے میں دونوں یکساں نظر آتے ہیں مگر ایک میں بدبو ہوتی ہے اور ایک میں نہیں۔

ایک روز۔ کسی شخص نے سوال کیا کہ حضرت قلندر صاحب اور مخدوم علی احمد صاحب صابر رحمۃ اللہ علیہم کا کیا حال تھا ارشاد ہوا کہ میاں ایک صاحب تو سیر جہان میں تھے اور دوسرے سیر جان میں اور دونوں حضرت دریائے حیرت میں مستغرق تھے۔ مراتب کی طرف تو سب دوڑتے ہیں لیکن اُجاڑ گاؤں اور بیابان لق ودق میں کسی شامت آئی ہے جو جائے۔ اور اپنے کو ہلاک کرے بھلا توحید کے دریائے بے پایاں و ناپیدا کنار میں کون زورق چلا سکتا ہے یہاں اسلام کا تو یہاں گذارہ ہی دشوار ہے۔

چہ شبہا نشستم دریں دیر گم	تحیر گرفت آستینم کہ قم
بتر سد خردمند ازیں بحر خوں	گزد کس بنر دست کشتی بروں

دریں ورطہ کشتی فرو شد ہزار ، کہ پیدا نشد تختہ در کنار

جہاں نہ منزل ہے نہ مقام نہ کچھ پتا نہ کوئی ٹھکانا وہاں آدمی جائے تو کہاں جائے جس بحر خار میں نہ ساحل نہ منارہ نہ بانس لگے نہ بلّی اُس سے عبور ہو تو کیونکر۔ البتہ کوئی مرد مرآت ایسا ہوتا ہے کہ نامرادی کا لنگر باندھکر اس محیط اعظم میں کود پڑے اور یہ بات شیطان ہی پر ختم ہے

نامرادی را کنی گر توشۂ	فارغ آئی از غم و اندیشۂ
راہ را اینجا درنا کامی است	کام نیک مرد در بدنامی است

شیطان نے بھی سمجھ لیا ہے کہ جو کچھ ہونا تھا۔ وہ تو ہو ہی لیا اب کیوں کسر باقی رکھیں اور کسلئے فکر و تردد کریں (ع) اب کیا رہا ہے جس پہ رقیبوں کا ڈر کریں مگر ہم لوگوں کی یہ کیفیت ہے کہ خوف و رجا کے مارے مرے جاتے ہیں یہ بات خیال میں نہیں جمتی کہ جو کچھ ہونا ہے وہ تو ہمارے واسطے بھی ہو چکا ہے۔ پھر حسرت و آرزو بے سود اور بیم و رجا عبث اگر انسان غور کرے تو اہل مدارج و مراتب کیا اور ناکام و نامراد کیا سب کا مبدا و معاد ایک ہے

آں وطن مصر و عراق و شام نیست	آں وطن شہر یست کانرا نام نیست

اس وقت ایک نقل یاد آئی امام محمد غزالی رحمتہ اللہ علیہ کے پیچھے ان کے بھائی احمد غزالی نماز نہیں پڑھا کرتے تھے ایکدن امام صاحب نے اپنی والدہ ماجدہ کے سامنے بھائی کی شکایت کی اُنہوں نے احمد غزالی کو بُلا کر سمجھایا کہ اپنے برادر کا اقتدار کرو کہا کہ بہت خوب۔ چنانچہ صبح کی نماز میں شامل جا ہوئے مگر ایک رکعت کے بعد نیت توڑ الگ ہو بیٹھے۔ بعد نماز لوگوں نے چرچا کیا کہ یہ بھی کیا آدمی ہیں یا تو نماز ہی نہیں پڑھتے تھے اور جو پڑھی تو ایک رکعت امام صاحب کو بہت رنج ہوا والدہ سے کیفیت واقعہ عرض کی اُنہوں احمد غزالی سے جواب طلب کیا کہا کہ جبتک بھائی صاحب نماز میں مشغول تھے میں اُن کے پیچھے رہا جب یہ حیض و نفاس کے مسائل میں مصروف ہو گئے میں بھی نیت توڑ کے الگ ہو گیا۔ والدہ نے سُنکر فرمایا کہ تم دونوں نالائق ہو

لہ اس حکایت سے یہ مراد نہیں کہ ان دونوں صاحبوں کو توحید و اصل نہ تھی نہیں بلکہ اس مقام پر ٹھہرے نہیں جلدی نکل گئے۔

کام کا ایک بھی نہوا۔ وہ حیض و نفاس میں گیا اور تو اُسکے پیچھے ہولیا رجوع الی اللہ نہ تو ہوا نہ وہ ہوا نماز خدا کی پڑھنا تھا یا اس کے دل کی۔

ایک روز۔ کسی صاحب نے جناب قبلہ کی خدمت میں عرض کیا کہ میں نے سُنا ہے کہ مخدوم علی احمد صابر رحمۃ اللہ علیہ کو اسقدر استغراق تھا کہ اُنکو دن رات ہوش نہیں ہوتا تھا۔ مگر خادم بوقت نماز حق حق کان میں کہتے تھے تو آپ گھبراکر آنکھیں کھول دیتے۔ اور فرماتے کہ کیا قیامت قائم ہوگئی اور اسوقت ریش مبارک کے بال سفید ہوجاتے تھے۔ تب خادم عرض کرتے کہ حضرت قیامت نہیں نماز کا وقت آگیا یہ سُنکر حالت اصلی پر آجاتے۔ یہہ کیا بات تھی جناب قبلہ نے فرمایا کہ تصفیہ ماسوی اللہ سے پہلے استغراق دُور ہوگیا تھا ورنہ قیامت بھی یاد نہ رہتی۔

ایک روز۔ محمد احسان اللہ صاحب برادر مولوی فتح محمد مرحوم بھی حاضر تھے کمترین نے عرض کیا کہ میاں احسان اللہ مثنوی معنوی خوب پڑھتے ہیں اُسوقت ارشاد ہوا کہ اچھا حکایت شُباں پڑھو حکایت حفظ شروع ہوئی اور جناب قبلہ کے چہرہ مبارک کا رنگ سُرخ اور آنکھیں مثل شمع روشن ہوگئیں آنسو ٹپ ٹپ مینہہ کی طرح برسنے لگے۔ تمام مجلس کی یہ حالت تھی کہ ایک کی دوسرے کو خبر نہ رہی ایک عجیب و غریب کیفیت طاری تھی کہ بیان میں نہیں آسکتی۔ اٹھارہ برس کے عرصے میں صرف اس روز حضرت کو روتے ہوئے دیکھا جناب قبلہ بھی کبھی کبھی اس حکایت کے پڑھا کرتے تھے وہ اشعار یہہ ہیں۔

دید موسیٰ یک شبانی راہ براہ	کو ہمیگفت اے خدا وائے آہ	تو کجائی تا شوم من چاکرت
چارقت دوزم کنم شانہ سرت	ای خدائے من فدایت جانہا	جملہ فرزندان و خان و مان من
تو کجائی تا سرت شانہ کنم	چارقت را دوزم و بخیہ زنم	جامہ ات دوزم سپیشہا یت کنم
شیر پیشت آورم اے محتشم	در ترا جایرے آید زپیش	من ترا غمخوار باشم ہمچو خویش
دستکت بوسم بمالم پایکت	وقت خواب آید بروبم جایکت	گر بہ بینم خانہات را من دوام
روغن و شیرت بیارم صبح و شام	ہم بپیرونہا ئے روغنیں	خمرہا جغرات ہائے نازنیں

سازم و آرم بہ پشت صبح و شام
از من آوردن ز تو خود ن طعام

اے عبادت ہیچ و دیہائے من
این نمط بیہودہ میگفت آن شباں

گفت با آنکس کہ ما را آفرید
این زمین و چرخ از و آمد پدید

خود مسلماں ناشدہ کافر شدی
اینچہ ژاژ است اینچہ کفرست و فشار

گند کفر تو جہاں را گندہ کرد
کفر تو دیبائے دیں را ژندہ کرد

آفتابے راچنیں ہا کے رواست
گر نہ بندی زیں سخن تو حلق را

آتشے گر نامدہ است این دود چیست
جان سیہ گشتہ رواں مردود چیست

ژاژ گستاخی ترا چوں باد رست
دوستی بخیر و چوں دشمنی ست

باکہ میگوئی تو ایں با عم و خال
جسم حاجت در صفات ذوالجلال

چارق او پوشد کہ او محتاج پاست
گفت اے موسیٰ دہانم دوختی

جامہ را بدرید و آہے کرد تفت
سر نہادا اندر بیابانے و رفت

بندۂ ما را چرا کردی جدا
تو برائے وصل کردن آمدی

تا توانی پائے منہ اندر فراق
ابغض الاشیاء عند الطلاق

ہر کسے را اصطلاحے دادہ ام
در حق او مدح در حق تو ذم

در حق او نور در حق تو نار
در حق او ورد در حق تو خار

وز گراں جانی و چالاکی ہمہ
من نکردم خلق تا سودے کنم

ہندیاں را اصطلاح ہند مدح
سندیاں را اصطلاح سند مدح

پاک ہم ایشاں شوند و در فشاں
ما بروں را ننگریم و قال را

ناظر قلبیم اگر خاشع بود
گرچہ گفت لفظ ناخاضع بود

سوختہ جان و روانہا دیگر اند
عاشقاں را ہر نفس سوزیدنی ست

گر خطا گوید و را خاطی مگو
گر شود پر خوں شہید ا ز ا مشو

اے فدائے تو تمہ بر ہائے من
گفت موسیٰ با کیستی ای فلاں

گفت موسیٰ ہائے خیرہ سر شدی
پنبۂ اندر دہانِ خود فشار

چارق و پاتا بلا ئق مر تراست
آتشے آید بسوزد خلق را

گر تمی دانی کہ یزداں داور است
حق تعالےٰ از چنیں خدمت غنی است

شیر او نوشد کہ در نشو و نماست
وز پشیمانی تو جانم سوختی

وحی آمد سوئے موسیٰ از خدا
نے برائے فصل کردن آمدی

ہر کسے را سیرتے نہادہ ام
در حق او شہد در حق تو سم

ما بری از پاک و ناپاکی ہمہ
بلکہ تا با بندگاں جودے کنم

من نگردم پاک از تسبیح شاں
ما دروں را بنگریم و حال را

موسیا آداب دانا دیگر اند
بردہ ویراں خراج و عشر نیست

خوں شہیداں را ز آب اولیٰ تر ست

این خطا از صد صواب اولی تر است — در درون کعبہ رسم قبلہ نیست — چہ غم ار غواص را پاچیلہ نیست

تو ز سرمستان قلاوذی مجو — جامہ چاکاں را چہ فرمائی رفو — ملت عشق از ہمہ دینہا جدا ست

عاشقاں را مذہب و ملت خدا ست — بعد ازاں در سر موسیٰ حق نہفت — راز ہائی کاں نمی آید بگفت

بر دل موسیٰ سخنہا ریختند — دید و گفتش ہم آمیختند — چند بیخود گشت و چند آمد بخود

چند پرسید از ازل سوئے ابد — بعد ازاں گر شرح گویم ابلہیست — زانکہ شرح این ورای آگہیست

گر بگویم عقلہا را بر کند — ور نویسم بس قلم ہا بشکند — در بگویم شرح ہائے معتبر

تا قیامت باشد آں بس مختصر — لاجرم کوتاہ کردم من زباں — گر تو خواہی از درون خود بخواں

چونکہ موسیٰ این عتاب از حق شنید — در بیاباں در پے چوپاں دوید — بر نشانِ پائے آن سرگشتہ راند

گرد آں پرہ بیاباں بر فشاند — گام پائے مردم شوریدہ خود — ہم ز گام دیگران پیدا بود

یک قدم چوں رخ زبالا تا نشیب — یک قدم چوں پیل رفتہ بر رُیب — گاہ چوں موجی بر فراز ان علم

گاہ چوں ماہی روانہ بر شکم — گاہ بر خاکے نوشتہ حالِ خود — ہمچو رمائے کہ رملے بر زند

گاہ حیراں ایستادہ گہ دواں — گاہ غلطاں ہمچو گوئی از صوبجاں — عاقبت دریافت او را و بدید

گفت مژدہ دہ کہ دستوری رسید — ہیچ آدابے و ترتیبے مجو — ہر چہ میخواہد دلِ تنگت بگو

کفر تو دین است و دینت نور جاں — ایمنی و توجہانے در اماں — اے معاف لیفعل اللہ ما یشاء

بے محابا روز باں را بر گشا — گفت ای موسیٰ ازاں بگذشتہ ام — من کنوں در خونِ دل آغشتہ ام

گر من رسد منتہائی بگذشتہ ام — صد ہزاراں سالہ زاں سو گشتہ ام — تا زیانہ بر زدی اسپم بگشت

گنبدی کرد و ز گردوں بر گذشت — محرم ناسوت بالاہوت باد — آفریں بر دست و بر بازوت باد

حال من اکنوں بروں از گفتن است — انچہ میگویم نہ احوال من است

ایک روز ارشاد ہوا۔ کہ ایک بادشاہ نے نقالوں سے کہا کہ شیر کی نقل اتارو مگر دن میں اُنہوں نے عذر کیا کہ دن میں راز کھلتا ہے۔ حکم دیا۔ کہ اگر نقل مطابق اصل نہ لائے تو تمہارے لئے اچھا نہوگا وہ لوگ بہت گھبرائے کہ اب کیا کریں اور دن میں نقل کسطرح بنائیں

جب بہت متردد ہوئے تو ڈھولک بجانے والا جسکے سر پر تان ٹوٹا کرتی تھی بولا کہ میاں کیوں گھبراتے ہو
(شب درمیان مترس از بلا) کل کی بات کل دیکھی جاویگی اگلے دن انتقال محل شاہی میں طلب ہوئے۔
باہم صلاح کی۔ "ڈھولک نواز نے کہا کہ مجھ پر چادر ڈالدو۔ چادر ڈالدی الا اللہ کا نعرہ مار کر چادر میں سے
ایک کہری شیر نکلا اسطرح گونجتا ہوا نکلا جیسے بن کے اندر سے اصلی شیر برآمد ہوتا ہے تمام محفل
تھرا گئی شیر نے اطراف نقل میں گشت لگایا جب بادشاہ کے روبرو پہنچا تو شہزادہ جو بادشاہ کی گود میں
بیٹھا تھا اسکے ایک طمانچہ مارا کہ فوراً مرگیا۔ بادشاہ نہایت بیقرار و مضطرب ہوا وزیر نے کہا کہ حضور
گھبرائے نہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ ان میں کوئی کامل ہے آپ انکو حکم دیجئے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام
کی نقل لاؤ۔ نقالوں سے کہا گیا ڈھولک والے نے کہا کہ حضرت عیسیٰ کی نقل فلاں مقام پر
حضرت شمس تبریز ہیں وہ لائیں گے اور یہہ بات کہکر غائب ہوگیا بہت سے خوش آواز گانے
والے حضرت شمس تبریز کے پاس بھیجے گئے کیونکہ وہ الحان کو پسند کرتے تھے یہہ سنکر بادشاہ
محفل تک چلے آئے یہاں نقل عیسیٰ کی درخواست کی گئی کہا کہ اچھا تین بار فرمایا قم باذنی اللہ
مگر مردہ کے بے جنبش نہ کی آخر غصہ میں آکر ایک ٹھوکر ماری اور قم باذنی کہا شہزادہ اوسیدم زندہ ہوگیا

اولیا را ہست قدرت از الٰہ — تیر جستہ باز گرداند ز راہ

جب علماء کو یہ حال معلوم ہوا تو مجرم کو فقیر کو تعزیر دی۔

ایک روز حاضر خدمت ... سوقت خطاب قبلہ نے پرچگی کی حکایت کے یہ اشعار ارشاد فرمائے

این شنیدستی کہ در عہد ...	بلبلی مطربے باکر و فر
یک طرب زاد از خوش عدد شد ...	... و جمع و خوش آراستے
ہمچو اسرافیل کاوازش بحسن	... راجان در آرد در بدن
مردہ را از ... حیات است و بقا	... مردہ اندر گور تن
گوید این آواز را آواز کیست	... کار آواز خداست
بانگ حق آمد ہمہ برخاستیم	... اندر حجاب بے حجیب

بلبل از آواز او بیخود شدے	و زنوای او قیامت خاستے
ہیں کہ اسرافیل وقت اند اولیا	بر جہد آواز شان اندر کفن
ما بمردیم و بکلی کاستیم	آں دہد کو داد مریم را ز جیب

اے فتاں نیست کردہ زیر پوست
گرچہ از خلق ہم عبد اللہ بود
رو کہ بے لیسمع و بے یبصر توئی
رستہ زاں آواز خیالاتِ عجب
چوں بر آمد روزگار پیر شد
ابر واں بر چشم ہمچوں پا روم
چونکہ مطرب پیر تر گشت و ضعیف
لطفہا کردی خدایا با خسے
نیست کس را روز مہمانِ تو ام
سوئے گورستاں بیا شب آہ گو
چنگ زو بسیار و گریاں سر بنہاد
چنگ و چنگے را رہا کرد و بجست
آنزماں حق بر عمر خوابے گماشت
ایں غریب افتاد بے مقصود نیست
ایں ندا کہ اصل ہر بانگ و نواست
فہم کردہ آں ندا بے گوش و لب
بانگ آمد عمر را کاے عمر
سوئے گورستاں تو رنجہ کن قدم
پیش او برکاے تو را اختیار
خرج کن چوں خرج شد ایجا بیا
سوئے گورستاں عمر بنہاد رو

باز گردید از عدم زاں آواز دوست
گفت اورا من زباں و چشم تو
سر تو ئی چہ جائے صاحب تر تو ئی
از نوایش مرغ دل پراں شدے
باز جانش از عجز نشنہ گیر شد
گشت آواز لطیف و جانفزاش
شد ز بی کسی رہیں پاکیزہ رنیف
معصیت ورزیدہ ام منقاد باش
چنگ بہر تو زنم کآنِ تو ام
گفت خواہم از حق ابریشم بہا
چنگ بالیں کرد و بر گوری فتاد
گشت آزاد از تن و رنج جہاں
تا کہ خواب از خویش نتوانست داشت
سر بنہاد و خواب بردش خواب دید
خود ندا آنست و ایں باقی صدا ست
خود چہ جائے ترک و تاجیک است و زنک
بندۂ ما را ز حاجت باز خر
اے عمر بر جہ ز بیت المال عام
اینقدر بستاں کنوں معذور دار
پس عمر زاں ہیبت آواز جست
در بغل ہمیاں و داں در جستجو

مطلق آں آواز خود از شہ بود
من خواص و من رضا و خشم تو
مطربے کز وی جہاں سد پر طرب
وز صدایش ہوش جاں حیراں شدے
پشت او خم گشت ہمچوں پشت خم
ناخوش و مکروہ زشت و وا لخراش
گفت عمرے مہلتم دادی بسے
باز نگرفتی زمن روزے نوال
چنگ را برداشت شد اللہ جو
کو بہ نیکوئی پذیرد قلبہا
خواب بردش مرغ جاں از حبس رست
در جہانِ سادہ و صحرائے جاں
در عجب افتاد کایں معہود نیست
کامدش از حق ندا جانش شنید
ترک کردہ پارسی گو و عرب
فہم کرد ست ایں ندا را چوب و سنگ
بندۂ داریم خاص و محترم
ہفتصد دینار در کف نہ تمام
اینقدر از بہر ابریشم بہا
تا میاں را بہر ابن خدمت بہ بست
گر گورستاں و داں وشد او بے

غیر آں پیر او ندید آنجا کسے
مانده گشت و غیر آں پیر او ندید

گفت حق فرمود ما ره بنده ایست
گفت این نبود گر باره دو بید
پیر جنگی کے بود خاص خدا

خدا ای ستر پنهاں خدا
صافی و شایسته و فرخنده ایست
همچوں آں شیر شکاری گردو شت

چوں یقیں گشتش کہ غیر پیر نیست
بار دیگر گرد گورستاں بگشت
آمد و با صد ادب آنجا نشست

بر عمر عطسه فتاد و پیر جست
گفت در باطن خدایا از تو داد
عزم رفتن کرد و از زیدن گرفت

گفت در باطن خدایا از تو داد
مرعمر را دید و ماند اندر شگفت
چوں نظر اندر رخ آں پیر کرد

دید او را شر مسار و روے زرد
محتسب بر پیر ک جنگی فتاد
کت بشارتہا ز حق آوردہ ام

چند یزداں مدحت خوئی تو کرد
پس عمر گفتش مترس از من مرم
پیش من بنشین و مہجوری مساز

تا نگوشت گویم از اقبال راز
تا عمر را عاشق روے تو کرد
چونے از رنج و عماں بجہت

ملک قارضه چند از پرنیان بہا
حق سلامت میکند مے پرسدت
پیر لرزاں گشت چوں ایں را شنید

دست مینمائید و بر خود میطپید
خرج کن ایں را و باز اینجا بیا
لبسکہ از شرم آب شد بیچارہ پیر

چوں بسے بگریست و از حد رفت درد
بانگ میزد کآئے خدائے منتظر
گفت اے بودہ حجابم از الٰہ

اے مرا تو راہ زن از شاہ راہ
چنگ را زد بر زمیں و خورد کرد
اے زنور و یم سیہ پیش کمال

اے خدائے با عطائے با وفا
اے بخوردہ خون من ہفتاد سال
داد حق عمر کہ ہر روزے ازاں

کس نداند قیمت آں در جہاں
رحم کن بر عمر رفتہ جفا
در دمیدم جملہ را در زیر و بم

آہ کز یادرہ و پردہ عراق
خرج کردم عمر خود را مبدم
وائے گر تری ز بر افگند خورد

خشک شد کشت دل من ژاں برد
رفت از یادم دم تلخ فراق
کارواں بگذشت و بگیہہ شد بہار

ایخدا فریاد ازیں فریاد خواہ
وائے کز آواز ایں بست جہاں
داد کس چوں من ندادم در جہاں

عمر شد ہفتاد سال از من جہاں
داد خواہم نے ز کس زیں داد خواہ
زانکہ ہست از من بمن تر دیک تر

کیں منی از وے رسد در مبدم مرا
داد خود از کس نیابم جز مگر
ہمچواں کو با تو باشد ز رشمر

سوے او داری نہ سوئی خود نظر
پس درا بینم چواں شد کم مرا
می شمرد ے جرم چندیں سالہ او

پس عمر گفتش کہ ایں زاری تو	ہست ہم آثار ہوشیاری تو	بعد ازاں او را ازاں حالت براند
زاعتذارش سوئے استغراق خواند	ہست ہشیاری زیاد ماضی	ماضی و مستقبل ہست پردہ خدا
چونکہ فاروق آئینہ اسرار شد	جان پیر از اندروں بیزار شد	ہمچو جان بی گریہ و بی خندہ شد
جانش رفت و جاں دیگر زندہ شد	حیرتے آمد درونش آن زماں	کہ بروں شد از زمیں و آسماں
جستجوئے ما ورائے جستجو	من نمیدانم تو میدانی بگو	حال و قالِ ازورائے حال قال
غرق گشتہ در جمال ذوالجلال	چونکہ قصہ حال پیرا بخار سید	پیرو جانش روئے در دریا کشید

پیر دا من راز گفت و گو فشاند　　نیم گفتہ در دہان او بماند

ایک روز ارشاد ہوا - کہ یہ شعر جو کسی نے کہا ہے ؎

در مذہب عاشقان یکرنگ　　کفر اسلام است ہم سنگ

یہ گستاخانہ کلام ہے، اگرچہ اس کلام کی تاویل ہو سکتی ہے کہ اللہ جل جلالہٗ کی دو شانیں ہیں، جلال اور جمال ایک شان تو کفر ہے اور دوسری شان اسلام ہے۔ لیکن مقام توحید و یکرنگی میں دو شانیں ہم سنگ و ہموزن ہیں اور وہ ذات واحد ہر ایک شان میں یکساں نمودار ہے لیکن ایسا کہنا راہ ادب سے بعید ہے کیونکہ ذات احد و صمد بے نیاز و مستغنی عن صفات الآن کما کان ہے وہاں نہ کفر نہ اسلام نہ ہدایت و ضلالت نہ طاعت و نسیاں نہ اعتبار و امتیاز ہے لیکن ظہور و صفات میں فرق مراتب اور لحاظ مدارج اور آداب و قواعد بہت ضروری ہیں پس ایسے کلام سے کہ جو خلاف ظاہر اور فہم سامعین سے بعید ہو کیا حاصل ؎

در عالم قرب نشانے اولے	در قصۂ عشق بے زبانے اولے
زاں کس کہ نہ اہل ذوق و اسرار بود	گفتن بطریق ترجمانے اولے

ایک روز - کسی صاحب نے شکایت کی کہ حضرت دیکھئے میں نے فلاں شخص پر کسقدر احسان کئے ہیں اب وہ میری جان کا لاگو ہو گیا آپنے فرمایا کہ ہمکو ایک نقل یاد آئی ہے حجاز یوسف ایک دن

؎ نام آواز ۱۲

شکار کو گیا راہ میں پیاس کی شدت ہوئی ایک غریب بڑھیا نے خوب سرد پانی پلایا نہایت خوش ہوا اور کہا کہ میرے دربار میں آ تجھکو ایسا انعام دونگا کہ آجتک کسی نے نہ دیا ہوگا بڑھیا بیچاری دوڑی آئی کہ دیکھئے کیا کچھ دیگا جب دربار میں حاضر ہوئی کہ حاجت بولا کہ دنیوی اشیاء میں سے اگر کوئی شے تجھکو دوں تو اسکو قیام نہیں اسلئے یوں جی چاہتا ہے کہ تجھکو اپنے ہاتھ سے جام شہادت پلاؤں یہ سنکر بڑھیا کے ہوش اُڑ گئے کیا دُنیا میں نیکی کا بدلہ بدی ہے اُسنے کہا نہیں میں تو ایک پیالہ پانی کے عوض تجھکو جام شہادت پلاتا ہوں تو ہمیشہ بہشت کے اندر حوض کوثر سے سیراب رہیگی بھلا اس سے بڑکر انعام کیا ہوسکتا ہے غرض تلوار کھینچکر بڑھیا کا سر اوڑا دیا۔

ایک روز ارشاد ہوا - کہ میاں مردان شاہ صاحب سے ایک بار ہم نے پوچھا کہ میاں صاحب کیا فقیری اسی کا نام ہے کہ مرد ہو کر رنگین کپڑے پہن لے ترتیب وبارہ تسبیح پڑھ لی اور ڈھولک کی گت پر ناچ لئے - یا کچھ اور چیز بھی ہے - بقول شخصے ایک جاٹ کسی گرو کا چیلہ تھا جاڑے کے موسم میں گرو کی زیارت کو گیا وہاں کھچڑی کھانے کو ملی اور ایک عمدہ لحاف اوڑھنے کو ملا رات بھر خوب چین سے پاؤں پھیلا کر سویا - صبح کو اُٹھا تو گروجی سے عرض کیا کہ کھانیکو کھچڑی اوڑھنے کو سوڑ گروجی نکت یہی ہے یا کچھ اور یعنی اگر یہی ہے تو بس حاصل ہوگئی اور اگر کچھ اور ہے تو اسکی تعلیم فرمائے سو حضرت اگر فقیری یہی ہے جو میں نے بیان کی تو کچھ بڑی بات نہیں صرف ایک پیسہ کا گیرو خرچ ہوتا ہے - لیکن یہ گیرو کا نسخہ شاید متقدمین کے زمانہ میں ایجاد ہوا ہوگا - ورنہ کیوں طلب و تلاش میں عمر کھوتے اور دنیا کی خاک چھانتے یہہ بات سنکر مردان شاہ تو خاموش ہو رہے کچھ جواب نہ دیا مگر ان کے پیر و مرشد میاں غلام علیشاہ صاحب خفا ہو گئے اور بولے کہ واہ صاحب تم فقیروں کا خاکہ اوڑاتے ہو اور ہیر ہنستے ہو مردان شاہ نے ان سے کہا کہ حضرت خفگی تو دوسری بات ہے ورنہ انصاف شرط ہے جو کچھ میاں صاحب نے فرمایا اس زمانہ کی فقیری کا تو بیشک یہی حال ہے -

ایک روز خدمت مبارک میں ایک بزرگ تشریف لائے تھوڑی دیر کے بعد کہنے لگے کہ حضرت

میں تو آپکی بڑی تعریف سُنکر آیا تھا۔ لیکن آپ تو بالکل خالی ہیں اُسوقت ارشاد ہوا کہ صاحب ہمیں تو آجتک، یہ بھی معلوم نہ ہوا کہ ہم خالی ہیں یا بھرے۔ بہت سے فقرا سے ملے اکثر بزرگوں کی خدمت میں گئے کسی نے یہ پتہ نہ دیا۔ بارے الحمد للہ کہ آپکی زبان سے یہ عقدہ حل ہوگیا۔ اتنی بات کہہ سُنکر وہ بزرگ صاحب قلندر صاحب کے مزار پر فاتحہ خوانی کے لئے گئے وہاں سے روتے پیٹتے ہوئے بھاگے آئے اور جناب قبلہ کے قدموں میں سر رکھدیا اور عذر و معذرت کرنے لگے کہ برائے خدا میرا قصور معاف فرمائیے مجھکو یہ حال معلوم نہ تھا حضرت نے فرمایا صاحب وہ بھی تمہارا ہی گمان تھا اور یہ بھی تمہارا خیال ہے۔ ہم تو جیسے جب تھے ویسے ہی اب ہیں نہ آپکے اقرار سے کچھ بیشی ہوئی نہ انکار سے کچھ کمی ہمارا قصور تو آپنے کچھ کیا نہیں جسکی معافی واجب ہو۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ راجہ رنجیت سنگھ کے عہد میں کشمیر کے اندر ایک مجذوب تھے کباب دہی نہایت رغبت سے کھایا کرتے تھے۔ ایک شخص ان کے واسطے کباب دہی لایا اُنہوں نے کھایا اور کہنے لگے کہ کیا خوب کباب اور کیا خوب دہی ہے یہی کہتے کہتے دہی لانے والے کا قلب مثل آئینہ ہوگیا کہ سات سو کوس کا حال اُسکو نظر آنے لگا پھر وہ شخص مُرغزار کشمیر میں جا بیٹھا بیس برس تک یہی کیفیت رہی مگر ایکدن مثل شمع گل ہوگئی اور جیسا تھا ویسا ہی رہ گیا۔ اس کے غم والم میں وہ شخص جا بجا پھرتا رہا۔ سبحان شاہ کے پاس بھی آیا تھا اُنہوں نے سُنکر فرمایا کہ بھائی یہ بات تو ہمارے خواب و خیال میں بھی نہیں تم سلیمان شاہ صاحب کی خدمت میں جاؤ اس زمانہ کے مشہور و معروف بزرگ ہیں غرض اُنکے پاس گیا۔ اُنہوں نے فرمایا کہ میاں جو بات تو بیان کرتا ہے خود ہمپر بھی نہیں گذری۔ بھلا ہم کیا تعلیم کریں ہمارا طریقہ تو یہی ذکر و اذکار ہے وہ شخص شاہ صاحب کا مرید ہوگیا۔ ایک بار ہم سے بھی ملاقات ہوئی کہنے لگا کہ سلیمان شاہ صاحب کا میں مرید ہوگیا ہوں لیکن جو بات پہلے تھی اب خواب میں بھی نہیں۔ اور وہ مجذوب پھر کہیں نہیں ملے۔ شاید اُنکا انتقال ہوگیا۔ **راقم نے** عرض کیا کہ حضرت

بیس برس کے بعد یہ بات جاتی کیوں رہی جناب قبلہ نے فرمایا کہ بلا جد و جہد اُسکو ملکی تھی اگر چند روز اُن بزرگ کی خدمت میں رہتا تو قیام و ثبات اس حالت کو ہو جاتا اور وہ شخص کامل اور مکمل تھا جسکی ایک نظر میں یہ بات پیدا ہو گئی تھی لیکن یہ اپنے خیال میں کامل ہو گیا تھا کہ خدمت میں رہنا اختیار نہ کیا اور وہ بات قائم نہ رہی چراغ کے گل ہوتے ہی اندھیرا ہو گیا۔

ایک روز پرشاد گر کا ذکر آگیا جو نقل روح کرتے تھے۔ ارشاد ہوا کہ ایک فقیر پہاڑ میں رہتے تھے ان کے تصرف سے پرشاد گر کو یہ بات حاصل ہوئی تھی اور چھ سات روز کچھ ریاضت پرشاد گرنے کی تھی۔ وہ فقیر صاحب کمال تھا مگر پرشاد گر میں اتنی تاب و طاقت نہ تھی کہ اور کو بھی ایسا کر دیتا۔ ہم نے جو اس بات کو سوچا تو ایسا معلوم ہوا کہ جس روح کی نسبت قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ فرمایا ہے۔ اسکا نقل و انتقال تو کیا اگر اسکو دیکھنا بھی تو ہوش بجا نہ رہتے ہاں عالم مثال کی روح جو کہی گئی ہے اسکا یہ حال ہوگا پرشاد گر نے ہم سے بھی کہا تھا کہ تم سیکھنا چاہو تو ان فقیر صاحب کے پاس چلو مگر ہمارا جانا نہ ہوا۔

ایک روز کتاب تحفۃ الہند کا ذکر آگیا جو مولوی عبید اللہ صاحب نے رد ہنود میں تصنیف کی ہے۔ ارشاد ہوا کہ ہم نے بھی دیکھی ہے اس قسم کی کتاب اگر خواجہ معین الدین چشتی یا اور بزرگ جو صاحب طاقت گذرے لکھتے تو زیبا تھا مولوی صاحب نے جو اوتاروں کے استدراج لکھے اور انکار دکیا تو کس برتے پر اگر مولوی صاحب کو اس قسم کی طاقت اُن سے بڑھکر ہوتی تو رد لکھنے کا مضائقہ بھی نہ تھا۔ یہ قاعدہ ہے کہ انسان اپنی غلاظت پر نظر نہیں کرتا مگر دوسرے کی بُری معلوم ہوتی ہے جیسے اپنی آبدست کو بغیر نفرت لیتے ہیں مگر دوسرے کی آبدست سے گھن معلوم ہوتی ہے۔

ایک روز۔ کسی شخص نے عدم حصول کی شکایت کی آپنے فرمایا واہ سبحان اللہ کے آدمی دو کے پیر شدی کل مرید ہوئے آج کامل ہونا چاہتے ہیں ارے میاں ؎ سالہا بر دند مرداں انتظار + تا یکے را بارشد از صد ہزار + ایک مدت دراز میں لاکھوں کروڑوں

نہایت سختی میں ہوں فقیر صاحب نے فرمایا کہ ایسا تحمل بھی مت کیا کر کہ لوگ تجھکو مار ہی ڈالیں + ذرا پھوں پہاں کر کے ڈرا بھی دیا کر۔ اسی طرح فقیر کو بھی لازم ہے کہ نہ ایسا میٹھا بن جائے کہ لوگ کھا جائیں اور ایسا کڑوا کہ تھوک دیں ؎ تحمل بایدت لیکن نہ چنداں کہ گردد چیرہ گرگ تیز دنداں۔

ایک روز حضرت قبلہ کی خدمت میں ایک مولوی صاحب آئے آپنے فرمایا کہ مولوی صاحب چھوٹے صاحبزادہ کو کلام مجید حفظ کیوں نہیں کرایا۔ اُنہوں نے عرض کیا کہ حضرت کم عمری میں ایسی محنت شاقہ سے بچوں کے قوائے ذہنی مضمحل ہو جاتے ہیں پھر وہ کسی علم و ہنر کی تحصیل کے قابل نہیں رہتے میں نے اُسکو انگریزی پڑھانی شروع کر دی ہے۔ سمجھ آنے تک کچھ نہ کچھ اس زبان سے آشنا ہو جائیگا پھر آگے کی تحصیل میں آسانی ہوگی۔ حضرت نے تو اس بات کے جواب میں کچھ نہ فرمایا لیکن راقم بول اُٹھا کہ سبحان اللہ آپ کے خیالات بہت عالی ہیں۔ اگر عربی الفاظ کے تحفظ سے قوائے ذہنی کو نقصان پہنچتا ہے تو انگریزی الفاظ سے بھی وہی اثر مترتب ہوگا۔ ہاں اتنا فرق ضرور ہے کہ اس میں دینی فائدہ ہے۔ اسمیں دنیوی سو آپ خوب سمجھے کہ نقد کو چھوڑ کر کیوں نسیہ کے انتظار میں پڑے اب تو آرام سے گذرتی ہے + عاقبت کی خبر خدا جانے + اگر واقعات پر لحاظ کیجئے تو حفظ قرآن کے بعد مولوی راغب اللہ صاحب جاہل کیوں نہ رہ گئے مولوی عبدالرحمن صاحب کو ایسا فضل و کمال کیوں حاصل ہو گیا کہ آج ہندوستان میں انکا جواب نہیں بہت سے مسلمان جنھوں نے قرآن کا ایک حرف بھی نہیں پڑھا کیوں جاہل ہیں ان حالات پر غور کرنے سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ حفظ قرآن سے حافظہ اور بھی قوی ہو جاتا ہے اگر ذہن رسا ہے تو تحصیل علوم بہت آسان ہو جاتی ہے مگر اس میں شک نہیں کہ انگریزی کا سا نقد ثواب اس میں کہاں ہے کہ اِدھر پڑھی اور اُدھر گورنمنٹ کی نوکری حاصل ہو گئی یہ سُنکر جناب قبلہ نے فرمایا کہ ہمکو ایک **نقل** یاد آئی ہے ایک باباجی میں یہ کمال تھا کہ جو بات مُنہ سے نکالتا وہی ہو جاتی راجہ نے اُس سے پوچھا کہ مہاراج آپکو یہ کمال کیونکر حاصل ہوا اُسنے جواب دیا کہ میں بارہ برس سے اپنا گھُوت کھاتا پیتا ہوں اُسی کی بدولت میری زبان کو یہ تاثیر ہے کہ ایک فقیر کو بادشاہ یا راجہ کہدوں تو فوراً ہو جاوے راجہ نے کہا پھر آپکو کیا بادشاہ بنا تو

دوسرا راجہ ہوا تو اور تمہاری قسمت میں تو وہی گھر موت رہا حضرت نے ارشاد کے بعد سکوت فرمایا اور راقم نے اس سلسلہ میں کچھ اور بھی عرض کیا آخر مولوی صاحب بولے کہ گو میری بات بعض صاحبوں کو ناگوار ہوا لیکن مجبوری ہے کہ اپنی اپنی سمجھ جدا ہے ٭

ایک روز کسی شخص نے سوال کیا کہ لالہ بانکے رائے وکیل میرٹھ بڑے فقیر دوست اور درویشوں کے خادم تھے بہت سے بزرگوں اور فقیروں سے ملے اور مروت وفیاضی میں کبھی دریغ نہ کیا لیکن معلوم ہوتا ہے کہ انکو کسی بزرگ نے راہ خدا نہ بتلائی اس کے جواب میں ارشاد ہوا کہ لالہ بانکے رائے اپنے مال و دولت کے ذریعہ سے اس راہ کا حاصل کرنا چاہتے تھے پس مردانِ خدا کچھ خدا فروش تو ہوتے ہی نہیں کہ مال دنیا کی طمع میں نام خدا کو بیچ ڈالیں اور جو مال ومتاع کے لالچی ملے وہ خود اس راہ سے ناواقف تھے اور کو کیا فیض وفائدہ پہونچاتے ع او خویشتن گم است کرا رہبری کند ٭

ایک روز حجرہ شریف کے حضار میں اسبات کی گفتگو ہونے لگی کہ فقیری بہتر ہے یا تونگری اتنے میں جناب قبلہ باہر سے تشریف لائے اور دریافت کیا کہ کس باب میں بحث ہے حافظ سعد اکبر صاحب نے حال عرض کیا اور یہ حدیث شریف پڑھی اَلْیَدُ الْعُلْیَا اَفْضَلُ مِنَ الْیَدِ السُّفْلٰی آپنے فرمایا کہ اس سے تو فقر کی فضیلت ثابت ہوتی ہے نہ غنا کی اسلئے کہ ید علیا فقر حاصل کرتا ہے اور ید سفلی یعنی نیچے کا ہاتھ تونگری۔

ایک روز کسی شخص نے اپنے گھر کے جھگڑے قصے خدمت مبارک میں عرض کئے اور انفصال دینی معاملات میں رائے طلب کی اُسوقت ارشاد ہوا کہ ہمکو ایک **نقل** یاد آئی ہے کسی زمانہ میں ایک شخص نے پیغمبری کا دعویٰ کیا بادشاہ وقت کو خبر ہوئی بُلایا اور کہا کہ اگر تیرا دعویٰ سچا ہے اور تو پیغمبر برحق ہے تو اس قفل کو کھولدے اس شخص نے جواب دیا کہ دعویٰ پیغمبری کردہ ام نہ آہنگری۔ سو ہمارے تو نہ جورو نہ بچے ان معاملات کے نشیب وفراز کی ہمکو کیا خبر تم جانو اور تمہارا کام۔

ایک روز کسی شخص کا خط آیا جس میں قدمبوسی کا اشتیاق ارادت کا اظہار اور بیعت کی درخواست تھی اس کے جواب میں ارشاد ہوا کہ انکو لکھدو کہ [illegible] کے کاروبار کی ایک فہرست بنا کر

بھیجدیں یعنی بعد مرید ہونے کے جو جو کام ہم سے لینے ہوں ابھی سے اُن کے لئے تیار ہو رہیں کیونکہ دنیا داروں کے پیر تو اسی مصرف کے ہوتے ہیں کہ اُنکی نوکری چاکری کے لئے بال بچوں کے لئے صحت و تندرستی کے لئے دعا کریں۔

ایک روز ارشاد ہوا - کہ ہمکو بھی بدن ڈھانپنے اور پیٹ بھرنے کے لئے دو چار روپیہ ماہوار کی حاجت ہوتی ہے سو یہ کام اُن لوگوں سے چلتا ہے جو دنیوی غرض لیکر ہمارے پاس آتے ہیں اگر وہ ایک روپیہ ہمکو دیتے ہیں تو ہم اُنکا کام دو روپیہ کا کر دیتے ہیں مگر جسکو نام خدا بتایا جاتا ہے البتہ اُس سے کسی قسم کی خدمت لینا حرام ہے۔

ایک روز حسب دستور بعد نماز عشا حجرۂ مبارک میں خدام حاضر تھے اُسوقت ایک صاحب بیٹھے بیٹھے سو گئے یہانتک کہ آواز خرّاٹے کی بلند ہوئی جناب قبلہ نے ازراہ طیبت فرمایا کہ ایں کیا کوئی ذکر کر رہا ہے؟ عرض کیا گیا کہ میر صاحب کو نیند آگئی تھی فرمایا کہ ہاں ظَنُّ الْمُؤْمِنِیْنَ خَیْرٌ اُنکے یہی معنی ہیں چنانچہ ایک بزرگ تھے مراقبہ اور ذکر میں اکثر مشغول رہا کرتے تھے قضارا ایک رات بائیں طرف مادہ فالج گرا اور وہ جاں بحق ہو گئے چونکہ بائیں طرف کو گردن جھک گئی تھی مریداں خوش اعتقاد نے خیال کیا کہ ذکر قلبی میں مستغرق ہیں۔ کچھ دن چڑھے ہم بھی گئے میاں صاحب کو دیکھا تو اُن میں دم نہ تھا حکیم صاحب بلائے گئے۔ وہ ایسے سادہ دل مومن تھے کہ سینہ میں دم تھا نہ نبض میں جنبش مگر یہی کہتے رہے کہ کچھ ڈر نہیں ہے حضرت تو نفی اثبات کر رہے ہیں۔ ہم نے کہا کہ میاں صاحب بیچارہ کو نہ ذکر کی خبر ہے نہ فکر کی اطلاع لیکن تمہارا خیال بے شک ظن المومنین خیرا کا مصداق ہے۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ ایک ولایتی پٹھان کے گھر لڑکا پیدا ہوا قریب تہنیت میں تمام خویش و اقارب جمع تھے اتفاقاً پٹھان سے گوز سرزد ہو گیا اسکو ایسی خجالت چڑھی کہ ترک وطن کر کے کسی دوسرے ملک کو چلا گیا بارہ برس کے بعد پھر واپس آیا اور رات کو گھر کے دروازہ پر آ کے کھڑا ہوا کہ دیکھوں اب تو میری بات کسیکو یاد ہیں۔ یہ کان لگائے کھڑا تھا کہ گھر میں لڑکے

نے شرارت کی کسی نے کہا کہ اوپدوڑے کے لڑکے مانتا نہیں یہ بات سُنکر پھر بھاگ گیا۔ اگر وہ پٹھان اس حرکت کو اپنے وہم میں جرم عظیم قابل ترک وطن نہ سمجھتا تو لوگوں کا خیال بھی نہ ہوتا لیکن اس کے نکلجانے نے اور بھی اس بات کو مشتہر کردیا اور اُسکی اولاد پر بھی داغ بدنامی لگ گیا +

اکروز راقم خدمت میں حاضر تھا کسی شخص نے مرزا نوشہ صاحب کے انتقال کی خبر سُنائی آپنے فرمایا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ؕ

کھال دھونتی رہ گیو اور نرجھ بھئے انگار		اہرن کا ٹھکومٹو اور اُٹھ گئے میت لوہار
سدا نہ پھولیں توریاں اور سدا نہ ساون ہوئے		سدا نہ جوبن تھرہے اور سدا نہ جیوے کوئے
شنیدم کہ در روزگار کہن		شدہ عنصری شاہ صاحب سخن
چو اورنگ از عنصری شد تہی		بفردوسی آمد کلاہ مہی
چو فردوسی از دور فانی گذشت		نظامی بملک سخن شاہ گشت
نظامی چو جام اجل در کشید		بسر چتر اشعار سعدی رسید
چو اورنگ سعدی فرو شد ز کار		سخن گشت بر فرق خسرو نثار
وزاں پس چو نوبت بجامی رسید		جہانِ سخن را تمامی رسید
عدم ہے یا کوئی کوئے صنم ہے		چلی جاتی ہے واں خلقت خدا کی

نہایت خوب آدمی تھے عجز و انکسار بہت تھا فقیر دوست بدرجۂ غایت اور خلیق از حد تھے ایکروز جو ہم اُن کے پاس گئے تو اُنھوں نے اپنے یہ دو قطعے پڑھے تھے۔

قطعہ

فرصت اگرت دست دہد مغتنم انگار		ساقی و معنی و شرابی و سرودے
زنہار ازاں قوم نباشی کہ فریبند		حق را بسجودی و نبی را بدرودے

قطعہ

بروز حشر الٰہی چو نامہ عملم	کنند باز کہ آں روز باز خواہ من است
بکن مقابلہ آنرا ز سر نوشت ازل	اگر زیادہ و کم باشد آن گناہ من است

رند مشرب بے شرر حم دل تھے اور فن شاعری میں تو اپنا جواب نہ رکھتے تھے لیکن افسوس کہ یہ ہمارے محب بھی چلدئے ؎

ندی ناؤ کا بیٹھنا پلک ایک کی پریت	پل میں بچھڑے جات ہیں یہی جگت کی ریت
ہم دیکھیں جگ جات ہے جگ دیکھے ہم جائیں	ہم تو بیٹھے راہ پر کس کس کو پچتائیں

ایکروز قلندر صاحب کے چوک میں ایک غول بچونکا کھیل کود میں مصروف تھا اُسوقت ارشاد ہوا کہ دیکھو یہ نئی بچھا پلٹن سرکاری تیار ہو رہی ہے پُرانی قواعد داں فوج کو خبر نہیں کہ ایکدن یہی پلٹن جنگ بجاتے میں انکی جگہ چھین لیگی بڈھوں کے بجائے جوان وارث بنتے ہیں۔ نوجوانوں کی جگہ بچونکی بھرتی جاری ہے ایک مرتا ہے دوسرا اُس کے منصب پر قائم ہوتا ہے۔ اگر آدمی غور کرے تو یہ نئی پود عبرت کے لئے کافی ہے ؎

نشستی بجائے دگر کس بسے — نشیند بجائے تو دیگر کسے

ایکروز ارشاد ہوا - کہ موت فرق و امتیاز کے دور کرنے والی اور تعلقات و اضافات کے اُٹھا دینے والی ہے الموت جسر یوصل الحبیب الی الحبیب اور اُسکا ذائقہ عوام خواص صلحا اولیا انبیا سب کے واسطے مسلم ہے جسطرح تانبے لوہے اور سونے چاندی سب کا بار بغیر جنتری میں نکلے تیار نہیں ہو سکتا اسیطرح موت بھی ہر بھلے بُرے کے لئے ضرور ہے مولانا روم فرماتے ہیں

موت جسرے، موصل آمد سوئے یار	مرگ را آمادہ باش اے ہوشیار
ایں چہ خوش باشد کہ سوئے شہ روم	واصل درگاہ آں بیچوں شوم
وقت آمد کز جہاں بے کسی	پائے کوباں سوئے بام اوری
زیں سبب فرمود احمد مجتبےٰ	تحفۃ المؤمن کہ الموت اے فتےٰ
گر نبودے موت در دنیائے دوں	سخت میگشتیم عاجز بس زبوں

شکر حق کہ مخلصے بنہادہ است	عرفہ سوئے آں جہاں بکشادہ است
بس بسوئے واحدیت تا احد	سر برآرد از لقین مے رہد
منتہے سوئے خدا شد زیں سبب	ہست رجعی سوئے او خود بے طلب
معنی کُلٌّ الینا راجعون	فہم کن واللہ اعلم بالفنون
زیں سبب فرمود آن احمد لبیب	موت جسرٌ موصل آمد تا حبیب
تا کہ وجہ حق بروظاہر شود	ور تجلی واحدی احدی رود
خود فنا گردد بقا حاصل کند	قطرہ را تا بحر کل واصل کند
بار مشر اکنوں سوئے سُلطاں پرید	پرہائے عاریت را بر درید
ہست چوں کل الینا راجعون	میشود مر اصل خود را سرنگوں

غرض موت آخر نعمائے الٰہی میں سے ہے مقام تہنیت ہے نہ جائے تعزیت۔

ایکروز ارشاد ہوا ۔ کہ آخری وقت کا اضطراب و استقلال کچھ کرتب پر منحصر نہیں ہمنے ایکدفعہ میرٹھ میں دیکھا کہ دو آدمیوں کو پھانسی دینے کے واسطے لے چلے ایک تو لا دنیا گاتا اور خوش ہوتا چلا جاتا تھا دوسرے کو ایسا سہم چڑھا کہ منکا ڈھل گیا تھا جرم میں دونوں برابر قصاص میں مساوی مگر ایک بشاش اور ایک خوف زدہ نہ اُسنے کوئی کرتب کیا تھا نہ اسنے فرق تھا تو یہ تھا کہ قدرت نے ایک کو ایسا دلاور بنایا تھا اور دوسرے کو اتنا بودا +

ایکروز ارشاد ہوا ۔ کہ روح ندائے ربانی پر عاشق ہے جب آدمی کا وقت آخر ہوتا ہے وہ ندا آتی ہے اوس کے سُنتے روح پرواز کر جاتی ہے چنانچہ مولانا روم نے اس ندا کو بلفظ ارغنوں سے تعبیر کیا ہے ؎

پس عدم گردم عدم چوں ارغنوں	گویدم کانّا الیہ راجعون

ایکروز ارشاد ہوا ۔ کہ ہمارا حال اس چوپائے کے مطابق ہے ۔

آلس لیچ پڑے جل بھیتر اُدم ہیں دو بیر جویا

بھور بھی بس دلدر بھے اک بھوک لگی دو جے پانی پویا
ایسے کے پیٹ کو توہی بھرت ہو ماہ چیتر اور گن کی ددیا
بھور سے سانجھ لو سانجھ سے بھور لو ہمسا کپوت نہ تو سادویا

سوائے دو وقت کھانے پینے اور سو رہنے کے اور کچھ کام ہم سے نہیں ہو سکتا یہ اُسی کی رحمت کاملہ ہے کہ ہم جلیسوں کو اپنی رنگا رنگ نعمتوں سے پرورش فرماتا ہے +

ایک روز ارشاد ہوا - کہ جب نواب راج گڈھ نے اڑھائی ہزار روپیہ بطور نذر بھیجا تو لوگوں نے ہم سے کہا کہ آپ ایک مکان تیار کرالیں کسی نے صلاح دی کہ ایک زمین خرید لیں اُسوقت ہمکو یہ نقل یاد آئی کہ ایک شخص سنیاسی متا میں دتاترہ نامی ہندو فقیر ہوا ہے اُسنے چوبیس گرو کئے ہیں اُن میں سے ایک سانپ[1] بھی ہے کہ کبھی اپنا گھر نہیں بناتا جہاں سوراخ پایا وہیں جا گھسا - فقیر کو یہ بات پسند آئی اور اس بات کا سانپ کو گرو مانا - دوسرے کُتا کہ سوائے اپنے مالک کے دوسرے کے دروازہ پر نہیں جاتا یہ تعلیم کُتے سے حاصل کی - تیسرے چیل کہ جب اُسکو ایک ٹُکا گوشت کا ملجاتا ہے تو چیل کوے پیچھے پڑجاتے ہیں تا چار گوشت کو پھینک ایک اونچی ٹہنی پر سب سے الگ جا بیٹھتی ہے اور حریصوں کے جنگ و جدال کا تماشا دیکھتی ہے - ہم نے سوچا کہ تمام عمر تو خانہ بدوشی میں گذری بھلا ہمکو گھر بار بنانے سے کیا سروکار اور ہمارے والد ماجد کی نصیحت بھی یہی تھی کہ گھر بنا کر کبھی نہ رہنا جہاں جگہ ملگئی آرام کرلیا پس ہم نے اُس روپیہ کو اپنے روبرو نہ آنے دیا میاں مفتاح الاسلام اور مختاران نواب سے کہدیا کہ تم لوگ خود تقسیم کردو ہم فقیر آدمی اتنا روپیہ رکھکر ایک مفت کی بلا اپنے ذمہ کیوں لیتے کوئی چوری کی تاک لگاتا کوئی مانگنے آتا کوئی خوش ہوتا کوئی ناخوش ہم تو اس بکھیڑے سے الگ ہی رہے

---

[1] یعنی سُست و بیکار اور بے دست و پا پانی میں پڑا ہوا کنگال دونو وقت کھانے والا صبح ہوئی تو دلدری بن کے کھا لیا ایسے کے پیٹ کو توہی بھرنے والا ہے اڑے بڑے خبردار اور اوصاف کے دینے والے صبح سے شام تک اور شام سے صبح تک مجھسا کپوت نہیں اور بجھا دینے والا نہیں ۱۲

اور چیل کے گوشت کی طرح اسکو پھینک کر لوگوں کا تماشا دیکھتے رہے +

اس روپیہ کے آنے سے پہلے ہم نے ایک خواب دیکھا تھا کہ جسم کا زیریں حصہ براز سے آلودہ ہو رہا ہے لیکن ہاتھ ہمارے بالکل صاف ہیں اگلے روز یہ روپیہ آیا تو ہم سمجھ گئے کہ اس خواب کی یہی تعبیر ہے چنانچہ ہم نے اُسکو ہاتھ لگایا نہ اُسمیں سے کھایا +

ایک روز ایک درویش دلریش پیٹ پر بہت سا گودڑ لپیٹے رسیوں سے مضبوط باندھے ہوئے حاضر خدمت مبارک ہوا اور عرض کیا کہ یا حضرت میرا پیٹ پھٹ گیا اور آنتیں نظر آنے لگیں کچھ علاج فرمائیے ورنہ میں مرا آپنے فرمایا کیا تم ذکر ارہ کیا کرتے ہو اُسنے کہا کہ ہاں فرمایا کہ تم اپنے پیر کی خدمت میں جاؤ اُسنے مکرر عرض کیا کہ حضور ہی کچھ علاج فرمائیں ورنہ میری جان جاتی رہیگی اسوقت پیر کی خدمت میں پہنچنا دشوار ہے للہ علاج فرمائیے اسوقت ارشاد ہوا کہ اچھا تین روز یہ شعر خواجہ حافظ کا پڑھ لیا کرو ؎

تہی دستان قسمت راچہ سود از رہبر کامل	کہ خضر از آب حیواں تشنہ می آرد سکندر را

پھر تین روز کے بعد حاضر ہوا نہ پیٹ پر گودڑ تھا نہ رسی تھی نہ ذکر ارہ کی تاثیر تھی اس شعر کے پڑھنے سے وہ بات جاتی رہی جیسے تھے ویسے ہی ہو گئے پھر آپنے فرمایا کہ اگر تمہارا ارادہ ہو تو اپنے پیر کے پاس چلے جاؤ قدر نعمت است بعد زوال کا معاملہ تمکو سمجھا دیں گے غرض وہ بدقسمت شخص چلا گیا نہیں معلوم پھر کیا معاملہ اُسکو پیش آیا +

ایک روز ارشاد ہوا کہ میں مولوی شاہ اسحاق صاحب سے مشکوۃ شریف سبق پڑھ رہا تھا یُؤمِنُونَ بِالغَیبِ کا ذکر آگیا میں نے عرض کیا کہ حضرت اس کے معنی سمجھ میں نہیں آتے کیونکہ لَیسَ الخَبَرُ کَالمُعَایَنَۃِ شاہ صاحب نے ہمارے والد ماجد سے پوچھا کہ فرمائیے تو انکو معنی سمجھا دیئے جاویں اُنھوں نے کہا کہ حضرت نہیں ابھی یہ بچہ ہے ۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ مولوی قلندر بخش صاحب جلال آبادی سے میں نے مثنوی مولانا روم شروع کی جب دفتر اوّل تمام ہوا اور دفتر ثانی میں یہ شعر آیا ؎

قال را بگذار مرد حال شو ✣ پیش مرد کامل پامال شو ✣ میں نے اس کے معنی دریافت کئے تو مولوی صاحب نے معنی ظاہری ارشاد فرمائے مینے عرض کیا کہ حضرت قال تو سمجھ میں آگیا لیکن حال کا کچھ حال بیان فرمائے فرمایا کہ میاں یہ تو ہمکو بھی نہیں معلوم اُس روز سے مثنوی ہم نے بالائے طاق رکھدی ✣

ایک روز ارشاد ہوا۔ کہ کسی شخص نے ایاز سے سوال کیا کہ بندہ کے کیا معنی ہیں اُسنے کہا کہ پرسوں آنا وہ حسب وعدہ پہنچا تو کیا دیکھتا ہے کہ ایاز کے گلیمیں طوق پانو میں زنجیر ہاتھ میں ہتھکڑی پڑی ہے اور کشاں کشاں لئے جاتے ہیں پوچھا کہ یہ کیا کہا کہ بندہ کے یہی معنی ہیں اُس دن نُعِزُّ مَنْ تَشَاءُ کی شان کا ظہور تھا آج تُذِلُّ مَنْ تَشَاءُ کی شان نمودار ہے نہ اُس حال میں کچھ خوشی تھی نہ اس حال کچھ رنج ہم تو جیسے تھے ویسے ہی اب ہیں نہ وہ رہا نہ یہ رہی ✣

ایک روز ارشاد ہوا۔ کہ ہمارے والد بزرگوار کی یہ نصیحت تھی اگر مال دینے سے جان بچے تو مال کو فدا کردو اور مال وجان کے دینے سے عزت قایم رہی تو جان ومال کو فدا کردینا چاہیئے ؎ حیز کی نان سے گذرتی ہے ✣ مرد کی آن سے گذرتی ہے ✣ اور اگر مال وجان وعزت تینوں کے قربان کرنے سے دین ہاتھ آئے تو ان سب کو دین پر قربان کردینا چاہیئے اور اگر ان سب کے عوض میں خدا ہاتھ آئے تو دین کو بھی نثار کردینا واجب ہے مال وجان وعزت ودین سب دیدے مگر خدا کو حاصل کرے۔

دھن دے جیکو راکھے جی دے رکھے لاج × × جیو لاج دھن دیجئے ایک پریت کے کاج

؎ ہر دو عالم قیمت خود گفتہ × نرخ بالا کن کہ ارزانی ہنوز × حضرت خواجہ معین الدین چشتی کا قول ہے کفر کہ بخدا رساند عین اسلام است واسلامیکہ از خدا باز دارد عین کفر حکیم سنائی ؎ بہر چہ از راہ وامانی چہ کفر آن حرف وچہ ایماں × × بہر چہ از دوست دور افتی چہ زشت آں نقش وچہ زیبا

ایک روز میاں معراج الدین صاحب نے اپنے بھائی جلال الدین صاحب کی وحشت وبیقراری کی شکایت کی اور بیان کیا کہ اکثر آہ وناله کرتے ہیں اور نماز پڑھتے نہیں اسوقت یہ رباعی زبان

فیض ترجمان سے ارشاد ہوئی۔

مارا نہ مرید درد خواں مے باید	نے زاہد و حافظ قرآں مے باید
صاحبدردے بسوز جاں مے باید	آتش زدۂ بجان ماں مے باید

ایک روز ارشاد ہوا - کہ حضرت جنید فنون سپہ گری میں یکتائے زمانہ تھے خصوصاً پہلوانی میں بڑے نامی گرامی - ایک بار ایک شخص آیا اور بادشاہ سے کہا میں تمہارے پہلوان سے لڑوں گا بادشاہ نے کہا ہمارا پہلوان بڑا زبردست ہے تم دُبلے پتلے آدمی بھلا اُس سے کیا لڑوگے - مگر اُس شخص نے نہ مانا اور بہت اصرار کیا آخر دنگل ہوا جب حضرت جنید خم ٹھونک کر مقابل ہوے اور دونوں کی پکڑ ہونے لگی تو اُس شخص نے چپکے سے اِنکے کان میں کہا کہ میں سیّد ہوں محتاج ہوں آیندہ تمکو اختیار ہے حضرت جنید لڑتے لڑتے گر پڑے جب تو بڑا شور و غل ہوا بادشاہ نے نہ مانا دوبارہ کشتی کرائی پھر پچھڑ گئے تیسری بار کشتی ہوئی پھر چاروں خانہ چت - آخر بادشاہ نے نہ مانا اُسکو انعام دیا اور حضرت جنید کو بُلا کر پوچھا کہ سچ کہو یہ کیا بات تھی اصل حال بیان کر دیا بادشاہ بہت متعجب ہوا کہ مجمع عام میں اپنی ذلت اور سید کی عزت گوارا کی فی الحقیقت یہہ بڑی بہادری تھی -

اُسی شب رسولخدا صلی اللہ علیہ وسلم کو جنید رح نے خواب میں دیکھا کہ فرماتے ہیں شاباش ہے جنید تو نے ہماری اولاد کے ساتھ سلوک کیا ہے ہم بھی تیرے ساتھ سلوک کرینگے دوسرے روز بادشاہی ملازمت ترک کی اور فقرا کی جستجو میں پھرنے لگے آخر اپنے ماموں حضرت سری سقطی سے بیعت ہوئے +

ایک روز ارشاد ہوا - کہ حضرت جنید علیہ الرحمتہ کو بادشاہ نے کسی مسئلہ کی تحقیق کیواسطے طلب فرمایا ان کے ہمراہ حضرت شبلی بھی گئے بادشاہ نے حضرت جنید سے سخت کلامی کی چونکہ حضرت شبلی جوان آدمی تھے اور نئی فقیری کا جوش تھا آپکو غصہ آگیا شیر قالین کو تھپکا وہ مجسم بنکر اُٹھنے لگا حضرت جنید نے اُسپر نظر کی تو پھر اصلی حالت پر آگیا - بادشاہ نے

چہ بے ادبانہ کلام کیا حضرت شبلی نے ہر قالین پر یا تھا مرتبہ فرض تین بار یہی معاملہ پیش آیا آخر دفعہ میں بادشاہ نے شیر کو اٹھتے ہوئے دیکھ لیا خوف کے مارے بدحواس ہوگیا فوراً تخت سے اُتر حضرت جنید کے قدموں پر گر پڑا اُنھوں نے فرمایا کہ آپ اس لڑکے کی بات کا کچھ خیال نفرمائیں یہ بچہ ہے آپکو وہی زیبا ہے اور ہمکو یہی بات لازم ہے کہ اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ یعنی اطاعت کرو تم اللہ کی اور اللہ کے رسول کی اور حاکم متشرع کی۔ آخر کار بادشاہ نے اپنا قصور معاف کرایا اور عزت کے ساتھ اُنکو رخصت کیا پس وجہ تسمیہ حضرت شبلی کی یہ ہے کہ شبل بچہ شیر کو کہتے ہیں جب یہ ماجرا گذرا تو اُنکا لقب شبلی یعنی شیر والا ہوگیا ورنہ اصلی نام اُنکا ابوبکر تھا اور حضرت جنید کے مرید بھی تھے اور ہمشیرہ زادہ بھی +

ایک روز ارشاد ہوا۔ کہ جسوقت حضرت غوث الثقلین رحمۃ اللہ علیہ حضرت بایزید بسطامی قدس سرہ العزیز کے مزار پر تشریف لے گئے تو آپکو خیال آیا کہ منزل میں تو بایزید کے برابر ہوں لیکن دو باتیں مجھ میں زیادہ ہیں ایک یہ کہ سید ہوں دوسرے محبوب ہوں جبکہ مزار پر متوجہ تو یہ شعر لکھا ہوا پایا ؎ ہر کہ عاشق شد جمال ذات را ٭ اوست سید جملہ موجودات را حضرت یہ شعر پڑھکر بہت خائف ہوئے اُسوقت روح حضرت بایزید ظاہر ہوئی اور کہا کہ صاحبزادہ میرا یہ قصور نہیں بلکہ یہ تعلیم تمکو ذات پاک کی جانب سے ہوئی ہے اور فی الحقیقت مجھسے تو آپ ہر رتبہ میں بہتر و برتر ہیں۔

ایک روز ارشاد ہوا۔ کہ ایک چور شب کو چوری کرنے نکلا تھا چوکیدار نے دیکھ لیا وہ چور بھاگا تمام چوکیدار پکڑنے کو دوڑے وہ جھٹ پٹ کبیر کے گھر میں گھس گیا اور اُسنے کہا کہ میں چور ہوں مجھکو سپاہی پیادے پکڑنے آتے ہیں کبیر نے اُس سے کہا کہ میری بیٹی سوتی ہے اس کے پاس تم جا سو جاؤ چنانچہ اُسکے پاس لیٹ گیا جب سپاہی کبیر کے گھر آکر چور کو دریافت کرنے لگے اُسنے کہا کہ صاحب یہاں چور تو نہیں یہ بیٹی [illegible]

وہ اُنکو سوتے دیکھکر چلے گئے پھر چور اُٹھا اور تائب ہوا ۔

ایک روز ارشاد ہوا ۔ کہ یہ اشعار حضرت غوث الاعظم کی شان میں ہیں ۔

سید و سلطان فقیر و خواجہ مخدوم و غریب	بادشاہ و شیخ و درویش و ولی مولانہ
میر صلح فاطمہ ثانی اسامی والدین	بوسعید اپیر ایشاں مرد حق مردانہ
زینب و بی بی نصیبہ خواہران حضرت اند	ایں اسامی سا نزدہ باید کہ ہر فرزانہ
ضم کند با فاتحہ اخلاص خود فرمودہ اند	تا قبول افتد دریں صورت فقط الا نہ

اور حضرت کے فرزندان صلبی دس ہیں

رزاق و وہاب است و ہادی عزیز	شرف دیں و موسیٰ و یحییٰ است نیز
براہیم و اسحاق و بو نصر داں	کہ پسران غوث اند اندر جہاں

کہتے ہیں کہ گیارھویں فرزند حضرت کے محی الدین ابن عربی ہیں حال یہ ہے کہ اُن کے والد ماجد حضرت غوث الاعظم کے مرید تھے ایک بار تمنائے اولاد ظاہر کی اور طالب دعا ہوئے فرمایا کہ تمہاری کہ قسمت میں تو ہے نہیں لیکن ہم اپنا فرزند محی الدین ثانی ہو گا تمکو دیں گے کل صبح کے وقت اثنائے وظیفہ میں ہماری پشت سے پشت لگا دینا اور بے ادبی کا خیال نکرنا الامر فوق الادب دوسرے دن تعمیل حکم کی اور اپنے گھر گئے تو نو مہینے بعد حضرت محی الدین کی ولادت ہوئی علم ظاہر و باطن میں یکتائے زمانہ تھے لیکن آپکا علم لدنی تھا نہ تو کسی اُستاد سے کچھ سیکھا نہ کسی مرشد سے کچھ تعلیم پائی ۔

ایک روز ارشاد ہوا ۔ کہ حضرت ابراہیم قندزی نے دعا کی کہ بار خدایا میرے واسطے جو کچھ عذاب مقدر ہے سو دنیا ہی میں بھگت جائے چنانچہ اُنکو مرض جذام ہو گیا ۔ قبرستان میں ایک قبر کھودلی وہیں پڑے رہتے تھے ۔ ایکدن کھجوروں کے باغ میں پہونچے جو حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ کے باپ کا تھا خواجہ صاحب اُن دنوں نو دس برس کے تھے کچھ کھجوریں توڑ کر پیش کیں فرمایا کہ بیٹا میرے ہاتھ نکمے منھ زخمی تو ہی اپنے ہاتھ سے کھلا دے ۔ اِنھوں نے

کھلانی شروع کیں جو گٹھلی پھینکتے یہ اُسکو اُٹھاکر کھا جاتے آپنے معلوم کیا کہ یہ لڑکا ہونہار ہے کھجوریں کھاکر فرمایا کہ جاؤ مکہ معظمہ سے تحصیل علم کرکے آؤ تاکہ تمہاری امانت جو ہمارے پاس ہے دیجائے جب تحصیل علم کرکے واپس آئے تو درخواست کی کہ حضرت اب بیعت فرمائے جواب دیا کہ تم حضرت عثمان ہارونی کے پاس جاؤ اُن کے پاس پہونچے بعد تعلیم کے ارشاد کیا کہ اب تم جاؤ حضرت ابراہیم قندزی کا وقت قریب آگیا ہے اور وہ تمہارے منتظر ہیں اُن کے پاس واپس آئے تو پہچان نہ سکے کیونکہ بیماری سے صحت پا چکے تھے دیکھا کہ ایک نہایت خوبصورت آدمی بیٹھا ہے سلام کیا فرمایا کہ آؤ ہمارا بھی وقت قریب آگیا ہے۔ تعلیم کی اور فرمایا کہ ہمارا کفن دفن کرکے اپنے پیر کے پاس چلے جانا چنانچہ خواجہ صاحب نے ایسا ہی کیا۔

ایک روز ارشاد کیا۔ کہ جب حضرت **عبدالحق** محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ مدینہ منورہ میں حدیث ختم کر چکے تو حضرت سرور کائنات نے خواب میں ارشاد کیا کہ تم ہندوستان جاکر علم حدیث کو شائع کرو تاکہ لوگ فیضیاب ہوں لیکن خاکساران ہند سے بھی ملتے رہنا آپنے عرض کیا کہ یارسول اللہ بغیر حضوری آستانہ مبارک میری زندگی کیسے کٹیگی حکم ہوا کہ تم رات کیوقت مراقب ہو کے بیٹھا کرو ہمارے ہمارے پاس پہنچ جایا کروگے جب بیدار ہوے تو بتعمیل حکم ہندوستان کی راہ لی جسوقت سورت سے ہندوستان کو روانہ ہوئے جا بجا فقراء سے ملنا شروع کیا ایک جگہ پہونچے تو لوگوں سے پوچھا کہ یہاں کوئی فقیر ہے کسی نے نشان دیا کہ فلاں محلہ میں ہے فجر کے وقت اُنکی خدمت میں حاضر ہوئے دیکھتے ہی فقیر بولا کہ مولوی عبدالحق صاحب آپکا بڑا انتظار تھا آپ چپ بیٹھ گئے بعد مزاج پرسی فقیر صاحب نے جام وصراحی نکالکر ایک ساغر نوش کیا دوسرا جام لبریز کرکے مولوی صاحب کو دیا مولوی صاحب نے فرمایا کہ میں تمہارے فعل پر معترض نہیں لیکن میرے واسطے حرام ہے تین بار انکار کیا انے کہا کہ پی لے ورنہ پچتائے گا جب رات کو مراقب ہوئے تو دیکھا کہ جہاں خیمہ دربار رسول الثقلین صلعم ایستادہ ہے اُس سے سو قدم آگے وہ فقیر لٹھ لئے کھڑا ہے ہرچند مولوی صاحب نے آگے جانے کا قصد کیا لیکن فقیر نے جانے نہیں دیا ناچار واپس آئے صبح کے وقت پھر اُسی فقیر

کے پاس پہنچے اُسنے پھر جام پیش کیا آپنے نہ لیا کہ میرے واسطے حرام ہے تیرے حکم سے خدا و رسول کا حکم افضل ہے فقیر نے کہا پی لو ورنہ پشیمانی اُٹھاؤ گے رات کو پھر وہی معاملہ پیش آیا نہایت حیران ہوئے تیسرے روز پھر اُسی فقیر کے پاس پہنچے اُسنے پھر وہی پیالہ پیش کیا آپنے انکار کیا چوتھی شب جو مراقب ہوئے تو پھر فقیر کو سدّراہ پایا اور لٹھ لے کے اُنکی طرف دوڑا کہ خبردار جو اسطرف قدم اُٹھایا اُسوقت اضطراب میں آپکی زبان سے نکلا یا رسُولَ اللہ الغیاث اُسوقت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابی سے فرمایا کہ عبدالحق چار شب سے حاضر نہیں ہوا دیکھو تو باہر کون پکارتا ہے بلاؤ اُنہوں نے دونوں صاحبوں کو حاضر کیا حضرت نے فرمایا کہ عبدالحق چار رات سے تو کہاں تھا اُنہوں نے سارا قصّہ بیان کیا حضرت نے اُس فقیر کی نسبت کہا اُخرج یا کلب صبح کے وقت پھر شاہ صاحب فقیر کے پاس پہنچے اسکا حجرہ بند پایا دو چار مرید بیٹھے ہوئے تھے پوچھا کیا سبب ہے کہ پہر دن چڑھا اور دروازہ نہیں کھولا دیکھو تو ہیں بھی یا نہیں دروازہ کھولا تو پسر ندارد حیران ہوئے شاہ عبدالحق نے فرمایا کہ کوئی جانور یہاں سے نکلا ہے یا نہیں وہ بولے کہ ایک کالا کتا تو ہم نے یہاں سے جاتا ہوا دیکھا تھا فرمایا کہ بس وہی تمہارا پیر تھا کیونکہ رات یہ معاملہ پیش آیا اب چاہے تم بیعت رکھو یا فسخ کر تمہارا پیر کتا ہو گیا۔ غرض اس قصّہ سے یہ ہے کہ فقیر کو کسی امر میں ضد لازم نہیں کہ ضد میں خود نمائی ہے اور خود نمائی خلاف فقر پس اس مقام میں ضرور خطا کھاتا ہے اور مارا جاتا ہے ۔

ایکروز ارشاد ہوا - کہ فقیر رند مشرب مولانا شاہ **عبدالعزیز** رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں آیا اور کہا کہ مولوی بابا ہمکو شراب پلوا شاہ صاحب نے ایکروپیہ اُسکی نذر کیا اور فرمایا کہ جو چاہو سو کھاؤ پیو تمکو اختیار ہے وہ بولا کہ ہم نے تو آپکا بڑا نام سُنا تھا لیکن آپتو قید میں ہیں شاہ صاحب نے فرمایا کہ کیا شاہ صاحب آپ قید میں نہیں ہیں کہا کہ نہیں - آپنے فرمایا کہ اگر کسی روش کے مقید نہیں ہو تو آج غسل کرو اور جُبّہ و عمامہ باندھکر مسجد میں چلو اور نماز پڑھو ورنہ جیسے تم رندی کے قید میں مبتلا ہو اسیطرح ہم شریعت غرّا کی قید میں پابند ہیں تمہاری آزادی ایک خیال خام ہے یہ بات سُنکر نہایت چپ ہوا اور شاہ صاحب کے قدم پکڑے کہ درحقیقت ہمارا خیال غلط تھا جو ہم آزادی کا دم بھرتے تھے

ایک روز ارشاد ہوا۔ میاں جی احسان علی ساکن کاٹھ نے کہ وہ شاہ عبد العزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے ایکدن شاہ صاحب کی خدمت میں عرض کیا کہ حضرت کشف قبور کیا چیز ہے مجھکو یقین نہیں آتا شاہ صاحب نے فرمایا کہ تم کسی قبرستان میں جاکر یہ آیت پڑھو سُبُّوحٌ قُدُّوسٌ رَبُّنَا وَرَبُّ الْمَلٰئِكَةِ وَالرُّوحِ ۝ میاں جی نے یہ آیت شاہ ولی اللہ صاحب کی قبر پر جاکر پڑھی اوّل روز دیکھا کہ تمام قبروں کے اندر مردے لیٹے ہوئے ہیں دوسرے دن دیکھا کہ مردے بیٹھے ہیں تیسرے دن جاکر پڑھا تو یہ اثر ظاہر ہوا کہ شاہ ولی اللہ صاحب نے انکی طرف دیکھا اور کہا کہ یہ لے اتنا کہنا تھا کہ ایک شعلہ سا میاں جی کے جسم میں داخل ہوا اور اُسکی چمکا چوند سے بیہوش ہوکر گر پڑے شام کو شاہ صاحب نے اپنے طالبعلموں سے کہا کہ قبرستان میں جاؤ اور میاں جی کو اُٹھالاؤ چنانچہ طالب علم گئے اور اُنکو لائے بیہوشی طاری تھی مُنھ سے کف جاری تھے تین دن میں ہوش آیا کہ ہر وقت شاہ ولی اللہ صاحب کی روح مجھکو اپنے ہمراہ نظر آتی ہے سال بھر تک یہی کیفیت رہی ایک روز مست ہاتھی آتا تھا آدمی بھاگنے لگے مجھکو شاہ ولی اللہ صاحب نے کہا ڈر مت اور روح اُنکی میرے سامنے کھڑی ہوگئی ہاتھی نکلا ہوا چلا گیا میں بے اندیشہ کھڑا رہا ✣

ایک روز ارشاد ہوا۔ ایک شخص کسی فقیر کے پاس مرید ہونے گیا اُنہوں نے چار ٹکڑے دے اور فرمایا کہ آج کسبی کے پاس رہو پھر آؤ گے تو مرید کریں گے وہ شخص متشرح تھا لاحول پڑھکر چلا گیا کہ اچھے پیر ملے اور خوب ہدایت کی اتفاق سے اسی شب کو بیوی کے پاس گیا نطفہ نے قرار پایا اور لڑکی پیدا ہوئی جب سن بلوغ کو پہونچی تو فاحشہ ہوگئی اور بازار میں جا بیٹھی اس شخص کی ایسی بدنامی ہوئی کہ مُنھ دکھانے کو جگہ نہ رہی پھر اُسی فقیر کی خدمت میں پہنچا اور اپنا درد دل بیان کیا اُنھوں نے فرمایا کہ اُس روز کے چار ٹکے تو اسی لئے تھے کہ یہ بلا تمہارے گلے نہ پڑے رنڈیوں میں پیدا ہوتی اور رنڈی بنتی تمہارا نام بدنہوتا لیکن تم نے نہ مانا اب اپنے کئے کو بھگتو ؎

بے سجادہ رنگیں کن گرت پیر مغاں گوید	کہ سالک بیخبر نبود زراہ و رسم منزلہا

ایک روز ارشاد ہوا۔ کہ انسان کو جس چیز میں کمال ہوتا ہے اُسی میں مرتا ہے چنانچہ دختر مجید کو

سانپ کے پکڑنے میں کمال تھا اُسکو سانپ نے کاٹا اور مرگیا اور علیٰ ہذا القیاس ؎

بِسِلِّ مَاتَ اَرسطَالِیسُ وَاَفْلَاطُونُ بَافِلِیجٍ
وَلُقْمَانٍ بِسَرْسَامٍ وَجَالِینُوسُ مَبْطُونَا

یعنی ارسطوسل کی بیماری میں مرا اور فلاطون فالج میں لقمان سرسام میں اور جالینوس دستوں کے مرض میں حالانکہ انھیں بیماریوں کے علاج میں کمال رکھتے تھے اور جسکو جسکی محبت ہوتی ہے اُسی کے خیال میں جان دیتا ہے چنانچہ قارون مال کی محبت میں مرا اور مجنوں لیلےٰ کی محبت میں ایسے ہی طالب خدا کو خدا طلبی کی بیماری ہے وہ اسی میں فنا ہو جاتا ہے بیماری سے خالی کوئی نہیں ہر شخص کو کچھ نہ کچھ علت ضرور ہے۔

ایک روز مقام بلاسپور سے فیضیاب خاں کا عریضہ خدمت مبارک میں آیا کہ میرے لئے دعا فرمائے کہ میرا دلی مقصد برآوے حضرت نے جواب لکھوادیا کہ ہم بھی دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ اپنا فضل کریگا غرض دوسرے تیسرے دن اسی مضمون کا خط آنے لگا حضرت نے فریدالدین اور میاں اللہ بندہ سے مشورہ لیا کہ کیا علاج کریں دونوں صاحبوں نے صلاح دی کہ حضور دوسو روپیہ طلب فرمائے یقین ہے کہ پھر خط نہ لکھینگے چنانچہ جواب میں یہی مضمون لکھا گیا اُنھوں نے ڈیڑھ سو روپیہ کی ہنڈی ارسال کردی اور لکھا کہ پچاس روپیہ خود لیکر فلاں تاریخ کو حاضر ہونگا جب یہ خط پہنچا تو حاجی فریدالدین سے آپنے فرمایا کہ بولو اب کیا کہتے ہو بڑی مشکل ہوئی اب جو کچھ وہ طلب کریگا دینا پڑیگا اور نہیں معلوم وہ کیا طلب کرے اور اُسکا مقصد دلی کیا ہے آخر فیضیاب خاں باقی روپیہ لیکر حاضر خدمت ہوئے اور تنہائی میں اپنا مقصد عرض کیا جب وہ چلے گئے تو فرمایا کہ ارے میاں ہمکو بڑا اندیشہ تھا کہ دیکھیے کیا مانگتا ہے مگر لاحول ولا قوۃ مانگا تو کیا مانگا کہ حاکم مجھسے ضامندی سچ یہ ہے کہ سب باتیں تقدیر پر موقوف ہیں چنانچہ نقل ہے کہ ایک بزرگ تھے جب اُنکا انتقال ہونے لگا تو اُنکی بیوی نے کہا کہ بڑا بڑا کا فیضان باطن بالکل خالی رہگیا اس کے حال پر توجہ فرمانی چاہیے اُنھوں نے جواب دیا کہ مجھسے کچھ نہیں ہوسکتا بیوی نے چند نظیریں بیان کیں کہ تمہاری نظر سے فلاں شخص پر حال وارد ہوگیا اور فلاں شخص کامل بنگیا افسوس ہے کہ اپنا ہی لڑکا محروم رہجائے وہ بولے کہ بیشک اُسوقت

میری نظر میں ایسی ہی تاثیر تھی کہ وہ لوگ تو کیا اگر درخت پر نظر پڑتی تو انا الحق بولنے لگتا یہہ میرے اختیار کی بات نہیں۔ البتہ آج سے تیسرے دن ایک بزرگ تشریف لاویں گے تم لڑکے سے کہدو کہ جو کچھ اُسکا مدعا ہو اُس بزرگ سے طلب کرے خیر انتقال ہو گیا اور تیسرے روز ایک فقیر آئے گھر والے بہت خوش ہوئے کہ اب لڑکے کو کچھ نہ کچھ نعمت و فیضان حاصل ہو جائیگا اس فقیر نے پوچھا کہ بولو صاحبزادے کیا چاہتے ہو کہ حضور میری تمنا تو یہ ہے کہ قصبہ کی نمبرداری مجھکو ملجاوے فرمایا کہ بہت اچھا ملجاویگی چنانچہ کچھ عرصہ کے بعد وہ نمبردار ہو گیا اب دیکھیے تقدیر نے کہاں اسکا سر پھوڑا غرض بدقسمتی کا کچھ علاج نہیں ؎ سوزن تدبیر گو ساری سیتی رہی ٭ رخنہ تقدیر کو ہرگز فو کرتی نہیں ٭

ایک روز حاضر خدمت ہوا ایک شخص آیا اور شیطان کا گلہ شروع کیا کہ دنیا میں تمام فساد اسی کا ہے اُسوقت ارشاد ہوا کہ ہمکو ایک نقل یاد آئی ایک آدمی جنگل میں اپنی اونٹنی کو چرانے لیگیا شہوت نے غلبہ کیا تو اونٹنی پر سوار ہو گیا پھر خیال آیا کہ کسی طور سے اس معشوقہ دراز گردن کا بوسہ بھی لینا چاہیئے تاکہ ہوس رانی میں کوئی کسر باقی نہ رہے کیا سوجھی کہ وہیں سے ہاتھ بڑھا کر درخت کی ایک شاخ توڑی اور اونٹنی کو دکھلائی اُسنے کھانے کے واسطے گردن پھیری اور مونہہ بڑھایا تو جھٹ بوسہ لے لیا جب اس طرح جھٹک مار کے الگ ہوئے تو لگے کہنے ہت تیرے شیطان کی ایسی تیسی کمبخت مردود نے مجھسے کیا کام کرایا ہے یہہ کہنا تھا کہ شیطان بھی مجسم ہو کر سامنے آگیا اور بولا تیرے باپ کی ایسی تیسی ارے مردود جو ترکیب بوسہ کی تو نے ایجاد کی ہے یہ تو کبھی میرے باپ کو بھی نہیں سوجھی تھی ؎

مجھکو آتی ہے ہنسی ان حضرت انسان پر ٭ فعل بد تو خود کریں لعنت کریں شیطان پر ٭ اس موقعہ پر راقم کو یہ رباعی یاد آگئی ۔

شیطان کرتا ہے کب کسیکو گمراہ	اس راز سے ہے خدائے غالب آگاہ
ہے کام کسیکا اور کسی پر الزام	لاحول ولا قوۃ الا باللہ

ایک روز ارشاد ہوا ۔ کہ ایک شخص اس امر کا جویا تھا کہ آیا دنیا میں کوئی بندۂ خدا بیفکر و بے غم بھی ہے جا بجا جستجو کرتا ہوا ایک شہر میں پہنچا وہاں ایک باغ نظر آیا صحن چمن میں ایک کم سن نوخیز امیر زادہ

کے گرد و پیش غلامان خوش اندام کمر بستہ کھڑے ہیں ۱۰ ؎ ؎ ؎ ؎ ؎ ؎ ؎ ؎ ؎ ؎ ؎
مطربان خوش الحان گاتے ہیں اور وہ امیر جڑاؤ جھولے میں جھول رہا ہے انواع و اقسام کا سامان
عیش و طرب مہیا ہے یہ سماں دیکھکر اسکی سمجھ میں آیا کہ اب مدعا پایا یہہ خوش نصیب ضرور بے فکر و
بے غم ہے۔ اُس امیر زادہ سے کہا کہ ماشاء اللہ تمام جہاں میں ایک آپکو دلشاد پایا ہے امیر نے
کہا میاں صاحب کس خیال میں ہو آج شب کو میرے پاس ٹھیرو اور احوال واقعی سنو سے آرام
سے ہے کون جہان خراب میں ؎ گل سینہ چاک اور صبا اضطراب میں ؎ المختصر رات کو امیر نے
پوچھا کہ میاں صاحب کیا کہتے تھے اب کہیئے اُسنے کہا مدت سے اس تجسس میں صحرانوردی اختیار
کی ہے کہ الٰہی اس عالم میں کوئی بیفکر و بے غم آدمی بھی ہے ؎

جس سے پوچھا کہ دل خوش ہے کہیں دنیا میں ۔۔۔ رو دیا اُسنے اور اتنا ہی کہا کہتے ہیں ؎

البتہ آپکو دیکھکر شکر خدا بجا لایا کہ بھلا ایک تو بیفکر و بے غم پایا اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ زِیْنَۃُ
الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا۔ امیر نے سنکر آہ بھری اور کہا ؎ جسے نصیب ہو روز سیاہ میرا سا
وہ شخص دن نہ کہے رات کو تو کیونکر ہو ؎ میاں صاحب مجھ جگر خستہ و دل شکستہ کا حال نہ پوچھیے۔

کیستم دل شکستہ غم زدہ	مبتلائے خستہ ستم زدہ
از گداز نفس تباب و تبے	در بیاباں یاس تشنہ لبی
دردمندے جگر گداختہ	از غم دہر زہرہ باختہ

لو متوجہ ہوا اور میری داستان سنو الدین نے بڑے ناز سے پرورش کیا بچپن میں شادی
کردی بیوی بھی خوبصورت و خوش سیرت ملی اللہ تعالےٰ نے یہ لڑکے جو کھیل رہے ہیں عطا
فرمائے قضارا وہ نیکبخت مرض مہلک میں مبتلا ہو کر مر گئی چند روز درد و غم رہا آخر صبر آگیا پھر نکاح
کیا دوسری بیوی پہلی سے بھی زیادہ حسین اور نیک سیرت وفادار پائی نہایت خوشی سے زمانہ
گذرنے لگا کچھ مدت بعد دفعۃً وہ بھی سخت بیمار ہو گئی امید زیست کی نہ رہی میں رونے لگا اُسنے
کہا کیوں روتے ہو اگر میں مر جاؤنگی اپنی جان سے جاؤں گی تم اور۔ بے آؤ گے آخر مجھ سے پہلی

بیوی پر بھی تم عاشق تھے جب میں نے یہ بات سُنی تو غصہ میں آکر اوسی کے روبرو اُس بیخ فساد کو دور کر کے کہا کہ بس ابتو دوسری بیوی نہیں لاؤنگا - اب نیرنگ قدرت دیکھئے کہ اِدھر تو میں نے یہ حرکت کی اُدھر اُسکو صحت ہونی شروع ہوئی - آخر وہ اچھی ہوگئی اب ہم دونو عجیب حسرت و افسوس میں گرفتار ہیں کہ جسکا بیان محال ہے آپ ہی انصاف فرمائیں کہ مجھسا کوئی اور بھی دنیا میں دُکھیا ہے -

دریں دنیا کسے بے غم نباشد
اگر باشد بنی آدم نباشد

تن دھر سکھیا کوئی نہ دیکھا جو دیکھا سو دُکھیا رے
مگر چلیتی سب گھٹ دکھیا کیا گرہے بیراگی رے

سکھیا چار ج دکھ ہی کے کارن گرہی مایا تیاگی رے
او دی است کی بات کہت ہوں تاکو کرہی بیکاری رے

اونچے چڑھ دیکھ تماشا گھر گھر ایک ہی لیکھا رے
چاند دکھت ہے سورج دکھیا نس دن بھر منجاری رے

برھما بشن مہیش دکھت ہیں جن یہ ہاٹ لگائی رے
جوگی دکھیا جنگم دکھیا تپسیا کو دکھ دونا رے

آسا ترشنا سب گھٹ پوری ایکو محل نہ سونا رے
دوت دُکھی امدوت دکھی ہیں انکا ذکر ہی کتنا رے

کہے کبیر سنو بھائی سادھو کوئی مندر نہیں سونا رے

ایک روز ارشاد ہوا - کہ جس زمانہ میں مولوی **فضل حق** صاحب شرتہ دار تھے تو ہر جمعہ کو خضاب کیا کرتے تھے مولوی **نور الحسن** صاحب کاندہلوی نے جو مولوی صاحب سے پڑھتے تھے عرض کیا جناب یہ خضاب کرنا آپکو زیبا نہیں کیونکہ آپ عالم ہیں مولوی صاحب سُنکر چپ ہو رہے جب مولوی نور الحسن صاحب کئی مرتبہ زبان پر لائے تو ایکدن مولوی صاحب نے جواب دیا کہ سُنو صاحب کسی نے وعظ کہکر دنیا کمائی کسی نے درس تدریس کر کے کسی نے تعویذ گنڈا کر کے کسی نے پیری مریدی کی آڑ میں ہم نے مُنہ کالا کر کے دنیا حاصل کی غرض سب کی دنیا ہے اس سے نجات تو جب ممکن ہے کہ ایسا مرد خدا ملے جو ایک نظر میں بیڑا پار کر دے -

لنگے زیر و لنگے بالا نے غم دزد نے غم کالا

گر کے بوریا ڈپوستکی	دلکے فارغ زدوستکی
این قدر بس بود جمالے را	عاشق رند لا اُبالے را

نگ بن کٹاد یکھے سیس بھاری جٹاد یکھے جوگی کن پھٹاد یکھے چہار لائے تن میں
مُنی اَن بول دیکھے سیوڑا سر چھول دیکھے کرت کلول دیکھے بن کھنڈے بن میں
بیکھ دیکھے سور دیکھے گنی اور کوڑ دیکھے مایا کے بھرپور دیکھے پھول رہی دہن میں
آدھو کے سکھی دیکھے جلم نھو کے دکھی دیکھے پرواہ نا دیکھے جن کے بھرنا ہیں میں

کسی شخص نے سوال کیا کہ حضرت کیا رسول اللہ صلعم بھی لوبھ سے پاک نہ تھے تو جناب قبلہ نے جواب دیا کہ میاں لوبھ یعنی حرص وطمع کسیکو دنیا کی ہوتی ہے کسیکو عقبیٰ کی کسیکو خدا کی چنانچہ حضرت رسالت پناہ کو جو کام بارگاہ عزت سے سپرد ہوا تھا یعنی ابلاغ رسالت اسکی حرص بشک تھی کَمَا قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰے لَقَدْ جَاءَکُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ عَزِیْزٌ عَلَیْہِ مَا عَنِتُّمْ حَرِیْصٌ عَلَیْکُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ الرَّحِیْمٌ تحقیق آیا ہے تمہارے پاس پیغمبر تم میں سے شاق ہے اوپر اُس کے یہ کہ ایذا میں پڑو تم حرص کرنے والا ہے اوپر بھلائی تمہاری کے ساتھ مسلمانوں کے شفقت کرنے والا مہربان۔

ایک روز ایک بوڑھا راگھر گاؤں کا رہنے والا حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اور سوال کیا کہ جی میاں صاحب پیر کے کے میانی (کیا معنی) اور مرید کے کے کیا میانی (کیا معنی) آپنے فرمایا کہ اے کاکا ہمکو ایک نقل یاد آئی اس پر میانی (معنی) سمجھ لو **نقل** ایک مرید نے اپنے پیر سے پوچھا کہ پیر کا حق مرید پر کیا ہے اور مرید کا حق پیر پر کیا ہے اس بزرگ نے جواب دیا کہ اچھا بنا دیگا چند روز کے بعد جسوقت وہ مرید راسخ الاعتقاد حاضر ہوا پہلے اس سے کہ وہ بیٹھے پیر نے حکم دیا کہ چلے جاؤ وہ مرید فوراً ایک طرف کو چلدیا ساتویں روز ایک شہر کے قریب پہنچا وہاں ایک امیر اسی بزرگ کا مرید تھا اسکو اس مرید مسافر کا حال منکشف ہوا اُسنے اپنے پاس بُلایا اور پوچھا کہ تم کہاں جاتے ہو اُسنے کیفیت بیان کی اور کہا کہ میں نہیں جانتا کہ کہاں جاتا ہوں تب اوسنے کہا کہ تم میرے پاس

بھیجا ہے آؤ بیٹھو چند روز کے بعد ایک ہزار روپیہ دیکر رخصت کیا اور کہدیا کہ بس واپس چلے جاؤ وہ چلا تو اثنائے راہ میں ایک شہر میں وارد ہوا اتفاقاً ایک بازاری عورت جو حسن و جمال میں بے مثال تھی فریفتہ ہوگیا اور وہ ہزار روپیہ دیکر اُس سے ملاقات کی جب ارادہ فاسد کیا تو غیب سے ایک طمانچہ لگا تین بار یہی معاملہ گذرا عورت نے پوچھا کہ تم کون ہو اور کہاں سے آئے ہو اُسنے تمام سرگذشت بیان کی وہ بولی کہ معلوم ہوا تمہارا شیخ مرد کامل ہے اس خیال باطل کو چھوڑدو اور آؤ ہم تم دونوں اُنکی خدمت میں چلیں اور یہ لو اپنا روپیہ پھر سے باندھو آخر دونوں پیر کی خدمت میں حاضر ہوئے عورت نے افعال سابقہ سے توبہ کی اور اس شخص سے نکاح کرلیا چند روز کے بعد اُس مرید نے پھر وہی سوال پیش کیا تو شیخ نے جواب دیا کہ پیر کا حق وہ تھا جو تو نے ادا کیا یعنی بغیر چون وچرا ہمارے حکم کی تعمیل کی اور مرید کا حق وہ تھا جو تجھ پر گذرا سو کاکا اس زمانہ میں نہ تو ایسے مرید ہیں نہ ایسے پیر +

ایک روز ارشاد ہوا کہ ایک شخص بڑا خوشنویس تھا لیکن اس میں یہ سخت عیب تھا کہ اپنی طرف سے کچھ نہ کچھ اصلاح ضرور کردیتا تھا ایک شخص نے اُس سے قرآن شریف لکھوایا اور کہا کہ میں اسقدر روپیہ کتابت کا دونگا مگر اتنی مہربانی کرنا کہ نقل مطابق اصل ہو وعدہ کیا کہ بہت اچھا جب قرآن شریف پورا ہوگیا تو لکھوانے والے نے پوچھا کہ فرمائیے کچھ اصلاح تو نہیں دی کہا کہ ہاں کچھ زیادہ اصلاح میں نے نہیں دی ہے البتہ دو جگہ بمجبوری صحت کردی ہے کیونکہ ایسی فاش غلطی تھی کہ میں رہ نہ سکا ایک تو وَنَادَىٰ نُوحٌ کے بجائے وَنَادَانُوحًا بنادیا ہے کیونکہ حضرت نوح نادان نہ تھے اور دوسرے مقام پر خَرَّ مُوسَىٰ صَعِقًا تھا میں نے خَرَّ عِیسَیٰ بنادیا ہے چنانچہ خرعیسیٰ مشہور و معروف ہے خرموسیٰ یہی کیفیت فقیر بے معرفت کی ہوتی ہے +

ایک روز ارشاد ہوا کہ اگلے زمانہ میں اکثر لوگ تحصیل علم کے بعد فقیری اختیار کرتے تھے اب وہ زمانہ ہے کہ علم ہو یا نہ ہو مرید ہوتے ہی فقیری کا دم بھرنے لگتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ جو فقیر ہوتا ہے اسکو اس کو علم بھی حاصل ہوتا ہے بلکہ علماء پر زبان طعن و تشنیع دراز کرتے ہیں کہ انکو تفسیر حدیث کے معنی نہیں آتے اور ہمکو اللہ تعالےٰ نے علم لدنی عطا فرمایا ہے اسطرح سے جاہلوں میں بیٹھ کر

اپنی تعریف کرتے اور عجیب وغریب معنی گھڑتے ہیں چنانچہ نقل ہے کہ ایک مرید نے اپنے پیر سے پوچھا کہ حضرت اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ کے کیا معنی ہیں جواب دیا کہ میاں یہ بات خلوت میں بتانے کی ہے اس میں بڑا راز ہے عالموں کو اس کے معنی کی خبر نہیں زنہار کسی کے سامنے بیان نکرنا ورنہ پھانسی دے جاؤ گے علما نے بہت فقیروں کو قتل کرادیا ہے کیا تم نے سُنا نہیں کہ شاہ منصور کو ملاؤں نے دار پر کھینچ دیا تھا اُنہوں نے اسی اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ کے معنی ظاہر کردئے تھے لو سُنو معنی یہ ہیں اٰمَنْتُ باللّٰہِ اللہ میاں کے ایک بالا تھا وَمَلٰٓئِکَتِہٖ اور ملائی کھا جاتا تھا وَکُتُبِہٖ اُس کے پیچھے کتے لگادئے وَرُسُلِہٖ اور اُسکو رسی سے باندھ دیا وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ اور اُس پر قیامت ہوگئی وَالْقَدْرِ خَیْرِہٖ وَشَرِّہٖ مِنَ اللّٰہِ تَعَالٰی اور اپنے کئے کی سزا کو پہنچ گیا اور یاد رکھو کہ فقرا آخر کو یہی بھید مرید کے کان میں کہہ دیتے ہیں اور کامل ہوجاتا ہے پھر خلافت دیکر اوسکو روانہ کرتے ہیں سو آج سے تو بھی ہمارا خلیفہ ہوگیا واہ سبحان اللہ کیا تعلیم اور کیا فقر ہے بس آجکل ایسی فقیری اور یہ پیری مریدی ہے جسنے علما کو زیادہ بُرا بھلا کہا وہی فقیر کامل ہے۔

ایک روز ارشاد ہوا ۔ کہ لکھنؤ میں ہم نے سُنا کہ یہاں ایک فقیر صاحب توجہ دیتے ہیں جسکا لوگوں پر بہت اثر ہوتا ہے ہم بھی پہنچے فقیر صاحب نے مزاج پوچھا پھر آنے کا سبب دریافت کیا جو بات تھی ہم نے صاف کہدی کہ اچھا تشریف رکھئے اتنے میں سب مرید جمع ہوگئے شربت پر فاتحہ ہوئی اور پیالہ گردش میں آیا ع الا یا ایھا الساقی ادر کاسا وناولھا ہماری بھی نوبت آئی ہم نے کہا صاحب ہمکو تو نزلہ کا عارضہ ہے اس سے معاف رکھئے بولے کہ اس پر خواجہ نقشبند کی فاتحہ دیگئی ہے اور اُنکی برکات سے توجہ کا خوب اثر ہوتا ہے بغیر اس کے فیض و فائدہ غیر ممکن ہے ہم نے کہا خیر مرضی خدا ہم بھی مجبور ہیں غرض شربت کے بعد توجہ شروع ہوئی اور حریفان ہم مشرب لوٹنے اور اونگھنے لگے ہم تو جیسے گئے تھے ویسے ہی بیٹھے رہے جب مجلس برخاست ہوئی تو ہم بھی اُٹھکر چلے باہر نکلے تو اُن کے ایک مرید رازدار نے ہم سے کہا کہ میاں صاحب خوب ہوا جو تم نے شربت نہ پیا اس میں بھنگ ملائی جاتی ہے ہم نے شکر کیا اور لاحول پڑھکر چلے آئے

از خدائے بوئے اورا نے اثر	دعوتش افزوں ز شیث و بوالبشر
دیوانہ نمودہ وراہم نقش خویش	اورہمیگوید زابد ایم بیش
حرف درویشان بدزدیدہ بسے	تا گماں آید کہ ہست او خود کسے
او ندا کردہ کہ خوان بہنادہ ام	نائب حقم خلیفہ زادہ ام
سالہا باید کہ سرّ آدمی	آشکارا گردد از بیش و کمی
اے لبسا ابلیس آدم روئے ہست	پس بہر دستے نباید داد دست

ایک روز ایک نواب کا معتمد جناب قبلہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور نواب کی طرف سے عرض کیا کہ اس عاجز کے لئے وقت خاص میں دعا فرمائے تاکہ اپنے مقصد کو پہنچوں حضرت نے فرمایا کہ ہمکو ایک نقل یاد آئی مولوی شاہ عبدالعزیز صاحب کی خدمت میں ایک راجہ حاضر ہوا کرتا تھا گردش گیتی سے اوسپر ایک وقت ایسا پڑا کہ اُسکا راج ضبط ہونے لگا وہ گھبراکر شاہ صاحب کے پاس دوڑا آگیا اور عرض کیا کہ حضرت مجھپر آج وقت پڑا ہے ہمت کیجئے ورنہ ناحق میرا ملک ضبط ہوتا ہے میں اسی دن کے لئے خدمت عالی میں حاضر ہوتا تھا آپ پہلے تو خاموش ہوئے پھر فرمایا کہ راجہ صاحب میں بیچارہ ملا ہوں کوئی مسئلہ دریافت کرنا ہے تو کرلو اور اس مطلب کے واسطے کوئی فقیر تلاش کرواو سنے کہا فقیر بھی آپ ہی بتائیں گے مولوی صاحب نے فرمایا کہ ایک بڑے زبردست مجذوب بھلی بھٹیاری کے محل پر رہتے ہیں اُنکی خدمت میں جاؤ اگر تمھارے لئے اُن کی زبان سے کچھ بہتر نکلجائے تو کام بنگیا ورنہ خیر جو مرضی الٰہی۔ غرض دوسرے دن وہ راجہ مجذوب کی خدمت میں گیا اُسنے دیکھتے ہی کہا جاؤ تمہارا ملک بحال انعام وخلعت مزید براں راجہ یہ مژدہ سُنکر خوش خوش مولوی صاحب کے پاس آیا اور جو مجذوب کی زبان سے نکلا تھا وہ کہہ سُنایا مولوی صاحب نے فرمایا کہ جاؤ راجہ صاحب تمہارا کام ہوگیا مگر وہ بچہ اسکا خمیازہ بھگتے گا ایک مہینے کے بعد راجہ کو سب خوشیوں اور دغدغوں سے فراغ واطمینان ہوگیا اور انعام بھی ملا اور خلعت بھی شیرینی لیکر شاد وخرم مولوی صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا اور ایک جوڑی سونے

کے کڑوں کی بھی نذر کے لئے لایا آپنے فرمایا کہ یہ میرا حق نہیں جس نے دعا کی وہی مستحق ہے راجہ مولوی صاحب
کے اشارہ کے موافق یہ سب سامان اور مجذوب کے پاس لیگیا وہ مطلق ملتفت نہوا راجہ نے
وہ سونے کے کڑے اُس کے ہاتھوں میں پہنا دئے اور شیرینی تقسیم کرادی صبح کو شہرت ہوئی
کہ وہ مجذوب مارے گئے شاہ صاحب کی صبح مبارک میں جب یہ خبر پہونچی تو فرمایا کہ دیکھا جو اپنی
جان سے ہاتھ دھوتا ہے وہ ایسے مقدمہ میں زبان ہلاتا ہے بھلا ہم ملاں آدمی مفت جان کیوں
دیتے الحاصل حضرت نے یہ نقل بیان فرماکر ارشاد فرمایا کہ خانصاحب کسی فقیر کو تلاش کیجئے شاید کوئی
خدا کا بندہ ایسا بھی نکل آوے اور ہمارے نزدیک تو خاص وقت میں اگر نواب صاحب یاد
آئیں تو اُس خاص وقت پر بھی تین حروف ہیں۔

ایک روز کا ذکر ہے کہ صبح کے وقت ایک سیاح محمد صالح عرب جناب قبلہ کی خدمت میں
آیا اور عرض کیا کہ ایک راز نہفتہ کے واسطے جو حضور پر روشن ہے فلاں فقیر صاحب نے آپ کی
خدمت میں مجھکو بھیجا ہے یہ سنکر آپنے فرمایا کہ ایک نقل ہمیں یاد آئی نادرشاہ دُرّانی کے لشکر
نے جب دہلی میں قتل عام کیا اور تخت و تاراج کرکے پھر اپنے ملک کو چلدیا تو اُس کے کسی
سردار کے ہاتھ ایک عورت نہایت شکیلہ و جمیلہ غنیمت میں آئی اتفاق سے یہ عورت دہلی کے
کسی امیر کی بیوی تھی اور آپنے خاوند پر عاشق زار اور وہ بھی اُسکا دلدادہ و جاں نثار ایک
کو بے دوسرے کے کل نہ پڑتی تھی گردش روزگار و تغیر و لیل و نہار نے ایک دُرّانی کی
قید میں کابل پہنچایا دُرّانی اُس کے حُسن و جمال کو دیکھکر شیفتہ و بیقرار ہوا اور عقد کا خواستگار
ناچار اُس نیک بخت نے جواب دیا کہ میں بیوہ نہیں جو نکاح ثانی کرلوں خاوند زندہ چھوڑا
ہے چھ ماہ صبر کرو پھر تم مختار ہو میں تمہارے بس میں ہوں اتنی مہربانی کیجئے کہ ایک مکان مجھے
شہر کے باہر بنوا دیجئے تاکہ آیندہ روندہ کو وہاں ہر وقت دیکھتی رہوں امیر نے یہ بات
مان لی اور ایک حویلی تعمیر کرادی چار مہینے بعد اُسکا شوہر اُسکی جستجو میں کابل پہنچا اور اوسی دروازہ
سے ہوکر نکلا عورت نے پہچان لیا۔

وہ چلا جو آتا ہے دو ورق ذرا اس سے بچتے رہا کرو کیا قتل جسنے نظر کو یہ وہی تو خانہ خراب ہے
اور کہلا بھیجا کہ اقرار میں ابھی دو مہینے باقی ہیں وقت ہاتھ سے نہیں گیا اگر تم سے بن پڑے تو بہائی
کی کوئی تدبیر نکالو ورنہ یہ قید فرنگ ہی چھوٹنا معلوم اور یہ کام کسی کامل سے نکلے تو نکلے ورنہ اور
کوئی چارہ نہیں اس طالب صادق نے یہ اشارہ پاکر کامل کی تلاش میں نہایت تکودو کی - آخر
جوینده یابنده ایک دن اسی جستجو میں سرگردان پریشاں پھرتا رہا کہ ایک فقیر نے خود اُس سے
کہا کہ تم یہاں خراب وخستہ پھرتے ہو تمہارے شہر میں فلاں فقیر فلاں محلہ کا باشندہ
موجود ہے اُوس کے پاس چلے جاؤ اور ہمارا سلام کہو وہ تمہارا کام کردیگا - یہہ بیچارہ نہار
خرابی اُفتاں خیزاں دہلی آیا اور اُس فقیر کی خدمت میں حاضر ہوکر اپنی سب داستان درد وغم کہہ سُنائی
فقیر صاحب نے ہنسکر فرمایا کہ وہ بھی عجب بیوقوف تھے کہ تمکو میرے پاس بھیجا کیا وہ خود نہیں کرسکتے
تھے خیر کل ہولی ہونیوالی ہے ہم اُسمیں کرشن بنیں گے جسوقت رادھا گم ہو کر پھرملے تو تم کہنا کہ حضرت
میری رادھا تو ملی نہیں اُسے بلا دیجئے غرض دوسرے دن ہولی کا ہنگامہ گرم ہوا اور فقیر صاحب
کرشن بنے سانگ شروع ہوا پہلے غل ہوا کہ رادھا گم ہوگئی رادھا گم ہوگئی پھر بہت تلاش وجستجو
کے بعد شور ہوا کہ وہ ملی وہ ملی امیر نے ارشاد کے موافق عرض کی کہ حضرت میری رادھا تو ملی نہیں
شاہ صاحب نے یہ سُنکر کابل کی طرف ہاتھ بڑھایا اور اُسکی عورت کی چوٹی پکڑکے سامنے لاکھڑا کیا
اور فرمایا کہ یہ لے اپنی رادھا اُسوقت تمام آدمیوں نے ایک شور مچایا کہ یہ سچ مچ کی رادھا
کہاں سے آگئی امیر نے جھٹ پٹ اوسپر اپنی دروازہ [illegible] خوش خوش گھر لے آیا عورت
سے دریافت کیا کہ یہاں تم کسطرح سے پہونچیں اُسنے [illegible] مجھے بہت اضطراب وبیقراری
تھی کیونکہ وعدہ کی گھڑی شام کو پوری ہوا چاہتی تھی میں [illegible] تھی کہ دیکھئے پردۂ غیب سے
کیا ظاہر ہوتا ہے پلنگ پر پڑی تھی آنکھ لگ گئی خواب میں [illegible] پلنگ پر سے گری آنکھ جو
کھُلی تو اس مجمع میں کھڑی تھی اس سے زیادہ مجھے خبر نہیں [illegible] ہوا - حضرت نے یہ ارشاد
فرما کر سیاح سے کہا کہ آپکو ناحق اتنی دور بھیجا آپ اُنہیں [illegible] چلے جائیں +

ایک روز ارشاد فرمایا۔ کہ ایک جوتشی پنڈت سفر میں تھا اُسنے احکام نجوم سے معلوم کیا کہ فلاں تاریخ فلاں ساعت میں اگر کوئی شخص عورت سے قربت کرے تو لڑکا پیدا ہو جو بڑا پنڈت بنے اور نجوم و رمل میں دستگاہ کامل حاصل کرے اسی امید پر وہ اپنے گھر کی طرف روانہ ہوا۔ تاریخ معینہ پر اپنے وطن کے نواح میں جا پہنچا یکایک زور و شور کی گھٹا اُٹھی اور موسلا دھار مینھ برسنے لگا جنگل میں ایک مکان ستی کا بنا ہوا تھا پنڈت جی نے وہاں پناہ لی اتنے میں ایک جوان جاٹنی بھی مینھ کے مارے وہیں آگھسی اب مصرجی بار بار آسمان کی طرف گھبرا کر دیکھتے ہیں کہ مینھ تھمے تو میں گھر کی راہ لوں جاٹنی نے یہ کیفیت دیکھکر پوچھا کہ مہاراج تمہیں ایسی گھبراہٹ کیوں ہے اُنہوں نے تمام قصّہ بیان کیا تو جاٹنی بولی کہ بھلا مصرجی وہ گھڑی کب آویگی مصر نے کہا کہ بس وہ یہی گھڑی ہے تب جاٹنی نے کہا کہ مہاراج اب تم گھر پہنچ نہیں سکتے اور یہ گھڑی بیت جاویگی ع گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں ÷ چونکہ وقت تنگ تھا اور مینھ کے آثار تھمنے کے نظر نہیں آتے تھے ناچار مصرجی نے جاٹنی کا زائچہ کھولا اور بدھ طائی قدرت خدا بعد مدت معہودہ جاٹنی کے لڑکا پیدا ہوا جب چار برس کا ہوا تو وہ کھیل کے طور پر زمین میں لکیریں کھینچکر زائچہ ستاروں کا بنا تا ع طفلی میں بھی ہم کھیل جو کھیلے تو صنم کا ÷ غرض یہ کہ لڑکے کا پیدا ہونا تو پنڈت نے دریافت کیا مگر اُس احمق کو یہ معلوم نہ ہوا کہ اُسکے گھر پیدا ہوگا یا جاٹ کے گھر۔

خدا کشتی آنجا کہ خواہد برد	اگر ناخدا جامہ برتن درد
ایں سعادت بزور بازو نیست	تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

ایک روز میر عبدالقادر صاحب پانی پتی نے عیال کثیر و خرچ قلیل کی شکایت کی اُسوقت ارشاد ہوا کہ فِی السَّمَآءِ رِزْقُکُمْ وَمَا تُوعَدُوْنَ ط

چنانکہ اچنت رہ توری چنتا میں کین	نیا روزنی روزی کتک تو ہے دین
کارساز ما بفکر کار ما	فکر ما در کار ما آزار ما
توکل زبود اندیشہ مادہ	چرا غم میخوری اے مرد سادہ

ایک روز غلامی شاہ نے چائے تیار کر کے پیش کی حضرت نے تو کسی سبب سے نہ پی مگر اور لوگوں نے پی تو دست آنے لگے دوسرے دن یہ حال معلوم ہوا تو آپ نے غلامی شاہ سے پوچھا کہ چائے کا نسخہ تو خوب ایجاد کیا بھلا اس میں کیا کیا چیزیں ڈالیں شاہ جی نے خوش ہو کر عرض کیا کہ حضرت اس میں کچھ سونف کچھ گاؤزبان اور کچھ سنائے اور اڑھائی پتی نیم کی تھی آپ نے فرمایا کہ سبحان اللہ نسخہ تو بہت عمدہ ہے البتہ جمالگوٹہ کی کسر باقی رہ گئی پھر آپ نے سب لوگوں کو منع فرمایا کہ خبردار ان کی بنائی ہوئی چائے کوئی نہ پیئے ؎

خیالات نادان خلوت نشین ۔۔۔ بہم برکند عاقبت کفر و دیں

ایک روز ارشاد ہوا۔ کہ ایک گانوں تھا مسلمانوں کا وہاں کوئی ہندو آتا تو بہت تکلیف پاتا کیونکہ وہاں کوئی گھر برہمن کا نہ تھا نمبرداروں نے باہم مشورہ کیا کہ ایک شخص کو برہمن بنا دینا چاہیئے تاکہ اہل ہنود بھی آرام پاویں ایک قصاب کو برہمن بنا دیا جو ہندو آتا اسکے گھر ٹھہرتا اتفاقاً ایک پنڈت جی تشریف لائے تین چار دن کے بعد قصابین نے جواب برہمنی تھی پنڈت جی سے پوستا پوچھا کہ مہاراج میرے دو بالک ہیں ایک کا نام خدا بخش اور دوسرے کا نام گنگا رام بھلا میں پہلے خدا بخش کا ختنہ کراؤں یا گنگا رام کو جنیو پہناؤں جیسی آپکی اگیا ہو ویسا کروں پنڈت جی یہ سنکر بہت حیران ہوئے بولے کہ نیکبخت یہ کیا بات پوچھی ہماری سمجھ کام نہیں کرتی ذرا اسکی شرح کر سنے تمام حال برہمن بنے کا بیان کر دیا اور کہا خدا بخش تو اسوقت پیدا ہوا تھا جب ہم قصائی تھے اور گنگا رام اُن دنوں میں پیدا ہوا جب برہمن بن گئے تھے پنڈت جی اس شرح کو سنکر بہت گھبرائے اور کہا کہ اری نیکبخت پہلے مجھے بتا کہ میں جلوں یا گڑوں تیرا خدا بخش بھی اچھا اور گنگا رام بھی خاصہ دھرم بھرشٹ ہوا سو ہمارا ہوا۔

ایک روز ارشاد ہوا۔ کہ اورنگزیب عالمگیر نے بنارس میں ایک مندر کو توڑ کر مسجد بنانے کا حکم دیا اس کے میر منشی چندر بھان کو مذہبی خیال سے یہ بات بڑی شاق گذری لیکن حکم شاہی میں مجال دخل نہ تھی ناچار اپنے دل کے بخار اس شعر کے مضمون میں ظاہر کیا ؎

بہ بیں کرامت تنخانہ مرا اے شیخ اگر خراب شود خانۂ خدا گردد

اس نے یہ شعر بادشاہ کو سُنایا عالمگیر بھی سخن فہم تھا اس رمز کو سمجھ گیا اور چندر بھان سے کہا کہ سچ بتا تو نے اصل میں شیخ کے بجائے کیا کہا تھا اُسنے کہا سچ تو یوں ہی کہ میں نے شاہ کہا تھا مگر آپکے خوف سے اسوقت شیخ پڑھدیا کہ بیشک تو نے سچ کہا اور تیرے سچ کے انعام میں ہم اپنا حکم منسوخ کرتے ہیں اور آیندہ کے لئے بھی ممانعت ہی کہ کوئی تنخانہ توڑکر مسجد تعمیر نہ ہو۔

ایک روز ارشاد ہوا - کہ سروج میں ایک بڑھیا ہمارے پاس آئی اور اپنی بیٹی کے لئے تعویذ مانگا ہم نے فوراً لکھدیا وہ بولی کہ اسپر شہید صاحب آتے ہیں بہت تعویذ گنڈے کرچکی ہوں مگر کسی سے فائدہ نہ ہوا ہم نے تعویذ واپس لیلیا اور کہا کہ اری نیکبخت اچھا ہوا تو نے کہدیا ورنہ رات کو شہید صاحب سے ہماری لڑائی ہوتی وہ نہایت منت سماجت کرنے لگی ہم نے کہا کہ پہلے شہید کی نیاز کا سوا روپیہ سوا سیر گھی سوا سیر شکر ایک تھان لٹھہ کا لاؤ اُسوقت تعویذ ملیگا چنانچہ وہ سب چیزیں لائی اور تعویذ لیگئی دوسرے دن آکر خبر دی کہ میاں صاحب خدا تمھارا بھلا کرے آجکی رات میری لڑکی خوب ارام سے سوئی ہم نے کہا آرام کیوں نہوتا شہید کو تو تم نے جانے نہیں دیا تمام رات یہاں لڑتا رہا غرض نقد و جنس کا حلوہ پکاکر یاران ہمسفر کو کھلایا اور تھان کے کپڑے بنوادئے سچ ہے اَلدُّنیا دُوَلٌ لَا یَحْصُلُ اِلَّا بِالزُّوْرِ اور جبتک کچھ لیا نہیں جاتا دنیاداروں کو یقین نہیں آتا ورنہ کون شہید اور کیسا تعویذ یہہ بھی اپنا خیال و وہم ہے کسی انگریز کے سر پر کبھی جن بھوت نہ دیکھا حالانکہ ہندوستانیوں سے زیادہ خوبصورت ہیں۔

ایک روز ارشاد ہوا - کہ تعویذ اور نسخوں کا یکساں حال ہی کبھی فائدہ ہوتا ہے کبھی نہیں ہاں اگر اس کے ساتھ ہمت بھی ہو تو پھر یہ تیر بہدف ہی سونی پت میں حافظ میر امانت علی صاحب نے ہم سے لڑکا ہونے کا تعویذ مانگا ہمنے لکھدیا جب ایام ولادت قریب آئے تو ہم وہاں سے چلدئے کہ خدا جانے لڑکا ہوا یا لڑکی کارخانہ قدرت میں کسی کو دخل ہی چند روز کے بعد اُن کا خط آیا کہ لڑکا پیدا ہوا ؎ شنیدم کہ ذوالنون زمیں گریخت ٭ بسے برنیامد کہ باراں بریخت +

راقم کے روبرو وہ لڑکا بعالم جوانی جناب قبلہ کی خدمت میں حاضر ہوا بیکاری سے تنگ تھا میں نے اُسکو فہمایش کی کہ آج خدمت مبارک میں یوں عرض کرنا (کہ حضور نے مجھکو لڑکا بنا کر بڑے فکر میں ڈال دیا لڑکی ہوتا تو کسی بھلے مانس کا گھر بتا مجھکو بیٹھے بٹھائے روٹی ملتی اب بتایئو مجھکو نوکر کرا دیجئے یا اپنے جد بزرگوار کے مزار متبرک کا پتا بتلائے جن کی نظر سے ایک لڑکا لڑکی بن بنگیا تھا) جب یہ مضمون اُسنے عرض کیا تو حضرت ہنس پڑے اور فرمایا کہ اچھا نوکر ہو جاؤ گے چنانچہ شرتہ دار کمشنری دہلی کے نام سفارشی خط لکھدیا وہاں جاکر وہ نوکر ہو گیا۔

ایک روز ارشاد ہوا - کہ لکھنؤ کے سُنّی اور شیعوں میں ایکدفعہ باہم جنگ ہوئی تماشائیوں کا ہجوم ہو گیا ایک جانب میواتیوں کا گروہ بھی کھڑا تھا پوچھا کیوں لڑتے ہیں کوئی شخص بولا کہ میاں لڑائی اسبات پر ہے کہ شیعہ چار یار کو گالیاں دیتے ہیں میواتیوں نے تعجب سے کہا کہ چار یار کون ہیں اُسنے کہا یہی تو ہیں خواجہ معین الدین - سلار - مدار - چوکھا پیر - یہ بات سُنکر اون کو تاب نہ رہی کہ جب ہمارے پیروں کو بُرا کہتے ہیں تو ہماری زندگی کس کام آویگی لٹھ لے لے کے پل پڑے اور گروہ شیعہ کو بھگا دیا ع پائے کج را مورہ مے بالیست و کج +

ایک روز ارشاد ہوا - کہ بمقام سوئی پت آخوند عبدالغفار صاحب ہمارے پاس بیٹھے تھے کہ شنا الدہر یہ آیا اور ایک پتہ درخت سے توڑ کر آخوند صاحب کے روبرو پیش کیا کہ بھلا کوئی ایسا ہے کہ اسکو پھر سے دے وہ بولے کہ خدائے تعالےٰ کو یہ قدرت ہے اُسنے کہا کہ یہ تو خدا کے باپ سے بھی ہو سکتا آخوند صاحب اُسکو گالیاں دینے لگے میں نے کہا کہ صاحب آپ کیوں ولادہی کو پہنچے خدائے تعالےٰ تو لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ ہے نہ خدا کے باپ ہوگا نہ بیٹا

ایک روز بکنے دیجئے ؎

رنے کی خبر گرتش از بہتِ صد وحشی — غنی ملکش از طاعتِ جن و انس

کہا کہ مقام تعزا رشاد ہوا - کہ بابری میں ایک شخص آیا جو اپنے تئیں خدا کہتا تھا اُن دنوں **حکیم علیشاہ** صاحب بھی وہیں تھے وہ یہ بات سُنکر بہت خفا ہوئے

لگے میں نے عرض کیا کہ حضرت میں اُنکو سمجھا دونگا۔ جب اُن سے ملاقات ہوئی تو حال پوچھا کہا کہ میں خدا ہوں ہم نے کہا واہ حضرت ہم تو مدت سے آپکی تلاش میں تھے گھر چھوڑا وطن چھوڑا آپ ہی کی جستجو میں جا بجا پھرتے رہے آپ خود ہی تشریف لے آئے بڑی مہربانی اور احسان فرمایا پھر ہم نے اُن کے لئے کھانا منگایا اتفاقاً اُس روز روکھی روٹیاں چنے کی تھیں اُن سے اچھیطرح کھائی نہ گئیں لقمہ گلے سے اُترنا دشوار تھا کچھ ناراض سے ہونے لگے ہم نے کہا ناراضی کی کیا وجہ ہے خود ہی انصاف کیجئے کہ خدا تو آپ ٹھیرے جیسا ہمکو آپنے دیا وہ سامنے لا رکھا اگر آپ پلاؤ دیتے تو وہی نذر کیا جاتا بعد اُس کے ہم نے قرآن کی ایک آیتہ پڑھی اور اُن سے معنی دریافت کئے کہا میں نو ناخواندہ ہم نے کہا سبحان اللہ آپ بھی عجیب خدا ہیں کہ خود ہی قران نازل کیا اُس کے معنی نہیں سمجھتے تب وہ نادم ہوے اور اپنے اُس قول سے توبہ کی۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ باہری میں ہم نے سُنا کہ ہندو فقیر بھگوان کے درشن کرا دیتا ہے ہم بھی اُس کے پاس گئے اور درخواست کی اُسنے آنکھیں بند کرا کے توجہ دینی شروع کی تھوڑی دیر بعد ایک صورت نظر آئی پیتامبر پہنے مکٹ لگائے شام برن مکھ مرلی دھرے گویا بعینہٖ مہاراج سری کرشن چندر جی موجود ہیں اُسنے پوچھا کیا دیکھا ہم نے بیان کر دیا بولا کہ بس یہی بھگوان ہے ہم نے اُسکو بہت دھتکارا کہ ابے مسخرے اس کے خالق تو ہم ہیں کیونکہ ہمارے خیال سے پیدا ہوا ہے تو اپنا گرو بنا جس نے تجھکو یہ تعلیم دی ہے وہ ہمکو اپنے گرو کے پاس لیگیا کہنے لگے کہ میاں اب اسکو جانے بھی دو یہ تو مورکھ ہے جسکی جیسی سمجھ ہوتی ہے اُسکو ویسی بات بتلائی جاتی ہے ہیں ای اُن کی باتیں ہوئیں البتہ وہ آدمی سمجھدار اور گیانی تھے + بھی نہیں

ایک روز ارشاد ہوا کہ بمقام کوتانہ ایک پیرجی تھے اُن کے ایک مرید ظریف صاحب نے کہا کہ حضرت میں نے رات کو ایک خواب دیکھا ہے کہ آپکا ہاتھ تو شہد سے بھرا ہوا ہے چلدئے نجاست میں آلودہ ہے پیرجی بولے بھائی بات یہ ہے کہ تم دنیادار ہو اور میں فقیر اُسنے کہلا آیا کہ لڑکا پیدا بھی تو سُن لیجئے آپکا ہاتھ تو میں چاٹتا ہوں اور میرا ہاتھ آپ چاٹتے ہیں یہ فقرہ سُنکر +

ناراض ہوئے میں نے اُن سے کہا کہ صاحب سچ تو کہتا ہے کہ دنیا کے واسطے لوگوں کو مرید کرنا بیشک گوکھانا ہے اور دنیاداروں کے پانچ نکمین ہوتے ہیں دھوبی۔ نائی۔ سقا۔ بھنگی۔ اور پانچواں پیر دنیا پرست۔

ہر کہ ہست از فقیہ و پیر و مرید — در زباں آوراں پاک نفس
چوں بہ دنیائے دوں فرود آمد — بعسل وریماند ہمچو مگس

ایک روز ارشاد ہوا۔ کہ دنیادار بیچاری بھی بڑے مخمصہ میں گرفتار ہیں جب کوئی مولوی آتا ہے تو دعوت اور نذرانہ کے بعد یہ وعظ سناتا ہے کہ فاتحہ گناہ کبیرہ ہے علمائی خدمت میں جنت کی دستاویز ہے اور جب کسی مشائخ سے پالا پڑتا ہے تو معمولی دعوت و نذر کے بعد یہ ہدایت ہوتی ہے کہ فاتحہ فرض ہے اور حقیقت میں علماء اور ورثۃ الانبیا مشائخ کبار ہیں نہ علمائے ظاہر بزرگوں کی ارادت موجب نجات ہے غرض دنیادار بیچارہ بھاڑے کا ٹٹو ہے جس نے چاہا دل دیا بلکہ اس سے بھی بدتر کیونکہ اُسے کرایہ تو ملتا ہے اور یہاں اُلٹا گرہ سے کچھ دینا پڑتا ہے +

ایک روز ارشاد ہوا۔ کہ تشنہ پر تیر مارنے والے تو بہت ہوتے ہیں مگر ایسے تیر انداز بہت کم ہیں جو یہ بھی جان لیں کہ تیر نے کتنا گھاؤ کیا۔ اسی طرح فقراء میں ایسے تو اکثر ہیں کہ طالب پر نظر ڈالیں مگر ایسے باخبر باوراں سے ہیں جو یہ بھی معلوم کرلیں کہ اُس نظر نے کسقدر اثر کیا +

ایک روز ارشاد ہوا۔ کہ شیخ کا فیض تو مرید و غیر مرید سبکو پہنچ سکتا ہے الا مستحق خلافت مرید کے سوا کوئی اور نہیں ہوسکتا مثلاً آدمی اپنی دولت جسکو چاہے لٹائے مگر وراثت خاص اولاد ہی کو پہنچتی ہے اس میں غیر کا دعویٰ اور استحقاق نہیں +

ایک روز ارشاد ہوا۔ کہ ایک شخص بیمار پڑا نزع کی نوبت پہنچ گئی یہاں تک کہ شہر میں مرنے کی خبر بھی اوڑ گئی اتفاقاً سے لوٹ پیٹ کر بچ گیا۔ یار دوست مبارکباد کو آئے اُسنے کہا کہ مقام تعزیت ہے نہ جائے تہنیت کیونکہ موت کا ذائقہ بھی چکھ لیا اور مرنا بدستور سر پر ہا +

مجھے کیا بُرا تھا مرنا اگر ایک بار ہوتا

ایک روز ارشاد ہوا - کہ اس زمانہ کے مشائخ نے پیری مریدی کو نہایت آسان کام سمجھ رکھا ہے اور مرید کو درم ناخریدہ غلام خیال کرتے ہیں مگر ہمارے نزدیک تو سخت مشکل کام ہے پیری تو درحقیقت مرید کا مرید بنجانا ہے کیونکہ پیر کو لازم ہے کہ ہر وقت مرید کے احوال کا نگراں رہے طے مقامات اور منزل پر متوجہ رہے اور یہ بات ممکن نہیں جبتک کہ پیر اپنے مزہ میں خلل نہ ڈالے اور اپنے حال سے بازنہ رہے اگر حکم سرکاری ہو تو مجبوراً تعمیل کرنی پڑتی ہے ورنہ کسکو غرض ہے کہ دوسرے کی بلا اپنے ذمہ لے البتہ حصول دنیا کے لئے یہ کہنی خوب ہے بغیر دردسر اور بلا تردد سال بسال اپنا سالانہ محاصل مریدوں سے اُگاہا اور الگ ہو بیٹھے +

ایک روز ارشاد ہوا - کہ اس زمانہ کے مشائخ میں تو انجن ہاری کا سا کمال بھی نہیں ہے اس جانور کا خاصہ ہے کہ مرنے سے کچھ پہلے ایک کیڑا لاکر اپنے مٹی کے گھر میں بند کرلیتا ہے اور اُسپر ایسی توجہ کرکے مرتا ہے کہ چالیس دن میں وہ کیڑا پر پُرزے نکالکر انجن ہاری کی دستار خلافت کا مستحق اور سجادہ نشین برحق ہو جاتا ہے -

ایک روز کسی نے عرض کیا کہ فلاں فقیر چائے نوشی کا سامان اور کھانے پینے کا اسباب بہت کچھ رکھتا ہے اُسوقت ارشاد ہوا کہ ہمکو ایک نقل یاد آئی ایک شخص نے گھر کے کاروبار اور مصارف سے تنگ ہوکر ارادہ کیا کہ ترک دنیا کرے ایک بیوی تھی اُس غریب کو تنہا چھوڑکر نکل گیا اور کسی فقیر کا چیلا بنا گلے میں کفنی ڈال ہاتھ میں کاسہ لے دربدر بھیک مانگنی اختیار کی - ایک دن پھرتا پھراتا اُس بستی میں آنکلا جہاں اب اُسکی بیوی رہتی تھی حسب عادت صدا کی (بھلا ہو بھائی کچھ بھیجو فقیر کو) مائی نے اس بیوفا کی آواز پہچان لی - جھانک کر دیکھا تو وہی ذات شریف ہیں خیر اُنکو چنگل بھر آٹا دیا اور کہا کہ شاہ جی گو ہمارا تمہارا میاں بیوی کا رشتہ تو قطع ہوگیا لیکن لاؤ تمہاری روٹی تو پکادیں - کہا اچھا مگر آٹا دال نمک مرچ اور لوٹا کونڈا تو اچولھا کچھ لکڑیاں سب ضروری اشیاء فقیر کی جھولی میں موجود ہیں یہ سامان لو اور پکادو تب تو اُس عورت نے زور سے ایک دوہتڑ ماری اور کہا کہ بھڑوے سارا سامان دنیا تو نے نقل میں ہاری پھر تو کیا جورو

ہی دنیا ہوتی ہے کہ مجھ غریب کو چھوڑ کر تارک الدنیا بن گیا ۔

چیست دنیا از خدا غافل بُدن نے قماش و نقرہ و فرزند و زن

ایک روز کسی شخص نے اثنائے گفتگو میں کہا کہ حضور فلاں شخص جسقدر مال کثیر رکھتا ہے بخل میں پرلے درجہ کا خسیس بلکہ قارون سے بھی اول نمبر ہے لیکن معلوم نہیں اُس روز ڈپٹی کمشنر کو چندہ میں اسقدر روپیہ کیوں دیدیا آپنے فرمایا کہ اکثر اُمرا اپنی ناموری اور مطلب و فائدہ کے لئے ہزاروں روپیہ خرچ کرتے ہیں لیکن خالصۃً للہ ایک کوڑی کے روادار نہیں ہوتے اسپر ہمکو ایک نقل یاد آئی ہے ۔ کہ کسی شخص نے شیطان کے نام کا چلّہ کیا جب چالیس دن پورے ہو چکے تو شیطان آیا اور کہا کہ کیا چاہتا ہے اُسنے جواب دیا کہ میں نہایت مفلس ہوں میرے لئے کوئی بہبودی کی شکل نکال۔ شیطان نے کہا یہ کیا بڑی بات ہے میں ابھی گھوڑا بنتا ہوں تو فلاں امیر کے پاس لیجا کر بیچ ڈال ۔ یہ بات کہکر ایک نہایت عمدہ اور بیش قیمت گھوڑے کی صورت بن گیا اوسنے امیر کو دکھایا وہ دیکھتے ہی لٹو ہو گیا اور جہت پانچہزار کو چکا دام دیکر باندھ لیا چند روز کے بعد سائیس گھوڑیکو حسب عادت مل رہا تھا کہ یکایک گھوڑا دیوار کے سوراخ میں گھسنے لگا ۔ اُسنے غل مچایا کہ دوڑو دوڑو گھوڑا چلا جب دیکھا کہ گھوڑا جاتا ہے تو اُسنے گھبراکر دم پکڑلی تو دُم اوسکے ہاتھ میں رہ گئی اور گھوڑا غایب وہ متحیر ہوا اور دم کو چادر میں لپیٹ امیر کے روبرو لایا ۔ اور سارا قصہ بیان کیا امیر نے تعجب کیا چادر کھولی گئی تو دیکھا کہ بجائے دم کے ایک سارنگی موجود ہے جب امیر نے اوسکو ہاتھ میں اُٹھا کر دیکھا تو کیر خر تھا غرض اس بیان سے یہہ ہے کہ مال تو کھا گئے وارث وغیرہ اور دنیا دار بخیل کے ہاتھ میں کیر خر رہا یعنی بجز رنج و حسرت کے اُسکو کچھ حاصل نہیں کما قال اللہ تعالےٰ وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةٍ ۙ الَّذِي جَمَعَ مَالًا وَعَدَّدَهُ ۙ يَحْسَبُ أَنَّ مَالَهُ أَخْلَدَهُ ۚ كَلَّا لَيُنۢبَذَنَّ فِي الْحُطَمَةِ ۖ

ایک روز کسی شخص نے سات روپیہ بطور نذرانہ ارسال خدمت کئے اور رسید چاہی اُسوقت ارشاد کہ میاں رشوت کی رسید کا دنیا میں کہیں دستور بھی ہے یہ معاملہ تو خفیہ ہوا کرتا ہے جسطرح اہلکاران سرکاری کو سفارش وغیرہ کے لئے لوگ رشوت دیتے ہیں اسیطرح فقرا کو ہمت و دعا کی غرض سے نذر

پیش کرتے ہیں بغرض تو کوئی کسیکو دیتا نہیں وہ ظاہری رشوت دیتے ہیں یہہ باطنی پہر رسید کیسی +
ایک روز جناب قبلہ پک داد پر جو پیغولہ ران میں تھا مرہم لگا رہی تھی کسی شخص نے دریافت کیا کہ حضور
یہہ کسطرح ہوا فرمایا کہ میاں کہیں اس نے سنت نبوی سے انحراف کیا تھا۔ اس لئے پک داد
کی سزا میں گرفتار ہوا اب میں اسکا منعہ کالا کرتا ہوں کہ نہ ایسا کرتا نہ اس سزا کو پہنچتا۔
لطیفہ ایک روز قلندر صاحب کے عرس میں لکھنؤ کی ایک عورت حضرت قبلہ کی خدمت
بابرکت میں آئی اور کہنے لگی کہ حضور میں عقیمہ ہوں۔ اور میرا خاوند دوسرا نکاح کرنا چاہتا ہے اور
اُس کے عزیز و قریب میرے خلاف ہیں۔ اگر اُسنے نکاح ثانی کرلیا تو میرا کہیں ٹھکانا نہیں حسب
اتفاق اُسوقت ایک قوال یہ ٹونا گا رہا تھا ؎ ایسا ٹونا کردی ری ماں ایسا ٹونا کردے ؛ آپنے
فرمایا کہ بھائی جو کچھ یہہ گا رہا ہے لکھتے جاؤ اور تعویذ بنا کے اسکو دیدو اللہ مالک ہے۔ ارشاد کے
موافق تمام ٹونا لکھکر تعویذ بنا دیا اور اُسکے حوالہ کیا وہ لیکر چلتی ہوئی چند روز کے بعد پھر خدمت اقدس
میں آئی اور کچھ نذرانہ لائی اور عرض کیا کہ حضرت آپکی توجہ سے میرا شوہر ایسا مطیع ہوگیا ہے کہ بٹھاؤں
تو بیٹھے اور اُٹھاؤں تو اُٹھے خدا کا شکر ہے اور حضور کا احسان۔
ایکروز مغرب کے وقت قلندر صاحب کی مسجد میں مجمع کثیر تھا کہ آپ سر مبارک پر نہایت عمدہ
ٹوپی اوڑھے مسجد میں تشریف لائے ایک شخص نے کہا کہ حضرت آپکے سر پر یہہ ٹوپی بہت اچھی
معلوم ہوتی ہے آپنے وہ ٹوپی اپنے سر سے اُتار کے اُس کے سر پر رکھدی اُسنے کہا کہ حضرت
یہہ کیا آپنے فرمایا کہ تم نے تو اس ٹوپی کی بہار دیکھی ہم بھی تو دیکھیں کہ آیا فی الحقیقت یہہ اچھی ہے
یا ہماری خاطر سے تم کہتے تھے تو فی الواقع تمہارے سر پر خوب زیب دیتی ہے اب اسکو تم ہی
اوڑھو بے تکلف اپنے سر پر ایک رومال باندھ کے نماز ادا کی راقم سخاوت نے بھی آپکے وجود
باجود میں اس شان سے ظہور کیا تھا کہ بایدو شاید جو کچھ آپکے پاس آتا تھا حسب تقسیم فرمادیا کرتے

؎ خرابی ہو مرطعنہ دینے غیب چیز والے کی جس نے سمیٹا مال اور گن گن رکھا خیال رکھتا ہے کہ اوسکا مال سدا رہیگا اُسکے
ساتھ کوئی نہیں اُسکو پھینکنا ہے اُس روند ہنے والے میں ۱۲

تھے اپنے پاس کچھ نہیں رکھتے تھے علاوہ عطائے روزمرہ کے جب کسی شخص کی خواہش کنایۃً یا صراحتاً کسی سے کی نسبت معلوم ہوتی معاً بطیب خاطر اُسکو عطا فرماتے ہم اٹھارہ برس کی مدت میں آپکی توجہ بجز ذات پروردگار کے کبھی کسی چیز کی طرف نہیں دیکھی دنیا و مافیہا آپکی نظر بلند و ہمت عالی کے سامنے سب ہیچ تھا۔

دنیا ہمہ ہیچ است و کار دنیا ہمہ ہیچ	اے ہیچ برائے ہیچ در ہیچ مپیچ
میں چاہتا نہیں دنیا میں عز و جاہ بلند	یہی کہ دونوں جہاں سے رہی نگاہ بلند

تمام سود ہے سودا دُکاں ہستی کا سو تجھ سے نفع ہو سب کو ضرر کسیکو نہو

لطیفہ۔ خداوند کریم نے شیخ عطا محمد صاحب مخدوم زادہ پانی پتی کو پیری میں ایک فرزند دلبند عطا فرمایا اتفاقاً وہ لڑکا ایکدن علیل ہوگیا شیخ صاحب موصوف حضرت قبلہ کی خدمت بابرکت اُس لڑکے کو لائے۔ اور عرض کیا کہ حضرت اسکو جھاڑ دو آپنے فرمایا آؤ باپ بیٹا دونو نکو جھاڑ دیں چنانچہ ایک ہاتھ شیخ صاحب کے سر پر پھیرکے یہ مصرعہ حافظ علیہ الرحمۃ کا پڑھا۔ ع پیرے کہ دم زعشق زند بس غنیمت است ؛ اور دوسرا ہاتھ لڑکے کے سر پر پھیرکے یہ مصرعہ ثانی فرمایا کہ از شاخ کہنہ میوۂ نورس غنیمت است آپنے دم کیا حاضرین ہنسے اور لڑکا اُسیوقت اچھا ہوگیا اس کے بعد بھی جب اُس لڑکے کو کچھ علالت کی شکایت ہوتی تو شیخ صاحب حضرت قبلہ کی خدمت میں لاتے اور التجا کرتے حضرت وہی دم کر دیجئے۔ آپ تبسم فرماتے اور اُسیطرح دم کر دیتے وہ لڑکا بالفضلہ تندرست ہو جاتا۔

ایک روز ارشاد ہوا۔ کہ سید وزیر علی صاحب ہمارے ہمسفر تھے اور اُنکو تقریر و مباحثہ کا بڑا شوق تھا ہر ایک سے جھگڑنے لگتے ایک روز آنکر فخریہ بیان کرنے لگے کہ میں نے فلاں شخص کو گفتگو میں بہت معقول کیا۔ ہم نے کہا کہ صاحب وہ تو معقول ہوا لیکن یہ بتاؤ تم کیا ہوئے بولے اب میری توبہ ہے آئندہ کسی سے گفتگو نہ کرونگا۔ اُسدن سے مباحثہ مناظرہ ترک کر دیا۔

نقل ہے کہ ایکدن ایک بڑھیا خدمت اقدس میں آئی اور عرض کیا کہ حضرت مجھے پڑھنے کو

ارشاد فرمائے تاکہ میری مشکل آسان ہو آپنے فرمایا ہر روز تین مرتبہ گیارہ دن تک دعائے سریانی پڑھ لیا کر اللہ تعالےٰ تیری مراد پوری کریگا گیارہ دن کے بعد وہ بڑھیا لٹھے کا ایک تھان اور سوا روپیہ نقد اور کچھ شیرینی لیکر آئی کہ حضور کی دعا کی برکت سے میری مشکل آسان ہوگئی یہہ نذرانہ ہے آپنے فرمایا نذرانہ تو قبول مگر یہہ تو بتاؤ کہ دعائے سریانی کو کون سے سُرسے پڑھا تھا جس سے تمھاری مشکل حل ہوئی وہ قبولیت کا سر ہمکو بھی بتا دو ہم ستر برس سے پڑھتے ہیں مگر آجتک قبولیت کا سر معلوم نہیں ہوا کہ مشکل آسان ہو حاضرین ہنسے۔ بڑھیا محجوب ہوئی اور نذرانہ رکھکر چلی گئی +

نقل ہے کہ ایک روز ایک مولوی صاحب اپنے بیٹے کو مارتے ہوئے حضرت قبلہ کی خدمت بابرکت میں لائے اور کہنے لگے کہ حضرت اس اُلّو کے پٹھے کو آپ سمجھایہ پڑھتا نہیں آپنے فرمایا کہ مولوی صاحب آپ تشریف رکھیں اُلّو اور پٹھے دونوں کو ہم سمجھائے دیتے ہیں حاضرین ہنسنے لگے مگر مولوی غصہ کی حالت میں کچھ نہ سمجھے +

ایکروز میاں بدرالدین مہرکن کے چھوٹے بیٹے کہ دوسرے تیسرے مہینے حضرت قبلہ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوتے تھے حسب معمول حاضر ہوئے حضرت نے دریافت فرمایا کہ آپ کہاں سے آئے اُنھوں نے عرض کیا کہ میں بدرالدین مہرکن کا بیٹا ہوں اور ہمیشہ آستانہ بوس ہوتا رہتا ہوں دہلی سے آیا ہوں حضرت مزاج پرسی کے بعد فرمانے لگے کہ تمہارے بھائی سے ہماری بہت ملاقات ہے اُنہوں نے عرض کی کہ حضور سے تو سبکو نیاز حاصل ہے۔ مگر میں اکثر شرف اندوز خدمت ہوتا ہوں پھر آپنے فرمایا ہاں تم تو حاضر ہوتے ہو۔ مگر تمہارے بھائی سے ہم سے بہت ملاقات ہے پھر اُنہوں نے وہی جواب دیا کہ میں حضور کی خدمت میں دوسرے تیسرے مہینے حاضر ہوتا ہوں اور میرے بھائی تو کبھی کبھی حاضر ہوتے ہیں۔ پھر حضرت نے فرمایا۔ ہاں تم بھی ہمارے پاس آیا کرتے ہو لیکن تمہارے بھائی سے ہماری بہت ملاقات ہے اور وہ اونچا سُنتے ہیں تب اُنہوں عرض کی کہ حضرت مجھی کو کم سنائی دیتا ہے اُسوقت حضرت نے فرمایا کہ واہ کیا خوب جب ہی کیوں نہ کہی تھی۔ ہمیں ایک نقل یاد آئی ایک صوفی چار ٹکے لیکر حال کھیلا کرتے تھے۔ ایک روز

صاحب محفل نے چار ٹکے صوفی صاحب کے گھر بھجوا دئے اور اونکو محفل میں بلوایا۔ مگر صوفی صاحب کو یہ خبر نہ تھی کہ چار ٹکے گھر پہنچ گئے ہیں اب قوال ہر چند اچھی اچھی غزلیں گاتے ہیں مگر صوفی صاحب کو حال نہیں آتا صاحب محفل سمجھ گئے کہ صوفی صاحب کو یہ اطلاع نہیں دیگئی کہ ٹکے گھر پہنچ گئے ہیں۔ چپ کے سے اُٹھ کے کان میں کہدیا کہ آپکا معمول گھر پہنچ گیا ہے یہ کہنا تھا کہ صوفی جی کو پڑے اور کہنے لگے کہ جب سے کیوں نہ کہی تھی۔ اگر یہی بات ہے کہ تمکو کم سُنائی دیتا ہے تو تم سے ہی زیادہ ملاقات ہو نہ تمہارے بھائی سے اسوقت ہمیں ایک قطع بھی یاد آیا۔

مجھے قتل کر کے وہ بھولا ساقاتل	قضا را مری لاش پر آن نکلا
سرہانے کھڑا ہو کے پیٹا کہ ہے ہے	یہ کشتہ تو کچھ جان پہچان نکلا

نقل ہے کہ بدرالدین پانی پتی بساطی ہمیشہ حضرت قبلہ کی خدمت عالی میں حاضر ہوتا تھا اور یہ بھی ضرور عرض کرتا تھا کہ حضور میرے لئے دعا فرمائے۔ لیکن حضرت بھی ہر روز فرمایا کرتے تھے تِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ ۵ میاں آجکل ایسے ہی دن ہیں کہ ہماری دعا برعکس اثر کرتی ہے ؎ مانگا کریں گے اب سے دعا ہجر یار کی ✣ آخر کو دشمنی ہے اثر کو دعا کیساتھ ایک روز بعد نماز عشا میاں بدرالدین آئے اور کہنے لگے کہ حضرت آج تو ضرور دعا کیجئے آپنے فرمایا کہ بھائی آج کل ہماری دعا اولٹا اثر کرتی ہے کیونکہ دن اچھے نہیں اور پھر یہ نقل بیان فرمائی۔ کہ ایک مجذوب دہلی میں رہا کرتے تھے۔ اتفاقاً اسکا بادل ہوا اور خلق خدا مجتمع ہو کر زار و نالاں قاضی صاحب کے پاس آئی قاضی اُنکو ہمراہ لیکر بادشاہ سلامت کی خدمت میں پہنچے کہ نماز استسقا پڑھنی چاہیے بادشاہ نے کہا بہت اچھا چنانچہ تین دن نماز پڑھی کچھ موثر نہ ہوئی۔ بادشاہ نے فرمایا کسی فقیر کو میرے پاس لاؤ لوگوں نے ایک مجذوب کو پیش کیا بادشاہ نے اُن سے دعا کی التجا کی مجذوب نے لنگوٹ کھول کے دیا کہ یہ دھولاؤ اور سوکھنے کو ڈالدو تھوڑی بعد بڑی زور شور سے بارش ہونے لگی بادشاہ نے پوچھا یہ کیا بات ہے مجذوب نے کہا آجکل اللہ میاں سے

ہمارا بگاڑ ہو رہا ہے ہم جو بات چاہتے ہیں وہ اُسکے خلاف کرتے ہیں اب ہمارا لنگوٹا سوکھنے نہیں دیں گے جب خوب مینھہ برس لیا لوگوں نے اُس لنگوٹ کو آگ پر سکھا دیا مینھہ تھم گیا۔ پس میاں بدرالدین ان دنوں میں ایسا ہی معاملہ ہو رہا ہے ہماری دعا کا اثر خلاف ہوتا ہے اس نے کہا کہ حضرت اولٹا اثر ہو یا سیدھا آپ دعا کیجئے اپنے فرمایا کہ اچھا آج دعا کریں گے تم جانو ہنوز جلسہ برخاست نہیں ہوا تھا کہ ایک آدمی دوڑا ہوا آیا اور یہ خبر لایا کہ میاں بدرالدین تمہاری بیوی کنوئیں میں گر پڑی حضرت نے فرمایا لو ابھی تو ہم نے دعا بھی نہیں مانگی وعدہ ہی کیا ہے میاں بدرالدین یہ سُنتے ہی دوڑے اتنے میں تھانہ دار آپہنچا انکی بیوی کو کنوئیں میں سے نکلوایا اور پوچھا کہ تجھکو کسنے گرایا اوسنے میاں بدرالدین کا نام لیا اب وہ غریب ناکردہ گناہ کرنال کی عدالت میں حاضر کئے گئے۔ لیکن حضرت قبلہ نے چلتے وقت یہہ فرمادیا تھا کہ مقدمہ کی پیشی کے وقت ہمارا تصور کرنا جب مقدمہ پیش ہوا انگریز نے عورت کے اظہار لئے اُسنے تین چار مرتبہ یہی کہا کہ بدرالدین نے گرایا اُسوقت میاں بدرالدین کو حضرت کا ارشاد یاد آیا تصور کرنا شروع کیا عورت خود بخود کہنے لگی کہ صاحب ایک اور مجھپر ظلم کر رہا ہے انگریز نے پوچھا وہ کیا کہ میرے سر پر تین ریچھ بٹھا رکھے ہیں انگریز نے دریافت کیا کہ کہاں ہیں کہا یہ دیکھو میرے بالوں میں پھرتے ہیں حسب اتفاق میاں اللہ بندے صاحب نمبردار حضرت کے خادم بھی وہیں کچہری میں موجود تھے اُنہوں نے کہا کہ صاحب یہ تو پاگل ہے غرض میاں بدرالدین رہا ہو گئے اُن کی بیوی جب ہوش میں آئی تو شوہر سے مخاطب ہوئی کہ اری کمبخت مجھکو کچہری میں کیوں لایا ہے۔ اُسنے کہا ظالم تو لائی ہے یا میں۔ آخر پانی پت آئے اور حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے آپنے فرمایا کہو میاں بدرالدین ہم تمہارے لئے دعا کریں کہا حضرت بس میں دعا سے باز آیا۔ مجھے بغیر ہی دعا کے پانی پت میں رہنے دیجئے آپنے فرمایا تمہاری خوشی ہم نے تو پہلے ہی کہدیا تھا لیکن تم نے نہ مانا۔

ایک روز کسی شخص نے تنگئے رزق کی شکایت کی آپنے فرمایا کہ ہمکو ایک نقل یاد آئی ہے ایک بڑا تاجر تھا اُسنے جمعہ کے دن وعظ میں یہ آیت سُنی فِی السَّمَاءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوعَدُونَ

اس کے دل میں شبہ پیدا ہوا کہ ہم دور و دراز ملکوں کا سفر طے کرکے قابل پسند اشیاء لاتے ہیں
تب اُن سے نفع حاصل ہوتا ہے اور ہمارا پیٹ بھرتا ہے اگر اسباب خراب و ناکارہ ہو تو بھلا کون
مول لیگا اور کیونکر ہمکو نفع حاصل ہوگا یہ سوچکر بارادہ امتحان اسنے سب قسم کی اشیاء تجارتی کو
چھوڑ بے ناکہ کی سوئیاں ہزار ہا روپیہ کی بھرلیں کہ دیکھوں اس بیکار چیز کو کون خریدتا ہے۔ خدا کی
قدرت چند مدت ایک سوداگر بے ناکہ کی سوئیوں کا گاہک آیا تمام دوکانوں پر دریافت کیا
تو یہ چیز کہیں نہ نکلی لوگوں نے اس تاجر کا پتہ دیا وہاں پہنچا اور بڑی خواہش ظاہر کی۔ اس کے
حسب دلخواہ دام بھی دیدے اور تمام مال خرید لیا جب سودا پک چکا اور معاملہ ہوگیا تو تاجر
بہت متعجب ہوا کہ الٰہی یہہ ہیچ قوف اس نکمی چیز کو کہاں بیچے گا اور کیا نفع اُٹھائیگا۔ یا کس کام
میں لائیگا یہہ خیال کرکے اس کے ہمراہ ہولیا وہ مال اُٹھوا کر لے گیا اور کشتی میں لاد کر حکم دیا کہ جاؤ
اسکو دریا میں ڈالدو اُسوقت اُسنے سوال کیا کہ صاحب تم کون ہو کیوں تم نے یہ سوئیاں خریدیں
اور کس لئے دریا میں پھینکدیں اُسنے جواب دیا اُسنے جواب دیا میں فرشتہ ہوں اللہ تعالےٰ نے
تیرے رزق پر متعین کیا ہے جو تیرے لئے مقدر تھا تجھکو پہنچا دیا یہہ تیری ہیچ قوفی تھی جو تو نے خیال کیا
کہ میری کوشش ہی سے رزق ملتا ہے۔ اتنا کہکر غائب ہوگیا۔ عرض یہہ ہے کہ جو کچھ تمہارے لئے
مقدر ہے وہ کسی نہ کسی طرح تمکو بالضرور ملے گا رنج کر و یا خوشی رزق مقسوم میں کمی بیشی ممکن نہیں
آنچہ نصیب ست ہم میرسد + ورنہ ستانی بہ ستم میرسد + **ایک روز** کسی
شخص نے کشایش رزق کے لئے وظیفہ پوچھا اُسوقت ارشاد ہوا کہ اگر درود و وظائف پر روزی
موقوف ہوتی تو دنیا میں ملانوں کے برابر کوئی دولت مند نہوتا بلکہ وظیفہ تو اس معاملہ میں
اور اولٹا اثر کرتا ہے۔ کیونکہ دنیا ایک میل کچیل ہے۔ اور نام خدا صالحوں کو بھلا صالحوں سے
میل کیونکر بڑھ سکتا ہے تم نے کسی وظیفہ خوان کے گھر ہاتھی گھوڑے بندھے نہ دیکھے ہونگے
بلکہ وظیفہ پڑھنے والے تو اکثر محتاج ہی نظر آتے ہیں خدا کا نام تو صرف اسلئے ہے کہ اُسکی
برکت سے دنیا کی محبت دل سے دور ہو جائے نہ اس لئے کہ آدمی دنیا میں زیادہ آلودہ ہو

یہہ باتیں سُنکر اُس شخص نے پھر اصرار کیا تو فرمایا خیر یَا بَاسِطُ اُبْسُطْ فِی رِزْقِی پڑھا کرو لیکن مسجد سے باہر خدا کے گھر میں دنیا طلبی کا کیا کام ؛

ایک روز کسی شخص نے عرض کیا کہ حضور دیکھئے فلاں شخص نے حصول دنیا کے لئے کیسی کیسی کوشش کی عزت کھوئی ذلت اُٹھائی۔ لیکن دنیا ہاتھ نہ آئی آپنے فرمایا ہاں ہمکو ایک نقل یاد آئی ہے کہ ایک امیر کسی کھترانی پر عاشق ہوا ہر چند کوشش کی مگر کسی طور سے حصول مطلب کی راہ نہ پائی۔ آخر کچھ مدت کے بعد اسکو پتا ملا کہ اُس عورت کا شوہر بھینس کا بڑا شوق رکھتا ہے اُس عاشق نے ایک بیش قیمت اور نہایت خوبصورت بھینس عمدہ نسل کی خریدی اور گنوارو کی صورت بناکر اُس کھتری کے سامنے سے نکلا وہ بھینس کو دیکھتے ہی لوٹ ہوگیا پوچھا کہ چودھری بھینس بیچو گے وہ بولا کہ لالہ جی بھینس کیا بیچوں ایک بڑا بھاری روگ لگ گیا ہے۔ اگر کوئی بھلا مانس میرا علاج کردے تو میں بھینس یوں ہی اُسکو نذر کردوں لالہ نے پوچھا کہ بتاؤ تو سہی ایسی کیا بیماری ہے اُسنے کہا میری شادی ہوگئی ہے۔ لیکن مجھکو عورت کی صحبت کا ڈھب یاد نہیں اس شرمندگی کے مارے جان سے تنگ ہوں جو کوئی مجھکو یہ کام سکھادے تو میں اُسکا چیلا ہوجاؤں اور یہ بھینس بھی اوسکو دیدوں یہ بات سُنکر لالہ نے تامل کیا اور اپنی بیوی کے پاس دوڑے گئے اور کہا کہ ایک بیوقوف سا آدمی ہے اور ایک بھینس نہایت عمدہ اُس کے پاس ہے اگر تم اوسکو ذرا یہ بات سکھادو تو کیا بگڑ لیگا بھینس ہمکو مفت ہاتھ لگیگی وہ بھی راضی ہوگئی بھینس والے کو اپنے مکان پر بٹھالیا اور رات کو لالہ جی کی جورو نے اپنے پاس سُلایا مگر وہ چپ پڑا رہا صبح کو لالہ نے پوچھا کہ کہو جی اب تو تم نے ترکیب سیکھ لی ہوگی بولا نہیں تو لالہ جی مجھے تو کچھ بھی معلوم نہیں ہوا۔ وہ اپنے گھر میں بہت خفا ہوا۔ اور کہا کہ اسے خوب سکھادے تاکہ بھینس دیکر اپنا رستہ لے پجارن نے خوب دل کھولکر کوک شاستر کا سبق پڑھایا لالہ نے اُس سے دریافت کیا تو اُسنے کہا کہ ہاں اگر ایک مہینے تک اسیطرح مجھکو سکھایا جاوے تو البتہ سیکھ جاؤنگا ورنہ آج کا آموختہ کل کا ہے کو یاد رہیگا۔ لالہ نے سوچا کہ

کہ یہ تو کوئی بڑا ہی مورکھ ہے اگر لوگوں کو یہ بات معلوم ہوئی تو بڑی رسوائی ہوگی اُس سے کہا کہ جاؤ میاں صاحب کہیں اور جاکر سیکھ لو وہ امیر اپنی بھینس کا رسا پکڑ چلتا ہوا۔ سیطور سے شیطان دنیا داروں کو دنیا کی بھینس دکھلا کر طمع دنیا میں پھانس لیتا ہے وہ اپنا ننگ و ناموس بھی کھوتے ہیں اور دنیا بھی ہاتھ نہیں آتی +

نقل ہے ایک روز ایک منشی صاحب مختار کار نواب مڑھل (رئیس کرنال) حضرت قبلہ کی خدمت عالی میں حاضر ہوکر بڑی شدومد کیساتھ خودستائی کرنے لگے حضرت دیکھیے میں نے نواب صاحب کے کیا کیا کام انجام دیئے نسب نامہ درست کرایا جاگیر مقرر ہوئی سرکار سے مراتب پائے یہ میری ہی خوبی تدبیر و حسن خدمت کا نتیجہ ہے حضرت نے فرمایا کہ منشی صاحب ہمکو ایک نقل یاد آئی قیامت کے دن اللہ تعالے شیطان کو طلب فرمائیگا۔ اور بعد حساب و کتاب ستر ہزار فرشتوں کو حکم دیگا کہ اس لعین کو زنجیروں سے جکڑ کے کشاں کشاں دوزخ میں لیجاؤ وہ یہ سُنکر میدان قیامت میں مچل جائیگا۔ ہرچند فرشتے زور زور کریں گے وہ اپنی جگہ سے جنبش نکریگا پھر اور ستر ہزار فرشتوں کو حکم ہوگا وہ بھی ملکر طاقت آزمائیں گے وہ ہلیگا بھی نہیں۔ پھر اور ستر ہزار فرشتوں کو حکم ہوگا وہ سب ملکر زور لگائیں گے مگر شیطان کو حرکت نہوگی غرض چار بار ستر ستر ہزار فرشتے زیادہ ہوں گے اور جنبش بھی نہ دے سکیں گے اُسوقت اللہ تعالے فرمائیگا کہ اے ملائکہ یہ ملعون تم سے نہیں ہلیگا اسکی گردن میں طوق لعنت کا بار گراں ہے۔ یہ اسی کی طاقت ہے کہ اُٹھائے پھرتا ہے تمسے وہ جنبش بھی نکر سکا۔ یہہ ہمارا عاشق صادق ہے جس وقت ہم حکمدیں گے خود بخود دوزخ میں جاگریگا تم اسکو چھوڑ دو سو فی الحقیقت یہ آپ ہی کے دم قدم سے ہوا۔ دوسرے کا حوصلہ نہ تھا۔ منشی صاحب چپ رہ گئے اور نہایت نادم اور خجل ہوئے اور حاضرین مجلس ہنسنے لگے ع ثنائے خود بخود گفتن نہ بید +

ایک روز کسی شخص نے حکیم محمد حسین پانی پتی سے استفسار کیا کہ مکتوجناب مولوی غوثعلی

شاہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوتے ہوئے عرصہ گذرا ہے بھلا اُنکی کوئی کشف و کرامت بھی دیکھی حکیم صاحب نے کہا نہ اس غرض سے ہم جاتے ہیں اور نہ ہم نے کبھی یہہ خیال کیا۔ مگر اسوقت سے یہہ خیال ہوگیا کہ حضرت سے ہم نے کوئی بات نہیں دیکھی۔ دوسرے دن حسب عادت آئے تو حضرت نے اُنکو اپنے پاس بٹھایا اور مزاج پوچھا اس کے بعد اور حاضرین کی طرف مخاطب ہوکر ارشاد کیا کہ آج ایک نقل ہمیں یاد آئی ہے اور وہ یہ ہے کہ ابوبکر واسطی جو بڑے عالم تھے حضرت جنید کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سال بھر تک ساکت و خاموش وہاں کی صحبت کا رنگ ڈھنگ دیکھتے رہے جب کوئی کشف و کرامت حضرت جنید کی جو پابند شرع تھے نہ دیکھی تو دل برداشتہ ہوکر حضرت سے رخصت چاہی آپنے اُنکا ہاتھ پکڑ لیا اور فرمایا کہ بھلا مولوی صاحب آپ برس دن تک یہاں رہے نہ اپنی کہی نہ ہماری سُنی یہہ بات ہی تو کیا ہے۔ اوسوقت موقع پاکر ابوبکر واسطی نے عرض کیا کہ حقیقت میں بات تو یہ ہے کہ میں بیعت کے ارادہ سے حاضر ہوا تھا۔ سال بھر رہکر دیکھا کیا مگر آپسے کوئی کشف و کرامت ظاہر نہیں ہوئی وہی عالموں کا سا طور و طریق ہے۔ نماز روزہ تہجد و اشراق چاشت درس تدریس۔ جب آپ میں اور عالموں سے کوئی فوقیت نہیں پائی ناچار اجازت چاہی حضرت نے یہ سُنکر فرمایا کہ بھلا اس سال بھر میں جنید سے کوئی امر خلاف سُنت رسول اللہ صلعم سرزد ہوا۔ ابوبکر نے جواب دیا کہ نہیں اُسوقت حضرت نے اُن کا ہاتھ جھٹک کر فرمایا کہ جا جنید کی یہی کرامت ہو ہاتھ جھٹک کر یہ کہنا تھا کہ ابوبکر نے کپڑے پھاڑ کر جنگل کی راہ لی۔ بعد چھ مہینے کے پھر آئے تو حضرت نے مثل سابق وہی ارشاد فرمایا اور جواب پاکر پھر ہاتھ جھٹکا ابوبکر نے نعرہ مارا اور بیابان کا رستہ لیا غرض تیسری دفعہ چھ مہینے کے بعد آئے تو حضرت نے ہاتھ پکڑ کر وہی ارشاد کیا۔ تو ابوبکر نے کہا کہ میں آپ میں کوئی امر خلاف سنت رسول اللہ نہیں پاتا مگر یہ کہنا تھا کہ حضرت نے چھاتی سے لگا لیا اور اس حاضر جوابی سے خوش ہوکر خرقۂ خلافت عطا فرماکر رخصت کیا حکیم صاحب کہتے ہیں کہ میں نقل کو سُنکر مارے شرم کے پانی

پانی ہوگیا اور پھر بھول کر بھی ایسا خیال دل میں نہ لایا بعد وصال حضرت یہ بات بھی زبان پر آئی ورنہ پہلے خاموش رہا

باب ششم مشتمل بر دو فصل

فصل اوّل - کیفیت اوقات شریف وخصائل وشمائل -

زمانۂ قیام پانی پت میں جناب قبلہ کا ابتدا میں یہ معمول تھا کہ رات کے دو بجے بیدار ہوکر اوّل وضو پھر تیمم کرتے اور اکثر فرماتے کہ یہ تیمم اس لئے ہے کہ خاکساری پسند بارگاہ کبریائی ہے۔ پھر نماز تہجد ادا فرما کر فجر تک اوراد معمولی پڑھتے اور نماز فجر جماعت کے ساتھ مبارز خانصاحب کی مسجد میں پڑھکر قلندر صاحب کے روضہ میں تشریف لاتے نماز اشراق وچاشت وہاں ادا فرما کر حجرۂ مبارک میں جلوہ افروز ہوتے بارہ بجے تک خدام اور طالبین کا مجمع رہتا خطوط کے جواب تحریر ہوتے ہر خاص وعوام صادر ووارد جو حاضر ہوتا اور کامدعا استفسار فرماتے اور نہایت مہربانی اور شفقت کے ساتھ جواب باصواب دیتے گویا کہ خُلق عظیم کے وفیض عمیم کا دریا جوش زن تھا جو تشنہ کام آتا سیراب شاد کام جاتا نقول وحکایات لطائف ونکات اشعار وامثال مطابق ہر موقعہ اور مناسب ہر حال ارشاد ہوتے پھر در حجرہ بند فرما لیتے دو بجے تک آرام کرتے نماز ظہر مسجد مذکور میں جماعت کیساتھ پڑھکر پھر در حجرہ بند فرماتے اور وقت عصر تک تلاوت قرآن مجید میں مصروف رہتے پھر عصر کی نماز کے لئے مسجد مسطور میں تشریف لاتے اور بعد الفراغ نماز عصر مغرب کے وقت تک حجرہ کے اندر دربار عام ہوتا لطائف وظرائف اور معارف وحقایق زیب بیان رہتے پھر مغرب کا وضو اُس حوض میں کرتے جو حجرہ کے سامنے تھا قلندر صاحب کی مسجد میں جماعت کثیر کے ساتھ نماز ادا فرماتے اور قلندر صاحب کے روضہ میں تا عشاء نوافل پڑھتے اور بعد نماز عشا نو بجے کے قریب حجرہ میں تشریف فرما ہوتے اور تناول طعام کے بعد طالبین کو بیعت سے مشرف فرماتے اس کے بعد پھر مجمع عام

شروع ہوتا ہوتے ہوتے بجے اور اسی طرح دس بجے تک مشتاقان دیدار پر انوار وتشنگان کلمات فیض آثار حضرت سے بہرہ

رخصت کر کے استراحت فرماتے۔ اوایل میں آپکا یہہ معمول رہا کہ بعد ہر نماز کے سورہ ہائے سنون اور بعد فرض نماز مغرب سجدہ میں نود و نہ نام باری تعالےٰ پڑھا کرتے اور سجدہ سے اُٹھ کر سورہ حم سجدہ اور باقی نماز و نوافل و اوّابین وغیرہ تا نماز عشا پڑھتے رہتے اور کبھی کبھی نماز مغرب کے بعد کچھ نوافل پڑھکر سُورَہ یٰسٓ۔ سُورَہ دُخَان۔ سُورَہ مُلک۔ سُورَہ فتح۔ سُورَہ مُزَّمِّل۔ سُورَہ مُدَّثِّر۔ اور کبھی آخر کی منزل یعنی سُورَہ قٓ سے وَالنَّاس۔ تک تا بعشا پڑھا کرتے اور ہر روز مختلف اوقات میں قصیدہ بردہ۔ حزب البحر۔ سُورَہ یُوسُف درود مستغاث۔ درود کبریت احمر مناجات حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ۔ مناجات حضرت علی علیہ السلام۔ مناجات حضرت زین العابدین رضی اللہ عنہ پڑھتے رہتے۔ پھر ایک عرصہ کے بعد ان اوراد کے لئے شب جمعہ مقرر ہوئی۔ پھر مہینے میں ایک بار پڑھنے لگے اور جب وصال کا زمانہ قریب آیا تو نماز کے سوائے کچھ نہیں پڑھتے تھے۔ ابتدا میں نماز جمعہ مسجد جامع میں اور نماز عیدین عیدگاہ میں ادا کرتے تھے لیکن کچھ مدت کے بعد نماز جمعہ و عیدین مبارز خاں صاحب کی مسجد میں۔ اور بعض اوقات قلندر صاحب کی مسجد میں پڑھتے تھے جمعرات کے دن قبل از عصر حضرت شاہ ولایت شمس الدین صاحب ترک پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار ہر مہینے کی پہلی تاریخ امام بدرالدین صاحبؒ کے مزار پر تشریف لیجاتے۔ دس برس تک یہی وتیرہ رہا پھر چار برس یوں گذرے کہ ہر روز علی الصباح قلندر صاحب کے روضہ میں اور ہر چاند کی پہلی کو حضرت شاہ ولایت صاحب کے مزار پر اور سال میں ایک بار امام صاحب کے مزار پر تشریف لیجاتے۔

ایک سال یہ دستور رہا کہ ہر مہینے کی پہلی تاریخ قلندر صاحب کے مزار پر جاتے اور مابین مغرب و عشا قلندر صاحب کی مسجد میں نوافل ادا فرماتے اور حجرہ میں آکر اہلِ ارادت کو بیعت سے مشرف کرتے انیسویں ۱۹ سال میں سب جگہ کا آنا جانا ترک ہو گیا تھا۔ ؎ سر بر بہنہ نیستم دارم کلاہ چار ترک ✦ ترک دنیا ترک عقبےٰ ترک مولےٰ ترک ترک ✦ ظاہری توجہ یعنی مریدوں کو سامنے بٹھا کر اور آنکھیں بند کرا کے متوجہ ہونا جیسا کہ حضرات مشائخ کا معمول ہے کبھی آپکا دستور نہ تھا بلکہ باطن توجہ ہوتی

تھی اور بظاہر ہر مجلس میں بذلہ ہائے شیریں و نکات دلنشیں و امثال رنگین کا ایراد و اشعار فارسی و عربی و ہندی و سنسکرت کے تضمین ہر کلام و گفتگو میں نہایت برجستہ و پرمذاق ہوتے تھے اور اکثر اوقات مجالس خاص میں حقائق الٰہی و معارف ربانی اور دقایق معانی کا بیان بطون پاک کے سرچشمہ سے اسطرح جوش مارتا تھا کہ گویا بحر ذخار و دریائے ناپیدا کنار موج در موج چلا آتا ہے یا عالم غیب کا ابر گوہر بار فضاء شہود پر رشحات فیض برساتا ہے اُسوقت مستمعان باخبر تو درکنار در و دیوار بھی وجد میں آجاتے تھے وہ بزم اُنس اور وہ صحبت پاک بوستان ہمیشہ بہار تھی جس میں اندوہ و ملال کی خزاں کا اثر کبھی نہیں دیکھا یا ہمیشہ مسرت و خورسندی کی نسیم اور بخوبی و بیمنی کی صبا اُس چمن میں چلتی رہی۔ چنانچہ اقوال گرامی اور ملفوظات سامی سے یہ بات ظاہر ہے ؎

چونکہ گل رفت و گلستان شد خراب　　بوئے گل را از کہ جویم از گلاب

شمائل و خصائل مبارک

جناب قبلہ کا حلیہ مبارک یہ ہے قوی البُنیہ۔ بلند و بالا۔ متناسب اعضا جسم نہ فربہ نہ لاغر۔ رنگ سرخ و سفید سر زرگ۔ پیشانی وابر و کشادہ مینی بلند چشم متوسط۔ ریش سفید و منور و شگفتہ۔ دندان مبارک تابندہ و متفرق۔ سینہ فراخ۔ کف دست پر گوشت انگشت دراز۔ جلد زانو و ساق بسبب مجاہدہ و کثرت نوافل سخت و سیاہی مائل رفتار مردانہ و بے تکلف۔ آواز پرشوکت۔ نشست و برخاست دلاویز۔ ہر مجمع و مجلس میں وجیہ و سربلند و رفیع الشان معلوم ہوتے تھے ہر جمعہ کو حجامت کل سر کی ہوتی تھی فرق مبارک پر ایک نشان شگاف بشکل چلیپا بقدر ایک انگشت تھا خط محتاج اصلاح نہ تھا البتہ مونچھیں مقراض سے پست کر دیتے تھے سینہ و شکم کے بال بھی صاف کئے جاتے تھے۔ ایک بار کسی شخص نے وجہ پوچھی تھی تو آپنے بطور ظرافت فرمایا کہ ہاں فقیر کا سینہ جھاڑ جھنکار سے پاک و صاف چاہئے بصارت و سماعت و ذہن و حافظہ نہایت تیز اور نیز تمام حواس ظاہری و باطنی قوی تھے فصاحت و بلاغت متانت

ورزانت لطافت وظرافت تو گویا آپکی ذات پر ختم تھے کلام وگفت گو نہایت شگفتہ ہوتی
اور خندہ پیشانی سے فرماتے اور ہمیشہ آثار فرحت وانبساط چہرۂ مبارک سے نمایاں رہتے۔ جو
ملول ومغموم مجلس شریف میں حاضر ہوتا سب رنج وغم بھول جاتا بشیرتہ یہ طریقہ کہ حضار مجلس
کے خواطر واوہام مدعا ومرام کا جواب باصواب نقول وہدایت کے پردے اور تلمیح وکنایہ
کے پیرایہ میں ادا فرماتے تھے ہر قصہ مغز ومعانی کا حصہ ہر افسانہ اسرار کا خزانہ ہر کہانی
رموز باطن کی نشانی ہوتی تھی ؎ بلائے جاں ہے غالب اسکی ہر بات ✤ عبارت کیا اشارت کیا ادا کیا ✤ تعظیم وتکریم ظاہری ہرگز پسند خاطر نہ تھی۔ بلکہ سادگی وبے تکلفی موجب رضامندی اور
اور موافق طبع مبارک تھی اپنے طالبین وخدام کو دوست واحباب کے سوا کسی اور خطاب سے
یاد نفرماتے دعوے وطامات کی بات کبھی زبان مبارک سے نہیں سنی گئی۔ اگرچہ فوائد ظاہر و
باطن کے جویا اور ہمت ودعا کے طالب بیشمار آتے اور اس بحر کرم سے سیراب شاد کام
ہوتے۔ لیکن آپ کسی معاملہ کو اپنی طرف نسبت نکرتے۔ بلکہ جملہ امور کو فاعل حقیقی کی مشیت
ومرضی پر حوالہ فرماتے۔ تمام عمر توکل وقناعت کے میدان میں مردانہ وار بسر کی۔ جو کچھ فتوحات
غیبی سے آیا کھایا کھلایا ایثار فقرا اور بذل درویشان صرف مہمانان کیا۔ چنانچہ ایک روز
فرمایا کہ دنیا میں تین چیزیں مرغوب ومحبوب مشہور ہیں۔ زن۔ زر۔ زمین۔ سوہم نے
زن تو اختیار نہ کی زمین خدا تعالے نے ہمیں دی نہیں۔ زر البتہ ادھر آیا اُدھر گیا مال مفت
دل بیرحم نہ کچھ آگے نہ پیچھے۔ ہم کس لئے رکھیں یہی بہتر ہے کہ بقدر خواہش کھایا پیا اور
ہاتھ جھاڑ کے الگ ہو گئے۔ لباس رنگین کبھی پسند خاطر عاطر نہ ہوا ہمیشہ سفید پوشی سے
رغبت رہی اور جامۂ سفید کو ہر قسم کی پوشاک سے بہتر خیال کیا چنانچہ بارہا فرماتے ؎
در قزا گند مرد باید بود ✤ بر مخنث صلاح جنگ چہ سود ✤ خلق عظیم وفیض عمیم بذل و
عطا جود وسخا مہر ووفا احسان ومروت شجاعت وفتوت علو ہمت غرض جملہ صفات کاملہ
میں یگانہ اور کمال فضایل میں امام زمانہ تھے۔

كالزَّهرِ فِي طَرفٍ وَالبَدرِ فِي شَرَفٍ وَالبَحرِ فِي كَرَمٍ وَالدَّهرِ فِي هِمَمِهٖ

حلم و وقار میں کوہ گرانبار تھے کسی کی عقیدت و ارادت یا شوخی و بے ادبی سے مزاج مبارک میں ذرہ تغیر واقع نہوتا تھا - مدح و ذم دونوں آپکی ہمت عالی کے سامنے ہموزن و ہم پلہ تھیں - بلکہ نادانوں کی خیرہ چشمی و گستاخی کے عوض احسانات گوناگوں مبذول فرماتے ع دریائے فراواں نشود تیرہ بسنگ ٭ مہماں نوازی اور مسافر پروری میں تو آپکو خلیل وقت کہنا کچھ مبالغہ نہیں - مہماں نوازی کی خاطر اسقدر عزیز تھی کہ پرسش احوال سے پہلے آپ طعام اور آسایش و آرام کا انتظام خدام کو سپرد ہوتا تھا اور کوئی دن ایسا نہ تھا کہ اصفار و دیار سے مہمان آستانہ علیا کی زیارت کیواسطے وارد نہوتے ہوں ؎ چوکعبہ قبلۂ حاجت شد از دیار بعید ٭ روند خلق بدیدارش از بسے فرسنگ ٭ فتوت و مروت صفائی معاملت اور وفائے عہد آپکا شیوۂ خاص تھا - جس شخص کی رعایت و کفالت کسی امر میں اپنے ذمہ ہمت پر قبول فرمائی اُسکو آخر عمر تک نباہا یہانتک کہ جن اشخاص سے کسی زمانہ میں یک گونہ ربط و واسطہ ملاقات کا رہا تھا اُن کی اولاد و متوسلین کے حال پر شفقت بزرگانہ و الطاف مربیانہ ہمیشہ فرماتے رہے باایں ہمہ دنیا سے بے تعلق اور اہل دنیا سے برکنار تھے ؎ اے بخلاو ملاخوئے تو ہنگامہ زا ٭ بے ہمہ در گفتگو با ہمہ در ماجرا ٭ مخالف و موافق امیر و غریب سب کے ساتھ خلق و تواضع کا برتاؤ بدرجۂ مساوات تھا - کوئی کوئی حاکم امیر ہو یا فقیر حقیر نہ اُسکی تکریم نہ اُسکی تحقیر شاہ سے گدا تک سب کی نسبت مشرب یکرنگی مرعی تھا -

ایک روز نجف علی خانصاحب اکسٹرا اسسٹنٹ دہلی اور منشی امیر علی صاحب تحصیلدار پانی پت حاضر خدمت ہوئے اُس وقت گھٹا گھری ہوئی تھی اور مہاوٹ کی پھوار پڑتی تھی دو چار باتوں کے بعد تحصیلدار صاحب نے حاضرین کی طرف خطاب کیا کہ سب صاحب براہ مہربانی ذرا باہر چلے جائیں - کہ اکسٹرا اسسٹنٹ صاحب

کہ اکسٹرا اسسٹنٹ صاحب کو تنہائی میں کچھ عرض کرنا ہے۔ حاضرین نے اُٹھنے کا ارادہ کیا۔ حضرت نے فرمایا کہ ذرا ٹھیرو ہمکو ایک نقل یاد آئی۔ جناب قبلہ میر اعظم علی شاہ صاحب کو اپنے برادرزادہ سے نہایت الفت تھی۔ جب اُس عزیز کا انتقال ہوگیا تو آپکو نہایت رنج ہوا۔ ایکدن گھر میں فرمانے لگے کہ میرا بیٹا بھی مرجاتا تو مجھکو اتنا غم نہوتا مائی صاحب نے جھلا کر جواب دیا کہ تم خود ہی کیوں نہ مرگئے جو سب جھگڑا بکھیڑا پاک ہوجاتا یہہ فرماکر اسسٹنٹ صاحب سے کہا کہ میاں آؤ ہم تم ہی باہر کیوں نہ چلے چلیں۔ تاکہ ان سبکو تکلیف نہ پہنچے۔ غرض باہر تشریف لیگئے اور اُنکا حال سُن لیا آپ بھی بھیگے اور اُنکو بھی بھیگو یا مگر رفقا کی تکلیف کو گوارا نہ فرمایا۔

فصل دوم در ذکر وصیت و حالات وصال

سنہ ۱۲۹۶ ہجری میں جب رمضان شریف کا چاند نظر آیا بعد نماز مغرب جناب قبلہ نے کمترین کو تنہائی میں بُلایا اور فرمایا کہ ہم ایک بات کہتے ہیں تم خیال کرکے سُنو وہ یہہ ہے کہ ایک بار سید اعظم علیشاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہمکو اپنے ہمراہ پانی پت میں لائے اور قلندر صاحب کے مزار پر چلّہ کرایا اخیر چلّہ میں یہہ دیکھا کہ ایک شخص مجذوب جسیم سانولی رنگت گھنگرالے بال تشریف لائے اور فرمایا کہ آؤ تمکو تعلیم کریں اتنے میں ایک اور شخص خوبصورت سرخ و سفید رنگ سفید ریش لباس سبز پہنے عصا ہاتھ میں لئے ہوئے ظاہر ہوئے فرمانے لگے۔ میاں اس دیوانہ سے کچھ نہیں ہونیکا تمکو یہہ تعلیم نہیں کرسکتا میں نے عرض کیا کہ حضرت اگر یہہ دیوانہ صاحب کچھ نہیں کرسکتے تو آپ ہی کچھ ارشاد فرمائیں اُنہوں نے فرمایا کہ اُن سے کچھ ہوسکے نہ ہم سے تمہارا معاملہ تو ذات سے ہے جو کچھ ہوگا ذات ہی سے ہوگا۔ سب مُردوں اور زندوں کو دل سے مٹادو کسی سے کچھ نہ ہوگا جسطرح ذات کی طرف متوجہ ہو اُسی طرح چلے جاؤ۔ سوائے ذات کے کوئی تمہارا حامی و مددگار نہیں اور ابتدا ہی سے تم عاشق ذات ہو نہ کسی پیر پیغمبر سے محبت نہ کسی سے خواہش نہ کسی سے رغبت پھر تمکو

کون تعلیم کرسکتا ہے تمہارا اور خدا کا معاملہ ہے تم جانو اور خدا اسمیں ہم لوگوں کو دم مارنے کی تاب و طاقت نہیں اگر ہمارے بس کی بات ہوتی تو کہنے کی کیا حاجت تھی۔ ہاں جو کچھ ہونا ہے ۔۳۔ ۴۔ ۵۔ ۶۔ میں ہو جائیگا پھر وصال ہی یہہ بات صبح کو میر صاحب قبلہ کی خدمت میں عرض کی گئی آپ رونے لگے کہ میاں خدا کا معاملہ تو بے نیازی کا ہے۔ دیکھئے کیا پیش آوے میں نے عرض کیا کہ حضرت آپ کیوں روتے ہیں میرا اور خدا کا معاملہ ہے۔ اور میں اسی میں خوش ہوں جس میں اُسکی رضا ہو یہہ تو نہایت خوشی کا مقام ہے کہ اللہ تعالےٰ نے سوائے اپنے کسی کی طرف جانے نہ دیا اور کسی کا نیازمند نہ کیا اور مجھکو بھی یہی منظور تھا بقول سعدی ؎

حقا کہ باعقوبت دوزخ برابر است	رفتن بپائے مردی ہمسایہ در بہشت

ہمیشہ سے میں تو خدا ہی کا رہا اور الحمد للہ کہ خدا نے اپنا ہی کرلیا اس سے زیادہ اور کیا خوشی ہوگی۔ بعد اس کے ہم نے اِن اعداد کا حساب لگایا جو خواب میں بتلائے گئے تھے تو اٹھارہ ہوئے خیال کیا کہ شاید کہ اٹھارہ دن ہیں جب اٹھارہ دن پورے ہوگئے تو اٹھارہ مہینے کا تصور بندھا جب مہینے بھی منقضی ہوگئے تو اٹھارہ سال پر ٹھیری پھر یہاں سے سفر کا اتفاق پڑا پھرتے پھراتے دوبارہ بتاریخ بستم ماہ شعبان ۱۲۷۵ھ ہجری پانی پت میں آکر قیام کیا۔ اب پانی پت میں آئے ہوئے اٹھارہ برس دس دن پورے ہو چکے یہہ سال پورا نہیں گذرا لگا مطلع رہو۔ اُس روز سے جناب قبلہ اکثر ہر مجلس یہ آیت پڑھتے مَثَلُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِيَآءَ كَمَثَلِ الْعَنْكَبُوْتِ ۚ اِتَّخَذَتْ بَيْتًا ۭ وَاِنَّ اَوْهَنَ الْبُيُوْتِ لَبَيْتُ الْعَنْكَبُوْتِ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ۝ اور اکثر یہ اشعار زبان مبارک پر جاری ہوتے۔

درخت خشکم و امید برگ و بارم نیست	بغیر سوختنم اے وائے ہیچ کارم نیست
چو عنکبوت بدیوار و در نے بازم	بنائے خانہ ہستی جو استوارم نیست

دو مہینے کے بعد جناب قبلہ نے فرمایا کہ ہم نے ایک خواب دیکھا ہے اسکی تعبیر بیان کرو

خواب یہ ہی کہ قاضی محفوظ اللہ صاحب اور میاں اللہ بندے او ر مولوی فتح محمد صاحب یہ تینوں
مرحوم و مغفور میرے پاس آئے ہیں اور کہتے ہیں کہ آپکا مکان تیار ہو گیا کنجیاں ہمارے
پاس ہیں چلکر ملاحظہ فرمایئے ہم نے کہا کہ میاں ہم نے تو کوئی مکان بنایا نہیں - یہاں رہے
لامکان اور بے نشان رہے - سانپ کی طرح جہاں بنا بنایا مکان پایا وہیں جا بیٹھے نہ
ہمارے دادا نے مکان بنایا نہ والد نے بنایا ہمارا مکان کہاں سے آیا پھر اُن تینوں صاحبوں
نے کہا کہ صاحب آپ ہی کا مکان ہی چلکر دیکھئے تو سہی ان کے ہمراہ جاکر دیکھا تو ایک بڑا
عالیشان مکان ہے - قفل کھولنے شروع کئے اور اندر گئے ایک عظیم الشان گنبد
نظر پڑا اوسکا بھی قفل کھولا تو ایک مقفل صندوق پُر تکلف نہایت شان و شوکت سے رکھا ہی
مولوی فتح محمد صاحب نے کہا کہ صاحب اس کی کنجی تو ہمارے پاس ہے لیکن ہم سے کھلتا
نہیں اسکو آپ ہی کھولیں ہم نے جو اس صندوق کو کھولا تو دیکھا کہ ایک گولہ رنگ برنگ
لباس سے ملفوف رکھا ہوا ہے اُسکو نکالکر غلاف ہائے ملفوفہ اُتارنے شروع کئے اندر سے
ایک ڈبیہ برامد ہوئی کھولا تو اُسمیں مشک تھا پھر ہم نے کہا کہ اب ہمارا بھی جی چاہتا ہے
کہ تمہارے پاس آجاویں اُنہوں نے کہا حضرت ابھی کوئی روز اور تشریف رکھئے آپ کی
ذات سے لوگوں کو بہت فیض ہی - ابھی جلدی نہ فرمائے ہم نے کہا میاں اب ہمارا جی
بہت گھبراتا ہے بہت کچھ سیر و سفر میں رہا اتنے میں آنکھ کھل گئی تم اسکی تعبیر تو بیان کردو میں نے
عرض کیا کہ بھلا حضور کے سامنے کیا عرض کرسکتا ہوں لیکن جو کچھ میرے خیال ناقص میں آتا ہی گذارش
کرتا ہوں مکان سے مراد دنیا ہے گنبد قبر ہے صندوق جسم - ڈبیہ قلب - مشک نام اللہ کا ہے
آگے کچھ عرض نہیں کرسکتا میرے سامنے تو حضور ایسے خواب بیان نہ فرمائیں میرا دل دو نیم ہوا
جاتا ہے فرمایا کہ میاں خواب و خیال کا اعتبار کیا - مگر تعبیر تم نے خوب کہی دو مہینے کے بعد
پھر اس غلام کو بلاکر فرمایا کہ آج ہم نے ایک اور خواب دیکھا ہے اسکی بھی تعبیر کہو میں نے عرض
کیا کہ حضور میں تو خواب نہیں سُنتا نہ مجھکو تعبیر آتی ہے میرے سامنے بیان نہ فرمائے کیونکہ

مجھکو صدمہ عظیم ہوتا ہے اور دل ٹکڑے ہوا جاتا ہے۔ فرمایا کہ میاں تم رنج نکرو خواب کا اعتبار کیا ہی لیکن ہم تعبیر میں تمہارا امتحان کرتے ہیں تمھارا ذہن تعبیر خواب میں خوب پہنچتا ہے تم ضرور اسکی تعبیر کہو۔ آج شبکو ہم نے دیکھا ہے کہ ایک ڈبیہ ہمارے پاس ہی اسکو ہم نے کھولا اور ایک سفید کیڑا نکالکر فرش پر رکھا وہ ہلنے جلنے لگا ہلتے ہلتے اُسکے پر نکل آئے۔ تھوڑی دیر کے بعد سُرخ رنگ ہوگیا اور پر پُرزے درست کرکے آسمان کو اُڑگیا۔ میں نے عرض کیا کہ حضور میاں راچہ بیاں اسکی تعبیر تو دل دوز و جاں سوز ہے ڈبیہ جسم کیڑا روح جب روح اپنے کمال کو پہنچگئی تو پر پُرزے درست کرکے اُڑا چاہتی ہے۔ فرمایا کہ ہاں تعبیر اسکی یہی ہے پھر میں نے عرض کیا کہ حضور ایسے خواب تو نہ فرمایا کیجئے نہایت رنج ہوتا ہے ارشاد ہوا کہ جو کچھ ہونا ہے وہ تو ہو کر ہی رہیگا اس سے ایک مہینے بعد ایک روز قلندر صاحب کی مسجد میں قریب دس بجے دن کے مجمع عام میں راقم کی طرف خطاب کرکے فرمایا کہ میاں مرنا امر ناگزیر ہے جب ایسا اتفاق ہو تو ہمارے جسم کے چار ٹکڑے کرکے شہر کے چاروں طرف پھینک دینا تاکہ جانور ہی اپنا پیٹ بھر لیں اس جسم سے اور کیا فائدہ پہنچ سکتا ہے مگر یہ ہم سے کب ہو سکیگا اور لوگ ایسا کاہے کو کرنے دینگے لیکن ہمکو الگ جنگل میں ایسی جگہ دفن کرنا جہاں کسیکا سایہ اور وسیلہ بجز خدا کے نہو۔ پھر قلندر صاحب اور مخدوم جلال الدین کے مزار کی طرف اشارہ کرکے فرمایا کہ ہمکو اُن کا سایہ درکار ہے نہ اُنکا زندگی میں اُن سے کیا حاصل ہوا جو آیندہ کی توقع کریں آخر خدا کی رحمت بھی کچھ ہی یا نہیں اسباتکو ایک مہینے سے کچھ اوپر عرصہ گذرا تھا کہ بتاریخ نوزدہم ماہ صفر ۱۲۹۷ ہجری بروز یکشنبہ حضرت کے شکم مبارک میں کچھ گرانی محسوس ہوئی حکیم موجو خاں نے ایک دوائی جوشاندہ بروز دوشنبہ پلائی اور کہا معدہ میں مواد ہے کل کو ایک خفیف مسہل بھی دونگا سہ شنبہ کے دن علی الصباح حکیم موجو خاں نے ایک پوڑیہ دی جس کے اجزائے اعظم یہ تھے بیخ حنظل عسارہ ریوند۔ اس دوائی تلخ و تند سے اول دو دست ہوئے پھر ایک قے ہوئی جس سے طاقت سلب ہوگئی اور رنگ متغیر پھر اسہال کا زور ہوا اول روز تو یہ خیال کیا گیا کہ شام تک افاقہ ہو جائیگا

لیکن اگلی صبح تک یہی کیفیت رہی اور دست بند ہوئے ہم لوگوں کو نہایت فکر و تردد ہوا بہت دوائیاں بدلیں تمام اطبا کی سعی ناکام رہی کچھ فائدہ نہوا شب جمعہ بارہویں تاریخ کو سرِ شام حکم فرمایا کہ تم سب حجرہ سے چلے جاؤ کوئی شخص ہمارے پاس نہ آوے دروازہ بند کردو بموجب حکم کے دروازہ بند کیا گیا سبکو یقین ہوا کہ آج خیر نہیں حجرہ شریف کے باہر سب خادم تمام شب جمع رہے بوقت چار بجے صبح کے آپنے پکارا کہ دروازہ کھولدو ہم لوگ یہ مژدہ سُنکر خوشی کے ماری دوڑے دروازہ کھولکر حاضر ہوئے حضرت نواب ابراہیم خاں سے فرمایا کہ ہمکو انار کے دانے کھلاؤ۔ اُسوقت حضور نے یہ چند فقرے سُنائے کہ ہر ایک فقرہ دوسرے سے مخالف ہے اور نہ کسی کی سمجھ میں آیا کہ یہ کیا فرماتے ہیں۔ فقرہ اول جو ہم نے سوچا تھا وہ نہوا۔ فقرہ دوم۔ اور لوگ بھی تو ہیں تک رہے ۔ پنڈت کی پوتھی سُنی اور دھوبی کی چھو چھو۔ گئے سکھپت نگر میں دونو کی بھی تھو تھو ۔ فقرہ سوم میاں سُنتے بھی ہو اگر ہم دس پانچ برس رہے تو کیا مگر ایسے تو ہم رہیں گے نہیں۔

ہر چہ دیدیم دریں باغ نہ دیدن بہ بود	ہر گلے تازہ کہ چیدیم نہ چیدن بہ بود
ہر کجا منزل آرام تصوّر کردیم	چوں نفس راست نمودیم رمیدن بہ بود
ہر متاع کہ خریدیم باوقات عزیز	بود اگر یوسف مصری نہ خریدن بہ بود

پھر چند بار ان دو شعروں کو آپنے پڑھا

پیری میں ہمکو یار نے گھر سے طلب کیا	افسوس بعد فصل بہار اپنے پر کھلے
دیکھا دم نزع دل دلا رام کو	عید ہوئی ذوق وے شام کو

اس کے بعد کئی روز تک مرض کو افاقہ معلوم ہوتا رہا مگر ایک روز جناب قبلہ نے مجمع عام میں کمترین کو دس روپیہ دے اور ارشاد کیا کہ یہ ہماری تکفین و تدفین کا خرچ ہے اور رسم وصیت کرتے ہیں تم اُسپر عمل کرنا اول یہ کہ ہماری قبر شاہ ولایت صاحب کے مزار سے بفاصلۂ دو تین تیر بلکہ چار تیر جانب جنوب جنگل میدان میں بنانا جہاں کسی کا سایہ وسیلہ و ذریعہ بجز

ذات خدا کے نہو اور ظاہرا اور کوئی قبر بھی اُس کے قریب نہو دوم یہہ کہ سوائے اس کے جو ہم نے دیا ہے کسی کا روپیہ کفن و دفن میں نہ لگانا ہاں اگر زمین کی قیمت کوئی مانگے تو تم اپنے پاس سے ادا کر دینا اور کسی سے طلب نہ کرنا سوم یہ کہ قبر کچی نہ بنانا - ایک کھنگرا اُسکے سرہانے اور ایک پائنتی رکھدینا جب نوبت اس وصیت کی پہنچی تو راقم نے حالت اضطراب میں اکثر مریدان حضرت جو اطراف دور و دراز میں تھے خطوط اطلاعی روانہ کردئے چند روز میں ایک مجمع کثیر جمع ہوگیا اکثر سخن فہم و شاعر بھی اس جلسہ میں تھے آپنے سید وحید الدین پسر حاجی فرید الدین صاحب مرحوم کو یاد فرمایا اور اُس قصیدہ کے پڑھنے کا ایما کیا جو میں نے پیشتر سید وحید الدین کی خدمت عالی میں پیش کیا تھا اور اُس کے صلہ میں جناب قبلہ نے ایک دوپٹہ اور ایک روپیہ یا اشرفی (جسکو راقم نے اچھی طرح نہیں دیکھا) عطا کیا تھا حالانکہ عمر اس عزیز لڑکے کی ہنوز چودہ سال کی تھی اور گلستان کا تیسرا باب پڑھتا تھا لیکن جناب قبلہ کی نظر شفقت اس کے مربی حال تھی ایسا زور و شور کا قصیدہ لکھا کہ اسکا ہمسر سخن انوری و خاقانی سے عنان و باعنان معلوم ہوتا ہے اور ایسے لطف و خوبی اور دھوم دھام سے اس لڑکے نے مجمع کثیر میں یہہ قصیدہ پڑھا کہ ارباب محفل دنگ و ششدر رہ گئے - بعض سامعین نے اس گمان سے کہ شاید یہ لڑکا طوطی کی طرح زبان گویا رکھتا ہے اور طبیعت اسکی فہم مضامین و معانی سے ناآشنا ہے اُسکا امتحان کیا اور مطالب و اصطلاحات ادق اس کے کلام میں وارد ہوئے تھے - اس سے استفسار کئے اُسنے ہر ایک سوال کا جواب شرح و بسط کے ساتھ ایسے اسلوب سے بیان کیا کہ گویا اسکی طبع بلند اور اُسکا ذہن رسا ان مباحث و علوم پر حاوی ہے وہ قصیدہ بھی ذیل میں لکھا جاتا ہے تاکہ اہل بصیرت اسکو ملاحظہ کریں -

قصیدہ در مدح حضرت قبلہ و کعبہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

صبحدم مهرهٔ زرچرخ چو افشاند ز چنگ
خاطرِ ما شده بلبل برِ ریاض فرنگ

زده سر پا بسرِ چرخ سمندِ خامه
که بجولان دهم از زنگ برنگِ شبرنگ

ساحت متسع عرش روان کن به نورد
که بتوصیف جنابے زده مفتوں آهنگ

آن جنابیکه چو از رفعتِ او کرد هراس
هفت طاق فلک آمد بوجودِ آونگ

جنبش آید بسفینه بسهیل از فرقش
با چل و چار سوارش چو بجوشد یم زنگ

چوں هیولائے تجلیش بمینگارد برق
شمع او مرده کند سرزنش صرصر تنگ

طرفهٔ آئینهٔ قلبش که ز تابِ عرفاں
درو از جوهر فرد آمده کم نقطهٔ زنگ

چه عجب گر ز یکے جلوه بدستِ شوقش
ذرّه ذرّه شود از فرطِ تپش برق آهنگ

فیضِ او خرمی بخشد چو پے روئے شرار
سبزهٔ خضر اگندش سبزه صفت مخمل رنگ

روئے اقدس شده با مهر سپهر خاشش و حرب
نعل کفشش بهلال آمده در حربه و جنگ

عقل دانش شده از جوهر علویش عرض
جوهر فرد بقلبش فلک اخضر رنگ

نخنب ورق از و نشو نما چوں یابند
آتش و آب بهم تمیز نمایند درنگ

عقدها حل کند از چشم زدن تنگ و مضیق
که بود غنچه منطوق به لب غایت تنگ

طے کند فاصلهٔ جذر قدم قلب اسد
قلب او قلب کند چوں رود فرش نیرنگ

شمهٔ حضرتِ او شمس رساند بثرے
که شد از ضبط علو بر فلکِ رابع تنگ

خشم را بار غضب خشم نهد بر نالش
رفق را رفق و هد گوهر رفقت در چنگ

اشعهٔ پرتو او گر ندهد تاب بشمس
نقش بندد به تصاویر نه از عکسش رنگ

علم حشمت او تا بفلک جائے گرفت
حوت را دوخت چو ماهی مراتب در رنگ

پرتو نور فتد گر به یم مصر و دشش
مرغ زرّیں نکشد شهپر انور بفرنگ

مه نگشته فلاخن بید حاجب شمس
که کند بر سر جالوت ظلامش آهنگ

بحر جودش ز مدار جوش چو بحر ثالث
ماه در بحر خضر غوطه خورد ماهی رنگ

تو سن چشمت او گر بود اندر جولاں
تو سن چرخ نا اینقدر بود شوخ و شنگ

تا بد از نور فروزانش بگردوں نہم
ماہ خورشید کند جست بسویش چو پلنگ

علم رفعت او تا کہ زرف رف سازد
پرچم خویش از انست بعرش اندر جنگ

خلق داند بدم نور شعاعِ خورشید
مے نے فرش زدہ بر سینہ او الف خدنگ

رفعتش قوس قزح را نخم و پیچ انداخت
زاں براں شمش چو حربا کند از رنگے رنگ

لعل گویند و لے پارۂ از خوں باشد
شوکتے پارہ کند در جبلش سینۂ سنگ

رتبۂ فرحت و تنشیط بعہدش افزود
لالہ را جام لبالب شدہ از خمر فرنگ

یعنے بحر کرم وجود شۂ غوث علی
قبلۂ عالم لاہوت و شہ چرخ اورنگ

کعبۂ ہر دو جہاں خسرو خسرو دیہیم
مسند آرائے و شہ کشور عقل و فرہنگ

کاشفِ سرِ نہاں واقف علمِ مکتوم
حضرت اقدس ظل اللہ و دانش آہنگ

در دل آمد کہ کنم مطلع دیگر ترقیم
کہ سراپا بود از مطلعِ نورِ فرہنگ

المطلع الثانی

ایکہ از فر تو چوں برق تپد جوہر سنگ
وے کہ روشن ز تو شد کوکب برج فرہنگ

مرکزِ دائرہ سبز ز نورت بو دار
برق را بر روش جست بود جادہ تنگ

سجہ عقد ثریا بیدِ اقدس تو
گر بود مستی نازش بگذارد بہ شلنگ

خامہ از مدح تو تحریر کند باشنگے
جست از دست زند مست بزنگ شبرنگ

تا تماشائے شگفتن زدلت بیند شمس
خواہد اندر چمن تو کہ بود غنچہ تنگ

دریم نور تو اندر صدفِ سینہ تو
یافتہ پرورش از فیض تو درّہ فرہنگ

دعوی ہمسری سازند چہ روکردندت
مہ و خورشید حضور رخ اقدس ببرنگ

جلوۂ تو علم از برق دش از فرح کشد
ہمچو خورشید بسوزند رخِ خوباں فرنگ

در گلستانِ پناه تو برائے دشمن — گل صلح آمده جاوید ز ہر غنچه تنگ
مانی دل کشد از نقش تو بر صفحهٔ خویش — دل طاؤس کشد نقش بر قص و آہنگ
فیض نورِ دلِ شفاف تو آنست کزو — جگر لاله متبدیل کشد نقطهٔ زنگ
فخر سازد بقدمبوسیٔ تو گر شود ش — اے شہنشاہِ معلّےٰ طبق نہ اورنگ
بشکند شیشه ز پرواز فلک را باشد — وصف صولت اگرت نقش بر صفحهٔ سنگ
تا که بر حرف تقابل کشد اروئے تو خط — رُخ گل بادِ صبا کرد ز سیلی گل رنگ

قطعه (الف)

کور مقدر ی اگر از خاکِ پیت در دیده — افگند اے شه خورشید کله چرخ اورنگ
بهر دیدار ہمه صورت معدوم کند — از سر ایردهٔ بینش بیک آوانِ آہنگ

قطعه (ب)

در فرات اشے اگر کار تعذیب دہیش — چون بگستاخی تو چرخ بسازد آہنگ
بر تن خویش تند از طرب ایں منشور — کشتی چرخ شکسته کند اندام نہنگ
ابر جود تو بہ نیساں زند از آبِ حیا — قطره را سوئے صدف باشد از و جاده تنگ
خون طوطی بیکے دشنهٔ موج ابیض — ریخته قلزم شفاف تو نادر و در نگ
ہر مثلث کندش تا که خجل کیکاؤس — ساخته سجّه تو عقد ثریا آونگ
گر قدم رنجه بفرمائے بہر وادیٔ شوق — افتد از قلعهٔ تن طائر جاں صد فرسنگ
بر ارسطو و فلاطوں بجولانگه عقل — خاطر اقدس تو برق جہانده شبرنگ
قیصر و خسرو و خاقان ز علامانِ تو اند — در شہنشاہیٔ عرفان شده زیت اورنگ
اے مدیح تو غضب مطرح و جولانگاه است — کاشهب خامه یاقوت فشاں گشته لنگ
آید از شعلهٔ او لعل بصد جلوه طور — شرر افگنده از جلوه مگر در دل سنگ
چشم نظّاره گیانِ قمر انوار است — چه عجب پیکر کبکش بمیاں آر در نگ

جوہر کل نجم آید بظہور عقلت — ذات پاکت شدہ محور بجہاں فرہنگ
بادیا ہندہ زنہار ز اجرام فلک — سایہ تو کشد اندر یم خضرا چو النگ
نسر طائر جہد از شوکت تو گر برزمیں — پر پرواز زند مغفر خاقان چو کلنگ
آتش قہر تو گر شعلہ رساند بکند — صورت طوطی پیے خوریزی طاؤس رنگ

قطعہ (ج)

شاہد طبع من آمد چو پس نام خباب — بر سر جوشش معنی بہ بحار فرہنگ
گفت پیر خردش طعنہ امساک مدیح — زاں گہر ریختن از عقد سخن کرد آہنگ
وانگہے ریختہ لولوئے معانی طبعم — عرق افشردہ ز پیشانی خویشم شبرنگ
پس ہمہ مستعد مدح تو گشتند و لے — حرفے نادر و از مدح تو دایم فرہنگ
زاں رخ جنگ کن آمد بدم عربدہ سرخ — ریختہ خنجر تو خون گلوئے گل جنگ
نور روئے تو اگر دردہد ش حسن فروغ — شرر طور بخیزد ز دل غنچہ تنگ
سبزہ گلشن قہر تو ز عکس موہوم — روئے مریخ فلک را بکند اخضر رنگ
مرآت خاطر تو جلوہ کونین نمائے — دی ضمیر تو شدہ خازن گنج فرہنگ
مہرہ بیض شود از شرر جلوہ تو — درید عیسی افلاک نشیں لعبت سنگ
مرآتش غیرت جود تو اگر سوختہ نیست — لعل در کان بدخشاں شدہ چوں آتش رنگ
نگذارد غضبت گرچہ عدو بگریزد — پہن ارض و فلک در نظرش ساحت تنگ
ہست از رفق و غضب مختلفت زاں دہرم — گاہ و منصور و گہے خستہ شود لشکر رنگ

قطعہ (د)

مشی چرخ بمدح تو ز گردوں آید — در فراط آمدہ اول کند ایں خوش آہنگ
کلک یاقوت فشان خار برآرد بہ بمیش — پشت ہای شود از نقش و نگارش ارژنگ
گر بصد سال کند مشق مدیح پاکت — آخر از طعنہ طبعم فتد آں نیز بزنگ

گرده برهم همه سامان بحار دریا — باز گردد بخجالت به یم خضر از رنگ
جبهه ها بر در پاک تو شده کحل که تا — یافتند از تو علو بر فلک نیلی رنگ
رشته شمع اگر از دُر نورت باشد — عقد پروین به تماشاش چو یکدیده برنگ
اے عدو را ز هراس تو بزیر گردوں — روح را کلبه جسم است چو زندان فرنگ
چشم جبریل شده محو جمال تو چنان — که بدیوار شده ثبت ز شوق تو بسنگ
تیغ قهر تو بکیوان چو رساند تابے — بفغاں آید و غلغل بکند همچوں زنگ
حفظ تو حافظ روزست و شبای شه و رنه — هر دو در مختلط ابیض و اسود یکرنگ
نطق جائے تو کرد ست بمیزان قیاس — یافت بر مرکز ثقل آں خود از پلّه تنگ
بوئے خلق تو بارواح دهد راحهٔ گر — عطسهٔ مغز کند زندگی شاں آسنگ
وشنهٔ قهر تو در نائے زحل گشته وسیع — قلزم لطف تو در دائرهٔ امکاں تنگ
علم بر عقل فزونت متمیز گشته — عقل از علم بروں از حد عقلت در رنگ
روز و شب چونکه قمر سوده جبیں بر در تو — زاں گهے محو گهے از فیض تو در اصلی رنگ
بیش افزود درازی طناب کرامت — از سر زلف عروس ستم خضر ارنگ
دامن برق گرفته است ترا شعلهٔ قهر — دامن ابر گرفته است بجودت آسنگ
بخط ناصیهٔ مهر شده راست عمود — رمح خطی شکوهت پئے تصنیف آلنگ
جاهت از ملک کدام است معلّی مزبور — که بدیدش شده جاوید بلندی بشلنگ
لوح محفوظ شد از نام بزرگ و پاکت — بطراز قلم قدرت علام ارزنگ
اطلسش زود شکنج آرد و ریزد ز صفا — نگهے گر نکنی بر فلک اخضر رنگ
گوهر حکمت عرفان ترا همچو صدف — بهر حفظ است ضمیر تو چو خورشید بزنگ
هر که از کوثر احسان تو یک جرعه چشید — گلشن دل شده خورمش چو بباغ ارژنگ
نغمهٔ مدح تو هر کس که سر آید شودش — از مضامین دهن طائر دل قفنس رنگ

دعا

شہ خاور بفلک برسپہ انجم تا	ہست در کاخ تو آراستہ از نور او رنگ
دشمنت طعمۂ تیغ ستم گردون باد	دوستت گوہر مقصود ز لطف تو بچنگ

تاریخ قصیدہ

از دل ہفت الف ترجمۂ دل چار اند	یافت ایں مصرعۂ مفتون پئے تاریخ آہنگ

قاعدہ استخراج تاریخ

ہفت الف = (۱ + ۳۰ + ۸۰) × ۷ = ۱۱۱ × ۷ = ۷۷۷ - ترجمہ دل چار در ہندی ترجمۂ دل - جی = (۳ + ۱۰) × ۴ = ۵۲/۱۲۹۷ و ۷۷۵ کا دل بیچ ہجری اس لئے بادن کی اکائی میں دہائی سے سنہ ہجری مقدسہ شروع ہوئی

جناب قبلہ کی خدمت میں چار آدمی ابتدائے علالت سے تا دم وصال ہر دم حاضر و مصروف خدمت گذاری رہے یعنی میاں جان محمد صاحب عرف جانا - ابراہیم خاں پہلوان عرف نواب چھوٹے خاں پہلوان - چوتھا راقم - جب اسہال کی شدت ہو گئی تو چوکی حجرہ کے اندر لگائی گئی - لیکن حجرہ میں بلا اجازت آنے کی ممانعت تھی ایک رات آپ حجرہ کے اندر گر پڑے میاں جان محمد جھٹ پٹ جا پہنچے - آپ ناخوش ہوے کہ بلا اجازت کیوں آئے اور فرمایا کہ خبردار آیندہ ایسا نکرنا - ایک روز جان محمد نے عرض کیا کہ حضور جسم مبارک پر ضعف غالب ہے جب حاجت ہو تو آپ کہنکار دیا کریں تاکہ حضور کو پلنگ سے اٹھا کر چوکی پر اور چوکی سے پلنگ پر پہنچا دیا کریں فرمایا کہ اچھا اس کے بعد تقاضائے حاجت ہوا تو خود ہی اٹھکر چوکی پر تشریف لے گئے اور فراغت پاکر آلیٹے اسوقت کہنکارا ہم لوگ دوڑا اندر گئے تو فرمایا بس ہم فراغت پا چکے ہیں اللہ تعالے نے ایسی ہمت عالی عطا کی تھی کہ باوجود شدت مرض ضعف پیری کسی فرد بشر سے نشست برخاست میں استعانت نہیں کی اور تا دم واپسیں وہی استقلال رہا جو ہمیشہ سے تھا ایک روز زمانہ اشتداد مرض میں ہم چاروں خادم

ہاتھ پاؤں دبا رہے تھے ارشاد ہوا کہ اس آیت کو پڑھو مَثَلُ الَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ اَوْلِیَآءَ کَمَثَلِ الْعَنْکَبُوْتِ اِتَّخَذَتْ بَیْتًا وَاِنَّ اَوْھَنَ الْبُیُوْتِ لَبَیْتُ الْعَنْکَبُوْتِ لَوْ کَانُوْا یَعْلَمُوْنَ ہم بڑی دیر تک اس آیت شریف کو پڑھتے رہے پھر فرمایا کہ اب یہ آیت پڑھو وَاللّٰہُ غَالِبٌ عَلٰٓی اَمْرِہٖ وَلٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ اس آیت کریمہ کو بھی تا دیر پڑھتے رہے پھر ارشاد ہوا کہ اب اس شعر کو پڑھو ؎

چیست توحید آنکہ از غیر خدا	فرد آئے در خلا و در ملا

ایک روز - زمانہ علالت میں مجمع عام کے اندر غلامی شاہ کی نسبت جو کہ خادم خاص جناب قبلہ کا ہے اور تہجد کا وضو کرانا اُسکی خدمت خاص تھی یوں وصیت فرمائی کہ تم سب لوگ اس شخص کی خدمت و خاطر کرنا کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ قلندر صاحب کے مجاور و خادم اسکو ایکدم بھی یہاں نہیں ٹھیرنے دیں گے اگرچہ یہ ایک غصہ ناک اور بیوقوف سا آدمی ہے لیکن تم لوگ اسکی کسی بات پر خیال نکرنا زمانہ علالت میں چند روز کے لئے افاقہ کی صورت بھی ظاہر ہوئی اور ہم لوگ سمجھے کہ اب از الہ مرض ہوگیا مگر جناب قبلہ نے اکثر یہ فرمایا کہ جو دوا ہمکو جلاب میں پلائی گئی اوسکا ذائقہ ابتک زبان پر ہے اور اُسکی بو ہنوز رفع نہیں ہوئی ماہ ربیع الاول ۱۲۹۷ ہجری کی پچیسویں تاریخ کو بوقت فجر کہ مجمع عام تھا اپنے حجرے کی طرف انگشت مبارک ہلائی اور یہ دو شعر شیخ سعدی علیہ الرحمۃ کے پڑھے ؎

شنیدم کہ جمشید فرخ سرشت + بسر چشمہ بر سنگے نوشت + برین چشمہ چون مابسے دم زدند + برفتند چوں چشم بر ہم زدند + تھوڑی دیر کے بعد سب حاضرین کو رخصت کیا اور قدرے کھانا تناول فرمایا پھر در حجرہ بند کیا گیا اور ہم چاروں خادم پائے مبارک دبانے لگے - جب ظہر کا اول وقت ہوا تو آپنے تیمم کیا اور چارپائی پر وبجنوب فریضہ ظہر ادا کیا اُسوقت راقم نے یہہ آیت پڑھی فَاَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْہُ اللّٰہِ اس کے بعد آثار دگرگوں پیدا ہوے اور تغیر ظاہر ہوا فرمایا کہ الحمد للہ اور یہہ شعر پڑھا ؎ چیست توحید آنکہ از غیر خدا + فرد آئے

در خلاؤ در ملا ؛ جب تین بجے تو کمترین نے عرض کیا کہ بہت سے مشتاقان دیدار پر انوار آستانہ مبارک پر حاضر ہیں اگر اجازت ہو تو در حجرہ کھولا جائے فرمایا کہ ہاں کھول دو اوّل منشی فضل رسول صاحب اندر آئے ارشاد ہوا کہ کون ہے کمترین نے منشی صاحب کا نام لیا فرمایا کہ آگئے اُو۔ جب قریب تر آئے تو فرمایا کہ کچھ کہو گے منشی صاحب نے عرض کیا۔ کہ میں کیا عرض کروں حضور پر سب حال روشن ہے فرمایا کہ نہیں کچھ کہنا ہو تو کہہ لو تین بار اسی طرح فرما کر اشارہ کیا کہ اچھا بیٹھ جاؤ پھر سید وزیر علی صاحب آئے اِن سے بھی وہی کلمات ارشاد کئے اور سید صاحب نے بھی وہی جواب عرض کیا غرض جو آتا گیا ہر ایک سے وہی ارشاد ہوا۔ اور کسی نے کوئی خاص گذارش نہیں کی جب انبوہ کثیر ہو گیا تو آپ خاموش ہو گئے اور آنکھیں بند فرمالیں اُسوقت کے بعد پھر کسیکی طرف آپنے خطاب نہیں کیا البتہ جب کسی نے مزاج پوچھا تو نہایت استقلال سے یہہ جواب دیا کہ (الحمدللہ بہت اچھا) یا اگر کسی نے کوئی بات دریافت کی تو آنکھیں کھولدیں اور جواب دیکر پھر بند کرلیں اُسوقت غایت درجہ استقلال اور فرحت بے اندازہ ظاہر ہوتی تھی چہرۂ مبارک آفتابی آنکھیں سُرخ و منور گفتگو صاف نبض میں تیزی صرف تنفس کی زیادتی سے کسیقدر تردد ہوتا تھا آٹھ بجے شام کے ڈاکٹر جنی لال صاحب آئے حال دریافت کیا نبض دیکھی کہا کوئی تشویش کی بات نہیں البتہ بلغم کی وجہ سے تنفس معلوم ہوتا ہے ورنہ نبض میں کوئی فرق نہیں ابھی میں دوم بھیجتا ہوں چھاتی پر ملو اور تھوڑا تھوڑا پلاؤ ایک گھڑی بھر کے بعد بلغم رفع ہو جائیگا اور تنفس درست نواب ابراہیم خان ہمراہ گئے اور ڈیڑھ گھنٹہ کے بعد دوا لائے اب استعمال دوا میں حجت ہونے لگی میں نے کہا کہ یہ وقت دوا کے پلانے کا نہیں کچھ دوا مت دو منشی فضل رسول صاحب بولے کہ نہیں دوا ضرور پلانی چاہیئے میں نے کہا میں دوا ہرگز پلانے نہیں دونگا اب دوا کا وقت نہیں ہاں نہ دوا کے پلانے سے کچھ فائدہ اس میں بہت حجت و تکرار ہونے لگی آپنے آنکھیں کھولیں اور فرمایا کہ میاں کیا ہے میں نے عرض کیا کہ حضور منشی صاحب دوا کے پلانے میں بحث

بحث کرتے ہیں اور میں منع کرتا ہوں کہ اب وقت نہیں - آپنے فرمایا ہاں سچ تو ہے اب دوا کیا کر سکتی ہے اسکی کچھ ضرورت نہیں منشی جی نے عرض کیا کہ حضرت دوا کا پینا تو سنت ہے آپ سنت کا لفظ سنتے ہی خاموش ہوے اور تھوڑی دیر توقف کر کے فرمایا کہ اگر سنت ہے تو لاؤ محمد فخر الدین صاحب جن کے ہاں خاص جناب قبلہ کا کھانا پکتا تھا پیالی دوا کی اور چمچہ لیکر اُٹھے ایک چمچہ دیا دوسرا دیا تیسرے چمچہ کا دینا تھا کہ ایک ہچکی کے ساتھ تمام دوا باہر آئی میں نے کہا شربت یا شہد دو مولوی راغب اللہ صاحب نے دو چمچہ شربت کے پلائے پھر مولوی عبد الصمد خاں ٹونکی نے کوئی دو چار چمچے پلائے ہوں گے کہ آخر یونے دس بجے کا وقت اور شب دوشنبہ چھبیسویں تاریخ ماہ ربیع الاوّل ۱۲۹۷ ہجری مطابق ۱۲ پھاگن سمت ۱۹۳۶ بکرمی ۷ مارچ سنہ ۱۸۸۰ء شاہبار عالم قدس گرم پرواز ہوا اور اُس مرد میدان تجرید و شہنشاہ ممالک توحید و سلطان جہاں تفرید نے مردانہ وار آخر نغمائے الٰہی کا جام نوش فرمایا اور نہایت الوصال کا پردہ درمیان سے اوٹھایا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ط ولادت شریف بروز جمعہ ماہ رمضان المبارک سنہ ۱۲۱۹ ہجری میں ہوئی تھی عمر گرامی اٹھتر سال چھ مہینے کچھ دن کی ہوئی اٹھارہ برس سات مہینے چھ روز بلدہ پانی پت میں قیام فرمایا +

نالۂ چند بطور ترجیع بند

اے شاہ یگانۂ زمانہ	اے بحر محیط بیکرانہ
کیوں اہل نیاز کے سروں سے	خالی ہے یہہ سنگ آستانہ
وہ محفل اُنس اب کدہر ہے	یارب ہے کہاں وہ کارخانہ
وہ بزم نہ وہ جمال ساقی	وہ جام نہ وہ مئے معانہ
وہ طور ہے اب نہ وہ تجلّی	وہ وقت ہے اب نہ وہ ترانہ

کیا ہوگیا جلوۂ سحرگاہ — کیا ہوگئی صحبتِ شبانہ
ہے دل میں ابھی وہی تصور — ہے یاد ہنوز وہ فسانہ
وہ فصل نہ وہ بہار باقی — وہ گل نہ چمن نہ آشیانہ
رہتی ہے اُچاٹ سی طبیعت — ملتا ہی نہیں کہیں ٹھکانہ
جاں حسرتِ دید تپاں ہے — دل تیرِ فراق کا نشانہ
ساحل پہ پڑے ہیں سب مسافر — کشتی ہوئی کسطرف روانہ

ہے جوش میں ہجر کا سمندر
یا غوث علی شہ قلندر

اے کعبۂ خاص و قبلۂ عالم — تھی تری گلی مقامِ احرام
تھا مامنِ جان حریمِ اقدس — آغاز کا غم نہ خوفِ انجام
سب محو تھے ظلِّ عاطفت میں — خطرات و خیال و فکر اوہام
اس بحرِ محیط میں تھے سب گم — نیکی بدی و کفر و اسلام
پُرشور تھے بے لب و دہاں ہم — سرمست بدوں بادہ و جام
مشغول جمالِ بے سر و چشم — مصروفِ سفر بغیر اقدام
دریا ہوا ایک عطا سے قطرہ — پختہ ہوا ایک نگاہ سے خام
کیخسرو و کیقباد سے بھی — تھے بخت بلند تیرے خدّام
دیکھا اب ہجر چار ناچار — دیکھی فرقت بھی کام ناکام
کہدیجیو اے نسیم یہ بات — لیجائیو اے صبا یہ پیغام

ہے جوش میں ہجر کا سمندر
یا غوث علی شہ قلندر

ہوتی ہے جہاں میں کم کوئی ذات — بے علت و نسبت و اضافات

خورشید تھا وہ وجود باجود — دریا تھی وہ ذات فیض آیات
دیرینہ نہنگ بحر توحید — مردانہ قلندر خرابات
سلطانِ جہان ترک و تجرید — شہباز معارج نہایات
نے میل مراتب و مدارج — نے رغبت کشف و نے کرامات
ملتی تھی مراد طالبوں کو — اُس در سے بدون عرض حاجات
اُس بات کی ہوگئی گرہ وا — دل میں بھی نہ تھی ہنوز جو بات
خلوت میں ترا جمال مفتاح — جلوت میں ترا کلام مشکوٰۃ
کیا تھی وہ نظر سحابِ رحمت — کیا تھا وہ زمانہ فصلِ برسات
وہ وقت نہ وہ زمانہ افسوس — وہ لطف نہ وہ بہار ہیہات
ایک آن کی آن تھی حضوری — ایکیات کی بات تھی ملاقات

ہے جوش میں ہجر کا سمندر
یا غوث علی شہ قلندر

اے بحر حقیقت خدائی — اے جلوۂ شان کبریائی
باقی نہیں کوئی مشغلہ اب — رندی ہی رہی نہ پارسائی
شاہی کا نہیں خیال سر میں — جی میں نہیں حسرتِ گدائی
نے بند قفس نہ شوق پرواز — باقی ہے نہ قید نے رہائی
نے حرص و ہوا نہ کچھ توکل — نے برگ نوا نہ بے نوائی
نے فکر قصیدہ ہائے عطار — نے ذکر صدیقۂ سنائی
نے قرب نوافل و فرایض — نے تنگ دلی نہ دلکشائی
بندہ نہ خدا نہ دین و دنیا — کی آپنے خوب ہی صفائی
لیکن نہ مٹا غبار فرقت — ہر چند کہ طاقت ازمائی

مشکل ہوا کاٹنا دنوں کا — دشوار ہوئی تری جدائی
بیتائی دل ہے چشمک برق — اندوہ کی اک گھٹا ہے چھائی

ہے جوش میں ہجر کا سمندر
یا غوث علی شہ قلندر

ایام وصال بھی تھے کیا دن — راتیں تھیں مراد مدعا دن
محسوس نہ تھا کہاں کٹی رات — معلوم نہ تھا کدھر گیا دن
کیا جلد گذر گئے وہ دن حیف — ہوتا کوئی اور بھی سوا دن
تھی رات بہت دنوں سے اچھی — راتوں سے زیادہ خوب تھا دن
تھی بزم وصال دن ہو یا رات — تھی دید جمال شب ہو یا دن
دنیا میں بزرگ تھی وہی رات — تھا عمر میں بس وہی بڑا دن
ہر صبح عجیب شام نادر — ہر رات جدید اور نیا دن
تھی دن کو خوشی کہ اب ہوئی رات — تھی شب کو مسرت اب ہوا دن
عالم کو زبسکہ ہے تغیر — رہتے نہیں ایک سے سدا دن
تھا خواب و خیال وہ زمانہ — بجلی ہوئی رات اور ہوا دن
دن رات یہی فغاں ہے لب پر — وہ رات رہی نہ وہ رہا دن

ہے جوش میں ہجر کا سمندر
یا غوث علی شہ قلندر

اے قبلۂ عالم معانی — سلطان جہان بے نشانی
اے بحر معارف و حقایق — شاہنشہ ملک جاودانی
آگاہ مقاصد برونی — دانائے خواطر نہانی
یکرنگ و یگانہ و یک آئیں — بے فرق مکانی و زمانی

خصلت میں عجیب دلنواری — عادت میں کمال مہربانی
تھی آپ پہ ختم بذلہ گوئی — تھی آپ پہ ختم نکتہ دانی
باتوں میں طریق دلکشائی — نقطوں میں ادائے خوش بیانی
تھے گوہر قدس وہ اشارات — اور غیب سے تھی وہ دُر فشانی
القصہ وہ احسن القصص تھے — جو بات سُنی تری زبانی
آیا نہ پسند یہاں کا رہنا — برباد ہو یہہ سرائے فانی
جو کچھ گذرا سو تھا فسانہ — جو کچھ دیکھا سو تھی کہانی

ہے جوش میں ہجر کا سمندر
یا غوث علی شہ قلندر

اے بحرِ کرم محیط نایاب — لب تشنہ ہیں ماہیاں بے آب
اے نوح سفینۂ مسرت — طوفاں زدہ ہیں تمام اصحاب
پانی پت تھا بقا کا چشمہ — اب کیا ہے غم و الم کا گرداب
روتے ہیں یہاں کے سب در و بام — حوض و حجرہ ستون و محراب
آتے تھے مدام تیرے مہمان — بنگالہ سے لے کے تا پنجاب
جلوہ تھا یہہ تیرے دم قدم کا — اب کیا ہے کہ مجتمع ہوں احباب
وحشت زدہ پھرتا ہے غلامی[1] — اور عمر زدہ مضطر ہے نواب[2]
ملفوظ مبارک و گرامی — ہے زندگی حسن کا اسباب
ساحل نہ کہیں نہ بھل نہ بیڑا — سب بحر فراق میں ہیں غرقاب
افسوس ہوا نظر سے پنہاں — وہ شمس منوّر جہاں تاب
اے ملک بقا کے جانے والو — کہدیجیو بعد عرض اداب

[1] غلامی شاہ خادم حضور۔ [2] نواب ابراہیم علیخاں پہلوان خادم کفش بردار حضور ۱۲ منہ

ہے جوش میں ہجر کا سمندر
یا غوث علی شہِ قلندر

مسدس نواب زادہ محمد زکریا خاں زکی دہلوی

واصل ہوے اُس طرف کو حضرت
عالم میں ہے شورِ قیامت
کیا عرض کروں میں اپنی حالت
دل ایک ہزار گونہ حسرت
ہے جوش میں ہجر کا سمندر
یا غوث علی شہِ قلندر

کیوں ابر میں آفتاب آیا
کیوں خاک میں نور کو چھپایا
حضرت نے مجھے یہ کیا دکھایا
رنج و غم و درد میں پھنسایا
ہے جوش میں ہجر کا سمندر
یا غوث علی شہِ قلندر

خدّام ہیں سر بسر پریشاں
کوئی بیتاب کوئی نالاں
مضطر ہے کوئی تو کوئی حیراں
برپا ہے۔ غرضکہ ایک طوفاں
ہے جوش میں ہجر کا سمندر
یا غوث علی شہِ قلندر

طوفانِ صدمہ الم ہوں
پامالِ ستم قدم قدم ہوں
رنجور ہوں سخت پھر بھی کم ہوں
میں منتظرِ فورِ غم ہوں
ہے جوش میں ہجر کا سمندر
یا غوث علی شہِ قلندر

حد سے گذرا غمِ جدائی
حرماں سے ہے زور آزمائی
کی ضبط نے دل سے بیوفائی
ناچار یہہ بات لب پہ آئی
ہے جوش میں ہجر کا سمندر
یا غوث علی شہِ قلندر

عالم کے بدل گئے ہیں کچھ ڈھنگ
ہے دیر و خراب کا عجب رنگ
آنکھوں میں ہے خارِ گل گہر سنگ
ہے کاہشِ ہر نفس سے جی تنگ

ہے جوش میں ہجر کا سمندر — یا غوث علے شہِ قلندر

دریا میں جو قطرہ مل گیا ہے — گم ہو کے حقیقت آشنا ہے
کہتے ہیں جسے فنا بقا ہے — پر مجھ سے تو پوچھئے کہ کیا ہے

ہے جوش میں ہجر کا سمندر — یا غوث علے شہِ قلندر

لطمہ پہ ہے لطمہ موج پر موج — ہر شام ہے لطمہ ہر سحر موج
زنجیرِ بلا ہے بسر موج — میں بیچ میں ہوں ادھر اُدھر موج

ہے جوش میں ہجر کا سمندر — یا غوث علے شہِ قلندر

رخصت ہوئے آپ جب سفر کو — میں تھام کے رہ گیا جگر کو
بھولا نہیں لطف کی نظر کو — کس سے کہوں درد بے اثر کو

ہے جوش میں ہجر کا سمندر — یا غوث علے شہِ قلندر

دوری میں ہے کام نالہ کرنا — یا چشم کو آنسوؤں سے بھرنا
مشکل دمِ چشد کا گذرنا — جینا ہر دم ہے مجھ کو مرنا

ہے جوش میں ہجر کا سمندر — یا غوث علے شہِ قلندر

منشا رفادو کون عالم — ہے خندہ گل پہ اشک شبنم
مربوط ہیں یوں ہی شادی و غم — حضرت کی وصال ہم کو ماتم

ہے جوش میں ہجر کا سمندر — یا غوث علے شہِ قلندر

اب ایک ہوئے جو نام تھے دو — تنہا مجھے چھوڑ کر گئے ہو
مجھ سے بھی اُٹھاؤ بس دوئی کو — شاہِ دل و جاں مری خبر لو

ہے جوش میں ہجر کا سمندر — یا غوث علے شہِ قلندر

رہنا غم و درد میں گرفتار — یا کھینچنا آہ و نالہ زار
بے طور سے مضطرب دلِ زار — پیدا ہیں خرابیوں کے آثار

ہے جوش میں ہجر کا سمندر — یا غوث علے شہ قلندر
چھوڑے گا یہہ اضطراب کیونکر — جائیگا یہہ پیچ و تاب کیونکر
ہو جمع دلِ خراب کیونکر — ہو شعلۂ آتش آب کیونکر
ہے جوش میں ہجر کا سمندر — یا غوث علے شہ قلندر
اے وائے یہہ میری تفتہ جانی — دریائے سرشک کی روانی
اے مظہرِ شانِ بے نشانی — کب تک یہہ جواب لنترانی
ہے جوش میں ہجر کا سمندر — یا غوث علے شہ قلندر
آئے تھے جہاں میں جس لئے آپ — پورا وہ کام کر گئے آپ
ہادی تھے و دستگیر تھے آپ — ہوں بیخود و بیقرار بے آپ
ہے جوش میں ہجر کا سمندر — یا غوث علے شہ قلندر
تھی ذات وہ محو ذات باری — تھا رنگ دوئی سے نقش عاری
ہاں صورتِ وصف اعتباری — ہے موجب درد آہ و زاری
ہے جوش میں ہجر کا سمندر — یا غوث علے شہ قلندر
وہ آپکی ہائے خوش بیانی — ایک جلوۂ شاہدِ معانی
ہر حرف میں نکتۂ نہانی — ہر لفظ میں راز جاودانی
ہے جوش میں ہجر کا سمندر — یا غوث علے شہ قلندر
توحید سے نسبتِ خداداد — تقلید نبی سے خاطر آباد
اوقات عزیز فیض و ارشاد — حرمانِ سعادت آہ فریاد
ہے جوش میں ہجر کا سمندر — یا غوث علے شہ قلندر
اے ہادیٔ مسلک شریعت — اے عارفِ منزلِ طریقت
اے محرمِ فرد بزمِ خلوت — اے مونسِ خلوتِ حقیقت

ہے جوش میں ہجر کا سمندر — یا غوث علی شہ قلندر
اے قبلہ آستاں کہاں ہو — اے کعبۂ روئے جاں کہاں ہو
اے معنیٔ جاوداں کہاں ہو — آنکھوں سے مرے نہاں کہاں ہو
ہے جوش میں ہجر کا سمندر — یا غوث علی شہ قلندر
جو لمعہ نور ذات میں تھا — وہ جلوہ نما صفات میں تھا
واجب ہی ممکنات میں تھا — دیکھا تو نہ شش جہات میں تھا
ہے جوش میں ہجر کا سمندر — یا غوث علی شہ قلندر
ہے شعلۂ شوق دل میں محبوس — فانوس میں جیسے شمع فانوس
کہتا ہوں یہہ مل کے دست افسوس — اب ہائے کہاں وہ ذوق پابوس
ہے جوش میں ہجر کا سمندر — یا غوث علی شہ قلندر
ہاں لمعۂ آفتاب تھا وہ — ہاں جلوۂ بے حجاب تھا وہ
نظارہ بے نقاب تھا وہ — جب آنکھ کھلی تو خواب تھا وہ
ہے جوش میں ہجر کا سمندر — یا غوث علی شہ قلندر
ہے نظم بیان چشم پرخوں — اشعار ہیں نالہ ہائے موزوں
پھونکا ہے یہ نجم دیں نے افسوں — دن رات ترکی میں کہہ رہا ہوں

ہے جوش میں ہجر کا سمندر
یا غوث علی شہ قلندر

دور آخر

اے نسیم صبح ایام بہار — در حریم کعبۂ جاں کن گذار
روئے خود بر خاک پای نیت بسای — شمہ احوال آنجا برکشای

فصلے از غوغائے محشر کن بیاں
کوس رحلت کوفت آں شاہِ زماں

غوث ما را وقت رحلت در رسید
رفت در غیبِ آں شہنشاہِ رسید

شاہبازِ قدس پرید از چمن
شد نور دیدہ بساط انجمن

باز گو از زائراں کوئے او
باز گو از بیدلانِ روئے او

باز گو رمزے ازاں دریائے راز
موجۂ دریا بدریا رفت باز

کن حدیث بحر ناپیدا کنار
باز گو زاں موجہ ہائے نور بار

باز گو از بزم آں شاہِ وحید
شہ سوارِ فرد سلطان مجید

اے تو خوان غیب را خوش میزباں
اے تو خضر راہ ما گم گشتگاں

اے جہانِ معرفت را آفتاب
از رخِ روشن برافگندی نقاب

در نگر آوارگان خویش را
چارہ کن بیچارگان خویش را

گوشۂ چشمی بہ مہجوراں بہ کن
یک نگہ بر حالت دوراں بکن

بشنو اے سلطاں ایوانِ بلند
مرد و زن ہا آہ و زاری میکنند

ہے چہ گفتم از غم و بگریستن
ہست دہم ایں مردن و ایں زیستن

تو بری از اقتراں و افتراق
از خیالات است ایں ہجر و فراق

دہم ہستی شد مجالِ اشتیاق
ہیچ باشد ماتم درد و فراق

بلبل و گل ہیچ بستاں نیز ہم
ذوق و شوق و علم عرفاں نیز ہم

جذر و مد بحر و ہم موج حباب
گر بسنجی جملہ یک آبست آب

وسوسہ بگذار بحر و موج کو
بے بشائی را حضیض و اوج کو

موج خواند قصۂ ہجر و وصال
بحر مستغنی ست از نقص و کمال

بحر اگر ساکن بود امواج لاست
بے تموج بحر را اشرح کجاست

جوششی زد بحر و موج آمد پدید
شد نمایاں آں قدیم اندر جدید

جوش و بحر و موج میخوانیش نام ... ورنه یک هستی ست بیرون از کلام
نیست مردان خدا را هیچ بند ... برترست از جسم و جان بیچون و چند
مردگان را خوف مردن در خورست ... زندگان را مرگ تن جان پرورست
زندهٔ را ممتنع باشد ممات ... مرده را خود روا نبود حیات
این حیات و این ممات از شرک هست ... وحدت مطلق بود در خویش مست
آنکه او زنده است حی و قائم است ... لایموت و لایزال و دائم است
دائم است و قائم است و زنده است ... لایزال و لم یزل پاینده است
زندگی بی نهایت بی زوال ... برتر آمد از تگاپوی خیال
خود تو بودی خود تو باشی تا دوام ... اے برون از گفتگو ها و کلام
تو دُر دریائے وحدت بودهٔ ... هم چنانکه بودهٔ آسودهٔ
جان تو خود جان جانان زندگی است ... از تو خرم بوستان زندگی است
سالها گردیدهٔ در بحر و بر ... هم تو خود مقصود بودی از سفر
سالها ارشاد را بردی بکار ... هم تو خود صیاد بودی خود شکار
از برون در بگفتی ما و من ... وز درون خود گوش بودی در سخن
از حقایق واز معارف در یقین ... نغز تر گفتی بوقت واپسین
چیست توحید آنکه از غیر خدا ... فرد آئی در خلا و در ملا -
بحر توحید الٰہی خود توئی ... بے یقین بے تشخص بے دوئی
مستئ صهبائے تو چون جوش زد ... کے شود شور من و تو گوش زد
بیخودی بزم خودی آراستهٔ است ... نعره ها از خاموشی برخاستهٔ است
اے ندیم الشمس نجم الدین بیا ... نعرهٔ دیگر بزن اے بحر دین
نعرهٔ دیگر بزن لب برکشا ... هائے هوئے تست معنی آفرین

دیده چوں بردید توشیده شود | در درون بحر ره پیدا شود

کاروان بحر در شب هائے تار
برکفت بنهد زمام اختیار

باز بنشیں در خرابات سخن | معنی اندر شیشهٔ الفاظ کن
باز گو حرفے ز سلطان جلیل | تا نگردد قصهٔ هجراں طویل
اے درخشاں کوکب نور قدیم | از کجا جویم الفاس کریم
از کجا جویم گلبانگ سرور | از کجا یابیم آں انس حضور
از کجا جویم قرب اختصاص | اے در تو قبلہ گاہ عام و خاص
از کجا جویم آں خوشحال ها | کز دل پاکت بروں زد سالها
پر تو حال خوشت چوں سر زند | مرغ اندوه و الم کے پر زند
پر تو حال خوشت چوں کوهسار | هست در عرصات جاں بر یک قرار
حسرت واندوه زائد از خیال | نے بہ پیش پر تو خورشید حال
پر تو حال تو پاک از بیش و کم | تا خت بیروں از وجود و از عدم
پر تو حال تو پاک از نیک و بد | برزده نقش ازل را بر ابد
پر تو حال تو پاک است از عمل | استوار و پائدار و بے خلل
پر تو حال تو پاک از فهم عام | هست لا شرقی و لا غربی مدام
پر تو حال اے سلطان حال | هست بالاتر ز پرواز خیال
ذات تو پاکست از حال و مقام | شهپر عنقائے تو بشکست دام
کشف هر حالے ز تو یابد کشود | هر مقامے از تو میگیرد وجود
نقد حال لست ذات پاک تو | ذات پاک لست در ادراک تو
در میان گردش لیل و نهار | هیچ تو کم دیده باشد روزگار

خضرِ ربانی و فردِ کاملے | عارف بیباک و مردِ کاملے
پاک و بیباک و مجرّد از علل | شاہبازِ اوجِ افلاکِ ازل
زندۂ جاوید و پاک از جسم و جاں | شہسوارِ عرصہ ہائے بے نشاں
بے نشانے را شناسا ور توئی | ہم شناسا و شناسا گر توئی
بے نشانے را نشاں آمد ز تو | بحر و کان گوہر فشاں آمد ز تو
لا و الا ہر دو پیشت چیست لا | ما و تو گم گشت باقی کیست لا
ہر چہ میگویم قولِ ماست ایں | گفتگو ہا محو شد دریاست ایں
محو را ہم محو کن اے چارہ ساز | ہست فرق از بے نیازی تا نیاز
نیست جائے گفت و تشبیہ و مثال | لیس شی مثلہ کم کن خیال
گر بگویم ور نہ گویم شان تست | ہم خیال و بے خیالی آنِ تست
اے بری از مرگ و ہم از زندگی | نے خدائی نے بدت نے بندگی
ہم خدائے بندگانی اے خدا | بندہ ہستی یا خدا یا خود جدا
خود جدائی خود تو وصلی خود توئی | اے منزّہ از یکے و از دوئی
اے بری از حدِّ اعداد و شمار | با وجودت نیست کس را اعتبار
با وجودت نیست چیزے معتبر | عقل تیرہ گشت و خیرہ شد نظر
ہم چو کافر بادیم بت خانۂ | تا ز تو گویم ہتو افسانۂ
خویش را ثابت کنم تا خوانمت | سر بنادانی دہم تا دانمت
بت تراشم گر ترا یاد آورم | آذرم من گر ترا طاعت برم
کافرم من گر ترا آرم سجود | من چہ باشم تا نہم خود را وجود
دامن از گردِ حدوث افشاندۂ | در جہان غیب مرکب راندۂ
کشور تن را فرو بگذاشتی | آئینہ از پیش ما برداشتی

گفتگوها از پس آئینه بود — گفتگو را غیر ازیں آئین نبود
گفتگو بر جاست تا گردیده فوت — لیک بیروں از لباس حرف و صوت
پردهٔ صورت زرو انداختی — معنی معنی نمایاں ساختی
جانِ جاں بودی و جانِ جاں شدی — هر چه بودی هر چه هستی آں شدی
بر شکستی ساغر و مینای ما — اے غنی الطبع بے پروائے ما
بزم اُنس بیدلاں برهم زدی — پشت پا بر هستی عالم زدی
بزم اُنس بیدلاں دادی بباد — اے زرویت انجمن خالی مباد
اے ز تو خالی مبادا جائے تو — منظر حق روئے جاں افزائے تو
اے دریغا کاروان شهر جاں — رخت بربست و بزد طبل گراں
اے دریغا روزگار وصل شد — جلوه کرد و بهار وصل شد
اے امیر الشرق نجم الدین بیا — نعره میزن شور میکن بے نوا
مشرقت جاں و دل ویران ماست — بے سر و سامانیت سامان ماست
نعرهٔ تو دل بجنباند همی — شورِ تو جانها بشوراند همی
همت والا بما همراه کن — رو بسوئے بارگاه شاه کن
شاه ما پاکست از مرگ و هلاک — گر فنا گردد دو عالم نیست باک
زندگی و مرگ نبود جز فریب — نیست کس را سود و سرمایه نصیب
هر که دارد مایهٔ بے مایه اوست — وانکه اندر فقر شد بے سایه اوست
هر که جاں داری کند بیجاں تراست — وانکه ساماں یافت بے ساماں تراست
سود و سرمایه خیالے بیش نیست — مایه درویش جز درویش نیست
نقد درویشاں تهیدستی بود — دست مزدشاں همیں مستی بود
چیست گنج خوشدلی کیسه تهی — اصل دانشها بود ناآگهی ؛

هستی مطلق سراسر نیستی است — اصل هستی نیستی در نیستی است
زندگی را ترک جان بخشد وجود — خود تو ئی گر بیخودی گیرد نمود
بیخودی و باخودی هم نا رواست — بے نشانی حضرت سلطان ماست
حضرتِ سلطان نگردد بیش و کم — بے مثالش نے وجودش بے عدم
حضرتِ سلطان ندارد ماسوا — راست بر جائے خود ست این ماجرا
حضرتِ سلطان بسویش بار نیست — سالکانش را سر و دستار نیست
حضرت سلطان نمیگنجد بگفت — در سخن کس در نیابد معنی نسفت
من ندانم حضرت سلطان کجاست — دل کجا و تن کجا و جان کجاست
حضرت سلطان ندارد بوئے غیر — هست خود بر گرد خود در دور سیر
حضرتِ سلطان چه باشد لب ببند — قاصر آمد نزد با هنا و کمند
هوش را بفروش و حیرت وام کن — قطرہ از بیخودی در جام کن
باکه گویم کن تو خود کن یا مکن — اعتبار قطره در دریا مکن
قطره گشتی و سوے دریا شدی — راه بنمودی و ره پیما شدی
قطرگی گم گشت و دریا موج زد — وهم پستی محو شد بر اوج زد
وهم را بشکن که برخیزد دوئی — تا تو ئی گردی بر انگیزد دوئی
از دو بینی هست این مرگ و هلاک — حضرت سلطان ما پاکست پاک

پاک را کے مرگ آید در خیال — زنده را مردن بود امر محال
وصل او دائم بود با زندگی — ذات او را زنده گویا زندگی
زنده را حلقهٔ ماتم چراست — از پے گنج مسرت غم چراست
زندهٔ در زندگی بے پرده شد — مردگان را دل چرا آزرده شد
زنده را بزم طرب آراستند — مردگان بهر عزا برخاستند

زنده گرداز دامنِ جاں برفشاند | مردگاں را صبر و آرامش نماند
مرده آں باشد کہ وہمش زندگیست | پیش و پس خویش اندر بندگیست

مرده پندارد کہ ما خود زنده ایم | زندگی را لایق وار زنده ایم
زنده آں باشد کہ مردن جان اوست | خانهٔ ویراں ساختن سامان اوست
زنده آں باشد کہ از ہستی برست | ہست اندر نیست اندر نیست ہست
زنده آں باشد کہ بال جان کشاد | نیست گشت و محو تست و نامراد
زنده آں باشد کہ پیش از مرگ مرد | مرده گشت و تن بہ بحر جاں سپرد
مرگ او جاں داد و جانش زنده شد | در جہان خوشدلی تا زنده شد

او زوہم زندگی آگاه نیست
مرگ را ہم سوے ذاتش راه نیست

شمس ربّانی توئی اے نجم دیں | برفراز منبر جاں برنشیں
ہاں بیاؤ نعرهٔ دیگر بزن | خامشی تست سرِ جوش سخن
ہوش را بر درگہ شہ کن نثار | ہائے وہوئے برفگن دیوانہ وار
من کجا بودم تو خود بودی مدام | تہمتے بر بافتی از ننگ و نام
طوق ما کردی زنیکی و بدی | راه بنمودی وراہِ ما زدی
مرده گشتم تا مرا دادی حیات | گم شدم چوں یافتم راه نجات
از دمِ پرعشوه ہاؤ پرفریب | بے سبب کردی تو ما را ناشکیب
اتحادِ تو مرا بیگانه ساخت | عقل و ہوش تو مرا دیوانہ ساخت
از نزول ذات تو پست آمدم | تو کشیدی جام من مست آمدم
خوئے آزاد تو در رو ام کشید | تو شدی پنہاں مرا کردی پدید
از عنائے تو شدم من مستمند | علم تو ما را بنادانی فگند

وصل تو ما را به هجراں در سپرد | حی و قائم تو شدی ما خورد و مُرد
عدل تو ما را بظلم آگند و جهل | مشکلِ ما جمله پیشِ تست سهل
تا تو کردی خنده من گریاں شدم | تو شدی رو پوش من عریاں شدم
تو بیا سودے شدم من پائمال | من به هجر افتادم و تو در وصال
من شدم سرگشته تو بر جاستی | من شدم تنها تو بزم آراستی
تو گرفتی جاه و من رفتم ز جائے | سر کشیدی تو من افتادم ز پائے

تو شدی گنجے و من ویرانه ام
عقل کل هستی تو من دیوانه ام

تو خزامیدی و من رفتم ز دست | تو شدی بت آفریں من بت پرست
تو ز من گشتی و من گشتم ز تو | تو ز من بگذر که بگذاشتم ز تو
گر نماند این من و تو درمیاں | نے ترا سود است نے ما را زیاں
چوں تو خود هستی نمیری ز نیہار | نیستم من پس کجا گیرم قرار
بخشِ دیں اے مطلع انوار جاں | نعره دیگر بزن بے این و آں

خود مخاطب باش و خود میکن خطاب | خود تو ئی اصل سوال و هم جواب
خود بخود با خود بکن گفت و شنید | نعره از قعر جاں باید کشید
رمز خود بیخویشتن آغاز کن | نعره هائے بے سر و بن ساز کن
انچه ناید بر زباں گفتار تست | انچه مخفی ماند آں اظهار تست
من نگویم بلبل و پروانه | هاں برائے سوختن مردانه
بے تپ هجراں و بے ذوق وصال | خود بسوزد خود بسازد خود بنال
از خزاں و از بهاراں در گذر | واز گداياں قصه پیش شه ببر
اے شه والا که در ره آمدی | خود گدا گشتی و خود شه آمدی

در حریم خاص در سیری شدی
خود یگانہ بودی و غیری شدی

بازی نیرنگ خوش در باختے
اسپ و فرزیں پیل و بیدق تاختے

بر کشادی پائے رفتار ہمہ
فرق پیدا گشت در کار ہمہ

لیک در معنی بغیر ذات نیست
اندریں بازی ترا شہ مات نیست

ذات تو پاکست کے گردد بدل
اے بری از رنج و آفات و خلل

ہر چہ داری نے کم آید نے فزوں
نے بہ پیشت فرق بیرون دروں

نے بہ پیشت جسم و جانہا را وجود
نے بہ پیشت از مکان و نے زمان وارد نمود

نے بہ پیشت ظاہر و باطن دو چیز
نے بہ پیشت اندک و بسیار نیز

نے بہ پیش تو فنا و نے بقا
نے بہ پیشت ابتدا و انتہا

نے بہ پیشت آسمانہا و زمیں
نے شریعت نے حقیقت نے یقیں

نے بہ پیشت ماہا و نے نشاں
نے بہ پیشت کفر و دیں نے ایں و آں

نے بہ پیش تو وجود و عدم
نے بہ پیش تو حدوث و نے قدم

پیش تو تعلیل و توجیہات نیست
پیش تو امسال و تشبیہات نیست

نیستی ہم پیش تو گردید نیست
غرقۂ توحید جز توحید نیست

چیست توحید آنکہ از غیر خدا
فرد آئی در خلا و در ملا

خود تو گفتی خود تو بشنودی ز خویش
خود تو رفتی آمدی خود پیش پیش

من چہ گویم من چہ باشم من کیم
خود تو بودی خود تو ہستی من نیم

چوں تو بودی چوں تو خود ہستی بپا
من کجایم من کجایم من کجا

انچہ باشی باش من باشم نہ تو
خود بہ بیں و خود بداں و خود بگو

خواہ پنہاں باش و خواہی آشکار
بیدلاں را با فضولیہا چہ کار

من ندانم تو نہانی یا عیاں
نے بگمنی در یقیں نے در گماں

گر توئی از من نمے آید خبر
در منم از تو نمے یابم اثر

بے من و تو کار نکشاید بگفت
رمز وحدت خود نمے آید بگفت

ایں عبارات و اشارات و خیال
گشتہ پیش سرِّ وحدت پائمال

پس چہ باشد زندگانی چیست مرگ
ذات تو قایم بود بے ہیچ برگ

ذات تو لاریب پاکست و صمد
نے ازل گردِ تو گردد نے ابد

ہم ازل مستغرق تو ہم ابد
امر کردی قل ہو اللہُ احد

قال را بگذار و حال خود بجو
کے بمیرد غرقۂ دریائے ہو

حال و قال از تفرقہ ظاہر شود
کیست تا از اصل خود ماہر شود

جمع تفریقے ہمی گردد عیاں
اصل ایں ہر دو نیاید در بیاں

آگہی از سرِّ مطلق کے بود
انچہ در فہم تو آید شے بود

راست نبود ہر چہ گوئی زیں نمط
خود غلط انث غلط املا غلط

از صحیح و از غلط ہم دور باش
ہر چہ خواہی گو بخود مسرور باش

نے غلط کردی نیاوردی صحیح
نے حسن پیداست اینجا نے قبیح

نے قبیح و نے حسن نے خوب و زشت
نیست کعبہ نیست ویرانے کنشت

علم و عرفاں نیست گشت و فرق شد
زورق اندر بحر وحدت غرق شد

غرقہ را نبود مقام و منزلے
غیر دریا نیست اورا محملے

بارگاہ اوست بے جاؤ مقام
نے نشانے ہاشدش نے ہیچ نام

ہر کجا سر بر زند خود جائے اوست
بے سر و سامانیش ماوائے اوست

ہست آزادہ ندارد پائے بند
نے اسیر وقت و نے در جائے بند

ہم زمان و ہم مکاں خیزد ازو
اعتبار جسم و جاں خیزد ازو

نامرادی ہم ازو مقصود ہم
عبد از پیدا شود معبود ہم

هرچه مے خیزد نہ بیرونش بود ۔ ہرچہ غیر ست آں نہ ما دونش بود
ہیچ گردد نے خودست و نے خدا ۔ اتحادی نے حلولی نے جُدا
پاک از ناپاک و پاک از پاک ہم ۔ اصل نور و اصل نار و خاک ہم
گفتہ و ناگفتہ یکساں پیشِ اوست ۔ دیدہ شد نادیدہ چہ دشمن چہ دوست
ہست خود تنہا و ہم خود انجمن ۔ گاہ نو میگردد و کاہے کہن
معنیش واحد عبارتہا بسے ۔ نیست نقصاں گر نخے فہمد کسے
از عبارت تا بمعنی فرق نیست ۔ گر بدانی ظاہر و باطن یکیست
شد عبارت روئے معنی را حجاب ۔ معنی آمد در عبارت آفتاب
ہم عبارت گشت معنی را شہود ۔ در عدم معنی عبارت در وجود
در بسنجی ایں مثال ہیچ ہیچ ۔ غیر معنی نیست خود موجود ہیچ
معنی آزاد خود پابست شد ۔ نیست شد معنی عبارت ہست شد
آں عبارت نیست خود معنی ست آں ۔ در نہاں معنی عبارت در عیاں
نیست معنی و عبارت جز مثال ۔ جملہ وہم است و گماں ست و خیال
از عبارت وز معانی پاک شو ۔ خاک مردانِ خدا را خاک شو
از بیان و گفتگو لب بستہ بہ ۔ خامہ گر جنبش کند بشکستہ بہ
ذکر و فکر و فہم و ادراک و قیاس ۔ ایں ہمہ بگذار و ویراں کن ہراس
کار دارد سوختن نے ساختن ۔ ہست کار اینجا سپر انداختن

قطعہ تاریخ

شد آن غوثِ علی سلطان ذیشاں ۔ کہ ما را قبلۂ دنیا و دیں بود
مآب خلق عالم بارگاہش ۔ تو گوئی آسمانے بر زمیں بود

شد فقر و فنا دریائے توحید — ورائے عرصۂ علم و یقیں بود
فریدے بے حجاب بے راست گوئے — بعرفان و حقیقت دوربیں بود
زہر گونہ کمالش بہرہ خاص — نشان اولیں و آخریں بود
دلش تفسیر لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ — کہ فارغ از غم دنیا و دیں بود
بہمت پیشرو فرد جریدہ — بکنج خوشدلی عزلت گزیں بود
بتوحید و توکل یک سوارہ — بترکِ دونِ حق خلوت نشیں بود
بایثار و کرم ابرِ گہربار — ظہورِ شانِ رب العالمیں بود
سخن ہائے بلند و ارجمندش — مذاقِ اہل حق را انگبیں بود
کلامش ہر یکے صد باب حکمت — نکاتش طالباں را دلنشیں بود
براتِ قسمت خود ہر کسے یافت — بہانے خرمنش را خوشہ چیں بود
بجیب اندر محیط سرمدی داشت — زموزِ وحدتش در آستیں بود
خرابات حقیقت را قلندر — شریعت را امام المتقیں بود
ز آب و گل منزہ ذات پاکش — اگرچہ در میاں ما و طیں بود
کلیدے بود اسرارِ ازل را — نقود گنج غیبی را امیں بود
ہمش حق الحقیقت بود دیہیم — ہمش ملک صفا زیر نگیں بود
ندانم من چہ بود آں بحر موّاج — نہ خود بود و نہ آن بود و نہ ایں بود
بدوں از بود نابودست بودش — چرا گویم چناں بود و چنیں بود
بہ بحرِ غیب چوں کشتی فرو برد — خرد گفتا کہ خضر راہ بیں بود

۱۸۸۰ء

دیگر

شد غوث علی شہ زمانہ — سلطان حقیقت و طریقت
تاریخ وصال گفت ہاتف — او بود شہنشہ حقیقت

۱۲۹۷ھ

ہفتم خاتمۃ الکتاب مشتمل بر
بعضے حالات بعد از وصال و حال راقم

جسوقت جناب قبلۂ انام وکعبۂ خاص و عام کا وصال ہو چکا تو اوّل اس خاکسار دل فگار کو تعمیل وصیت کی فکر ہوئی گیارہ بجے شب کے چند صاحبوں کو ہمراہ لیکر اسی میدان میں پہنچا جسکا نشان حضرت نے بوقت وصیت دیا تھا۔ بعد جستجو وہ جگہ پسند آئی جہاں کہ اب مزار شریف بنا ہوا ہے۔ راقم نے اُس زمین کی کیفیت ملکیت وغیرہ دریافت کی تو اہل پانی پت سے معلوم ہوا کہ یہ زمین لاوارث ہے بجز ذات پروردگار کے اسکا والی وارث نہیں مگر ہاں شاملات طرف افغانان کہلاتی ہے کسی کا خاص دعوے اور کسی خاص شخص کا قبض و دخل نہیں ہے علی الصباح اپنے چند برادرانہ بھائیوں کو مع دیگر اشخاص کے زمین مجوزہ دکھائی سب صاحبوں نے باتفاق رائے کیا اُسوقت راقم نے اپنے ہاتھ سے قبر کا نشان بنایا اور تیاری قبر شروع کرادی وہاں سے آکر تجہیز و تکفین کا سامان شروع کیا اور نماز صبح سے پہلے سب اشیائے ضروری خود جا کر بازار سے خرید لایا اور غسل کی تیاری کرادی۔ اور مولوی راغب اللہ صاحب و قاضی عبد الحق صاحب و محمد اکبر صاحب و میانجی عبد الحق صاحب و ابراہیم خاں پہلوان و چھوٹے خاں و جان محمد عرف جلاد و مولوی عبد الصمد خاں ٹونکی و نصیب خاں جھاجھری اور راقم شریک غسل ہوئے۔ اُسی حجرہ کے اندر جس میں حضور قیام پذیر تھے دروازہ بند کر کے غسل دینا شروع کیا۔ اسی اثناء میں ایک شخص اجنبی مسافر سفید لباس سر پر عمامہ گندم گول درمیانہ قد ریش گرد و مقطع سفید بال کم سیاہ زیادہ ہاتھ میں اگر کی بتی بیدھڑک دروازہ کھول حجرہ کے اندر آگیا اوّل اگر کی بتی روشن کی پھر لوٹا لیکر غسل میں شریک ہو گیا ہم میں سے کوئی اسکو نہیں جانتا تھا پوچھا کہ آپ کون ہیں۔ تو کہا کہ میں کہ میں پیران کلیر سے آتا ہوں ایک اگر کی بتی مخدوم علی احمد صاحب کے مزار پر روشن کی تھی اور ایک بتی یہاں کے روشن کرنے کے لئے لایا ہوں۔

ہم نے سمجھا کوئی مسافر ہوں گے خیر نماز جنازہ ہمارے شریک حال رہی۔ جناب مولوی قاری حافظ محدث و مفسر حضرت استادی مولانا مولوی عبدالرحمن صاحب انصاری پانی پتی نے نماز جنازہ پڑھائی اس کے بعد ہر چند اس مسافر کو تلاش کیا کہیں پتہ و نشان نہ ملا معلوم نہیں کہاں سے آیا تھا اور کہاں چلا گیا۔ ہزار ہا آدمی ہندو مسلمان خاص شہر اور گرد و نواح کے رہنے والے جنازہ شریف کو اٹھانے کے لئے جمع ہو گئے تھے دو بار نماز پڑھی گئی۔ مجاوران قلندر صاحب نے بہت شور و غل مچایا کہ ہم حضرت کو اپنی زمین متصوضہ میں رکھیں گے لیکن انکا فتنہ و فساد پیش نہ گیا جو کچھ وصیت ہوئی تھی اسکی تعمیل کی گئی۔ جب قبر تیار ہو گئی تو شیخ بو علی بخش صاحب قریشی نے اس مجمع کثیر و جم غفیر میں کہ نائب تحصیلدار و تھانہ دار مع عمال و اہلکاران اور افسران محکمہ بندوبست اور اکثر معلمین و رؤسائے پانی پت اور ہزاروں ہندو مسلمان جمع تھے یہ بات جملہ افغانان پانی پت سے کہی کہ گو یہ زمین لاوارث سالمات طرف افغانان ہے۔ لیکن تمہاری پٹی سے منسوب ہے۔ لہذا تم صاحبوں کی خدمت میں عرض ہے کہ یا تو اس زمین کی قیمت لیکر بعنایہ تحریر کر دو یا اس زمین کے عوض میں اور زمین لے لو یا بنام خدا وقف کر دو ایسا نہو کہ بعد میں کچھ فتنہ و فساد برپا ہو افغانوں نے کہا کہ ہم لوگ باہم مشورہ کر کے جواب دیتے ہیں تمام افغانوں نے الگ بیٹھکر مشورہ کیا اور حکیم موجو خاں نے بطور سرگروہ کے سب کی طرف سے علی الاعلان یہہ جواب دیا کہ سنو صاحبو ہم لوگوں نے یہ قطع زمین حضرت کے مزار شریف کے واسطے وقف کیا ہمکو اور ہماری اولاد کو کسیطرح کا دعوے نہیں ہوگا خدام حضرت کو ہر طرح اس قطعہ زمین کا اختیار ہے اس جواب پر ہر طرف سے صدائے آفرین بلند ہوئی۔ بعدہٗ اول خاتم قبر کے اندر سرہانے کی جانب اترا اور محمد اکبر صاحب مخدوم زادہ پانی پتی کی طرف اور اور کمر کا تکیہ قاضی عبدالحق صاحب اور مولوی عبدالصمد خاں نے پکڑا اور وہ جسم لطیف وجسد شریف اس چٹیل میدان میں دفن کیا گیا اور حسب وصیت ایک کھنگر سرہانے اور ایک پائنداز میں رکھکر سب لوگ بادل پر درد و آہ سرد واپس ہوئے اس کے بعد افغان اپنے قول سے منحرف ہو گئے اور عام لوگ بجائے تحسین نفرین کرنے لگے

احوال روز سوم

جبکہ تیسرا دن ہوا تو موافق رسم زمانہ ایک مجمع عام فاتحہ خوانی کے لیے مجتمع ہوا حافظ سعد اکبر صاحب مخدوم زادہ پانی پتی نے اس راقم عاجز کی طرف اسطرح خطاب کیا کہ اسوقت تمام عمائد شہر اور تمہارے اکثر برادران طریق موجود ہیں انکی خواہش ہے کہ دستار خلافت تمہارے سر پر رکھیں کیونکہ جناب قبلہ کی عنایت بیغایت تمہارے حال پر بہت تھی اور تیرا ایام ضعف و علالت میں تمہارے ہاتھ پر چند آدمیوں کو خود حضرت نے بیعت کرایا پس سب کے نزدیک تم اس دستار کے مستحق ہو میں نے بجواب اس بات کے عرض کیا کہ اول تو میں ایک آزاد سیاح خانماں برباد ہوں آج یہاں کل وہاں نہ رہنے کا بہروسہ نہ قیام کا ٹھکانہ خلافت کے لئے ایسا شخص چاہیئے جو جانشین و گوشہ گزین رہے دوسرے یہ کہ اگر جناب قبلہ و کعبہ اپنے دست مبارک سے ایک پاپوش بھی میرے سر پر رکھدیتے تو میں اُسکو فخر دو عالم سمجھتا اور نہ غیروں کے ہاتھ سے تو تاج سلطنت بھی ہیچ ہے تیسرے یہ کہ نہ ہمارے قبلہ و کعبہ نے اسطرح کی دستار باندھی نہ میں باندھوں۔ اور جسطرح جناب قبلہ کو اجازت و خلافت ملی تھی وہ مجھکو خود عطا فرما چکے ہیں اب اس دستار کی کیا ضرورت ہے پھر حافظ سعد اکبر صاحب نے فرمایا کہ اچھا تم جسکو کہو اوسکو دستار باندھی جاوے کیونکہ ایک آدمی کا رہنا خانقاہ مبارک پر ضروریات سے ہے میں نے کہا کہ یہ تین صاحب بزرگ موجود ہیں منشی فضل رسول صاحب حافظ محمد یوسف صاحب۔ صاحبزادہ علی حسن صاحب ان حضرات کو اختیار ہے خود باندھیں یا کسیکو بندھوائیں یہہ جواب سُنکر حافظ صاحب موصوف منشی فضل رسول صاحب کی طرف متوجہ ہوئے منشی صاحب نے جواب دیا کہ میں ایک دنیا دار آدمی ہوں اور یہ دستار فقر ہے نہ تو میں خود اختیار کر سکتا ہوں نہ کسیکو دے سکتا ہوں اسلیئے کہ یہ کام مردان خدا یعنی اہل بصیرت کا ہے کہ جسکو قابل دستار سمجھیں اُس کے سر پر باندھیں اگر یہ دستار چودھراہٹ یا نمبرداری کی دستار ہوتی تو آپ لوگ حقدار ہیں جس کے سر پر جی چاہے آج رکھدیجئے کل اُتار لیجئے حافظ صاحب نے جواب دیا کہ صاحب ہم لوگ تو آپکو فقیر سمجھتے ہیں اور یہ دستار بھی دستار فقیری ہے

کیونکہ سجادہ نشینان حضرت قلندر صاحب و شاہ ولایت صاحب و مخدوم صاحب لائے ہیں منشی صاحب نے کہا کہ آپ لوگ دنیادار ہیں یا فقیر کہا کہ ہم تو دنیادار ہیں لیکن دستار از جانب فقرا ہے تب منشی صاحب نے فرمایا کہ اگر آپ مجھکو فقیر تصور کرتے ہیں تو جائے تعجب ہے کہ فقیر دنیاداروں کے ہاتھ سے دستار باندھے ہاں قلندر صاحب اور حضرت شاہ ولایت صاحب یا جناب مخدوم صاحب اپنے دست مبارک سے ایک پرانی جوتی ہمارے سر پر رکھدیتے تو ہزار دستار سے بہتر و برتر تھی اور اگر ان سجادہ نشین صاحبوں میں کوئی بزرگ صاحب بصیرت اور مرد خدا ہیں تو بسم اللہ وہ خود لایق دستار کو چشم باطن سے منتخب کرلیں گے اور دوسری بات یہہ ہے کہ دستار بندی ہمارے خاندان کا دستور نہیں نہ تو ہمارے قبلہ و کعبہ نے کسی کی دستار باندھی ہے نہ ہم باندھیں جسکو اللہ تعالے قبول و منظور فرمائیگا اوسکو دستار خود عنایت ہوجاویگی بعد ازاں حافظ سعد اکبر صاحب حافظ محمد یوسف صاحب کی طرف مخاطب ہوئے اور کہا کہ آپکی کیا مرضی ہے جواب دیا مجھکو حضرت نے چار دفعہ حیدرآباد جانے کی تاکید فرمائی لیکن مجھسے بڑی خطا و نافرمانی ہوئی کہ حضور کے سامنے نہ چلا گیا اب عزم مصمم ہے کہ چار روز کے بعد حیدرآباد کو روانہ ہوجاؤنگا پس میں مجبور ہوں البتہ صاحبزادہ علی حسن صاحب کو دستار باندھی جاوے تو مناسب ہے اسپر حاضرین مجمع نے کہا کہ صاحبزادہ صاحب کو اختیار ہے کہ مریدوں میں سے جسکو لایق سمجھیں اُس کے سر پر دستار باندھیں نہ یہ کہ مرید کی دستار خود صاحبزادہ صاحب باندھ لیں یہہ امر خلاف طریقہ قدما ہے جب یہہ بات طے ہوچکی تو دستار بندی موقوف رہی اور مجلس برخاست ہوئی

راقم کی آوارہ گردی و صحرانوردی

حال اس آوارہ گرد کا یہہ ہے کہ جب میری عمر تیرہ برس کی ہوئی تو اس وقت تک پڑھنے لکھنے کی طرف اصلا توجہ نہ تھی لہو لعب کے سوا کوئی مشغلہ نہ تھا سیر و شکار کے سوا کسی چیز کی رغبت نہ تھی حضرت والد ماجد نے یہ کیفیت ملاحظہ فرماکر از راہ شفقت پدری بغرض اصلاح حال و

وتحصیل وتکمیل علوم مروجہ بخدمت جناب مولوی عبدالغنی صاحب مدرس اعلیٰ اور مولوی احمد حسن صاحب نائب مدرس مدرسۂ تعلیم المعلمین راول پنڈی روانہ فرمایا مدرسہ میں داخل ہوکر سال بھر تعلیم فرمائی بفضلہٖ تعالےٰ امتحان سالانہ میں کامیاب ہوا۔ اور سند حاصل کرکے ملازمت سرکاری اختیار کی دو سال اس شغل میں گذارے۔ پھر چند احباب نے سوات بنیر کا عزم کیا معلوم ہوا کہ بخدمت جناب قبلہ آخوند عبدالغفور صاحب رحمۃ اللہ علیہ بارادہ بیعت جاتے ہیں میں بھی رخصت لیکر مسافروں کا ہمدم و ہمقدم ہوا لیکن مجھکو کچھ تمیز نہ تھی کہ اس کام کا مآل اور اس فعل کا نتیجہ کیا ہوتا ہے اور پیری مریدی کیا چیز ہے۔ خربفت خربفت کا مضمون تھا ان کی دیکھا دیکھی میں نے بھی شرف بیعت حاصل کیا اور واپس آکر پھر اُسی دھندے میں مصروف ہوگیا جب سات برس نوکری میں گذر چکے اور عمر کا اکیسواں سال شروع ہوا تو ایک روز خیال آیا کہ افسوس تو نے دنیا کا علم تو حاصل کیا مگر علوم دینی سے بے بہرہ رہ گیا اسی خیال میں استعفٰے داخل کردیا لیکن حاکم نے منظور نہ کیا دوبارہ دیا سہ بارہ دیا تو حکم آیا کہ اگر تم استعفٰے دو گے تو سزا ملیگی طبیعت کا یہ حال اور حاکم کی یہ کیفیت نہایت حیران و پریشان ہوا کہ الٰہی اب کیا کروں یہ نوکری تو وبال جان ہوگئی دو تین دن کے غور و فکر کے بعد یہ بات دل میں ٹھانی خیر جو ہو سو ہو چپ چاپ یہاں سے چل نکلو ہم نے کوئی چوری نہیں کی ہے کہ خواہی نخواہی سرکار گرفتار کریگی۔ یہ سوچکر جنگل کی راہ لی بعد قطع منازل و طے مراحل حضرت سلطان باہو صاحب کی خانقاہ میں پہنچا جو ملتان سے بتیس کوس بجانب شمال و غرب واقع ہے اور دل میں خیال گذرا کہ ان بزرگ سے اس معاملہ میں استصواب کرونگا کہ اب کدہر کو جاؤں اور کہاں سے میرا مطلب حاصل ہوگا کیونکہ یہ مزار اس باب میں مشہور تھا کہ جو شخص اپنے حل مطلب کا سوال کرتا ہے اسکو کچھ اشارہ ہوجاتا ہے بارہ دن اسی توقع میں گذر گئے مگر کچھ سراغ حصول مدعا کا نہ لگا میرے دل میں نہایت پریشانی اور تردد پیدا ہوا۔ ایک کامل مجذوب اس خانقاہ میں رہتے تھے ایک روز مجھکو ملول دیکھکر بولے کہ گل حسن ادھر آؤ مجھکو تعجب ہوا کہ اس شخص نے میرا نام کیونکر جان لیا میں اُن کے

قریب گیا تو فرمایا کہ تم آرزدہ نہو کیونکہ بادشاہ سلامت دہلی گئے ہیں اور وہاں کے اہل دفتر نے رخصت لی ہے جب وہ تشریف لاویں گے تو ہم تمکو رخصت کرادیں گے خاطر جمع رکھو۔ چلو تمکو باغ کی سیر کرائیں یہہ کہکر باغ میں لے گئے ایک پھول گلاب کا توڑا اور میرے سر پر رکھدیا۔ سیر کرتے کرتے عصر کا وقت ہوگیا کہ چلو نماز پڑھیں ہم دونو نے ایک کنوئیں پر وضو کیا اور مسجد میں جاکر میں تو جماعت میں شامل ہوگیا اور وہ ایک طرف بیٹھکر بڑبڑانے لگے بعد نماز مجذوب تو چلدئے میں خانقاہ کی مسجد میں جا بیٹھا دوسرے دن مجذوب مجھکو تلاش کرتے ہوئے آئے اور کہا کہ چلو بادشاہ سلامت آگئے ہیں تمکو رخصت کرادوں میرا ہاتھ پکڑکر خانقاہ کے اندر لیگئے جھکر سلام کیا اور ہاتھ باندھکر عرض کرنے لگے کہ بادشاہ سلامت یہ شخص بہت دنوں سے بیٹھا ہے اسکا گلا کاٹ دو پھر بڑبڑانے لگے ذرا دیر میں بولے کہ چلو تمہاری رخصت ہوگئی۔ میں چلا آیا رات کو سویا تو خواب میں دیکھا کہ سلطان باہو صاحب فرماتے ہیں کہ تم ہندوستان کو جاؤ وہاں تمہارے سب مقاصد حاصل ہوں گے عرض پندرہویں دن تھا کہ میں وہاں سے رخصت ہوا اور براہ ملتان پاک پٹن و بنگلہ و فتح آباد و حصار تک و بہادر گڈھ دہلی میں پہنچا چار دن وہاں رہا مگر جی نہ لگا اور دل بہت گھبرایا پانچویں روز دہلی سے بعزم لاہور روانہ ہوا۔ جب آثار عمارت پانی پت نظر پڑی تو دل نے تسکین پائی اس خاک پاک کی آب و ہوا نے میری افسردہ طبیعت میں گویا جان ڈالدی شہر میں داخل ہوا تو خود بخود در و دیوار سے دل کشی و دل آویزی ٹپکتی تھی ؎

گفت از جا ہا کدامیں خوشتر است	✕	گفت آن شہرے کہ در وے دلبرست

رات قلندر صاحب کی خانقاہ میں ٹھیرا دن نکلا تو شہر کے گلی کوچوں میں پھرتا رہا اور بھوتوں والی مسجد میں قیام پسند کیا ؎ سارباناں بار بکشاز اشتراں ✦ شہر تبریز است و کوئے دلبراں ✦ پھر مولوی فتح محمد صاحب سے ملاقات ہوئی اُن سے میزان و منشعب کا سبق شروع کیا چند روز کے بعد خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک بزرگ سفید ریش

نورانی چہرہ فرماتے ہیں کہ تم قلندر صاحب کی درگاہ میں جایا کرو میں خاموش ہو رہا آنکھ کھلی تو سوچا کہ یہ بھی ایک وہم وخیال ہے دو تین دن کے بعد پھر وہی بزرگ خواب میں آئے اور فرمایا کہ تو گیا نہیں آج سے ضرور جایا کرو ورنہ تیرے حق میں اچھا نہ ہوگا آنکھ کھلی تو گمان گذرا کہ یہ بھی وسوسہ ہی ہے میں طالبعلمی کرنے اور پڑھنے کے واسطے آیا ہوں نہ قلندر صاحب کی زیارت کے لئے بار بار لاحول پڑھی اور خواب کو دل سے محو کیا دو تین دن کے بعد پھر وہی خواب دیکھا وہ بزرگ غصہ کی راہ سے فرماتے ہیں کہ تو ہمارا کہنا نہیں مانتا کیا تیری کمبختی آئی ہے میں نے جواب دیا کہ صاحب میں پڑھنے کے واسطے آیا ہوں مجھکو قلندر صاحب سے کیا غرض کہا کہ ہم کہتے ہیں وہ کرو ورنہ تیری گردن توڑ دیں گے میں نے کہا کہ خیر بہت اچھا جایا کرونگا مگر اس شرط پر کہ قلندر صاحب قادری ہوں فرمایا تجھکو قادری چشتی سہروردی نقشبندی سے کیا مطلب جو ہم کہتے ہیں سو کرا تنے میں آنکھ کھل گئی دل پر خوف طاری ہوگیا کہ الٰہی یہ کون شخص میرے پیچھے پڑ گیا ہے قہر درویش برجان درویش عصر کے وقت قلندر صاحب کے مزار پر گیا اور فاتحہ پڑھکر حوض کے گوشۂ شرقی وشمالی پر جو چبوترہ سنگ سرخ کا بنا ہوا ہے اُسپر آ بیٹھا اور حوض کی سیر دیکھتا تھا تھوڑی دیر کے بعد جناب قبلہ وکعبہ مرشدنا ومولانا سید محمد غوثعلی شاہ صاحب مبارز خانصاحب کی مسجد سے تشریف لائے اور میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ میں نے جواب سلام عرض کیا پھر استفسار فرمایا کہ تم کہاں کے رہنے والے ہو اور یہاں کیوں آئے ہو چونکہ طبیعت میں ایک وحشت تھی میں نے جواب دیا کہ آپ کیوں پوچھتے ہیں آپکو اس سے کیا فرمایا کہ تمہاری صورت مسافرانہ معلوم ہوتی ہے اور ہم بھی نووارد ہیں چھ مہینے سے یہاں مقیم ہیں قاعدہ ہے کہ مسافر کو دیکھکر مسافر خوش ہوتا ہے۔ اَلْجِنْسُ یَمِیْلُ اِلَی الْجِنْسِ ہمارا جی چاہتا ہے کہ تمہارا حال سُنیں اپنا کہیں تاکہ غم غلط ہو۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت کیا میں ہی مسافر ہوں اس شہر میں اور بہت سے مسافر ہوں گے کسی کو بلا لیجئے اور غم غلط کیجئے میں باتیں کرنے کے لئے یہاں نہیں آیا ہوں آپ ہنسکر بولے

کہ اب تو ہماری تمہاری مورچہ بندی ہوگئی جبتک فیصلہ نہو لیگا ہم تمکو چھوڑیں گے نہیں
چلو حجرہ میں بیٹھیں اور خوب لڑیں یہ فرماکر میرا ہاتھ پکڑ لیا اور حجرہ شریف کی طرف لے چلے
وہاں بیٹھکر گفتگو ہونے لگی آخر آپنے یہ شعر پڑھا ؎

رات تھوڑی حسرتیں دل میں بہت		صلح کیجے بس لڑائی ہو چکی	

میں اپنے دل میں بہت نادم ہوا کہ یہ مرد بزرگ تو مہربانی سے پیش آتے ہیں اور تو وحشت
اور سخت کلامی کرتا ہے اس میں تیرا کیا حرج اور نقصان ہے اپنا حال سنا دے یہ خیال کرکے
میں نے اپنی تمام سرگذشت بیان کردی فرمایا کہ ہم سے ہر روز ایک دفعہ مل جایا کرو تو کچھ
تمہارا حرج نہوگا اور تمہارے دل پر گرمی ہے یہ درود شریف پڑھا کرو ۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ
عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ سَابِقًا نُوْرُہٗ وَ اٰخِرًا ظُھُوْرُہٗ وَ رَحْمَۃً
لِّلْعٰلَمِیْنَ وُجُوْدُہٗ وَ عَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَ بَارِکْ وَسَلِّمْ میں نے عرض کیا کہ بہت اچھا
پھر اپنی گستاخی کا قصور معاف کرایا اور رخصت ہوا اس روز سے یہ معمول ہوگیا کہ ہر روز دو بار
حاضر خدمت ہوتا روز بروز محبت زیادہ ہونے لگی اور کمال مہربانی سے قبل از بیعت ہی تعلیم فرمانا
شروع کردیا اور حضور کے فیضان صحبت کی پیری و مریدی کا نتیجہ اور بیعت و ارادت کی حقیقت
منکشف ہوئی کمترین نے بیعت کی درخواست کی اور بہت اصرار کیا تو فرمایا کہ ابھی وقت
نہیں آیا چندے صبر کرو اور حزب البحر کی زکوٰۃ دو ۔ بموجب ارشاد کے زکوٰۃ دی فرمایا اسکو
ہمیشہ پڑھا کرو پھر میں نے درخواست کی کہ حضرت کوئی درود تعلیم فرمائے ارشاد کیا کہ میاں
تم اجاڑ گاؤں میں رہا کرو میں نے اصرار کیا فرمایا کہ اچھا رات کو قلندر صاحب کے مزار کے دروازہ
پر بارہ بجے کے بعد پڑھنا کیونکہ دس گیارہ بجے تو تمہارے پاس آدمی ہوتے ہیں اسوقت تمہاری
خبر گیری نہو سکے گی وہ درود یہہ ہے حَسْبِیَ رَبِّیَ جَلَّ اللّٰہُ مَا فِیْ قَلْبِیْ غَیْرُ اللّٰہِ نُوْرُ مُحَمَّدٍ
صَلَّی اللّٰہُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ حسب ارشاد رات کے بارہ بجے در مزار پر بیٹھ کر میں نے یہ درود
شروع کیا تھوڑی دیر بعد ایک بیہوشی طاری ہوئی اسی حالت میں ایک مار سیاہ نہایت دراز جسکے

سر پر سیاہ بال بالشت بھر لمبے اور آنکھیں شمع کی طرح روشن میرے تین چکر دیکر اور ران پر سر رکھکر سو گیا لیکن مجھکو اصلا خبر نہوئی جب اُسکے سر کی گرمی ران پر پہونچی تو میں بیدار ہوا چراغ روشن تھا اس اژدہے کی صورت دیکھکر میرے ہوش اُڑ گئے تسبیح ہاتھ سے گر گئی سکتہ کا عالم ہوگیا اب کروں تو کیا کروں تھوڑی دیر بعد یہہ خیال آیا کہ یہہ تو ہر طور اُٹھے گا اور جو ہونا ہے وہ ہو کر رہیگا تو ہی اسکو بیدار کر میں نے میں نے ران کو جنبش دی وہ گھبرا کر اُٹھا اور پھن اُٹھا کر میرے سر کے مقابل کھڑا ہو گیا اور بالشت بھر کی زبان نکالنے لگا یہہ کیفیت دیکھکر حواس جاتے رہے آنکھیں بند ہو گئیں گردن جھک گئی تھوڑی دیر بعد میں نے کن انکھیوں سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ وہ بدستور کھڑا ہے اور بار بار زبان نکالتا ہے پھر میں نے دلکو مضبوط کیا اور سیدھا ہو کر اس سے کہنے لگا کہ میں از خود یہاں نہیں آ بیٹھا مجھکو تو کسی نے بٹھایا ہے اگر تجھکو کاٹنا منظور ہے تو کاٹ کھا ورنہ چلا جا ناحق ستانے سے کیا فائدہ اتنا کہتے ہی وہ سانپ اپنے چکر کھول کر قلندر صاحب کے روضہ میں چلا گیا۔ حاجی سید فرید الدین مرحوم میرے قریب سوتے تھے آواز سنکر جاگ اُٹھے پوچھا کیا ہے میں نے ماجرا بیان کیا وہ لکڑی لیکر اُٹھے اور سانپ کو ڈھونڈا لیکن پتہ نہ ملا۔ میں پھر تسبیح سنبھال کر ہو بیٹھا اور ورد شروع کیا جب صبح کا وقت قریب آیا تو تسبیح رکھکر دوپٹا باندھنے لگا پھر جو تسبیح اُٹھاتا ہوں تو ایک سانپ میرے ہاتھ کو لپٹ گیا میں نے حاجی صاحب کو پکارا دوڑیو مجھے سانپ نے کہا لیا حاجی صاحب مرحوم لاٹھی لیکر دوڑے اور میں نے بمشکل تمام سانپ کے بل نچیے اور بازو سے کھولے اور ہاتھ جھٹک دیا سانپ گرا حاجی صاحب نے لکڑی ماری وہ تڑپنے لگا جب غور سے دیکھا تو وہی تسبیح ہے اور اس ضرب سے کئی دانے بھی ٹوٹ گئے ہیں حاجی صاحب بھی حیرت میں رہ گئے اور پوچھنے لگے کہ یہہ کیا بھید ہے میں نے کہا کہ صاحب میں خود حیران ہوں پھر مسجد میں آیا نماز پڑھی کچھ دیر بعد حاضر خدمت مبارک ہوا تو دیکھا کہ جناب قبلہ حجرہ کا دروازہ کھولے کواڑوں کو پکڑے ہوئے کھڑے ہیں مجھکو دیکھتے ہی یہہ شعر ارشاد کیا ؎

بابنی پانی بھر گیو اور سر پر لاگی آگ	بابا جن لاگی بانسری اور نکسن لاگے ناگ

پھر فرمایا ارے میاں رات یہ کیا شور و غل تھا میں نے تمام کیفیت عرض کی فرمایا کہ ہاں تم نے بانسری بجائی تو سانپ بھی نکلا میں نے عرض کیا کہ اگر یہی بانسری اور یہی سانپ ہیں تو ایک نہ ایک دن میری روح تحلیل ہو جائیگی آپ ہنسنے لگے پھر میں نے عرض کیا کہ حضرت یہ کیا بات تھی کہ قلندر صاحب کے بہروپ ہیں میں نے عرض کیا کہ نہیں حضور مجھے تو بہروپ زندہ قلندر کے معلوم ہوتے ہیں یہہ بات سنکر خاموش ہو گئے ایک روز میں نے عرض کیا کہ حضرت کوئی عمل خضر علیہ السلام کی ملاقات کا بھی ہے فرمایا کہ ہاں بہت عمل ہیں لیکن ہمکو تو کوئی یاد نہیں چند روز کے بعد مجھکو ایک کتاب ضخیم عنایت فرمائی اور ارشاد کیا کہ اسکی سیر کرو اور دیکھو اس میں کیا لکھا ہے میں نے مکان پر لیجاکر اسکا مطالعہ کیا تو ایک مقام پر یہہ عمل نظر پڑا اوّل دو رکعت نماز نفل پڑھے اور ہر رکعت میں بعد فاتحہ تین بار آیۃ الکرسی تین بار الم نشرح اور گیارہ دفعہ سورہ اخلاص اور بعد سلام اس عزیمت کو سات بار پڑھکر سینہ پر دم کرے اور بصورت حمل قبلہ رُخ شمال کو سرکر کے زمین پر سوے تو خضر علیہ السلام کی زیارت سے مشرف ہو تا سہ روزہ عمل کرے یعنی شب چہار شنبہ و پنج شنبہ و جمعہ وہ عزیمت یہ ہے بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ حُبُّ قُبُّ طَبَابِیْقُ طَاءِ طِبُّ شَافِعٌ وَشَفِیْعٌ وَجَمِیْعٌ وَ حِرْزٌ وَحَرِیْزٌ وَدِیْقٌ وَجَنَّۃٌ بِحَقِّ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ ط میں نے اس ترکیب کے بموجب عمل کیا تو پہلی شب مشرف بزیارت حضرت خضر علیہ السلام ہوا اور جو کچھ دیکھا گیا بیان میں نہیں آسکتا البتہ اتنا کہہ سکتا ہوں کہ اسوقت قلب مثل آئینہ ہو گیا تھا صبح کو یہ کیفیت جناب قبلہ کعبہ سے عرض کیا تو فرمایا میاں دوڑو دوڑو اُس کتاب کو لاؤ۔ میں جھٹ پٹ گیا اور لایا فرمایا کہ یہہ عمل ہمکو بھی نقل کردو میں نے اپنے قلم سے دیوان نیاز پر نقل کر دیا تب ارشاد کیا کہ تم اجازت دو ہم بھی اس عمل کو کریں گے کیونکہ تم اُس کے عامل ہو گئے ہو میں نے عرض کیا کہ حضور آپکی کتاب اور آپ ہی کا عمل

دیدار مینمائی و پرہیز میکنی　　بازار خویش و آتش ما تیز میکنی

اس کے بعد میں نے بیعت کے لئے باصرار التماس کیا تو فرمایا کہ قصیدہ بردہ حفظ کرو جب حفظ

تو اسکی ترکیب ارشاد کی بموجب ارشاد کے رات کو پڑھکر سو رہا خواب میں دیکھا کہ رسول الثقلین صلعم قلندر صاحب کی مسجد میں نماز عصر پڑھاتے ہیں میں بھی وضو کر کے جماعت میں شریک ہو گیا بعد سلام قدمبوس ہوا حضرت نے قرآن شریف کا آخری پارہ عنایت فرمایا - بیدار ہوا تو یہ کیفیت جناب وقبلہ سے عرض کی فرمایا کہ آج پھر پڑھو پھر پڑھا تو خواب میں دیکھا کہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم مسجد مذکور میں نماز فجر پڑھاتے ہیں میں بھی وضو کر کے شامل ہوا اور بعد سلام آپنے تمام قرآن مجید من اولہ الی آخرہ عنایت فرمایا بعد بیداری یہہ خواب بھی حضرت قبلہ سے عرض کیا حکم ہوا کہ آج پھر پڑھو - جب پڑھکر سویا تو دیکھتا ہوں کہ جناب رسول صلعم کے فراق میں دریا و صحرا اور کوہ و بیاباں طے کرتا ہوا ایک ریگستان میں پہنچا اور بیہوش ہو کر گر پڑا ہوں اور سطح ریت پر پڑا تڑپتا ہوں کہ ناگاہ محبوب کبریا احمد مجتبےٰ محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک جماعت کثیر کے ساتھ تشریف لائے اور میری سر کو اٹھا کر اپنے زانوئے مبارک پر رکھا اور ردائے شریف سے گرد و غبار میرے چہرہ کا صاف کیا میں ہوش میں آیا تو حضرت کے روئے منور پر نظر پڑی میں نے رو کر عرض کیا یا رسول اللہ میری فریاد رسی فرمائیے اس کے جواب میں رسول صلعم نے ارشاد فرمایا کہ بیٹا گھبرا مت اللہ تعالےٰ اپنا فضل کرم کریگا اور تیرے سارے مقاصد حاصل ہو جائیں گے خاطر جمع رکھ بیقرار نہو - ابھی وقت نہیں آیا تھوڑے عرصہ میں منزل مقصود کو پہنچ جائیگا اس کے بعد میری آنکھ کھلی تو اُسوقت ایک عجیب کیفیت طاری تھی کہ عبارت میں نہیں آسکتی صبح کو یہ تمام حال جناب قبلہ کی خدمت میں عرض کیا فرمایا کہ تم کو مبارک ہو مبارک ہو میاں یہہ حال تو ہمپر بھی نہیں گذرا تھا جو تم پر گذرا تو تمکو حج بھی نصیب ہوگا اور مدینہ منورہ کی راہ میں تم انہیں آنکھوں سے حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھو گے اور یہ خواب کی واردات بیداری میں تم پر گذرے گی لیکن تم پہچانو گے نہیں ایک روز میں نے عرض کیا کہ حضرت توجہ کیا چیز ہے اور اُس میں کیا کیفیت گذرتی ہے اور اُسکا حاصل کیا ہے ارشاد ہوا کہ میاں کتابوں میں

تو یوں لکھا ہے کہ مرشد طالب کو سامنے بٹھا کر اللہ کی ضرب اس کے قلب پر لگاتا ہے اُسوقت ایک نور مرشد کے قلب سے نکلکر مرید کے سینہ میں جاتا ہے اور توجہ کی بہت سی قسمیں ہیں اُنمیں سے ایک توجہ اتحادی ہے کہ پیر مرید کو اپنا جیسا بنا لیتا ہے یہانتک کہ دونوں کی شکل صورت ایک ہو جاتی ہے کچھ تفاوت باقی نہیں رہتا ہے۔

اندریں یم ماہیاں برفن اند	مار را از سحر ماہی مے کنند

اس توجہ کا اثر قیامت تک رہتا ہے کسی حال میں زائل نہیں ہوتا۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت میں کتابی بات کا سوال نہیں کرتا بلکہ میری غرض حصول کیفیت ہے نہ بیان اُسکا۔ فرمایا کہ ہاں یہ اور بات ہے اتنے میں کچھ اور گفت گو شروع ہوگئی وہ بات آئی گئی ہوگئی کئی دن کے بعد رات کو میں سویا تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک چار دیواری کے اندر کسی بزرگ کی قبر ہے جانب غرب تو جناب قبلہ بیٹھے ہیں اور جانب مشرق ایک مجذوب ہیں میانہ قد فربہ اندام سانولی رنگت کشادہ پیشانی گھنگریالے بال ریش گنجان کچھ سفید کچھ سیاہ اور دونوں حضرات مشغول مراقبہ ہیں میں نے جاکر سلام کیا جناب قبلہ نے اشارہ کیا کہ حضرت کی خدمت میں جاؤ میں مجذوب صاحب کی طرف گیا اُنہوں نے فرمایا کہ نہیں مولانا صاحب پہلے آپ۔ حضرت فرماتے ہیں کہ نہیں قبلہ پہلے آپ آخر مجذوب صاحب نے فرمایا کہ اچھا بیٹھو اور میرے قلب پر ہو کی ضرب لگائی اُسدم آنکھوں میں ایک بجلی سی کوند گئی اور میں بیخود ہوگیا تھوڑی دیر میں ہوش آیا تو کہا جناب میری تسلی نہیں ہوئی فرمایا کہ اب مولانا صاحب کی خدمت میں جاؤ میں ادھر آیا تو جناب قبلہ نے ایک نگاہ کی میں فوراً بیہوش ہو کر تڑپنے لگا ہوش آیا تو وہی سوال کیا کہ حضرت میری تسلی نہیں ہوئی فرمایا کہ بس اب جائے گا عرض کیا کہ گم جاؤں میری مراد یہی ہے آپنے دوبارہ القا فرمایا میں پھر بیہوش ہوگیا بڑی دیر بعد ہوش و حواس درست ہوئے تو درخواست کی کہ حضرت میری تشفی نہیں ہوئی فرمایا کہ اب تیرا قلب پھٹ جائیگا بس کر۔ اس کے بعد آنکھ کھلی تمام جسم عرق عرق ہے اور ہر بن مو سے اسم ذات جاری ہے قلب کی یہ حالت کہ سینہ سے باہر نکلا پڑتا ہے جسم کو دیکھتا ہوں تو گویا آئینہ جلی ہے۔

جدھر دیکھتا ہوں شرق سے غرب تک کوئی چیز حاجب نظر نہیں تمام روئے زمین من وعن پیش نگاہ ہے یہہ کیفیت مشاہدہ کرکے دل میں خیال آیا کہ تو عالم بیداری میں ہے یا خواب میں بارہا اپنی آنکھیں ملتا اور یہ شعر جامی پڑھتا تھا ؎

بہ بیداری ست یارب یا بخواب ست	کہ جان من بجاناں کامیاب ست

دو ڈیڑھ گھنٹہ تک یہی حالت رہی اس کے بعد وہ بات جاتی رہی تو دل میں نہایت بیقراری و بیتابی پیدا ہوئی فجر کے وقت حاضر خدمت مبارک ہوا دیکھتے ہی آپ ہنسے اور فرمایا کہ تم تو کوئی ہماری ہی بات لائے ہو گے چونکہ ہم سے محبت زیادہ رکھتے ہو خواب میں بھی ہمکو دیکھتے ہو گے میں نے عرض کیا کہ حضرت مجھکو تو اس سے کچھ مطلب نہیں کہ آپ تھے یا کون تھا لیکن اکبروز آپنے یہ فرمایا تھا کہ کاملین کی توجہ کا اثر قیامت تک رہتا ہے کسی صورت سے نہیں جاتا سو مجھکو تو دونوں صاحب کامل معلوم ہوتے تھے پھر کیا وجہ ہے کہ جو بات حاصل ہوئی تھی دو گھنٹہ میں سب زائل ہو گئی۔ فرمایا کہ تم سمجھتے نہیں یہہ روح کی توجہ روح پر تھی اور اسکے اثر کا دو ساعت دو ساعت تک جسم میں قائم رہنا بہت بڑی بات ہے یہہ ہر ایک کا کام نہیں ہے اگر ایسی توجہ جسم سے جسم پر ہوتی تو تمہارا جسم جلکر خاکستر ہو جاتا میں نے عرض کیا کہ حضور اب تو دونوں طرف جسم موجود ہے آپ مسکرا کر خاموش ہو رہے پھر میں نے عرض کیا کہ حضرت وہ مجذوب کون تھے فرمایا کہ جو شکل و شباہت تم بیان کرتے ہو اس سے قلندر صاحب معلوم ہوتے ہیں۔ الحاصل اس چھبیس برس کے عرصہ میں جو واردات اور جو واقعات مجھپر گذرے اگر مفصل تحریر کروں تو ایک دفتر عظیم اور کتاب ضخیم جداگانہ درکار ہو بقول شیخ ؎ اگر آں جملہ را سعدی بنگاشد ✦ بگردفترے دیگر املا کند ✦ اب یہاں سے کچھ حال مختصر بیان کرتا ہوں تاکہ کتاب کو طوالت نہ ہو جاوے۔

اور ہمارے احباب کو تکلیف نہ ہو۔ اس چھ سال کے عرصہ میں طالب علمی کی کیفیت یہہ تھی کہ منطق میں ملا حسن۔ فقہ میں کنز۔ شرح وقایہ۔ ہدایہ۔ تفسیر جلالین۔ اور پانچ پارہ۔ بیضاوی۔ اصول شاشی۔ نور الانوار۔ مشکوٰۃ شریف۔ اور کچھ حصہ بخاری شریف کا یہہ سب کتابیں پڑھیں

اور طاق نسیاں میں رکھدیں اس کے بعد میں نے پھر درخواست بیعت کی حکم ہوا جاؤ پہلے مولوی حبیب اللہ شاہ صاحب رامپوری سے ملو وہاں پہنچا اُنکی عظمت و جلال سے لوگ تھرّاتے تھے بڑی لڑائی بھڑائی کے بعد ملاقات ہوئی یہہ قصہ بہت طول طویل ہے آخر اُن بزرگوار نے اپنا عذر تقصیر کیا میں دن تک اُنکی خدمت میں رہا پھر واپس آیا اور بالآخر وہ تمام قصہ طول طویل خدمت عالی میں عرض کیا چند روز کے بعد حج بیت اللہ کا ارادہ ہوا ایکدن کمر باندھکر خدمت مبارک میں جا کھڑا ہوا پوچھا کہ خیر ہے میں نے اپنا ارادہ ظاہر کیا فرمایا کہ مہینے بھر تک اور توقف کرو اُس روز تو زبردستی ٹھیرا اگلے دن پھر وہی اُمنگ آئی اور کمر باندھکر پھر طالب اجازت ہوا آپنے خیال فرمایا کہ یہ ٹھیریگا نہیں اُسیوقت یہ شعر زبان مبارک سے ارشاد کیا:-

تو عزم سفر کردی و رفتی ز بر ما		بستی کمر خویش و شکستی کمر ما	

جاؤ رخصت اللہ حافظ مگر یہہ بات یاد رکھنا:-

گفت حق اندر سفر ہر جا روی — باید اول طالب مردے شوی

یہاں سے روانہ ہو کر بیت اللہ شریف کی زیارت سے مشرف ہوا جب بعد اتمام حج مدینہ منورہ کا قافلہ چلا تو میرے دل میں خیال آیا کہ مدینۃ الرسول کی زیارت کو سوار ہو کر جانا تو بے ادبی ہے پیادہ پا جانا چاہیئے چنانچہ پیدل روانہ ہوا اثنائے راہ میں ایک دنبل پاؤں میں نکلا تمام تمام ٹانگ سوج گئی چلنا دوبر ہو گیا درد کی شدت نے بیتاب کر دیا ناچار ایک لق و دق ریگستان میں بیہوش ہو کر گر پڑا ؎

تو دستگیر شوائے خضر پئے خجستہ کہ من		پیادہ میروم ہمراہاں سوار اند	

کچھ ہوش آیا تو خیال گذرا کہ بس اب تیری مدت حیات پوری ہو چکی اس بیابان بے آب و دانہ میں زندگی معلوم۔ افسوس کہ حضرت رسولخدا صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ کی زیارت بھی نصیب نہوئی اس حسرت و اندوہ میں بے اختیار آنکھوں سے آنسو ٹپکنے لگے میں اسی حال میں تھا کہ یکایک

گوشہ بیابان سے ایک غبار بلند ہوا فضا اور زمین گرد کو چاک کر کے ایک جماعت سواران ترک کی نمودار ہوئی وردی پہنے ہتیار لگائے عربی گھوڑے زیر ران میں انکی زرق وبرق کو دیکھکر حیرت میں تھا کہ وہ جماعت میری طرف متوجہ ہوئی سردار خیل نے میرے پاس آکر فرمایا کہ یا شیخ قدم قافلہ راح میں نے جواب دیا یا سیدی انا مریض فی مرض شدید ودا عکثیر یہ بات سُنکر وہ گھوڑے سے اُتر پڑے اور میرے سر کو زانو پر رکھکر ایک رومال سے چہرہ کے گرد وغبار کو صاف کیا اور فرمایا کہ فاین مرضك میں نے دنبل کی طرف اشارہ کیا کہ شق حتی اُنہوں نے میری تمام ٹانگ پر ہاتھ پھیرا معاً درد موقوف ہوگیا اس کے بعد بہت تسلی اور تشفی کے الفاظ فرمائے اور ایک ناقہ سوار کو حکم دیا کہ تم اسکو قافلہ میں پہنچا دو اور فلاں شخص کو تاکید کردو کہ بآرام تمام مدینہ تک لیجائے وہ ناقہ سوار صبا رفتار مجھکو لیچلا راہ میں بار بار کہتا کہ یا شیخ میرے لئے دعا کر۔ آخر کار قافلہ میں جا ملا اور ایک اونٹ پر سوار کر کے معلوم نہیں کدھر گیا اہل قافلہ نے نہایت خاطر ومدارات کی میں سمجھا کہ یہ سامان واسباب اُسی ترکی سردار کا ہے جس کے حکم سے میری خاطر داری ہوتی ہے میرے خیال کو اسبات سے اور بھی تقویت ہوئی کہ جب قافلہ منزل پر مقیم ہوا تو ایک عمدہ خیمہ نصب کیا گیا اور سب سامان اپنے موقعہ پر لگا دیا گیا میں اُس خیمہ کے زیر سایہ منتظر رہا کہ شاید وہ سردار اب آتا ہوگا۔ مگر کوئی نہ آیا اور وہ خیمہ یوں ہی خالی پڑا رہا اُسوقت مہتمم کاروبار سے میں نے کیفیت حال استفسار کیا اور سبب کچھ نہ بتایا بار بار اصرار کیا کہا تمکو اس سے کیا مطلب تیسرے روز قافلہ قریب مدینہ منورہ پہنچ گیا۔ اس نے شہر سے باہر مجھکو اُتار دیا اور پھر اوسکا پتہ نہ لگا کہ کہاں گیا۔ جب مدینہ طیبہ میں پہنچ لیا تو مجھکو وہ خواب یاد آیا جو حضرت قبلہ کے روبرو بیان کیا تھا کف افسوس ملکر رہگیا اب کیا ہوتا ہے۔ چالیس دن تک وہاں رہکر واپس چلا آیا اور بمبئی پہنچکر قیام کیا دوسرے سال پھر حج کیا اور بیت اللہ شریف میں جناب مولانا ابراہیم صاحب محدث مصری سے ملاقات ہوئی آپنے خاندان خضریہ میں بیعت کر کے تمام مراتب ودقایق اس خاندان

کے تعلیم فرمائے اور تعلیم کی اجازت دیکر رخصت فرمایا وہاں سے مدینہ طیبہ کی زیارت کو گیا۔ اور پھر بمبئی میں واپس آیا اور وہاں سے روانہ ہوکر جزیرہ سراندیپ کو گیا اور پھر بمبئی میں آگیا۔ اس سیر و سفر کے بعد چوتھے سال پانی پت پہنچا اور جناب قبلہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور مولوی فتح محمد صاحب کی معرفت درخواست بیعت کی چنانچہ وہ درخواست منظور ہوئی اور شب جمعہ کو خاندان قادریہ جدیہ کی تعلیم فرمائی دو برس تک حاضر آستانہ علیا رہا۔ تیسرے سال سفر کابل کا اتفاق ہوا دو برس تک اس ملک کی سیر کی اور پھر پانی پت میں پہنچکر دولت دیدار مبارک سے مشرف ہوا۔ اس کے بعد جناب قبلہ نے خاندان نقشبندیہ میں بیعت فرماکر مراتب و معمولات اس خاندان کے تعلیم فرمائے

ایک روز راقم حاضر خدمت تھا کہ میر نصیر الدین صاحب دہلوی۔ منشی نجم الدین صاحب کے دوست دلی کا خط بحضور اقدس اس مضمون کا آیا۔ کہ منشی نجم الدین کے فرزند کا انتقال ہوا آپنے خط پڑھکر تین چار دفعہ فرمایا کہ منشی جی کے فرزند کا انتقال ہوا ہمکو بڑا رنج ہوا۔ اور افسوس ہے۔ دوسرے روز پھر بھی ذکر فرمایا۔ تیسرے دن بھی یہی ارشاد ہوا۔ میں خاموش ہو رہا۔ آپنے فرمایا کیا تمہاری ملاقات نہیں وہ تو اکثر آیا کرتے ہیں میں نے عرض کیا کہ حضرت میری ملاقات تو درکنار روشناسی بھی نہیں آپ خاموش ہو رہے۔ اگرچہ ڈپٹی **نجم الدین** صاحب سولہ برس سے جناب قبلہ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے مگر وہ آزاد لیں بے طمع پھر انس ہو تو کیونکر ہو ایک دوسرے کے نام سے بھی واقف نہ تھے تین مہینے کے بعد منشی صاحب حاضر خدمت ہوئے اسوقت میں خط لکھ رہا تھا آپنے فرمایا کہ میاں نجم الدین آگئے ہیں جاکر ملو میں نے عرض کیا کہ بہت اچھا خط لکھکر جاتا ہوں آپنے فرمایا نہیں خط رکھدو پہلے جاکر ملو غرض تین بار ارشاد ہوا کہ ابھی جاکر ملو ناچار بتعمیل حکم اُن کے جائے قیام پر گیا یہ پہلے ہی سے میرے منتظر تھے اسوقت ملاقات ہوئی اور طرفین کے دلوں میں خود بخود ایک ایسا اُنس

پیدا ہوگیا کہ جس کا بیان نہیں ہوسکتا اور ہنوز وہی لطف و اتحاد ہے محبت اخوان الصفا
چہ در روئے وچہ در قفا۔ جناب قبلہ انکی شان میں فرمایا کرتے تھے کہ نجم الدین سفید
قلندر ہے۔ ایک روز کسی شخص نے شکایت کی کہ نجم الدین حضور کی میں کبھی عرضی
نہیں بھیجتے آپنے فرمایا کہ ارے میاں وہ سفید قلندر ہے کبھی کبھی اوسکا یہاں آجانا
ہی غنیمت سمجھو اگر نہ آئے تو ہم اُسکا کیا کرلیں گے غرض اُن کے حال پر حضرت ہمیشہ
نہایت مہربان رہے۔ منشی نجم الدین صاحب کے سبب سے پھر میر نصیر الدین صاحب
سے ملاقات ہوئی۔ پھر مولوی عبد الحکیم صاحب میرٹھی سے محبت ہوگئی اُن کی شان میں
حضرت فرمایا کرتے تھے کہ مولوی عبد الحکیم بڑے ظریف و صاحب ذوق و شوق ہیں
پھر مولوی محمد اسمٰعیل صاحب دوست ہمرنگ منشی نجم الدین صاحب سے الفت ہوئی
جناب قبلہ ان کے حق میں فرمایا کرتے تھے اسمٰعیل فرشتہ ہے ہر وقت سکوت کے عالم
میں رہتا ہے پھر قاضی فتح محمد صاحب دوست قلبی منشی نجم الدین صاحب سے اتحاد ہوا
جناب قبلہ نے قاضی صاحب کو بہت تعویذ و عملیات ذکر و شغل عطا فرمائے تھے غرضکہ
حضور اقدس کی شفقت و عنایت و محبت ان صاحبوں کے حال پر بدرجۂ غایت تھی
اسی واسطے مجھکو بھی ان صاحبوں سے اُنس ہوگیا۔ اسی عرصہ میں راجگڈھ علاقہ بندیلکھنڈ
کے نواب نے اپنے دو خاص معتمد خدمت عالی میں بھیجے اور درخواست کی کہ یا تو حضور قدم رنجہ
فرمائیں یا مجھکو حاضری کی اجازت دیں کئی مہینے تک اہلکاران نواب اسی تمنا میں حاضر
آستانہ رہے اور متواتر عرایض نواب صاحب کی طرف سے آئیں لیکن اپنے انکار فرمایا۔ آخر
اہلکاران نواب نے یہہ استدعا کی کہ اپنے کسی خادم ہی کو روانہ فرمائے بہت اصرار کے ساتھ
یہ بات منظور کی گئی اور راقم کو حکم ہوا کہ معتمدین نواب کے ہمراہ راجگڈھ جاؤ ہم جلدی
واپس بلالیں گے عرض کیا کہ بتعمیل حکم مستعد سفر ہوں لیکن میں تو کچھ جانتا نہیں وہاں
جاکر کیا کرونگا اُسوقت ایک بات ارشاد کی اور فرمایا کہ خدا پر بھروسہ رکھو کسی بات کا اندیشہ نکرو۔

تو چوں ساقی شوی در دِ تنک ظرفی نمی ماند بقدر بحر باشد وسعت آغوش ساحل ہا

یہہ کہکر رخصت کیا۔ راجگڈھ پہنچا نواب صاحب سے ملاقات ہوئی اُنکو ایک ہولناک مرض لاحق تھا کہ جس سے کسی طرح نجات نہ تھی۔ طبیبوں سے عاملوں سے فقرا سے سب ہی چارہ جوئی کی کوئی تدبیر کارگر نہوئی۔ اہل طمع بہت آئے اور کھا پیکر چلدئے۔ نواب سب سے بدعقیدہ اور مایوس ہوگیا۔ لیکن اپنے پیر کا نہایت معتقد اور اُنکو بہت یاد کرتا تھا کیونکہ اُنھوں نے بارہا یہ کمال دکھایا کہ بزرگان دین کی زیارت عالم بیداری میں کرادیتے تھے اور اُس پیر کے اس کمال کا شہرہ تمام راجگڈھ میں تھا اور اسی کمال کو دیکھکر یہہ نواب ہندو سے مسلمان ہوا تھا۔ مجھ سے بھی نواب صاحب نے اپنے پیر کی صفت و ثنا بیان کی۔ میں وہی بات جو جناب قبلہ نے ارشاد کی تھی عمل میں لایا اور نواب صاحب کے سر پر ہاتھ رکھدیا۔ جسکی زیارت کو نواب صاحب نے کہا وہ ہی شکل صورت اس کی آنکھوں کے سامنے آگئی۔ یہ بات دیکھکر وہ نہایت گرویدہ اور دنگ ہوگیا۔ لیکن میں نے سر دربار یہہ بات کہدی کہ تم اسکو کمال سمجھتے ہو ہمارے نزدیک تو یہ شعبدہ اور بچان متی کا تماشہ ہے بھلا بزرگوں کو کیا غرض ہے جو اسطرح جا بجا دوڑتے پھریں یہہ تسخیر جنات کا عمل ہے جس بزرگ کی صورت چاہو نظر آسکتی ہے اس بے لاگ تقریر کو سنکر نواب بہت ہی متاثر ہوا اور نہایت اصرار اور التجا سے مجھکو ٹھیرانا چاہا مگر یہاں تو صرف جناب قبلہ کے حکم کی تعمیل تھی کسی شاہ و نواب سے کیا مطلب میں نے ٹھیرنے سے انکار کیا اور چند روز میں حضرت کا کرامت نامہ بھی بطلب خادم صادر ہوا وہاں سے چلکر حاضر خدمت ہوگیا اور استدعائے نواب بنسبت ازالۂ مرض گذارش کی کچھ دنوں تک تو آپ خاموش ہو رہتے تھے آخر ایک روز التماس قبول ہوا اور اُس کے چند روز بعد خط آیا کہ نواب صاحب کو صحت کلی ہوگئی۔ جس دن سے کہ میں راجگڈھ سے واپس آیا تھا جناب قبلہ نے شام کا کھانا اپنے دسترخوان خاص پر مقرر فرمایا۔ تا ہنگام وصال ہمیشہ یہی معمول رہا۔ روز

اوّل سے جس ناز و نیاز کے ساتھ دولت دیدار حضرت کی حاصل ہوئی تھی آخر تک وہی طریقہ جاری رہا غالباً مہینے میں ایک بار وہی صورت پیش آتی کہ میں خفا ہو کر چلا جاتا اور آپ نہایت شفقت و محبّت سے کسی خادم کو بھیجکر مجھکو بلواتے اور فرماتے کہ میاں ہم بھی مسافر تم بھی مسافروں کو لڑنا نہیں چاہیے صلح و سلوک سے رہنا مناسب ہے غرضکہ مجھکو بغیر اس بامزہ جنگ اور پر لطف صلح کے چین نہیں پڑتا تھا اب بجز آہ و زاری اور لطف یادگاری کے کچھ باقی نہ رہا اب کس سے لڑیں اور کس سے صلح کریں کسکی شفقت ہمارے ناز بیجا اٹھائے کون ہم سے لڑے اور کون منائے۔ ؎

صلح بھی دیکھی لڑائی دیکھ لی — اے حسن ساری خدائی دیکھ لی
وصل بھی دیکھا جدائی دیکھ لی — حق نے جو صورت دکھائی دیکھ لی

تمت

خاتمہ الطبع از مولف

اے قلم پھر سنبھل دو چار قدم اور بھی چل کچھ اپنی سرگذشت کہہ کچھ ہمارا حال سُن وہ صحرائے لق ودق جو تیرا مولد ومسکن تھا اور وہ بہار وخزاں اور باد وباران جو تیری پرورش میں مصروف تھے وہ اب کہاں اس کتاب کی جذب محبت نے تجھکو کہاں سے کہاں پہنچا دیا ہمولنوں سے بچھڑ انیستان سے اُجڑا بازار میں بکا قلمدان میں بند ہوا اور بالآخر اُس مونس غمگسار تک پہنچا جس کے لئے تو پیدا ہوا تھا لیکن افسوس کہ تیری خوش قسمتی کے دن بہت کم تھے وہ کتاب جسکی تحریر میں تو نے سال بھر تک جبہ فرسائی کی ہے آج اوسکا آخر صفحہ بھی چھپ چکا اب وہ تجھ سے ہمیشہ کے لئے جُدا ہوتی ہے عمر بھر اسکی ملاقات کو ترستا رہیگا اور ایام وصال کی یاد میں ہماری طرح رویا کریگا۔ اے قلم آج ہمارا مشغلہ اور تیری سعی ختم ہوئی آرخصت ہو اور الوداعی معانقہ کر۔ یہہ چند روزہ لطف ملاقات حُسن اتفاق سے تھا پھر ہم کہاں اور تو کہاں اور یہہ کتاب کہاں! البتہ وہ نقش ونگار جو صفحۂ کتاب پر تجھ سے یادگار ہیں تیری جانفشانی کو ہمیشہ یاد دلائیں گے۔ اے قلم نہ تجھکو طاقت رفتار تھی نہ ہمکو تاب گفتار یہ مضمون ومعنی کے نقش ونگار نہ تو نے ایجاد کئے نہ ہمنے بنائے بلکہ چشم بصیرت سے دیکھ کہ یہ سب قلم قدرت کی صناعی اور نقاش ازل کا کمال ہے نہ ہمکو اُسکی حمد کا یارا نہ تجھکو اس کے وصف کی مجال ؎

دفتر تمام گشت وبیایاں رسید عمر ما ہمچناں در اوّل وصف تو ماندہ ایم

للہ الحمد کہ آج وہ کام پورا ہوا جس کا آغاز موہوم اور انجام نامعلوم تھا بارخدایا تیری توفیق رفیق حال نہوتی تو یہہ مضامین والفاظ جو دل دماغ کے وجود مثالی بھی نہ رکھتے تھے آج ایک کتاب کی صورت میں کسطرح جلوہ گر ہوتے۔ خداوندا دہ داعیہ جو تو نے دل میں ڈالا اس شجر کا تخم نہ بنتا اور تیری تائید اُسکی آبیاری نکرتی تو اس سوختہ آفتاب فراق کو سایہ میں دم لینا

میسر آتا جب حضرت قبلہ وکعبہ کے اندوہ فراق نے طبیعت کو ملفوظات گرامی کی تحریر پر مائل کیا تو اس امر مہم کی مشکلات نے ڈرایا کہ نہ تو منشی ہے نہ مولوی نہ صوفی نہ مشایخ یہہ کار سترگ تجھ سے کسطرح سرانجام ہوگا لیکن اَلْهِمَّةُ اِسْمُ الْاَعْظَم کا خیال کرکے کمر ہمت کو چست باندھا اور قلم اُٹھایا۔ ؎

دریں دریائے بے پایاں دریں طوفان موج افزا ۔۔۔ دل افگندیم بسم اللہ مجریہا و مرسٹہا

دوسرے روز ایک جزکتاب کا لکھکر منشی فضل رسول صاحب کو سُنایا نہایت پسند کیا اور باصرار تمام فرمایا کہ ضرور اسکو پورا کرو تمام برادران طریقت پر تمہارا احسان ہوگا۔ اور یہ کام تمہارے سوا کوئی اور نہیں کرسکتا کیونکہ جناب وقبلہ کی خدمت میں عرصہ دراز تک شرف صحبت وعزتربیت اسقدر کسی کو میسر نہیں ہوا غرضکہ ہمیشہ اس کام کی ترغیب وتاکید اور اس کے انجام دینے کی نسبت تقاضائے شدید فرماتے رہے یہاں تک کہ ایک سال کے عرصہ میں کتاب تیار ہوگئی پھر جملہ احباب نے اس کے انطباع تمنا ظاہر کی مگر مجھکو اتنی استطاعت کہاں تھی کہ چھپواکر دوستوں کو نذر کرتا۔ اگرچہ مجھکو یہ صلاح بھی دیگئی کہ کتاب بعد طبع فروخت کیجائے یا قبل طبع پر بھائیوں سے مصارف میں مدد لیجائے۔ لیکن میری ہمت نے اس بات کو گوارا نکیا کیونکہ اس کتاب سے نہ کوئی دینی غرض متعلق ہے نہ دنیوی منفعت ملحوظ۔ میں نے خیال کیا کہ اگر اسکا چھپنا اور شائع ہونا منظور خدا ہے تو کوئی سبیل نکل ہی آئیگی مصرعہ خدا خود میرساماں است اسباب توکل را ؛ اور جو خدا ہی کو منظور نہیں تو ہماری سعی لاحاصل ہے۔ ناچار اس کام کو اُسوقت کے انتظار میں ملتوی کرنا پڑا جو تقدیر الٰہی میں اسکے لئے مقرر ہوا تھا۔ جب مجھکو کوئی مشغلہ باقی نہ رہا تو وحشت نے پھر سلسلہ جنبانی شروع کی وہی گرد وغبار اور دشت وبیابان یاد آنے لگے جنمیں اکثر حصہ عمر کا بسر ہوا تھا بھلا یہ دل جس نے گھر کا رکھا نہ در کا بچپن ہی سے مُلک مُلک کی خاک چھنوائی اور

جنگل جنگل کی ہوا کھلائی منشی نجم الدین کے بالاخانہ پر کا ہیکو چیں لینے دیتا۔ ایکدن علی الصباح اس دُھن میں چل نکلا کہ اوچھ شریف پہنچکر جہاں جناب قبلہ کے آبائے کرام و اجداد عظام نے اول قدم سرزمین ہند میں رکھا تھا سلسلہ نسبی کی تحقیق کروں میرٹھ سے چلکر ملک پنجاب کے شمالی اضلاع کی راہ لی امرتسر لاہور ہوتا ہوا شاہ پور تک پہنچا وہاں سُنا کہ ایک درویش میاں شادی شاہ خوشاب کے جنگل میں رہتے ہیں۔ میں نے زیارت کا عزم کیا اُنکی خدمت میں پہنچا فی الحقیقت نہایت بزرگ اور صاحب کمال فقیر تھے مگر کسی سے کلام و گفتگو نہیں فرماتے تھے۔ جذب بدرجۂ غایت تھا میں اُنکی خدمت میں پہنچ تو گیا الا موسم گرما کی صعوبت اور بیابان ریگ کے شدائد نے ایسا ماندہ کر دیا تھا کہ اب وہاں سے قدم اُٹھانا دشوار معلوم ہوا۔ میں نے میاں صاحب سے کہا کہ آپ اور کچھ گفتگو تو فرماتے نہیں۔ سواری ہی دلوائیے کہ میں چلا جاؤں آپ ہنسے اور چپ ہو رہے۔ اسی فکر میں تھا کہ آدھی رات کو ایک شتر سوار اُس طرف آ نکلا اور کہا کہ راستہ بھول گیا ہوں مجھکو بتاؤ میں نے کہا کہ خیر تو نے راہ گم کی اور ہم نے پائی آ مجھکو بھی اپنے ساتھ لے۔ میاں صاحب سے میں نے کہا کہ واہ حضرت آپ نے تو خوب راہ زنی کی اسپر بھی آپ ہنسے اور چپ ہو رہے پھر میں نے سلام کیا اور اونٹ کرایہ کر کے اُس کے ساتھ روانہ ہوا۔ دریائے سندھ کے کنارے پہنچکر کشتی میں سوار ہو گیا۔ اثنائے راہ میں ایک روز بادِ تند کا سخت طوفان آیا جس نے بہت سی کشتیاں تہ و بالا کر ڈالیں ہماری کشتی میں بہت سا مال و اسباب تھا وہ تو پھینکا گیا اور کشتی بمشکل تمام سلامت بچی ڈیرہ غازی خاں تک دریا میں سفر کیا پھر براہ خشکی ملتان و بہاولپور و احمد پور شرقیہ ہوتا ہوا چار مہینے کے عرصہ میں اوچھ شریف پہنچا۔ اور حضرت مخدوم سید محمد غوث اوچھی الجیلانی جلبی الرومی کے مزار شریف کی زیارت کو گیا۔ وہاں جاکر بیٹھا ہی تھا کہ یکایک خواب کا سا غلبہ کیا آنکھ لگتے ہی مجھکو اشارہ ہوا کہ بہت جلد میرٹھ جاؤ وہاں تمہارا انتظار ہے اور انطباع کتاب منشی

نجم الدین کا حصّہ ہی میں نے اُس روز وہاں قیام کیا اور اس خاندان شریف کے بزرگوں سے جو بالفعل وہاں موجود ہیں ملا اور جو اُمور تحقیق طلب تھے معلوم کئے۔ دوسرے روز عالم رویا میں پھر وہی اشارہ ہوا جو اوّل روز ہوا تھا۔ چار تیسرے روز وہاں سے چلدیا اور بہاولپور میں مزار اکبر بیگ صاحب کے پاس پہنچا وہاں منشی نجم الدین صاحب کا خط ملا اور جو اشارہ مجھکو ہوا تھا اوسکی بالکل تصدیق ہوگئی چند روز میں میرٹھ آگیا اور طبع کتاب کا تہیہ ہوگیا۔ ہمت مرداں مدد خدا بالفضلہ تعالے طبع کتاب کا کام بھی بخیر خوبی اختتام کو پہنچا۔ جن احباب کو انطباع کی تمنا تھی اونکیواسطے یہ ہدیہ موجود ہے سبکو سلام ہذا مقطع الکلام۔ فقط

محررہ تاریخ ۱۴۔ شعبان المعظم سنہ ۱۳۰۱ ھجری مطابق ۹۔ جون سنہ ۱۸۸۴ء بروز دوشنبہ افتتاح براۃ ۔ شہر شعبان دوشنبہ۔ بود روز افتتاح

۱۳۰۱

فرد متضمن تاریخ کتاب از مولف

بیار اے گل حسن اسناد تاریخ — حدیث مصطفےٰ الفقر فخری

۱۳۰۱

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حامداً و مصلیاً

دستور العمل و ضوابط خانقاہ شریف قبلہ حاجات و کعبہ مرادات حضرت جناب قبلہ مولینا و مرشدنا و سیدنا مولوی سید محمد غوث علی شاہ صاحب قلندر قادری قدس اللہ سرہ العزیز عم فیضہ مجوزہ حضرت شاہ سید گل حسن قلندر قادری پانی پتی سجادہ نشین و متولی درگاہ غوثیہ و چند ترمیمات ضروری سید محمد علی سجادہ نشین دام ظلہ العالی

ضابطہ اوّل - اس خانقاہ شریف میں صاحب سجادہ و متولی وہ ہونا چاہیے جو قلندر وار تعلقات دنیا سے آزاد ہو یعنی جورو بچے کچھ نہ رکھتا ہو اور اسی خاندان کا تربیت یافتہ اور اسی سلسلہ عالیہ میں داخل بیعت ہو اور علم و اتقا سے آراستہ اور خاندان غوثیہ کے ارکان تعلیم تصوف و سلوک سے بخوبی واقف و عامل ہو تاکہ طالبان حق کو تعلیم کر سکے اور اگر وہ منتخب شدہ صاحب اوصاف حمیدہ مذکورہ بالا سے تو موصوف ہو لیکن لیکن عیال و اطفال کا بارگراں بھی سر پر رکھتا ہو تو اوّل تو اُسکو لازم ہے کہ اس بارگراں سے سبکدوشی حاصل کرے اور اگر سبکدوشی نہو سکے تو اُسکو لازم ہے کہ درگاہ شریف کی آمدنی میں سے اپنے عیال و اطفال پر خرچ کرنا حرام سمجھے اور اپنے آپکو فقرا و مساکین کا

امانت دار جانے اگر اس سے چشم پوشی کریگا تو عند اللہ ماخوذ ہوگا۔ اور اس خیانت کا علم ہو جانے پر پھر اس سلسلہ عالیہ کے فقرا کو اختیار ہوگا کہ وہ کسی دوسرے شخص کو کہ جو موصوف بصفات مذکورہ بالا ہو بر اور ان طریقت کثرت رائے بمشورہ متولی و سجادہ نشین مقرر کریں ہاں اسکو اپنی ذاتی آمدنی میں سے خرچ کرنے کا اختیار ہوگا یعنی اگر مریدان با اخلاص کچھ خدمت کریں یا کہیں سے کچھ نذرانہ وغیرہ آوے تو اس میں جو چاہے سو کرے وہ آپ مالک و مختار رہیگا البتہ اس کے اخراجات ذاتی مثلاً خورد و نوش و لباس ہر موسم و سواری و تجہیز و تکفین ہر قسم کا ذاتی خرچ بذمہ درگاہ شریف ہوں گے اور اگر کوئی شخص بوقت منتخب ہونے کے تو قلندر و خانماں برباد ہو اور بعد تولیت و سجادگی کے خانہ آبادی و نکاح کرنا چاہے تو اس کے لئے کچھ ممانعت نہیں لیکن اس میں شرط ضروری ہے کہ نکاح سے پہلے یہاں کی تولیت و سجادگی کسی ایسے شخص کے سپرد کرے کہ جو اوصاف مذکورہ بالا سے موصوف ہو اور پھر خود درگاہ شریف کے انتظامی امورات میں کچھ مداخلت نکرے۔ کیونکہ اس درگاہ شریف کی کل جائداد فقرا و مساکین کے لئے وقف ہے۔ اگر ایسا نہوا تو متولی و سجادہ نشیں کی اولاد حق وراثت پدری خیال کر کے طرح طرح کے جھگڑے اور فسادات برپا کریگی اور اصلی حقداروں کو محروم کر کے خود غرضی کے اخراجات و صرف بیجا عمل میں لاویگی۔ چنانچہ اسوقت ہم اور خالقاہوں کے حالات سن رہے ہیں اور ان کے اخراجات بیجا اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ اور نیز کسی متولی و صاحب سجادہ کو یہہ حق حاصل نہیں ہوگا کہ اپنی اولاد میں سے کسیکو خود منتخب کر سکے۔ کیونکہ یہ حق وراثت کی صورت پکڑ کر خرابی کا باعث ہوگا اگر کوئی متولی و سجادہ نشین ان امور مذکورۂ بالا کے خلاف کرنا چاہے تو اسوقت اس سلسلہ عالیہ کے متوسلین کو کثرت رائے سے اختیار کامل ہوگا کہ اس متولی و صاحب سجادہ کو معزول کر کے اسکی بجائے کسی دوسرے شخص لائق کو جو اوصاف مذکورہ بالا سے موصوف

مقرر کردیں۔ اور صاحب سجادہ و متولی کو لازم ہوگا کہ اپنی زندگی میں اپنے جانشین کو بلحاظ شروط مسطورہ بالا منتخب کرلے تاکہ بعد میں کوئی فتنہ و فساد برپا نہو اور اگر انتخاب کرنے پہلے صاحب سجادہ انتقال کرجائے تو اس خاندان عالیہ کے خاص اشخاص کو بمشورہ کثرت رائے برادران طریقت واجب ہوگا کہ کسی قابل شخص کو جو موصوف بصفات متذکرۂ بالا ہو منتخب کرکے جملہ اُمور درگاہ شریف اس کے سپرد کردیں۔ اس سجادہ نشین کے حقوق بھی وہی ہوں گے جو اس سے پہلے صاحب سجادوں کے تھے۔ اگر کئی شخص باوصاف مذکورۂ بالا موصوف ہوں تو بلحاظ تو بلحاظ شرافت اول حق سید کا ہے پھر اس طرح درجہ بدرجہ کثرت رائے برادران طریقت کے تصفیہ کیا جاوے نفسانیت کو اسمیں دخل نہو اول فایق حق تمردان سید غوث علی شاہ صاحب قدس سرہٗ کا ہے اور جو شخص اس درگاہ شریف کا متولی و سجادہ نشین ہوگا۔ اس درگاہ شریف کے کل اُمور کا انتظام از قسم نقد و جنس و املاک کتب و جائداد ہر قسم و جمیع اُمور متعلقہ درگاہ شریف اسی متولی و صاحب سجادہ کے قبضہ و تصرف میں رہیں گے متعدد متولی مقرر نہیں کئے جاویں گے۔ مثلاً کسی شخص نے اپنی جائداد کو درگاہ شریف کے نام ہبہ یا وقف کردیا تو اس جائداد کا متولی بھی یہی صاحب سجادہ ہوگا نہ غیر۔ اگر ہبہ یا وقف کنندہ اپنی جائداد پر کسی غیر کو متولی بنائیگا تو ایسی تولیت جائداد ہرگز منظور نہ کی جائیگی۔ کہ اس میں آیندہ کے لئے خوف فتنہ فساد کا ہے۔ وقف یا ہبہ کنندہ کو کسی حالت میں متولی مقرر کرنے کا اختیار نہوگا۔

ضابطہ دوم

اس درگاہ شریف میں متولی اور صاحب سجادہ ایک ہی شخص رہیگا یہ نہیں کہ متولی اور صاحب سجادہ اور مقرر کیا جاوے کہ اسمیں فسادات کا اندیشہ ہے کل امورات و فاتحہ وغیرہ درگاہ شریف پر متولی کے قبضۂ اختیار میں رہیں گے جن میں عزل و نصب ملازمیں و خادمان درگاہ شریف بھی شامل ہے کسی کے لئے کسی وقت میں کوئی موروثی عہدہ قرار نہیں پائے گا

اور کسی شخص کو یہہ مجاز نہوگا کہ اپنے مورث اعلیٰ کی جگہ پر دعویٰ وراثت قائم کرے کیونکہ کیونکہ یہاں کل صیغے متولی صاحب سجادہ کے اختیار میں رکھ گئے ہیں۔ اور نیز ایام عرس شریف میں تقسیم طعام و تبرکات فاتحہ وغیرہ کا عہدہ بھی موروسی قرار نہیں دیا گیا یہہ حق بھی صاحب سجادہ کے قبضہ میں رہیگا جس سے چاہے کام لے وہ مختار ہے۔

ضابطہ سوم

متولی پر لازم ہوگا کہ درگاہ شریف کی آمدنی میں ہمیشہ ترقی کرتا رہے اور اس آمدنی میں سے بجائے مناسب و کار خیر میں صرف کرے اور غیر مناسب سے بچے کہ یہ مال وقف حق مساکین و فقراء اہل اللہ کا ہے اور متولی صاحب سجادہ کو یہہ حق کبھی حاصل نہیں ہوگا کہ درگاہ شریف کی کسی جائداد کو فروخت کر سکے۔ البتہ جائداد کا تبادلہ بشرط نفع یا بسہولیت انتظام کر سکتا ہے اور اگر کوئی جائداد مسافت بعیدہ پر ہو جس کا انتظام کرنا مشکل خیال کیا جاتا ہو یا جس کے انتظام میں دقتیں اور رکاوٹیں پیش آویں تو ایسی جائداد کے فروخت کرنے میں صاحب سجادہ کو اختیار ہے لیکن شرط یہہ ہے کہ وہ روپیہ جائداد فروخت شدہ کا کسی اور صرف میں نہ لاوے۔ بلکہ اسی روپیہ سے کوئی دوسری جائداد جس کے انتظام میں آسانی ہو خرید کر کے درگاہ شریف کے نام داخل خارج کرادے اس کے خلاف ہرگز نہ کرے اور طعن و تشنیع کا موقع نہ آنے دے کیونکہ سبکی متصور ہے اگرچہ جائداد موقوفہ کا فروخت کرنا علی الشرح ممنوع ہے لیکن بامر مجبوری اگر ایسا کیا جائے تو کچھ قباحت نہیں جبتک کوئی دوسری جائداد نہ ملے روپیہ فروخت شدہ جائداد کا بدا امانت محفوظ رکھا جائے اور وقت کا منتظر ہے ہاں فروخت درختاں و زراعت غلہ بیشی مصارف درگاہ کے لئے مجاز ہے اور مزار مبارک کی آمدنی روزمرہ یا عرس شریف کی آمدنی نقد و جنس اور مٹھائی وغیرہ بھی صاحب سجادہ کے قبضہ میں رہیگی جسطرح مناسب سمجھیں خرچ کریں

اور مجاوران درگاہ کی تنخواہ ماہوار خواہ نقد مقرر کریں یا اُسی آمدنی میں سے انکا کچھ حصّہ معین کریں اور مجاوراں درگاہ شریف پر یہہ لازم ہوگا۔ کہ جو کچھ درگاہ شریف میں آمدنی از قسم نقد و جنس ہو وہ سجادہ نشین صاحب کی خدمت میں پیش کردیا کریں کہ خرچ کرنے کا اُنکو اختیار ہے غرض کل ملازمان متعلقہ درگاہ شریف مثلاً پیش امام مسجد و موذن و جاروب کش و مدرس و ملازمان دیہات و شفاخانہ وغیرہ بموجب مقدرت خود بحسب لیاقت ملازمیں کی تنخواہ مقرر کرنا متولی صاحب سجادہ کے اختیار میں رکھا گیا ہے۔ کسی کو کبھی حق موروثیت حاصل نہیں ہوگا۔

ضابطہ چہارم

متولی پر واجب ہوگا کہ خرچ آمدنی سے کم رکھے۔ اور حتی الوسع کسیکو قرض نہ دے اور نہ کسی سے اور سال بھر کے بعد جو آمدنی بچے بشرطیکہ ضروری اخراجات کی آمدنی کافی ہو اُس کے دو حصّے کرے ایک حصّہ تو تعمیر مکانات متعلقہ درگاہ شریف میں صرف کرے اور دوسرا حصّہ خرید جائداد میں خرچ کرے تاکہ درگاہ شریف کی آمدنی میں ہمیشہ ترقی ہوتی رہے۔

ضابطہ پنجم

متولی کو لازم ہوگا کہ درگاہ شریف کی تعمیر بموجب نقشہ مرتبہ کے جو یہاں موجود ہے۔ کراتا رہے۔ اور مستحکم تعمیر کراوے اور اگر روپیہ وافر جمع ہوجاوے تو سنگین عمارت کا لحاظ رکھے اور وقتاً فوقتاً بنواتا رہے اور تعمیر مکانات متعلقہ درگاہ شریف مثلاً لنگر خانہ مسافر خانہ۔ شفاخانہ۔ مدرسہ۔ وغیرہ۔ یا دیہات متعلقہ خانقاہ شریف میں کسی مکان یا چاہ آبپاشی۔ یا چاہ آبنوشی۔ وغیرہ کی ضرورت پڑے تو جمیع امورات تعمیرات خانقاہ

و متعلق خانقاہ شریف میں متولی کو پورے اختیارات حاصل رہیں گے

ضابطہ ششم

متولی درگاہ شریف کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ حتی الوسع اپنے کسی رشتہ دار کو خانقاہ یا متعلق درگاہ شریف کے کسی صیغہ کی خدمت سپرد کرے یا درگاہ شریف کی آمدنی کو اپنے کسی رشتہ دار پر ناواجب صرف کرے ورنہ مجرم قرار پائیگا۔ ہاں۔ امداد مساکین و فقرائے محتاجین کی خواہ وہ کسی مذہب و ملت کا ہو اپنے ذمہ حتی المقدور واجب سمجھے۔ اور نیز خدمت مہمانان درگاہ شریف اور اُن کے آرام کا انتظام لازم جانے اور تحمل و بردباری کو مدنظر رکھے اور دروازہ خانقاہ شریف کا ہر خاص و عام کے لئے کشادہ رکھے مگر گیارہ بجے دن سے دو بجے دن آٹھ بجے رات سے چار بجے صبح تک مامور رہیگا۔ اگر ان اوقات میں کنجی بردار صاحب کچھ ضرورت دیکھیں تو بحکم صاحب سجادہ ان کو کھولدینے کا اختیار ہے اور اگر صاحب سجادہ اُسوقت موجود نہ ہوں تو اپنی مصلحت کو کام میں لاویں۔

ضابطہ ہفتم

درگاہ شریف کے احاطہ میں کوئی مردہ ہرگز دفن نہیں کیا جائیگا خواہ وہ کسی متولی و سجادہ نشین کا ہو۔ یا کسی غیر کا۔ اس لئے کہ جناب قبلہ قدس سرہٗ العزیز نے بوقت وصال وصیت فرمائی تھی کہ ہمارے پاس کسی کی قبر نہونے پائے اور یہہ دو قبریں جو اس احاطہ کے اندر موجود ہیں یعنی قلندر علیخاں اور خلیفہ حافظ محمد یوسف صاحب کی۔ سو پہلے شخص نے تو زندگی میں حضور قبلہ سے اجازت حاصل کرلی تھی۔ اور خلیفہ صاحب کو چونکہ اُسوقت کوئی زمین مملوکہ درگاہ شریف ہمارے پاس موجود نہ تھی لہذا یہاں جگہ دی گئی۔ احاطہ درگاہ سے یہہ مراد ہے کہ جو روضۂ شریف کے چاروں طرف چاردیواری جسپر حجرے و مکانات و مسجد

متعلق درگاہ شریف بنائے گئے ہیں ان چاردیواری کے اندر کی زمین اور احاطہ درگاہ شریف کے جنوبی دروازہ کی متصل زمین جو حضور قبلہ کے پائنداز ہے وہ خاص اسی غرض سے احاطہ میں شامل نہیں کی گئی کہ یہ قبرستان متعلق خانقاہ شریف رہیگا اور یہہ قبرستان خاص ہوگا نہ عام۔ صاحب سجادہ کو اختیار ہوگا کہ اس قبرستان میں جسکو چاہیں دفن ہونے دیں یا نہونے دیں اور صاحب سجادہ کو بشرط گنجایش زمین اختیار ہے کہ اگر دو بیگہ زمین یا قیمت دو بیگہ کی لیکر کسیکو دفن احاطہ قبرستان مذکور میں کرادیں تو مضائقہ نہیں اور متولیوں کے جنازہ بھی اسی قبرستان میں دفن ہوا کریں گے اور اگر کوئی صاحب سجادہ اندرون احاطہ کی وصیت کرکے مرجاوے تو تو یہ وصیت بمقابلہ جناب قبلہ کی وصیت کے قابل سماعت ہرگز نہ ہوگی۔ جسکو حضور قبلہ سے محبت ہو وہ جہاں دفن ہوگا حضوری میں ہے ورنہ اندرون احاطہ بھی دوری میں ہی رہیگا۔ پس صاحب سجادہ و متولی پر فرض ہے کہ کسی وقت اور کسی امر میں کسی اہل ہوا و ہوس و بندۂ نفس کو ان کل امورات متذکرہ بالا میں دخیل ہونے نہ دے اور نیز یہہ امر بھی ملحوظ خاطر رہے کہ جناب قبلہ و کعبہ مرشدنا و مولینا سید محمد غوث علیشاہ صاحب قلندر قادری قدس اللہ سرہ العزیز چونکہ ہمیشہ باتباع شریعت سالک سلوک طریقت رہے ہیں اس لئے کوئی امر خلاف شریعت اس مزار پر انوار مقدس پر جائز نہیں رکھا گیا۔ صاحب سجادہ اسکو بھی بکمال احتیاط انجام دیں اور مدنظر رکھیں:۔

ضابطہ ہشتم

درگاہ ہذا پر کسی شخص محتاج یا مسافر کو زیادہ سے زیادہ تین وقت لنگر سے کھانا دیا جاسکتا ہے اور حسب مرضی سجادہ صاحب زائرین و مریدین کو زیادہ سے زیادہ تین یوم کھانا دیا جاسکتا ہے اور تین یوم سے زاید درگاہ پر قیام کرنے کی اجازت نہوگی تاوقتیکہ وہ اپنی خورد و نوش کا خود انتظام نکریں۔ اور سجادہ صاحب سے خاص اجازت قیام زاید کی حاصل نفرمالیں فقط۔

ضمیمہ کتاب تذکرہ غوثیہ

اے قلم کیوں خاموش بیٹھا ہے۔ اور کس فکر میں مبتلا ہے ذرا ہوش و حواس درست کر کے ایک قدم اور آگے چل۔ کہ پچیس سال کے بعد تیری وہ پیشیں گوئی جو اسی کتاب تذکرہ غوثیہ کے صفحہ ۳۰۴ پر جو تو نے لکھی تھی۔ یعنی (افغانان پانی پت اپنے قول سے منحرف ہو گئے پوری ہو چکی۔ اب تو اُسکے واقعات بالتفصیل و بیانات بالتشریح تحریر میں لا تاکہ اس کتاب کے دیکھنے والوں کو ایک عجیب عبرت انگیز نظارہ پیش نظر رہے۔ وھو ھذا مخفی نہیں کہ یکم شہر جمادی الثانی ۱۳۱۹ھ ہجری قدسی کو مطابق ۱۶ ستمبر ۱۹۰۱ء حافظ محمد یوسف صاحب مرحوم متولی و سجادہ نشین درگاہ حضرت مولینا و مرشدنا سید غوث علی شاہ صاحب قدس اللہ سرہ العزیز نے ایک وصیت نامہ بنام راقم اس مضمون کا۔ کہ بعد میرے مولوی گل حسن درگا شریف موصوف کے متولی و سجادہ نشین ہوں گے میں نے اس کام کے لئے لائق سمجھکر اُن کو اپنی طرف سے مقرر کر دیا ہے۔) تحریر کر کے لفافہ رجسٹری کرا کے صاحبڈپٹی کمشنر کرنال کے اجلاس میں پیش کر دیا اور رازداری کے صندوق میں امانت رکھوا دیا۔ بعدہٗ بتاریخ ۲۸ ربیع الاول ۱۳۲۲ھ ہجری مطابق ۱۴ جون ۱۹۰۴ء یوم چارشنبہ درمیان عصر و مغرب حافظ صاحب مغفور نے اس جہان فانی سے بدار البقا رحلت فرمائی چنانچہ راقم نے اُن کی تجہیز و تکفین و خرچ سامان کفن و دفن و سوم و چہلم درگاہ شریف کی طرف سے کیا۔ سوم کے روز افغانان پانی پت جمع ہو کر آئے۔ اور راقم سے کہا کہ ہم خلیفہ محمد یوسف صاحب کے برادر زادہ کو دستار بندی کرانا چاہتے ہیں۔ میں نے کہا آپ صاحبان کو درگاہ کے معاملہ میں کچھ اختیار نہیں خلیفہ صاحب خود اس بات کا فیصلہ کر گئے ہیں۔ وصیت نامہ رجسٹری شدہ صاحبڈپٹی کمشنر کرنال کے دفتر میں موجود ہے نکلوا کر دیکھ لو اور اُسپر عمل کرو جب وصیت نامہ آیا تو مجبور ہو گئے اور کچھ دم نہ مارا۔ آخر کار بعد چہلم خلیفہ صاحب افغانان پانی پت نے بوقت گیارہ بجے خلیفہ صاحب کی سہ دری کو

قفل لگاکر اپنا آدمی بٹھا دیا فجر کے وقت مجھے اطلاع ہوئی میں نے ایک رقعہ سردار سید جلال شاہ صاحب تحصیلدار پانی پت کو اسی مضمون کا لکھکر بھیجا۔ تحصیلدار صاحب نے میرے رقعہ کو اپنے رقعہ کے ہمراہ تھانہ دار صاحب کے پاس بھیجدیا اہل پولیس نے یہاں آکر افغانان پانی پت اور معززان شہر کو بلا بھیجا سب جمع ہوئے اُن سے کہا کہ تم لوگوں نے مداخلت بیجا کی ہے اگر درگاہ کی طرف سے تم پر مداخلت بیجا کا دعویٰ کیا جائے گا تو آپ صاحبوں کے حق میں اچھا نہیں ہوگا آخر کار قفل کھولکر اپنے آدمی کو اُٹھا کر لے گئے۔ جب راقم نے یہ دیکھا کہ یہ لوگ ہمکو کسیطرح چین لینے نہیں دیتے تو مجبوری تمام راقم نے ایک درخواست بتاریخ ۲۵ رجولائی سنہ ۱۹۰۸ء جب کہ ضلع کرنال کا بندوبست بھی شروع ہوگیا تھا اس مضمون کی بعدالت تحصیلدار صاحب پیش کی۔ کہ یہ عـــ خام اراضی جسپر درگاہ کا قبضہ ہے بتولیت گل حسن درگاہ کے نام داخل خارج ہوجاوے سردار سید جلال شاہ تحصیلدار پانی پت نے اکثر عمائد افغانان پانی پت کو درگاہ میں طلب کیا چنانچہ اکثر بڑے بڑے لوگ جمع ہوئے تحصیلدار صاحب موصوف نے دو گھنٹہ تک سمجھایا کہ تم لوگ حاجی نہو بلکہ تم خود یہ زمین جسکو تمہارے بزرگ درگاہ کے نام ہبہ وقف کرچکے ہیں تم بھی درگاہ کے نام بخوشی داخلخارج کرادو۔ لیکن کسی فرد بشر کی سمجھ میں نہ آیا۔ اور سب نے بالاتفاق انکار کردیا۔ کہ ہم یہ ہرگز نہیں کریں گے میں نے کہا کہ اچھا اگر آپ صاحب یوں نہیں کرتے تو یوں ہی سہی کہ آپ اس بنجر زمین کے بدلے عمدہ زمین چاہی مزروعہ لے لیں تو جواب دیا ہم زمین بھی نہیں لیتے پھر میں نے کہا کہ اگر آپ زمین بھی نہیں لیتے تو عمدہ زمین کی قیمت فی بیگہ سو روپیہ کے حساب سے آپ مجھسے بارہ سو روپیہ لیلیں۔ تو یہہ جواب دیا کہ ہم قیمت بھی نہیں لیتے آخر میں نے اپنی ٹوپی اُتار کر سب کے سامنے ڈالدی۔ کہ بھائیو اچھا تم للہ مجھپر رحم کرو۔ اور جسطرح تمہارے بزرگوں نے یہہ زمین للہ دی تھی اور بعض صاحب آپ لوگوں میں سے اُسوقت بھی موجود تھے اور ذیہوش تھے اسیطرح آپ صاحب اب پھر یہہ زمین للہ مجھکو عنایت فرمائیں تو اس کے جواب میں کہا کہ ایسی ٹوپیاں تو ہم نے بہت دیکھی ہیں ہم یہہ زمین ہرگز ہرگز نہیں دینگے۔ تحصیلدار صاحب کو یہہ امر بہت سخت ناگوار معلوم ہوا اور اُٹھکر چلے گئے۔ اور اس زمین کا داخلخارج درگاہ کے

نام بتاریخ ۵ ستمبر ۱۹۰۲ء تحصیلدار صاحب موصوف نے منظور کر لیا افغانان صاحبان مہتمم کی کچہری میں اپیل کر دیا صاحب مہتمم بندوبست نے ۲۲ - نومبر ۱۹۰۳ء کو یہ فیصلہ کیا کہ مولویگن کی تولیت اور سجادگی میں افغانان پانی پت کو کچھ اعتراض نہیں مگر زمین کے داخلخارج میں عذر کرتے ہیں - لہذا بتولیت مولوی گل حسن قبضہ درگاہ بحال اور زمین بدستور سابق شاملات بطرف رہا اسپر راقم نے عدالت دیوانی میں دعوی استقرار حق دائر کر دیا حافظ محمد یوسف صاحب ڈسٹرکٹ جج ضلع کرنال نے فریقین کے گواہوں کو طلب کر کے بعد ثبوت حقیقت حال فیصلہ سنایا اور وہ یہہ ہے -

نقل فیصلہ عدالت دیوانی اجلاسی حافظ محمد یوسف صاحب ڈسٹرکٹ جج بہادر ضلع کرنال واقعہ ۱۹ جنوری ۱۹۰۶ء

نمبر مقدمہ ۵۰ تاریخ مرجوعہ ۱۷ مئی ۱۹۰۵ء مالیت مقدمہ بغرض اختیار حد سماعت

قصبہ پانی پت ضلع کرنال تحصیل پانی پت - درگاہ مولوی غوث علی شاہ معروف بالسماء مولوی گل حسن ولد خدا یار سکنہ پانی پت مدعی - بنام مسماۃ اسلاماً دختر عبداللہ خاں قوم پٹھان وغیرہ نمبر ۵ کس مدعا علیہ دعوی استقرار یہ بغرض اس امر کے کہ ۲ خام زمین ۲۴۲ خسرہ واقع رقبہ موضع طرف افغانان تحصیل پانی پت ملکیت درگاہ مولوی غوث علیشاہ کی ہے ۱۸۸۰ء کے بندوبست کی مثل اراضی متدعویہ بلفظ ملکیت شاملات طرف افغانان - اور مقبوضہ مالکان درج ہوئی نہ صرف افغانان ایک علیحدہ موضع قصبہ پانی پت کے قریب ہے اسوقت یہ تمام زمین قسم غیر ممکن تھی بندوبست کے بعد اسکا ایک بڑا حصہ مزروعہ قسم چاہی بنگیا - چنانچہ جمعبندی اجرا ۱۹۰۲ء میں گیارہ بیگہ خام زمین چاہی اور ایک بیگہ خام غیر ممکن لکھی ہے - غیر ممکن زمین پر بھی مسجد خانقاہ اور کنواں موجود ہے یہہ خانقاہ مولوی غوث علی شاہ کی ہے جو قصبہ پانی پت کے مشہور مشایخ سے تھے اور جنکو وہاں کے باشندے بہت عزت اور بزرگی کی نگاہ سے دیکھتے تھے نیز عام لوگوں کو ان سے عقیدت تھی - یہاں تک واقعات مسلم ہیں کہ ۲۵ فروری ۱۸۸۰ء کو مولوی غوث علی شاہ کا قلندر صاحب کے مکان میں انتقال ہوا اور انکی وصیت کے مطابق

اراضی متنازعہ کے ایک حصہ میں اونکو دفن کیا گیا۔ اس کے بعد قبر یا مزار کے موقعہ پر ایک بڑی پختہ عمارت بنائی گئی۔ اور اس کے اردگرد کی زمین پر پختہ چاہ مسجد اور مکانات تیار ہوئے۔ زمین مزروعہ کی گئی اور اس میں چاہی آبپاشی شروع ہو گئی اسوقت یہ سب زمین اور عمارتیں مولوی غوث علیشاہ کی خانقاہ سے متعلق ہیں اور زمانہ موجودہ میں مولوی گل حسن اُن کے مرید عام اہتمام اس خانقاہ کا کرتے ہیں۔ مولوی گل حسن سے پہلے خلیفہ یا مولوی محمد یوسف (مولوی غوث علی شاہ کے مرید) یہ کام کرتے تھے۔ (مدعا علیہم خلیفہ محمد یوسف یا مولوی گل حسن کو خانقاہ متذکرہ بالا کا سجادہ نشین تسلیم نہیں کرتے اگرچہ کاغذات مال میں مولوی محمد یوسف کا نام بلفظ سجادہ نشین اس درگاہ کے درج تھا۔) تنازعہ برپا ہونے کی بنا یہہ ہوئی۔ کہ ۲۵ر جولائی ۱۹۰۴ء کو جب بندوبست اس ضلع کا جاری تھا) مولوی گل حسن نے اپنے آپکو درگاہ مذکور کا سجادہ نشین ظاہر کر کے پٹواری کے رجسٹر انتقال میں ایک رپورٹ لکھائی کہ اراضی متنازعہ وقت انتقال مولوی غوث علیشاہ کے اُن کے نام ہبہ کی گئی تھی۔ لہذا کاغذات مال میں خانہ ملکیت کا اندراج اسطرح ترمیم ہونا چاہئے کہ یہ زمین درگاہ کی ملکیت ہے۔ اس پر چند افغانان نے (جو مالکان طرف افغانان تھے) عذر کیا کہ یہ اراضی ہبہ نہیں کی گئی۔ بلکہ اس طور پر دی گئی تھی کہ اوسکا لگان مزار پر خرچ کیا جاوے اُنہوں نے مولوی گل حسن کی سجادہ نشینی بھی قبول نہیں کی ۲۵ر ستمبر ۱۹۰۴ء کو تحصیلدار صاحب پانی پت نے داخلخارج ہبہ بموجب استدعائے مولوی گل حسن کے منظور کیا۔ لیکن شمس الدین خاں وغیرہ افغانان کے اپیل پر ۲۲ر نومبر ۱۹۰۴ء کو صاحب بہادر مہتمم بندوبست نے ہدایت فرمائی کہ ملکیت کا اندراج بدستور رکھائے مگر خانہ قبضہ میں مولوی گل حسن کا نام بجائے مولوی محمد یوسف درج کیا جائے اب یہ نالش واسطے قرارداد اس امر کے دائر کیجاتی ہے کہ اراضی متنازعہ کے حقوق ملکیت مالکان طرف افغانان نے درگاہ مولوی غوث علی شاہ کے حق میں ہبہ کردی تھی اور مالکان مذکور کے بجائے درگاہ بتولیت مولوی گل حسن سجادہ نشین اور متولی کے اس زمین کی مالک ہے۔ دعوے کا مدار

ان امور پر تھا۔ کہ (الف) ۲۵ر فروری ۱۸۸۱ء کو اراضی متدعویہ زبانی ہبہ ہوئی۔ (ب) فوراً قبضہ دیا گیا۔ چنانچہ بہت بڑی لاگت سے مولوی محمد یوسف نے عمارت پختہ اس زمین پر تیار کرائی۔ اور نیز زمین کو بنجر سے قابل زراعت بنایا (ج) بلالحاظ ہبہ اس وجہ سے بھی مالکان طرف افغانان کا حق اراضی متنازعہ پر باقی نہیں رہا۔ کہ عرصہ دراز تک وہ عملاً و فعلاً درگاہ کو قطعی مالک تسلیم کرتے رہے۔ (د) مولوی محمد یوسف نے ۱۶ر ستمبر ۱۹۰۱ء کو وصیت نامہ سجادہ نشینی اس خانقاہ کا مولوی گل حسن کے حق میں لکھا۔ اور دفتر حقہ بڑی میں داخل کیا گیا اور یہ کہ مولوی محمد یوسف سجادہ نشین خانقاہ کے تھے جن کا ۱۴ر جون ۱۹۰۴ء کو انتقال ہوا۔ بوجہ کثیر التعداد ہونے مدعا علیہم کے (جو اراضی متنازعہ میں ایک ہی حق رکھتے تھے) دو اشخاص بھورے خاں و شمس الدین خاں (افغان) پر سمن جاری ہوئے اور باقی مدعا علیہم کی نسبت زیر دفعہ (۳۰) ضابطہ دیوانی کارروائی کی گئی۔ جملہ مدعا علیہم کی طرف سے بھورے خان اور شمس الدین خاں نے جواب دیا کہ کوئی ہبہ نہیں ہوا نہ بروے شرع محمدی ہبہ جایز تھا اور گو چند مالکان طرف افغانان نے اراضی متدعویہ میں مولوی غوث علی شاہ کے دفن کرنے اور عمارت بنانے کی اجازت دی الا مالکان نے حقوق ملکیت کو کبھی ترک نہیں کیا اسی لئے درگاہ کا قبضہ اجازتی تھا۔ مولوی محمد یوسف کی سجادہ نشینی سے مدعا علیہم کو انکار ہے اور اسی بنا پر وہ مولوی گل حسن کو حایز متولی و سجادہ نشین تسلیم نہیں کرتے انہوں نے یہہ بھی حجت کی کہ درگاہ کی طرف سے نالش نہیں ہو سکتی مگر آخر کار یہہ عذر چھوڑ دیا گیا۔ امور تنقیح طلب حسب ذیل قایم ہوئے تھے۔

(۱) کیا مدعی مولوی غوث علی شاہ کا مرید اور اُن کی درگاہ کے متولی ہونیکی حیثیت سے اراضی متنازعہ پر قابض ہے۔

(۲) آیا مالکان طرف افغانان نے اراضی متدعویہ کو واسطے اغراض تعمیر خانقاہ مولوی غوث علی شاہ اور دیگر مکانات متعلقہ خانقاہ اور مصارف خانقاہ کے قطعی اور جایز طور پر ہبہ کر دیا۔

(۳) کیا ہبہ کے ذریعہ قبضہ مالکانہ سجادہ نشین موجود الوقت نے پایا۔ یا۔

(۴) اراضی متنازعہ پر عمارات بنانے اور زمین کے قابل زراعت کرنے میں مالکان طرف افغانان کی اجازت لی گئی اور قبضہ اجازتی تھا۔

(۵) آیا مولوی محمد یوسف سجادہ نشین اور متولی اس خانقاہ کے تھے اور اُنہوں نے جائز وصیت مدعی کے حق میں کی۔

(۶) اگر کوئی صریح ہبہ ثابت نہو۔ تو کیا قبضہ دیرینہ کے لحاظ سے خانقاہ کو حقوق ملکیت اراضی متدعویہ حاصل ہو گئے اور مالکان طرف افغانان کے طریق عمل سے نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ اُنکے حقوق ملکیت جاتے رہے۔ مدعی کے گواہان جن میں چند معزز اشخاص (مثل سید قمر الدین پنشنر انسپکٹر پولیس سابق ڈپٹی انسپکٹر پانی پت۔ محمد رزق اللہ اعلیٰ نمبردار۔ رضی الاسلام محافظ دفتر ریاست کپورتھلہ۔ حافظ عبد الکریم سوداگر دہلی۔ محمد رضا سکنائے پانی پت وغیرہ) شامل تھے۔ شہادت دی مولوی محمد یوسف اور مولوی گل حسن خاص مرید اور خلیفہ مولوی غوثعلی کے تھے۔ محمد رضا کا یہہ بھی بیان ہے کہ جب مولوی غوث علی بیمار ہوتے تو وہ ان ہی دونوں خلیفوں کے ہاتھ سے مریدوں کو بیعت کراتے تھے۔ مولوی گل حسن نے بحیثیت گواہ مدعا علیہم کہا کہ مولوی غوث علی شاہ کے مرید تھے۔ اور سوائے اُن کے اور مولوی محمد یوسف کے مولوی غوث علی شاہ کا کوئی تیسرا خلیفہ نہیں تھا ۱۸۸۳ء سے لیکر ۱۹۰۴ء تک لکھی ہوئی کاشتکاران اراضی متدعویہ کی بہت سی قبولیتیں شامل ہیں جن میں مولوی محمد یوسف کی حیات تک ان کو اور بعد میں مولوی گل حسن کو سجادہ نشین درگاہ مولوی غوثعلی شاہ کا لکھا گیا حالانکہ اُسوقت تک کوئی خیال اس مقدمہ کا کسی فریق کو نہیں تھا۔ منجملہ اُن دستاویز حرف (د) مورخہ ۶ ستمبر ۱۸۸۶ء اور دستاویز حرف (ذ) مورخہ ۵ مئی ۱۸۹۰ء پر ابراہیم خاں مدعا علیہ۔ اور دستاویز حرف (ب) مورخہ ۲۴ جولائی ۱۹۰۱ء پر رحمت علیخاں مدعا علیہ اور دستاویز حرف (ج) مورخہ ۱۹ جون ۱۸۸۳ء وزیر علیخاں مدعا علیہ (مالکان افغانان) کی گواہیاں تھیں اسیطرح بھورے خاں مدعا علیہ (جو ابدہی کنندہ مقدمہ حال) گ

ہی دستاویز حرف (و) مورخہ ۶ ستمبر ۱۸۸۶ء دستاویز حرف (ک) مورخہ ۲۰ جون ۱۸۸۸ء
ر دستاویز حرف (ز) مورخہ ۵ مئی ۱۸۹۰ء اور دستاویز حرف (ط) مورخہ ۲۷ مئی ۱۸۹۲ء
ر دستاویز حرف (ی) مورخہ ۲۰ جولائی ۱۸۹۰ء اور دستاویز حرف (ک) مورخہ ۲۹
ں ۱۸۹۰ء پر موجود ہیں نیز دستاویز حرف (ح) مورخہ ۱۰ جون ۱۸۹۱ء خود بھوریخاں کے
تھ سے لکھی گئی تھی جسمیں یہہ الفاظ بصراحت درج تھے۔ کہ (ع ح خام زمین زرعی چاہ پختہ
لانا سید غوث علی شاہ مملوکہ مقبوضہ محمد یوسف سجادہ نشین مولانا موصوف،،) اگرچہ مدعا علیہم
نے بیان کیا۔ اور چند مزارعان سے شہادت دلائی کہ بھوریخاں مدعا علیہ نے انکو زمین
نازعہ کاشت کے لئے دی اور قبولیتیں مولوی محمد یوسف کے حق میں لکھائی گئیں۔ اگر
ولوی محمد یوسف سجادہ نشین نہ ہوتے تو ان الفاظ کا اُن کے نام کیساتھ متواتر تحریرات میں
ستعمال نہ کیا جاتا۔ نہ قبولیتوں میں یہہ زمین مملوکہ مقبوضہ سجادہ نشین لکھی جاتی۔ واقعات
لور صریح دلالت کرتے ہیں کہ اُسوقت مدعا علیہم کو سجادہ نشینی کی حیثیت پر اعتراض کا خیال
ی نہیں تھا نہ زمین کی ملکیت کا کوئی تنازعہ تھا۔ عرضی دعوے میں مولوی گل حسن کو سجادہ
شین اور متولی خانقاہ مولوی غوث علی شاہ کا بیان کیا گیا ہے۔ بموجب بحث وکیل مدعی
ن دونوں کی مختلف تعریف ہے۔ یعنی سجادہ نشین لغوی معنوں میں تو نماز پڑھنے کے
ریا پر بیٹھنے والیکو کہا جاتا ہے۔ مگر اصطلاح صوفیہ میں اس لفظ کا اطلاق اُس مرید
نسبت کیا جاتا ہے جسکو اُس کے پیر و مرشد نے مرید بنانے کی اجازت دی ہو
ر متولی صرف اُس مہتمم یا منتظم کو کہتے ہیں جو کسی مذہبی جائداد (مثلاً مسجد خانقاہ وغیرہ) کا انتظام
رتا ہو۔ ان تعریفوں کی مخالفت میں مدعا علیہم کے وکیل نے کچھ نہیں کہا مقدمہ نمبر ۸۷
نجاب رکارڈ ۱۸۶۸ء میں الفاظ سجادہ نشین اور متولی کی یہ تعریف ہوئی تھی کہ سجادہ نشین مکان
ہبی کے معاملات دینی کا اور متولی دیگر کاروبار متعلقہ کا ذمہ دار ہوتا ہے نیز نظیر انڈین لا رپورٹ
لکتہ جلد ۱۹ صفحہ (۲۰۳) میں ان الفاظ کی زیادہ تشریح موجود ہے ان تعریفات کے لحاظ سے

ہم خیال کرتے ہیں کہ مولوی یا خلیفہ محمد یوسف کو اس خانقاہ کے سجادہ نشین ہونے کی حیثیت حاصل ہوگئی تھی۔ کیونکہ تیئیس سال سے زیادہ مدت تک وہ بدوں کسی اعتراض کے اراضی متنازعہ پر قابض اور متصرف رہے۔ اور اس عرصہ میں بہت سی قیمتی عمارتیں اراضی متدعویہ پر اُن کے اہتمام اور نگرانی سے تیار ہوئیں اور مدعا علیہم میں سے کسی نے کبھی بھی اُن سے مزاحمت نہیں کی۔ بلکہ اُنکو اس خانقاہ کا سجادہ نشین تسلیم کیا اور بالآخر کاغذات مال میں اُنکا نام سجادہ نشین درگاہ مولوی غوث علی شاہ کی تعریف سے درج ہوگیا۔ شہادت سے یہہ بھی ظاہر ہے کہ سجادہ نشین اور متولی کے اہتمامی فرایض اس خانقاہ میں ایک ہی شخص سے متعلق رہے ہیں۔ مدعا علیہم کی یہہ بحث ہے کہ سجادہ نشینی پر مولوی محمد یوسف کا تقرر مولوی غوث علی شاہ نے نہیں کیا۔ بلکہ مدعا علیہم نے اونکو اس خانقاہ پر مقرر کردیا تھا تاکہ اراضی متنازعہ کی آمدنی خانقاہ کے کاموں میں خرچ ہوتی رہے مولوی غوث علی شاہ کی حیات میں کوئی وجود اس مکان یا خانقاہ کا نہیں تھا۔ اس لئے وہ کسی کو خاص طور پر اپنی خانقاہ کے لئے سجادہ نشین نہیں بنا سکتے تھے۔ لیکن اسمیں شک نہیں کہ جو خانقاہ تیار ہوئی مولوی محمد یوسف نے اُسکا اہتمام کیا جو مولوی غوث علی شاہ کے خلیفہ اول یا خاص مرید تھے اور مولوی گلحسن خلیفہ دوم سے خلیفہ اوّل کو قدرتاً سجادہ نشین ہونے میں ترجیح تھی۔ چنانچہ مولوی گلحسن اور نیز مدعا علیہم اور فرقہ عوام الناس نے ہی مولوی محمد یوسف کو مولوی غوث علی شاہ کا قائم مقام ہونا تسلیم کیا باقی یہہ امر رہ جاتا ہے کہ ایا مدعا علیہم یا مالکان طرف افغانان نے مولوی محمد یوسف کو سجادہ نشین اس شرط سے بنایا کہ مالکان کے حقوق ملکیت اراضی متدعویہ پر قائم رہے جسمیں یہہ استحقاق بھی شامل تھا کہ مولوی محمد یوسف کے بعد وہ اپنی مرضی سے سجادہ نشین منتخب کرین اور اسکا تصفیہ آیندہ کیا جائیگا۔ مدعی کی شہادت سے پایا جاتا ہے کہ مولوی غوث علی شاہ کے انتقال پر قصبہ پانی پت کے ہر چہار اطراف والوں نے اپنی اپنی طرف میں اُنکا دفن کرنا چاہا کیونکہ جملہ مسلمانان باشندگان قصبہ پانی پت کو اُن کے ساتھ عقیدت تھی مگر ان وجوہ سے اُن کے دفن کا یہہ ہی موقعہ تجویز ہوا جہاں اُن کی قبر بنائی گئی ہے۔ (۱) مولوی غوث علیشاہ نے اپنی زندگی

کہا تھا کہ اُنکو خواجہ شمس الدین کی خانقاہ کے حصہ پائیں میں دفن کیا جائے۔ اور اراضی متدعویہ اُسی موقع پر واقع تھی (۲) افغانان لوگوں نے جن کے سرغنہ اور نمبردار قلندر علیخاں حکیم اشرف خاں عرف موجو خاں۔ جعفر علیخاں اور علی بخش خاں نے اصرار کیا کہ طرف افغانان میں اُنکا مزار بنایا جاوے اور قلندر علیخاں وغیرہ کی طرف سے ایسے الفاظ ادا کئے گئے جن کے معنی یہہ تھے کہ وہ بدون کسی قسم کے معاوضہ لینے کے اس زمین کو ہبہ یا وقف کرتے ہیں حالانکہ مولوی گلحسن نے اُنکو کہا تھا کہ زمین کی قیمت لے لی جائے قلندر علیخاں مسمّا مولوی غوث علی شاہ کا مرید تھا چنانچہ اُسکی قبر بھی اس زمین میں ہے جسکی وفات تقریباً ایکسال بعد مولوی غوث علی شاہ سے ہوئی تھی۔ مدعا علیہم گواہی دلاتے ہیں کہ گو مولوی گلحسن نے ہبہ کی خواہش ظاہر کی تھی مگر قلندر علیخاں اور اشرف خاں عرف موجو خاں کی طرف سے اُنکو جواب میں کہا گیا کہ زمین مشترکہ ہونیکی وجہ سے اوسکو چند مالکان ہبہ نہیں کر سکتے صرف مولوی غوث علی شاہ کے وہاں دفن کرنے کی اجازت دی گئی تھی اور مولوی گلحسن اس بات پر ناراض ہوگئے تھے کہ قلندر علیخاں وغیرہ نے زمین ہبہ نہیں کی اور یہ کہ مصارف خانقاہ کے لئے مدعا علیہم یا سرگروہ افغانان کی طرف سے اراضی متنازعہ مرزوعہ کرائی گئی اور مکانات اس زمین میں اُنکی ہی اجازت سے تعمیر ہوئے چند مزارعان کہتے ہیں کہ اُنہوں نے بھوریخان مدعا علیہ سے زمین متنازعہ کاشت کے واسطے لی اور قبولیتیں بھوریخان کے کہنے پر مولوی محمد یوسف کے حق میں لکھائی تھیں۔ مدعی کے وکیل نے فقرہ (۲) بیان تحریر مدعا علیہم (مورخہ ۲۲ جون ۱۹۰۵ء) کا حوالہ دیکر بحث کی کہ اُس سے اراضی متدعویہ کا وقف ظاہر ہوتا ہے۔ (فقرہ مذکورہ یہہ تھا) ہم نے دفن کرنے اور عمارت بنانے کی اجازت بیشک دی۔ اور یہ بھی اجازت دی کہ آمدنی اراضی متنازعہ کی درگاہ میں خرچ کیجائے کیونکہ ہم لوگ بھی مولوی غوث علی شاہ صاحب کے مرید تھے" اور وقف کی تعریف بیس جلد شرح محمدی کی دفعہ ۱۷۳۱ پر یہہ کی گئی ہے کہ ایسا انتظام ایک خاص میں کسی آمدنی خاص مطلب مذہبی پر خرچ کیجائے کہ وقف کے لغوی معنی باندھنا یا روکنا ہیں اور ہدایہ کے دو خلیفوں کے رائے کے مطابق وقف کنندہ کا

حق ملکیت زائل ہو جاتا ہے اور جائیداد خدا کا مال بنجاتی ہے۔ اور جو شے ہبہ یا وقف کیجائے وہ قابل استرداد نہیں ہوتی۔ مدعا علیہ کے وکیل کی طرف سے وقف کے اعتراض یا اُسکی تشریح کا جواب نہیں دیا گیا بلکہ محض ہبہ پر حجت کی گئی وہ اُن وجوہ سے ناقص تھی۔ (الف) امیر علی کی شرع محمدی کے صفحہ ۵۰ کے تشریح کے مطابق موہوب لہ کا زندہ ہونا ضروری ہے اسلئے کہ ہبہ بغیر قبول کے جایز نہیں اور کوئی شخص متوفی قبول نہیں کرسکتا۔ نہ یہ بیان کیا گیا کہ ہبہ کسکے حق میں ہوا (ب) اب بروئے شرع محمدی مذکور صفحہ ۱۴۱ کے واہب مالک جائیداد ہبہ شدہ کا ہونا چاہیئے حالانکہ یہاں جائداد مشترکہ اور مالکان صرف چند اُسوقت موجود تھے (ج) بلا تعین مقدار کے ہبہ ناجایز ہے نہ ایک شخص کسی دوسرے کی جائیداد کو ہبہ کرسکتا ہے۔ (حوالہ شرع محمدی مرتبہ امیر علی صفحہ ۱۰۷، ۱۰۷) جواب میں کہا گیا کہ درگاہ بذاتہ قانونی شخص ہے۔ نہ ہبہ کے لئے موہوب الیہ کا موجود ہونا چاہیئے۔ صورت موجودہ میں ہبہ جو کہ درگاہ کے نام ہوا اوس کے سجادہ نشین نے اُسکو قبول کیا وہ کافی تھا۔ لفظ ہبہ عام اور لفظ وقف خاص معنی رکھتے ہیں۔ ہبہ خیراتی یا مذہبی کاموں سے مختص نہیں ہوتا۔ لیکن وقف کے اغراض خیراتی مذہبی ہوتے ہیں۔ نظام رانڈین لا رپورٹ کلکتہ جلد ۱۹ صفحہ ۲۰۳۔ اور جلد ۲۰ صفحہ ۱۱۶ میں قرار دیا گیا کہ وقف قائم کرنے کے لئے ٹھیک اُس لفظ کا استعمال ضرور نہیں بلکہ جب واقف کا صاف اور صریح ارادہ پایا جاتا ہو کہ کوئی جائیداد یا اُسکی آمدنی واسطے قیام یا امداد دائمی کسی خیراتی یا نیک کام کے لگائی جائے تو بلحاظ اُس نیت کے وقف کا جایز قیاس پیدا ہوگا۔ اس مقدمہ میں بیان کیا گیا کہ اراضی متدعویہ واسطے تعمیر اور قائمی درگاہ کے دی گئی اور اُسکی آمدنی اسی غرض کے لئے مخصوص کی گئی جس سے مدعا علیہم کو انکار نہیں تو تجویز ہونا چاہیئے کہ یہ زمین وقف ہوئی تھی۔ اور مولوی محمد یوسف نے وقف کے ایجاب کو قبول کیا تھا یہ اعتراض صحیح نہیں کہ زمین کی مقدار معین کی گئی کیونکہ سوائے گواہان مدعی کے خود مدعا علیہم بھی اراضی متدعویہ کا دیا جانا تسلیم کرتے ہیں۔ اور مدعا علیہم کی شہادت سے صاف عیاں ہے کہ بفور دفن مولوی غوث علی شاہ

کے اراضی متنازعہ کو چاروں طرف پشتہ بنا کر محدود کر دیا گیا تھا اس میں شک نہیں کہ وقف یا عطیہ زمین کیوقت کل جماعت مالکان کی موجود نہیں تھی۔ بالکل ممکن ہے کہ اراضی متدعویہ کے شاملات دہ ہونے کی وجہ سے اُسوقت نمبرداران دہ کو (جو مقدم جماعت مالکان تھے) وقف کا مجاز سمجھا گیا اور اسی خیال پر مولوی غوث علی شاہ کو وہاں دفن کر دیا گیا پھر بعد میں بہت قیمتی عمارات اراضی متنازعہ پر تیار کی گئی اگر کچھ بھی شبہ اس ہبہ یا عطیہ کے جواز میں ہوتا تو مولوی غوث علی شاہ جیسے متبرک شخص کو بلا رضامندی مالکان زمین کے دفن نہ کیا جاتا کیونکہ ہر ایک مسلمان کی نسبت اس واقفیت کا قیاس ہے کہ بغیر رضامندی مالک کے کسی مسلمان کو کسی غیر کی زمین میں دفن نہیں کیا جا سکتا۔ ناممکن ہے کہ مولوی محمد یوسف اور مولوی گلحسن جو شرعی اصول اور مشہور مسئلہ سے خوب واقف تھے اسکے خلاف عمل کرتے اسوقت اراضی متنازعہ میں دو پختہ چاہ ایک مسجد تین سہ دریاں علاوہ دو منزلہ مزار کے بنے ہوئے ہیں باقی تمام حصہ زمین کا مزروعہ ہے جسمیں کچھ درخت بھی موجود ہیں۔ اراضی متنازعہ ۱۸۸۱ء میں بجز اور قطعی بے حیثیت تھی اور غالباً اسی وجہ سے اُن مالکان نے جو وقف کے وقت موجود نہیں تھے اتنے سالہائے دراز تک (باوجود مزروعہ بنائے جانے زمین اور تعمیر عمارات ہائے کے) کچھ تعرض نہیں کیا بلکہ اُسکی آبادی کو غنیمت سمجھا۔ بات یہ بھی ہے کہ صدہا شخص اس زمین کے مالک تھے اور تقسیم سے اُنکو کچھ فائدہ نہیں تھا لہذا بجائے تقسیم کے اُنہوں نے بہتر خیال کیا کہ اراضی متنازعہ درگاہ کے تصرف میں رہے مدعا علیہم کا یہ عذر کہ قصبہ اجازتی رہا یا اونکی اجازت سے زمین مزروعہ بنائی گئی۔ یا اُنکی معرفت وہ کاشت کے لئے مزارعان کو دی جاتی تھی ناقابل پذیرائی ہے۔ کیونکہ (الف) جب ایکبار اُنہوں نے اپنے ہی بیان کے مطابق اس زمین پر مکانات بنانے اور اُسکی آمدنی درگاہ پر خرچ کرنیکی اجازت دیدی۔ صفحہ ہے فعوں پر کسی اور اجازت دینے کی کیا ضرورت تھی۔

پرانے کاغذ

(ب) قبضہ اجازتی کا عذر خلاف دستاویزات قبولیت کے تہا جسمیں زمین متنازعہ کو بلفظ مملوکہ و مقبوضہ مولوی محمد یوسف سجادہ نشین درگاہ مولوی غوث علی شاہ کا لکھا گیا اور اُن تحریرات پر بعض مدعا علیہم کی گواہی تھی۔ مولوی غوث علی شاہ اور اُن کے دونوں خلیفوں کے بہت مرید اور عقیدت مند دور و دراز مقامات میں تھے اور شہادت سے پایا جاتا ہے کہ اُنہوں نے مولوی گلشن کی معرفت روپیہ دیا اور تمام عمارتیں مولوی محمد یوسف کے اہتمام سے تیار ہوئیں اور مدعا علیہم نے کچھ امداد روپیہ پیسہ یا روپیہ پہنچانے میں نہیں دی یہہ بیان بھی درست نہیں۔ کہ مدعا علیہم نے مولوی محمد یوسف کو اہتمام درگاہ کا سپرد کیا اس عذر سے مدعا علیہم کا منشا صرف یہ ہے کہ وہ آیندہ سجادہ نشین اپنی مرضی سے نامزد کرا کے خود فائدہ اُٹھاویں۔ اوّل جب مدعا علیہم اراضی متنازعہ کو قیام اور مصارف درگاہ کے لئے دے چکے تو اُنکو کوئی خاص حق سجادہ نشین مقرر کرنے کا نہیں رہا تھا دوم کسی قابل اعتبار شہادت سے ثابت نہیں کہ مولوی محمد یوسف کو مدعا علیہم نے سجادہ نشین بنایا۔ بلکہ واقعات صاف دکھا رہے ہیں کہ وہ کثیر التعداد مریدوں اور عام مسلمانان سکنائے پانی پت کی پسندیدگی سے سجادہ نشینی کے لئے منتخب ہوئے سوم وہ ہرطرح اس منصب کے مستحق تھے کیونکہ سجادہ نشین عموماً اُس درگاہ کا محافظ ہوتا ہے جسمیں اُسکا مرشد دفن کیا گیا ہو۔ سجادہ نشین کو بعض روحانی خدمات بھی بجالانے ہوتے ہیں۔ لہذا وہ صرف متولی نہیں ہوتا بلکہ خود مرشد بھی ہوا کرتا ہے۔ اور قیاس کیا جاتا ہے کہ اُس کے ذریعہ سے سلسلہ روحانی قایم رہے۔ نظائر انڈین لا رپورٹ کلکتہ جلد ۱۹۔ صفحہ ۳۰۲۔ اور جلد ۲۰ صفحہ ۸۱۰ میں مفصل تشریح کی گئی ہے کہ درگاہ کی کیا تعریف ہے اور سجادہ نشین کے کیا فرائض ہیں۔ ان اصولوں کے مطابق کوئی ایسا شخص جو مرید مولوی غوث علی شاہ کا نہو سجادہ نشین نہیں ہو سکتا تھا یہ قیاس مدعا علیہم اپنی مرضی سے کسیکو سجادہ نشین بنا سکتے تھے، لہذا یہ قرار دیا جاوے مدعا علیہم۔ کہ مولوی محمد یوسف نے سجادہ نشین کی حیثیت سے اراضی متنازعہ پر ۲۵ روپے کہ بفصلی ۱۳۰۹ھ کو قبضہ پایا اور عرصہ دراز

اُنہوں نے علانیہ اور صریح افعال مالکانہ کا اراضی متنازعہ کی نسبت استعمال کیا۔ کبھی کسی شخص نے جو مالکان اراضی متنازعہ کی نسبت جماعت میں شامل تھا اُن کے مقابلہ میں مزاحمت نہیں کی نہ اپنے حقوق کا اظہار کرنا چاہا۔ بلکہ اپنے طریق عمل سے ثابت کر دیا کہ اراضی متنازعہ درگاہ سے قطعی طور پر تعلق رکھتی ہے پس گو کل مالکان زمین ابتدائی وقف کے اُسوقت موجود نہیں تھے الا بعد میں اُن سب نے اپنی رویہ اور خاموشی عرصہ مدید سے اپنے حقوق ملکیت کو ترک کر دیا۔ اُن کا سجادہ نشین موجود الوقت کے اہتمام سے ترقیاں اور متعدد تعمیرات بنائے جانے میں اعتراض کرنا صاف اُن پر مسئلہ سکوت بمنزلہ رضامندی کو عاید کرتا ہے۔ یہہ حجت بھی ہوئی ہے کہ مولوی گلحسن نے اپنے تذکرہ غوثیہ مرتبہ ۱۸۸۴ء میں لکھا تھا کہ افغان اوگ اراضی متنازعہ کے متعلق اپنے قول سے منحرف ہو گئے۔ گو وہ کتاب مدعا علیہم نے پیش نہیں کی لیکن وکیل مدعی سے ہم نے اُسکو منگا کر دیکھا اُس کے صفحہ ۳۴۵ پر حسب ذیل اندراج ہے۔ (حکیم موجو خاں نے بطور سرگروہ کے سب کی طرف سے علی الاعلان کہا "ہم لوگوں نے یہہ قطعہ زمین حضرت کے مزار شریف وقف کیا اور خدام حضرت کو ہر طرح اس قطعہ زمین کا اختیار ہے" سب سے اخیر میں یہہ فقرہ درج پایا جاتا ہے اُسکے بعد افغانان اپنے قول سے منحرف ہو گئے۔) جب ۱۸۸۴ء سے بیس سال تک مدعا علیہم اور قوم افغانان نے سجادہ نشین درگاہ کے افعال متعلقہ تعمیرات وغیرہ پر کوئی اعتراض نہیں کیا۔ اور برابر اُن کو مالکانہ قابض رہنے دیا تو درگاہ کا قبضہ مخالفانہ زاید از دوازدہ سال کے لحاظ سے کامل حق ملکیت حاصل ہو گیا اور مدعا علیہم نے حقوق بموجب دفعہ ۲۸۔ ایکٹ میعاد جاتے رہے۔ مولوی گلحسن بعد وفات مولوی محمد یوسف کے درگاہ اور اراضی متنازعہ پر قابض ہیں کاغذات مال میں بھی انہیں کے حق میں قبضہ کا اندراج ہوا تھا اور فی الواقع مولوی گلحسن کا تقرر مولوی محمد یوسف کی وصیت مورخہ ۱۶ ستمبر ۱۹۰۱ء کے ذریعہ سے عمل میں آیا۔ جو رجسٹری کے دفتر میں داخل کی گئی۔ نیز شہادت سے ثابت ہے کہ وہ واقعی مولوی محمد یوسف نے کی تھی۔ بموجب نظائر انڈین لا رپورٹ کلکتہ جلد ۱۹ صفحہ ۲۰۳ اور جلد ۲۲۔ صفحہ ۳۴۴ و بمبئی جلد ۳ صفحہ ۵۵۵ و ۵۶۱۔ اصل سجادہ نشین کو اپنی مرضی سے جانشین مقرر کرنے کا اختیار ہے۔ اور ایسے تقرر کے لئے کسی حکم عدالتی

کی ضرورت نہیں مدعا علیہم نے ثابت نہیں کیا کہ کسی رواج کی رو سے انکو سجادہ نشین متوفی کے جانشین بنانے کا اختیار تھا یا ایسا کوئی اقرار ہوا جو کہ ایک مرتبہ مولوی محمد یوسف کا تقرر بطور سجادہ نشین ہو چکا تو بعدم موجودگی کسی رواج مخالف کے (جو ثابت نہیں کیا گیا) ضرور ہے کہ مولوی گلحسن (جنکو مولوی محمد یوسف نے اپنی وفات سے تین سال پہلے اپنا جانشین بنایا تھا) سجادہ نشین قرار دئے جائیں اُن کے تقرر سے قدرتی طور پر خیال کیا جائیگا کہ وہ اُن نصائح سے واقف ہیں جو اُنکو مریدوں کے لئے سکھانا چاہئیں اس طور پر کل اُمور تنقیح کا فیصلہ مدعی کے حق میں دیا جاتا ہے۔ مدعا علیہم کی طرف سے پنجاب کے بعض فیصلہ جات کا حوالہ دیا گیا کہ اس قسم کے مقدمات کا تصفیہ رواج پر ہونا چاہیئے اور جو اصول کسی مندر کے منتظم سے متعلق ہے وہ ہی اس مقدمہ پر بھی حاوی ہے۔ نظائر مقدمات ۸۷ و ۵۷ سنہ ۱۸۸۹ء و ۱۲۲ سنہ ۱۸۹۶ء و ۱۰۵ سنہ ۱۸۹۲ء و ۲۸۹ سنہ ۱۹۰۰ء پنجاب رکارڈ کے تھے سوائے مقدمہ سنہ ۱۹۰۰ء باقی تمام مقدموں میں ہندو فریقین تھے اور جو کہ اس مقدمہ کا تصفیہ شرع محمدی کے اصول پر ہوگا۔ اُن مقدمات کی پیروی نہیں ہو سکتی۔ مقدمہ سنہ ۱۹۰۰ء میں مدعی نے اپنا حق اہتمام مسجد کا ثابت نہیں کیا نہ وہ قابض تھا یہ بھی ثابت نہیں ہوا تھا کہ مدعی کب اور کسطرح متولی بنا۔ لہذا وہ مقدمہ اس مقدمہ سے صریحاً قابل تمیز ہے پس ہم مدعی کے حق میں ڈگری قرار دادان امور کے دیتے ہیں کہ (الف) عرصہ خام زمین ۲۷۴۲ حصرہ واقعہ رقبہ موضع طرف افغانان تحصیل پانی پت وقف اور قبضہ دیرینہ کے ذریعہ سے درگاہ مولوی غوث علیشاہ متوفی کی ملکیت تھی۔ اور (ب) مولوی گلحسن کو حیثیت سجادہ نشین و متولی اس درگاہ کی حاصل ہے۔ اور اس حیثیت سے وہ قبضہ رکھتے ہیں۔ خرچہ مقدمہ وہ مدعا علیہم ادا کرین گے جنہوں نے مدعی کے حق پر اعتراض کیا (اشخاص مذکور کی تشریح عرضی دعوے کے فقرہ (۷) میں درج ہے) کیونکہ دیگر مدعا علیہم کی طرف سے کارروائی داخل خارج کے وقت یا دوران مقدمہ میں تنازعہ نہیں ہوا۔

دستخط انگریزی حافظ محمد یوسف صاحب ڈسٹرکٹ جج بہادر ضلع کرنال ۱۹۰۶/۱۰/۱۹ء

پھر بعد اس حکم کے افغانان پانی پت نے اس فیصلہ کا اپیل بعدالت صاحب ڈویژن الکورٹ

قسمت دہلی کیا اور وہاں سے ڈویژنل جج بہادر نے بعد نامنظوری اپیل یہ فیصلہ دیا ترجمہ نقل

فیصلہ بہر ہے

ترجمہ فیصلہ انگریزی عدالت ڈویژنل کورٹ قسمت دہلی باجلاس مسٹر ایس کلیفرڈ صاحب بہادر ڈویژنل ڈویژنل جج قسمت دہلی مرقوم ۲۲ مئی ۱۹۰۶ء فیصلہ دہلی

شمس الدین خاں ولد علی بخش خاں - وبھورخاں ولد گھیسے خاں - و محمد وزیر علی خاں اعلیٰ نمبردار و محمد خاں ولد عبداللہ خان - ورحمت علیخاں ولد قلندر علیخاں وغلام حسین خاں ولد بخش خاں - و قمرالدین خان ولد علی بخش خاں قوم پٹھان سکنائے پانی پت ضلع کرنال مدعلیہم اپیلانٹان بنام - درگاہ مولوی غوث علی شاہ بذریعہ گلحسن ولد خدایار خان ساکن پانی پت ضلع کرنال مدعی رسپانڈنٹ

اپیل مدخلہ شمس الدین خاں وغلام حسین خان - اپیلانٹان

اپیل بنا راضی حکم حافظ محمد یوسف صاحب ڈسٹرکٹ جج کرنال مورخہ ۱۹ ماہ جنوری ۱۹۰۶ء جسکی روسے ڈگری حسب ذیل صادر ہوئی (۱) یہ کہ ۳/۴ حصہ خام اراضی خسرہ ۲۷۴۲ واقعہ رقبہ طرف افغانان پانی پت وقف ہے - اور بلحاظ قبضہ دیرینہ درگاہ مولوی غوثعلیشاہ صاحب کی ملکیت ہے (۲) یہ کہ مولوی گلحسن صاحب کو حیثیت تولیت وسجادہ نشینی درگاہ مذکور حاصل ہے - اور بدیں لحاظ اُن کا قبضہ ہے - اپیل بابت اس امر کے کہ حکم عدالت ماتحت منسوخ کیا جائے واقعہ ۲۲ - مئی ۱۹۰۶ء پنڈت ہردے نراین منجانب اپیلانٹان شمس الدین خان وغلام حسین خاں اپیلانٹان حاضر - عبدالواحد منجانب رسپانڈنٹ مسٹر کلارنس کرک پیٹرک منجانب رسپانڈنٹ -

حکم عدالت

فیصلہ ۱۱ - جون ۱۹۰۶ء کو سنایا جائیگا - دہلی ۲۲ - مئی ۱۹۰۶ء دستخط مسٹر ایس کلیفرڈ صاحب ایڈیشنل ڈویژنل جج - واقعہ ۱۱ - جون ۱۹۰۶ء شمس الدین خاں وغلام حسین خاں - دو اپیلانٹان

حاضر مسٹر کلارنس کرک پیٹرک منجانب مدعی رسپانڈنٹ **تجویز عدالت** یہ دعوی منجانب درگاہ مولوی غوث علی شاہ صاحب تھا۔ بابت استقرار حق اس امر کے کہ درگاہ بعض اراضی متعلقہ درگاہ واقعہ پانی پت کی مالک ہے۔ دعوے میں ڈگری صادر ہوئی ہے۔ مدعا علیہم جو مالکان طرف افغانان پانی پت کے ممبر ہیں اپیل کرتے ہیں۔ یہ معلوم ہوتا ہے کہ سید غوث علی شاہ کی بطور ایک مرد مقدس کے پانی پت میں بڑی عزت تھی اُنکا پانی پت میں ۲۵۔ فروری ۱۸۸۱ء کو انتقال ہوا جسپر یہ معلوم ہوتا ہے کہ جن اطراف میں پانی پت منقسم ہے۔ اُن میں سے ہر طرف نے چاہا کہ اُنکا جسد شریف اُنکی طرف میں مدفون ہو بوجہ اس امر کے کہ دیگر اطراف میں ایک ایک بزرگ مدفون تھا اور اُن کے متعلق درگاہیں تھیں یہ قرار پایا کہ طرف افغانان کو یہ حق ملنا چاہیئے کہ وہ سید غوث علیشاہ صاحب کے جسد شریف کو اپنی طرف میں مدفون کریں مگر یہ معلوم ہوگا کہ قبل اس کے کہ سید غوث علی شاہ صاحب کے مریدان بلا فصل اس انتظام پر رضامند ہوں اس امر کی خواہش کی گئی کہ مالکان طرف افغانان مقبرہ کے متعلق کرنے کے لئے یا تو کافی زمین بیع کریں یا دیدیں اور مالکان یا نمبرداران جو مالکان کے قایم مقامان تھے اراضی متنازعہ حال دینے پر رضامند ہوگئے نتیجہ یہ ہوا کہ سید غوث علی شاہ صاحب کا جسد شریف شاملات اراضی کے جو اس طرح دیگئی ایک جزو میں مدفون ہوا اور اُس اراضی پر وقتاً فوقتاً درگاہ ایک مسجد اور بعض دیگر مکانات تعمیر ہوئے اور ایک کنواں بنایا گیا اور کچھ اراضی زیر کاشت لائی گئی یہ سب کا سب بظاہر حافظ محمد یوسف نے جو متوفی کا ایک مرید تھا۔ کیا بیشک اُس روپیہ سے جو اُسنے وقتاً فوقتاً پانی پت میں اور جگہ سے جمع کیا بہرصورت یہ صاف معلوم ہوتا ہے کہ حافظ محمد یوسف کے انتظام یا اختیار میں درگاہ کی اراضی وغیرہ متعلقہ درگاہ رہی ہیں حافظ محمد یوسف کا انتقال ۱۴ جون ۱۹۰۴ء کو ہوا۔ جنہوں نے ایک وصیت نامہ چھوڑا۔ اس بارہ میں کہ مولوی گلحسن درگاہ کے انتظام میں اُن کے جانشین مقرر ہوں اور یہ وہ مولوی گلحسن ہیں کہ جنہوں نے دعوے حال دائر کیا ہے دعوے ہذا کارروائی ہائے بندوبست کا ظہور ہے کیونکہ جیسا کہ عموماً واقع ہوتا ہے۔

جب کارروائی بندوبست شروع ہوتی ہے۔ تو فریقین یہہ خیال کرنا شروع کر لیتے ہیں۔ کہ کسیطرح سے اُنکو مثل بندوبست جدید میں درج ہونا چاہیئے۔ مولوی گلحسن صاحب نے یہہ چاہا۔ کہ اراضی متنازعہ بطور ملکیت درگاہ درج ہو جائے۔ لیکن مالکان طرف افغانان نے مخالفت کی جو اس امر کے دعویدار ہوے کہ وہ بدستور بطور مالکان اراضی مندرج ہیں بدیں وجہ دعویٰ حال ہوا ہے اس دعویٰ میں بڑا جواب یہہ تھا کہ مدعا علیہم نے حقوق مالکانہ ہبہ نہیں کیے اور یہہ کہ مولوی گلحسن صوفی جائز نہیں ہیں اور بسطرح دعویٰ چلانے کے مستحق نہیں ہیں سوالات فیصلہ طلب یہہ ہیں (۱) اراضی درگاہ کو پوری حق مالکانہ کے ساتھہ دی گئی یا اس قسم کا حق اور طرح پر حاصل کیا گیا (۲) کیا دعویٰ جیسا کہ کیا گیا۔ چل سکتا ہے نسبت سوال اول ہمکو صاف ظاہر ہے کہ اراضی پورے حق مالکانہ کے ساتھہ ہبہ کی گئی۔ مدعا علیہم نے ہبہ کو تسلیم کیا لیکن عذر کیا کہ اُنہوں نے پورے حقوق مالکانہ اراضی نہیں دیے۔ یہ یقین کرنا مشکل ہے کہ کوئی اس قسم کی تخصیص کر لی گئی ہو لحاظ اس غرض کے جس کے لئے غیر مزروعہ شاملات تھوڑا سا رقبہ دیا جا سکتا تھا۔ یا لحاظ اس امر کے کہ متوفی کے مزید اراضی کو لیتے تھے اور اُسمیں متوفی ولی کو دفن ہونے دیتے بجز اس صورت کے کہ مالکان طرف افغانان اراضی کو بلا تحقیق کسی حقوق کے ہبہ کر دیتے۔ بروقت سماعت اپیل یہہ بحث کی گئی کہ نمبرداران کی جانب سے کوئی ہبہ جایز نہیں ہو سکتی تھی۔ اور یہہ کہ ہبہ اسوجہ سے بھی ناجایز تھی۔ کہ اُسوقت منجملہ مالکان کے بعض ضرور نابالغ ہوں گے۔ اس امر واقعہ سے کہ بعد میں مالکان نے کوئی عذر نہیں کیا ظاہر ہوتا ہے۔ کہ وہ نمبرداران کے افعال میں رضامند ہو گئے۔ لیکن نیز اگر وہ رضامند نہیں ہوئے تو یہہ ظاہر ہے کہ درگاہ اراضی پر زائد از عرصہ میعاد سے مخالفانہ قابض ہے یہہ نہیں ظاہر کیا گیا ہے کہ جب ہبہ کی گئی تو اُسوقت منجملہ مالکان کے کوئی نابالغ تھے۔ لیکن یہہ قیاس کر کے کہ چند نابالغ تھے ہم نہیں دیکھتے کہ کسطرح اس امر سے جواب کو مدد ملتی ہے جہانتک ظاہر ہوتا ہے۔ اُنہوں نے کوئی عذر نہیں کیا جب وہ بالغ ہوئے۔ اور ہماری رائے میں کوئی شک نہیں ہو سکتا کہ وہ اس ہبہ کی نسبت جو ۱۸۸۶ء میں ہوئی رضامند ہو گئے۔ اگر وہ رضامند نہیں ہوئے۔ تو انکو بلوغیت

حاصل کرنے سے تین سال کے اندر دعوے کرنا چاہیئے تھا اور جو کوئی عدد وہ اب کریں وہ زائد المیعاد ہوگا بلحاظ اُس عرصہ کے کہ جب سے اراضی بروے ہبہ ۱۸۸۱ء درگاہ کے قبضہ میں ہے نسبت سوال دوم یہ ہمکو معلوم ہوتا ہے کہ دعوے درگاہ کی طرف سے مولوی گل حسن کر سکتے ہیں ظاہر ہے کہ حافظ محمد یوسف ہمیشہ بطور سرگروہ و منتظم درگاہ یا دوسرے لفظوں میں بطور متولی یا سجادہ نشین مانے گئے ہیں۔ یہ امر نہ ظاہر کیا گیا ہے نہ بیان کیا گیا ہے۔ کہ کبھی کوئی اور شخص تھا۔ واقعی یہ شخص حافظ محمد یوسف تھے۔ جنھوں نے اس وقف کو پیدا کیا اور اسطرح اُنکو اسکی تولیت اختیار کرنے دی گئی۔ اُنھوں نے بذریعہ وصیت خود گل حسن صاحب کو انتظام یا تولیت میں اپنا جانشین نامزد کیا اور اسلیئے گل حسن صاحب درگاہ کی طرف سے دعوی کرنے کے مستحق ہیں بوجہ مندرجہ بالا ہمکو معلوم ہوتا ہے۔ کہ دعوے میں درست طور پر ڈگری صادر ہوئی پس حکم ہوا کہ ڈگری عدالت حافظ محمد یوسف ڈسٹرکٹ جج کرنال مورخہ ۱۹ر جنوری ۱۹۰۶ء جس کی رو سے اراضی متدعویہ ملکیت درگاہ مولوی عونث علی شاہ قرار دیگئی اور مولوی گل حسن قابض اراضی بحیثیت متولی درگاہ قرار دئے گئے بحال رہے چنانچہ وہ بذریعہ ڈگری ہذا بحال رکھی جاتی ہے۔ اور اصل معہ خرچہ نامنظور۔ خرچہ مقدمہ مرافع اول حسب الحکم عدالت ماتحت ادا کرے بھی تنازعہ ہیں ہی تاریخ ۱۱ر جون ۱۹۰۶ء میرے دستخط اور مہر عدالت سے جاری کیا گیا تحریر ہوا یہ ہر دو

اس فیصلہ کو سنکر خان صاحبان نے پھر اس فیصلہ کا اپیل چیف کورٹ لاہور میں کر دیا۔ جہاں چیف کورٹ لاہور نے بعد غور یہہ فیصلہ سنایا۔ اور وہ یہہ ہے۔

ترجمہ فیصلہ چیف کورٹ پنجاب۔ بعدالت چیف کورٹ پنجاب باجلاس اپیل مسٹر ڈی۔ سی۔ جانسٹن جج و آنریبل مسٹر لال چند ججان اپیل نمبر ۱ راضی فیصلہ۔ ایس کلیفرڈ۔ اوٹیشنل وڈویزنل جج دہلی ۲ ہیں۔ ۱۱ر جون ۱۹۰۶ء در

بحال رکھنے فیصلہ
کرنے دعوی مدعی
معرفت مولوی گلحسن
۲۷۴۲ واقع رقبہ
دیجائے۔ دعوے
کی طرف سے مسٹر شاد
پلیڈر۔ فیصلہ
شہادت
کے متعلق ایک رقبہ
مدعی تابع مرضی
گل حسن مذکور سے
یہ تنقیحات قائم کر
قطعی طور پر ہبہ کیگئی
کا طریق عمل جسکا گل
گل حسن کے حق میں
یہ اراضی متنازعہ
فاضل اڈیشنل
کہ جب
تھے
نے کو
اس ہبہ

وظ محمد یوسف ڈسٹرکٹ جج کرنال مورخہ ۱۹ جنوری ۱۹۰۶ء نسبت خارج
کامس الدین خاں وغیرہ مدعا علیہم اپیلانٹان بنام درگاہ مولوی علیشاہ
ی رسپانڈنٹ۔ دعوے استقرار یہ کہ تعدادی عہ خام اراضی خسرہ
ہ افغانان بتحصیل پانی پت درگاہ مولوی غوث علیشاہ کی ملکیت قرار
یر اپیل۔ کہ ہر دو عدالت ہائے کی ڈگری منسوخ کی جائیں اپیلانٹان
لال ایڈوکیٹ حاضر ہے۔ اور رسپانڈنٹ کی طرف سے لالہ دوارکا داس
س مقدمہ میں درگاہ مدعی موضع طرف افغانان کی ہے جو بساطت گلحسن جو کہ
لم درگاہ کا ہے۔ دعوی کرتی ہے۔ اور مدعا علیہم گاؤں کے مالک ہیں درگاہ
ہ کا ہے استدعا یہ ہے۔ کہ یہ اراضی کاغذات مال میں ملکیت مدعا علیہم لکھی ہے
مالک لکھی ہے۔ اسلئے یہہ حکم ہونا چاہئے کہ درگاہ بذات خود مالک معرفت
مدعا علیہم نے اس دعوی کے برخلاف جوابدہی کی۔ عدالت ابتدائی نے
(۱) آیا گل حسن بطور متولی کے قابض ہے۔ (۲) درگاہ کے نام یہ زمین
ہے (۳) آیا گلحسن کا اور درگاہ کا قبضہ مخالفانہ ہے۔ اور اسکا نتیجہ۔ (۴) محمد یو
حسن جانشین ہے اور اختیار کا
لکھا تھا آخر کار عدالت نے مدعی
یہ اراضی متنازعہ
فاضل اڈیشنل
نامنظور کیا۔ یہ مقدمہ درست طور پر واقعات پر فیصلہ ہو چکا ہے۔ یہ مان لیا گیا ہے کہ مدعا علیہم
یا اُن کے متقدمین نے ۱۸۸۱ء میں بنام درگاہ جبکہ مولوی غوث علی شاہ دفن کیا گیا تھا۔
یہ زمین ہبہ کی تھی۔ اور عوض حاضرین اور نابالغان اُسوقت کے لئے اتنے عرصہ دراز کی خاموشی
اس ہبہ سے اُس ہبہ کو تسلیم کا
اس فیصلہ کو منسوخ کرنے کے لئے اس عدالت کو بہت صاف

ثبوت اس امر کا طلب کرنا ضروری ہے کہ یہ فیصلہ غلط ہے ہم نے سب واقعا
اور کاغذات ہائے ماتحت کو دیکھ چکے ہیں اور ہم مداخلت کیواسطے
مدعی کی طرف سے ہمارے پاس بڑی شہادت ہے جس سے پایا جاتا ہے
شاہ ۱۸۸۱ء میں فوت ہوا تو چاروں طرف کے لوگوں نے آپسمیں اسا
اپنے حدود میں دفن کریں۔ اور یہہ معلوم ہوا کہ طرف افغانان میں کسی
حالانکہ باقی ہر تین طرفوں میں زیارتیں تھیں اسلئے اس طرف کو ترجیح دیگئی۔
محمد یوسف باقاعدہ طور پر یا کسی اور طرح سے منتظم ہوا اور اُسنے مزار بنا
بہت سا روپیہ تعمیر پر خرچ کیا اور اُسنے اس زمین متنازعہ پر قبضہ کیا۔ ا
کرائی اور کنواں بنوایا اور تمام نفع اُسکا مزار کے واسطے لیتا رہا اور یہ کہ کا
ہمیشہ سے درگاہ بطور مزارع تابع مرضی مالک درج ہوتا چلا آیا لیکن ما
زمین پر کوئی مداخلت نہیں کی اور نہ کبھی لگان طلب کیا۔ اور نہ کبھی منہ
کے بنانے پر اعتراض کیا۔ اور یہ کہ ۱۸۸۴ء سے پہلے منیجر نے زمین کو
بعض مالکان نے اعتراض کیا مگر اُسنے باوجود اعتراض کے احاطہ
کی نسبت بہت کم بلکہ کچھ زمرہ شہادت میں زیادہ تر اختلا اور ان
کہ بروقت تدفین کیا وا مرعین مانتے ہیں۔ کہ گانو کے اس بات کا
اُن سے ولی کے مریدوں نے زمین مانگی تھی۔ مدعی کہتا ہے کہ ہاں سے جو حاضر تھے
منظور کیا۔ حالانکہ مدعا علیہم کہتے ہیں۔ کہ اس بات سے انکار کیا تھا والوں نے
پہلی بات اغلب تر معلوم ہوتی ہے اُس پاک جسم کے دفن کے اعزاز ی رائے میں صرف
بڑا مقابلہ ہوا ہمارے نزدیک یہہ بات بعید از قیاس معلوم ہوتی ہے کہ گا ل کرنے کے لئے
زمین کے دینے سے جو اُسوقت غیر ممکن تھی۔ اور ایک آنے کی پید والوں نے
انکار کیا ہو مزید براں کئی معزز شہادتیں اس ہبہ کی تصدیق کرتی ہیں اور اُس سے نہیں تھی
جن میں سے بعض

مثلاً ڈپٹی انسپکٹر پولیس او سوفت جواب مشن باب انسپکٹری بالکل بیلاگ گواہ ہی اس کے علاوہ فریقین کا
بعد کا طریق عمل ایسے مقدمات میں بڑی قیمتی علامت ہی - اور میاں محمد یوسف اور گل حسن کا
طریق عمل ہر ایک بات میں بطور مالک کے ہی وہ اراضی کو اجارہ پر دیتے رہی - اور مستقل عمارتوں پر
بہت سا روپیہ خرچ کرتے رہے اور علی ہذا القیاس - مدعا علیہم نے کبھی کچھ بھی نہیں کیا - اُن کے
حق میں صرف مدعی کا مزارع تابع مرضی مالک کا متواتر اندراج ہی - میری رائے میں یہہ بالکل صاف
ہی کہ یہ کوئی مستند اندراج نہیں تھا - یہ صرف اُن معمولی اندراجات میں سی تھا - جو پٹواری عموماً
ایسے حالات میں جہاں اراضی کا قابض حکماً اُسکا مالک تسلیم کیا گیا ہو - اور اُسکی اصلی حیثیت
نہ معلوم ہو - کیا کرتے ہیں اسمیں شک نہیں کہ ۱۸۸۱ء میں صدہا آدمیوں میں سی ہر ایک نے باقاعدہ
رضامندی نہیں دی - لیکن میں خیال کرتا ہوں کہ تمام کے طریق عمل سے پوری مجموعی رضامندی
پائی جاتی ہے مسٹر شادی لال چند قاعدوں پر زور دیتا ہے کہ جب کوئی شخص ملک وقف
کرتا ہے تو اسکو شک کی حد سے نکال دینا چاہیئے لیکن ساتھہ ہی یہ بھی لکھا ہوا ہے کہ وقف
کرنے کے واسطے کسی خاص الفاظ کا استعمال کرنا ضروری نہیں ہی یہاں پر اس بات کے
ماننے میں کوئی مشکل کام نہیں دیکھا - کہ وقف کیا گیا تھا - اب گل حسن کی بابت حیثیت کا
سوال ہی - مسٹر شادی لال کہتا ہے - (صرف وقف کنندگان ہی متولی مقرر کر سکتے ہیں اور
سجادہ نشین یا رہنمائے روحانی متولی سے الگ ہی اور اسمیں بھی شک ہی کہ آیا خود محمد یوسف
درحقیقت متولی تھا - اور یہ کہ بہرحال وہ گل حسن کو متولی نہیں کر سکتا تھا - لیکن صرف مدعا علیہم
کر سکتے تھے اور اُنہوں نے کبھی نہیں کیا اور علی ہذا القیاس - مجھکو معلوم ہوتا ہے - کہ
اس تمام بات کو ایک معمولی سمجھ کا آدمی بھی سمجھ سکتا ہی - یہ عام فہم بات معلوم ہوتی ہے
کہ محمد یوسف ۲۳ سال تک درگاہ کا قایم مقام انچارج رہا - اور تمام وہ کام کرتا رہا
جو ایک روحانی پیشوا اور دینی منتظم کرتا ہے - اب یہ کہنا بہت بعد از وقت ہی - کہ وہ باقاعدہ
متولی نہیں تھا - اور وصیت نامہ جو اُسنے لکھا اور سب رجسٹرار کے پاس امانت رکھا بالکل درست

مانا جاسکتا ہے اور اُس سے گلحسن اُسکا جانشین مقرر ہوا ہے۔ یہ آسان بات ہے ایسی باتوں پر بال کی کھال نکالیجائے کہ مدعا علیہم گلحسن کو اصل متولی نہ بناتے لیکن میری رائے میں وہ ہر حالت میں کافی طور پر دعویدار شخص ہے اور اوسکا یہ دعوے کرنا درست ہے کہ زمین درگاہ کی ہے۔ اور مزید براں میں کہتا ہوں کہ اگر اس بات میں شک کیا جائے کہ مدعا علیہم نے درحقیقت وقف کیا۔ مگر اس میں شک نہیں کہ اُنہوں نے کچھ زمین خانقاہ کے گذارہ کے واسطے دی لیکن میں یہہ نہیں سمجھ سکتا۔ کہ جب اُنہوں نے زمین دی جسکا نفع خانقاہ کی کل آمدنی کا ایک بہت قلیل حصہ ہوتا ہے تو پھر کیوں اور کس غرض کیواسطے منتظم مقرر کرتے مجھے اس میں مداخلت کرنے سے انکار ہے۔ اور اپیل معہ خرچہ ڈسمس +

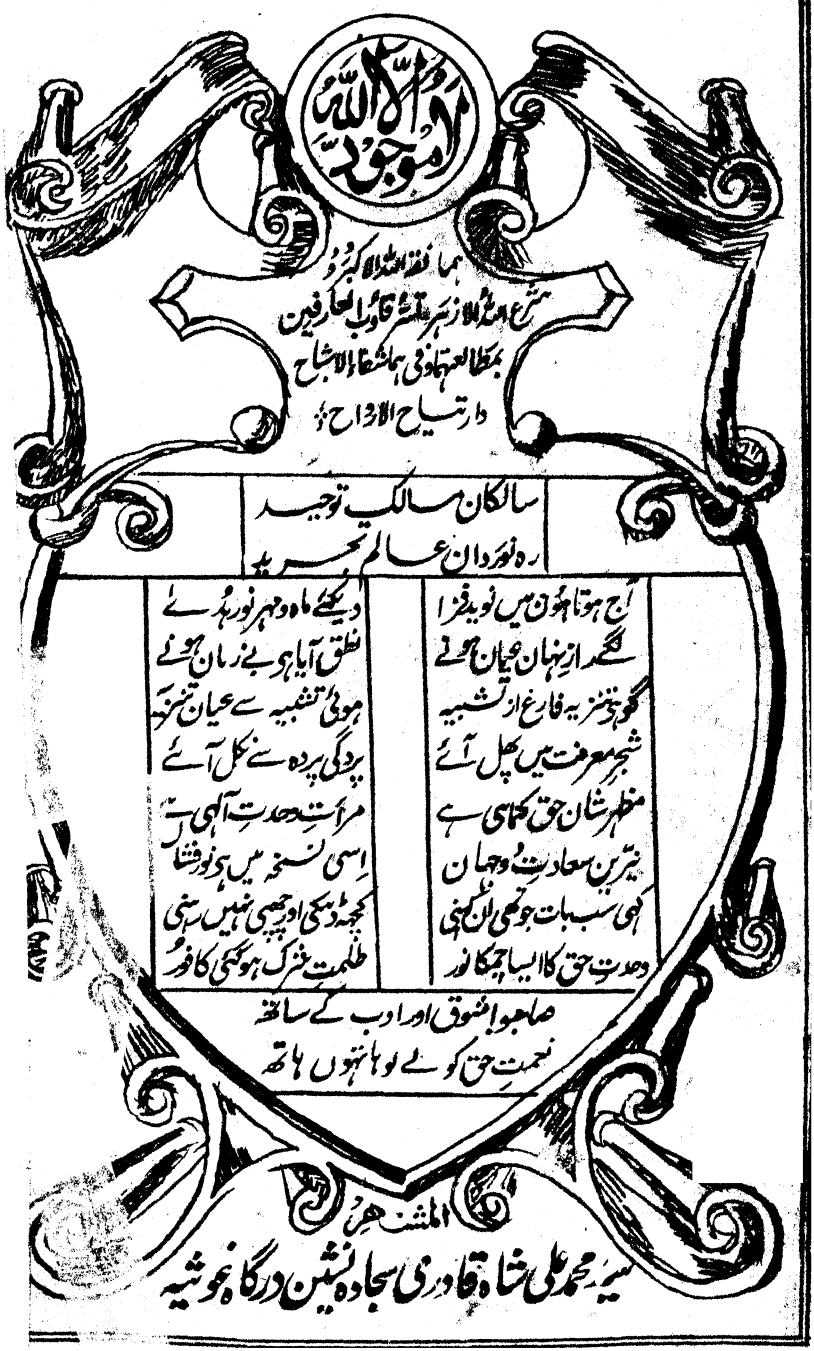
دستخط ڈی سی جانسٹن جج۔ اور لالچند جج ہیں بھی اتفاق رائے کرتا ہوں

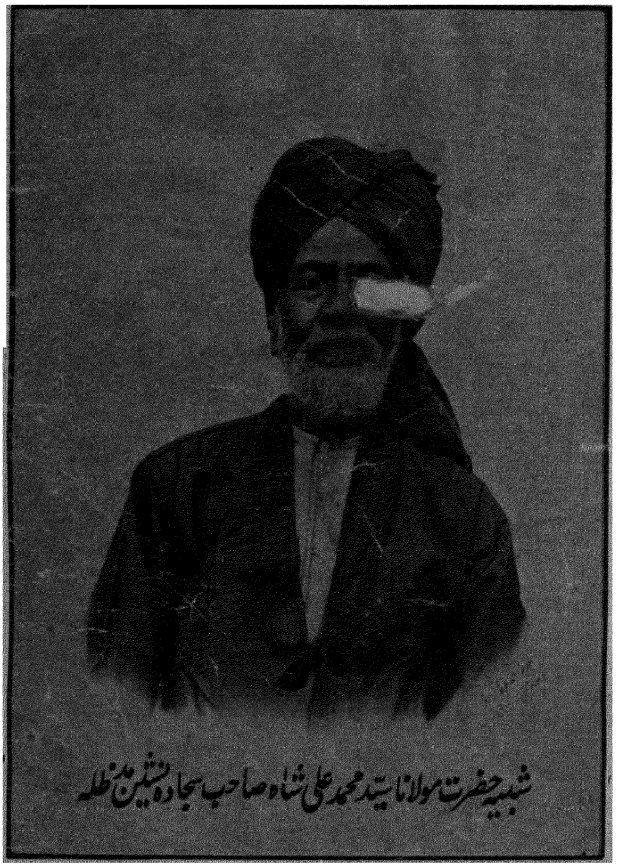
۸۔ اگست ۱۹۰۷ء فیصلہ سُنایا گیا۔ ۹۔ اگست ۱۹۰۷ء

جب افغانان پانی پت نے چیف کورٹ پنجاب سے بھی فیصلہ اپنے خلاف ہی سُنا تو مجبور کہنا افسوس مَل مَلکر بہ آرام تمام چپ چاپ گھروں میں چادریں اوڑھ اوڑھکر بیٹھ گئے واقعہ جو شخص خدا کیساتھ مقابلہ سے پیش آئیگا دونیا و آخرت میں ہمیشہ ذلیل و خوار رہیگا۔ ان لوگوں نے خدا کیساتھ معاہدہ کیا تھا اور پھر اپنے قول سے منحرف ہوکر خدا کیساتھ مقدمہ کر بیٹھے اسلئے یہ جگ ذلت اُٹھائی۔ اگر کوئی صاحب یہہ فرمائیں کہ ان لوگوں نے اپنے پیر کیساتھ ایسا گستاخانہ برتاؤ کیونکر کیا تو یہہ کوئی تعجب کی بات نہیں ہے کیونکہ زمانہ سلف میں بھی ان ہی افغانان پانی پت کے آباؤ اجداد نے اپنے پیران عظام سے بھی اسی طرح گستاخانہ برتاؤ کیا ہے وہ ان کے سلف تھے اور یہ اُن کے خلف ہیں۔ اگر یہہ لوگ اپنے پیر سے ایسا برتاؤ کرتے تو بجائے خلف کے ناخلف کہلاتے چنانچہ کتاب اقتباس الانوار کے صفحہ ۲۶۱ میں حضرت شیخ جلال الدین تھانیسری نے افغانان پانی پت کی بہت کچھ تعریف لکھی ہے جسکو شوق ہو اُس کتاب میں دیکھ لے۔ پس میں سب فقرا کی خدمت میں عرض کرتا ہوں

اور اپنے خاندان والوں کو بطور وصیت کے لکھتا ہوں کہ افغانان پانی پت کی پیری
مریدی سے احتراز واجب جانیں اور اُنکو درگاہ پر کسی قسم کا دخیل ہونے دیں بلکہ
ملازمت پر بھی نہ رکھیں ورنہ جو کچھ پیش آئیگا وہ خود دیکھ لیں گے فقط

تمت


الموجود الا اللہ
ہما فقہ اللہ الاکبر دو
شرح اسم اللہ الازہر المشتہر قاموس العارفین
بمطالعہ ہاتھ ذی ہمائشقا الاشباح
دار تیاح الارواح
سالکان مسالک توحید
رہ نوردان عالم تجرید
آج ہوتا ہوں میں نوید فزا
دیکھئے ماہ و مہر نور ہدے
لگے از نہان عیان ہونے
نطق آیا ہو بے زبان ہونے
گوہر تنزیہ فارغ از تشبیہ
ہوئی تشبیہ سے عیان تنزیہ
شجر معرفت میں پھل آئے
پردگی پردہ سے نکل آئے
مظہر شان حق نمای ہے
مرآت وحدت الٰہی ہے
نیرین سعادت دو جہان
اسی نسخہ میں ہو نور فشاں
کہی سب بات جو تھی ان کہنی
کچھ ڈھکی اوچھپی نہیں رہنی
وحدت حق کا ایسا چمکا نور
ظلمت شرک ہو گئی کافور
صاحبو اشوق اور ادب کے ساتھ
نعمت حق کو لے لو ہاتھوں ہاتھ
املشہر
سید محمد علی شاہ قادری سجادہ نشین درگاہ نوشیہ



شبیہ حضرت مولانا سید محمد علی شاہ صاحب سجادہ نشین مدظلہ